درسِ مقامات

مقاماتِ حریری کے دس مقاموں کی جدید شرح

ابن الحسن عباسی

رفیق شعبہ تصنیف و استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

مکتبہ فاروقیہ

شاہ فیصل ٹاؤن۔ کراچی

درس مقامات

مقاماتِ حریری کے ابتدائی دس مقاموں کی جدید شرح جو سلیس ترجمہ، الفاظ کی لغوی تحقیق، ان کے جدید اصطلاحی معانی، اشعار کی ترکیب اور ہر مقامہ کے خلاصہ کے ساتھ ساتھ لغوی نوادرات، امثال وحکایات اور ادبی لطائف پر مشتمل ہے

ابن الحسن عباسی

رفیق شعبۂ تصنیف واستاذ جامعہ فاروقیہ

ناشر

مکتبہ فاروقیہ

نزد جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر 4 کراچی 75230، پاکستان

فون 021-4575763

حکومت پاکستان کاپی رائٹس رجسٹریشن نمبر 19433

درس مقامات

افادات

ابن الحسن عباسی

1430ھ / 2009ء

جملہ حقوق بحق مکتبہ فاروقیہ کراچی پاکستان محفوظ ہیں

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ مکتبہ فاروقیہ سے تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس قسم کا کوئی اقدام کیا گیا تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

جميع حقوق الملكية الأدبية والفنية محفوظة

لمكتبة الفاروقية كراتشي. باكستان

ويحظر طبع أو تصوير أو ترجمة أو إعادة تنضيد الكتاب كاملاً أو مجزأ أو تسجيله على أشرطة كاسيت أو إدخاله على الكمبيوتر أو برمجته على اسطوانات ضوئية إلا بموافقة الناشر خطياً.

Exclusive Rights by

Maktabah Farooqia Khi-Pak.

No part of this publication may be translated, reproduced, distributed in any form or by any means, or stored in a data base or retrieval system, without the prior written permission of the publisher.

مطبوعات مکتبہ فاروقیہ کراچی 75230 پاکستان

نزد جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر 4

کراچی 75230، پاکستان

فون: 021-4575763

m_farooqia@hotmail.com

انتساب

کسی پیشگی اطلاع اور اجازت کے بغیر ہی میں اپنی یہ کاوش:

استاذ المحدثین شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ کی طرف منسوب کرتا ہوں، جنہیں قریب سے دیکھ کر میں نے اکابر کی بلند اخلاقی قدروں اور درخشندہ علمی صفاعت کا مشاہدہ کیا اور جن کی آغوشِ شفقت میں غنچۂ دل کو ذوقِ تبسم نصیب ہوا، ان کی محنت کے لہو سے سینچا ہوا، لہلہاتا گلستانِ علم و آگہی دیکھ کر دماغ کے نقار خانے میں کلامِ حضرت نفیس کے یہ زمزمے گونجنے لگتے ہیں۔

یہاں اک نگار ہے خیمہ زن، یہ حریمِ حسنِ نگار ہے
یہاں محو جلوۂ سرمدی، وہ ہزار رشکِ بہار ہے
یہاں قدسیوں کا نزول ہے، یہ دلیلِ حسنِ قبول ہے
کہ نفَس نفَس کو جو ہے سکوں، تو نظر نظر کو قرار ہے

باسمہ الکریم

پیش لفظ

عربی ادب کی مشہور کتاب "مقاماتِ حریری" کے داخلِ نصاب دس مقاموں کی شرح "درسِ مقامات" آپ کے ہاتھوں میں ہے، ۱۴۱۵ھ کی بات ہے، جامعہ فاروقیہ میں مجھے مقامات پڑھانے کا موقع ملا، وہی درس اس شرح کی بنیاد بنا۔ مقامات کی اردو میں پانچ چھ شروح اس وقت موجود ہیں اور خیال یہی تھا کہ ان شروح کی موجودگی میں کسی نئی شرح کی ضرورت نہیں، لیکن پڑھانے کے دوران شدت سے احساس ہوا کہ اس کتاب کی نئی شرح ہونی چاہئے، ایک تو اس لئے کہ موجودہ تمام شروح کا معیارِ طباعت وکتابت قابلِ رشک نہیں بلکہ بعض شروح کا معیار قابلِ استفادہ بھی نہیں۔ لغت کے الفاظ میں اگر اعراب (زبر، زیر، پیش) واضح نہ ہو تو طلبہ اس سے کیسے استفادہ کرسکیں گے؟ صحیح تلفظ کے لئے اعراب کا اہتمام ضروری ہے جبکہ موجودہ اکثر شروح میں اس کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ دوسرے میری نظر میں چند دوسری خصوصیات تھیں جو موجودہ شروح میں نہیں ہیں۔ اس لئے دورانِ تدریس احساس ہوا کہ جدید خصوصیات کی حامل اس کی ایک نئی شرح آجانی چاہیے

دورانِ درس، مقامات کی عربی شروح کے علاوہ دوسری ادبی کتابیں بھی زیرِ مطالعہ رہیں اور کافی اہتمام سے اس کا درس ہوتا رہا چنانچہ ابتدائی چار مقامے سبق کے دوران ہی برادرم مولوی الیاس احمد (جو اب جامعہ فاروقیہ میں دورہ حدیث کے طالب علم ہیں) نے لکھے، جن پر بعد میں، میں نے نظرثانی کرتے ہوئے مراجعت کے ساتھ ساتھ ترمیم و اضافہ بھی کیا البتہ اسی سال پانچویں مقامہ سے لے کر آخر تک میں نے خود لکھا اور آرٹ پیپر پر اس کی خوب صورت کتابت بھی کرادی تاہم ترجمہ اور کتاب کا مقدمہ باقی رہ گیا۔

ارادہ یہی تھا کہ یہ کام جلد آجائے لیکن جنہیں تجربہ ہے انہیں معلوم ہے کہ تصنیف کا معاملہ عجیب ہوتا ہے، دنوں کا کام بسا اوقات مہینے لے لیتا ہے اور مہینوں کا کام برسوں پر محیط ہوجاتا ہے، مسودہ کا کتابت شدہ حصہ تقریباً تین سال میرے پاس رہا، دوسری مصروفیات کی وجہ سے اس کی تکمیل کی ہمت بالکل نہیں ہورہی تھی اور اب اس کام کے لئے طبیعت کی وہ تازگی و رعنائی بھی

جاتی رہی جس کی وجہ سے آتشِ شوق جواں تھی، کسی کام کے لئے جذبہ ہر وقت تاباں نہیں رہتا، ایک چیز ایک وقت میں کسی کام کے لئے شوقِ نظر کبھی ذوقِ طلب بن جاتی ہے اور وہی چیز دوسرے وقت میں فسردگی بے سبب بن جاتی ہے۔ یہ اس کارخانۂ ہستی کا نظام ہے۔ لیکن اللہ جل شانہ نے اپنے فضل وکرم سے اس سال اس کی تکمیل کی توفیق دیدی اور بحمد اللہ کام مکمل ہو گیا۔ مندرجہ ذیل چیزوں کا اس میں خیال رکھا گیا، انہیں کو آپ اس کی خصوصیات کہہ سکتے ہیں:

○ ترجمہ لفظی کیا گیا اور کوشش یہی کی گئی کہ ترجمہ خوبصورت بھی ہو اور لفظی وعام فہم بھی،

○ ہر مقامہ کی ابتداء میں اس مقامہ کا حاصل، کہانی کا اجمالی خاکہ اور اس میں ذکر کردہ اشعار کی تعداد لکھ دی گئی تا کہ پڑھنے کے دوران اس مقامہ میں ذکر کردہ قصہ کا اجمالی تصور ذہن میں موجود رہے۔

○ اشعار کی نحوی ترکیب مستقلاً کی گئی ہے۔

○ الفاظ کی لغوی تحقیق میں اسم مفرد کی جمع اور جمع کا مفرد لکھا گیا، فعل مجرد کا باب اور معنی بیان کئے گئے فعل غیر مجرد کا باب اور معنی ذکر کرنے کے بعد مجرد سے بھی اس کا باب، مصدر اور معنی لکھ دیے گئے البتہ کلماتِ مکررہ کی تحقیق میں تکرار کا التزام نہیں کیا گیا۔

○ عصر حاضر میں بعض الفاظ جدید اصطلاحی معنوں میں مستعمل ہیں جگہ جگہ وہ جدید معانی بھی بیان کئے گئے بسا اوقات ایک لفظ کے کئی معانی آتے ہیں، ابن فارس کی مشہور لغت "معجم مقاییس اللغۃ" سے ایسے الفاظ کے اصل معنی بیان کئے گئے ہیں۔

○ محاورات اور ضرب الامثال کا لغوی پس منظر اور مطلب بیان کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

○ شخصیات اور شہروں کا تذکرہ جہاں آیا وہاں ان کا تاریخی اور جغرافیائی تعارف کرا دیا گیا ہے۔

○ کہیں کہیں کسی لفظ کی مناسبت سے ادبی واقعات بھی تحریر کئے گئے اور جو چیز جہاں سے لی گئی، صفحہ نمبر کے ساتھ کتاب کا حوالہ دیدیا گیا ہے۔

○ آیاتِ قرآنیہ سے استشہاد کا التزام نہیں کیا گیا کہ اس ضرورت کو مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ کے حاشیہ نے بدرجہ اتم پورا کر دیا ہے البتہ جہاں استشہاد کیا گیا وہاں سورہ اور آیت نمبر کا حوالہ دیدیا گیا ہے۔

○ متن شرح شریشی سے لے کر اس کی تصحیح کی گئی اور کوشش یہ کی گئی کہ کتابت وطباعت معیاری اور قابل استفادہ ہو۔

○ ابتداء میں بطور مقدمہ علم ادب، مقامات اور صاحب مقامات کے تعارف پر مضمون شامل کیا گیا ہے۔

علامہ حریری نے "مقامات" میں علم بدیع کی صنعتوں کو بکثرت استعمال کیا ہے، شرح میں ان کا

ذکر نہیں کیونکہ درجہ رابعہ کے طلبۂ علم بدیع سے ناواقف ہوتے ہیں اور یہ شرح ان کے لئے ترتیب دی گئی ہے۔

کتاب کی تصحیح میں برادرم مولوی عبداللطیف معتصم صاحب (استاذ جامعہ فاروقیہ) اور مولوی الیاس احمد صاحب نے بڑی دل چسپی لی، اگران کا تعاون شامل نہ رہتا تو یہ کام مزید مؤخر ہوجاتا۔ اللہ جل شانہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائیں اور اس کتاب کو طلبہ کے لئے مفید بنائیں۔ اگرکسی کو اس کتاب سے کوئی فائدہ پہنچے تو امید ہے کہ وہ اس ناکارہ کے حق میں کلمۂ خیر و دعا کہنے میں بخل سے کام نہیں لے گا۔

ابن الحسن عباسی
۲۵ رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
انتساب	ت
پیش لفظ	ث
مقدمۃ العلم	ش
ادب لغت میں	ص
ادب اصطلاح میں	〃
علم ادب کا موضوع	ط
ادب کی وجہ تسمیہ	〃
علم ادب کا مقصد	ظ
علومِ ادبیہ	〃
فن مقامہ کا کچھ تعارف	〃
مقاماتِ حریری لکھنے کا سبب	غ
مقاماتِ حریری پر ایک سرسری نظر	ق
عربی ادب میں مقاماتِ حریری کا رتبہ	ن
علامہ حریری صاحبِ مقامات	و

مضمون	صفحہ
مصادر کی قسمیں	۶
اوزانِ مصدر اصلی	″
مقدمۃ الکتاب	۱۷
لفظ اللہ کی تحقیق	۲۰
لفظ اللّٰھم کی تحقیق	۶
لفظ آل کی تحقیق	۲۶
علامہ بدیع الزمان	۳۰
ہمذان شہر	۳۲
قدامہ بن جعفر	۴۵
المقامۃ الاولیٰ	۵۷
شہر صنعاء	۵۹
لَمَّا کی قسمیں	۶۰
احمد بن مدبر کا واقعہ	۷۷
المقامۃ الثانیۃ	۹۱
شہر حلوان	۹۳
شہر عراق	۱۰۵
شاعر ابو عبیدہ بحتری	۱۱۰

مضمون	صفحہ
المقامۃ الثالثۃ	۱۳۱
عربی زبان کا بے مثال مرثیہ گو شاعر	۱۴۰
فعل تعجّب کی بحث	۱۴۶
حضرت علیؓ کے حق میں ضرار بن ضمرہ کا خطبہ	۱۶۰
المقامۃ الرابعۃ	۱۶۷
شہر دمیاط	۱۶۹
أیّ کی مختلف اعرابی صورتیں	۱۸۸
لمحات زندگی کے متعلق سبق آموز عبارات	۱۹۱
اسم فعل کی بحث	۱۹۹
حدیث خرافہ	۲۰۴
المقامۃ الخامسۃ	۲۰۵
کچھ شہر کوفہ کے بارے میں	۲۰۷
درید بن صمہ	۲۰۸
سحبان وائل	۲۱۰
ایک دلچسپ واقعہ	۲۱۸
شہر ماوان	۲۴۰
هَلُمَّ جرا کی تحقیق	۲۴۱

صفحہ	مضمون
۲۵۲	کچھ اصمعی کے بارے میں
۲۵۴	کمیت شاعر کا تعارف
۲۵۷	**المقامة السادسة**
۲۶۶	بحث استعارہ
۲۶۸	ایک دلچسپ واقعہ
۲۷۴	کچھ قطری بن الفجار کے متعلق
۲۸۴	حاتم طائی کا واقعہ
۲۹۵	زمانہ کی برائی کرنے کا حکم
۳۰۳	**المقامة السابعة**
؍	شہر برقعید
۳۱۴	لفظ ویحك کی تحقیق
۳۲۰	حضرت ابن عباسؓ کی ذکاوت
۳۲۲	قاضی ایاس کی فراست
۳۳۳	**المقامة الثامنة**
۳۳۵	شہر معرة النعمان
۳۵۹	**المقامة التاسعة**
۳۶۱	شہر فرغانہ اور غانہ

صفحہ	مضمون
۳۶۵	کچھ اسکندریہ کے بارے میں
۳۸۵	فرزدق اور اس کی بیوی نوار
۳۸۹	کچھ کسعی کے متعلق
۳۹۱	**المقامة العاشره**
۳۹۳	شہر رحبہ مالک
۳۹۸	سلیک بن سلکہ
۴۱۱	احمد بن سُریج
۴۱۶	صحیفہ متلمس

مُقَدَّمَةُ الْعِلْم

ادب لغت میں

ادب باب کرم سے بھی آتا ہے اور ضرب سے بھی، کرم سے اس کا مصدر أَدَبًا (بفتح الدال) آتا ہے: ادب والا ہونا، اسی سے ادیب ہے، جس کی جمع ادباء ہے۔ اور باب ضرب سے اس کا مصدر أَدْبًا (بسکون الدال) دعوت کا کھانا تیار کرنے اور دعوت دینے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اسی سے اسم فاعل آدب ہے، جس کے بارے میں علامہ ابن منظور افریقی لسان العرب (ج ا ص ۹۳) میں لکھتے ہیں: الآدب: الداعی إلی الطعام، قال طرفة

نحن فی المشتاة ندعو الجفلی

لاتری الآدب فینا ینتقر

"ہم موسم سرما میں دعوت کا خاص اہتمام کرتے ہیں، آپ ہم میں سے کھانے کی طرف بلانے والے کو ایسا نہیں پائیں گے کہ وہ کسی کو بھگائے یا دعوت کی طرف نہ آنے دے۔"

ادب باب افعال سے بھی اسی معنی میں بولا جاتا ہے، باب تفعیل سے علم سکھانے کے معنی میں مستعمل ہے۔ زجاج کا قول ہے:

وھذا ما أدّب اللہ بہ نبیّہ ای علّم اللہ بہ نبیّہ (حوالہ بالا)

باب استفعال اور باب تفعّل دونوں سے ادب سیکھنے اور ادب والا ہونے کے معنی میں آتا ہے۔

ادب سے ایک لفظ "مأدبة" نکلا ہے، عبداللہ بن حسین عکبری نے "المشوف المعلم" (ص ۵۹) میں اس کے متعلق لکھا ہے:

"المأدُبَة: بضم الدال وفتحها، الطعام یصنعہ الرجل ویدعو إلیہ الناس"

یعنی "مادبة" اس کھانے کو کہتے ہیں جو آدمی لوگوں کی دعوت کے لئے تیار کرے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

إن ھٰذا القرآن مَأدُبَةُ اللہ تعالٰی فِی الأرضِ فتعلّمُوا مِن مَأدُبَتِہٖ "یہ قرآن زمین میں اللہ کا پیغام دعوت ہے سو تم اس سے علم سیکھو"

قرآن پر مَأدُبَة کا اطلاق اس معنی میں کیا گیا کہ جس طرح کھانے کی طرف بلایا جاتا ہے، اسی طرح قرآن کی جانب بھی بلایا گیا ہے۔ مَأدُبَة کی جمع مآدب آتی ہے۔

اَدَب اصطلاح میں

ادب کی اصطلاحی تعریف میں علماء کی مختلف تعبیریں ملتی ہیں:

① علامہ مرتضٰی زبیدی نے اپنے شیخ کے حوالہ سے تاج العروس (ج ۱ ص ۱۴۴) میں یہ تعریف نقل کی ہے الأدب مَلَكَةٌ تَعْصِمُ عَمَّنْ قَامَتْ بِهِ عَمَّا يَشِينُه "ادب ایک ایسا ملکہ ہے کہ جس کے ساتھ قائم ہوتا ہے، ہر ناشائستہ بات سے اس کو بچاتا ہے"

② ابوزید انصاری نے ادب کی تعریف کی ہے :

كل رياضةٍ محمودةٍ يتخرّجُ بها الإنسانُ في فضيلةٍ من الفضائل "ادب ایک ایسی اچھی ریاضت ہے جس کی وجہ سے انسان بہتر اوصاف سے متصف ہوتا ہے"

③ بعض لوگوں نے تعریف کی ہے :

هُوَ تَعَلُّمُ رِيَاضَةِ النَّفْسِ و مَحَاسِنِ الأَخْلَاقِ (حوالہ بالا) "ادب ریاضتِ نفس اور بہترین اخلاق کی تعلیم کا نام ہے"

④ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون (ج ۱ ص ۵۷) میں اور علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ (ص ۵۵۳) میں ادب کی تعریف نقل کی ہے :

الأدبُ هُوَ حِفظ أشعارِ العربِ و أخبارِها وَالأخذُ مِن كُلِّ عِلمٍ بِطَرَفٍ "ادب عرب کے شعار، ان کی تاریخ واخبار کے حفظ اور عربی زبان کے دوسرے علوم سے بقدرِ ضرورت اخذ کا نام ہے"

⑤ سید شریف جرجانی نے "تعریفات" (ص ۶) اور صاحبِ منجد نے "المنجد" (ص ۵) میں ادب کی تعریف کی ہے :

هُوَ عِلمٌ يُحتَرَزُ بِهِ مِنَ الخَلَلِ فِي كَلَامِ العَرَبِ لَفظًا وَكِتَابَةً "علم ادب وہ علم ہے جس کے ذریعہ انسان کلام عرب میں لفظی اور تحریری غلطی سے بچ سکے"

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک ہے ادب اور ایک ہے علم ادب، ادب کا مفہوم علم ادب سے زیادہ وسیع معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ادب ایک خاص ملکہ کا نام ہے، اس کا حسن اگر طور وطریقہ میں آجائے تو تہذیب کا نام پائے، اگر کسی انسان کی زبان کی زینت بنے تو ادیب سے موسوم ہو اگر عام عبارت میں ہو تو نثر بنے، اگر کلام میں وزن کا بھیس اختیار کرے تو شعر کہلائے اور اگر بے معنی اصوات کی ہم آہنگی کو شرف بخشے تو موسیقی بن جائے، ادب کی تعریف میں یہ جتنے اقوال ہیں یہ اسی صنف کو اجاگر کرنے کی اپنے اپنے الفاظ میں تعبیر کی کوششیں ہیں

عباراتنا شتّى وحسنك واحد وكلٌّ إلى ذاك الجمال يشير

جہاں تک علم ادب کا تعلق ہے تو مؤخر الذکر دو تعریفیں اس کے مصداق، مفہوم اور مقصد کے قریب تر ہیں

علم ادب کا موضوع

علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ (ص ۵۵۳) میں علم ادب کے موضوع کے متعلق لکھا ہے:

هٰذا العلم لا موضوع له ينظر في إثبات عوارضه أو نفيها " اس علم کا کوئی موضوع نہیں ہے جس کے عوارضِ ذاتیہ کے اثبات یا نفی سے بحث کی جائے "

یہی قول کشف الظنون (ج ا ص ۵۰) میں حاجی خلیفہ کا ہے اور اسی کو شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ نے مقدمہ حماسہ (ص ا) میں حق کہا ہے۔ بعض لوگوں نے تکلف کر کے موضوع متعین کیا ہے۔ کسی نے کہا اس کا موضوع "نظم ونثر" ہے بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس کا موضوع طبیعت اور فطرت ہے جو خارجی حقائق اور داخلی کیفیات کی ترجمانی کرتی ہے

صاحبِ کشف الظنون نے لکھا ہے:

وقد لا يظهر إلا بتكلف كما في بعض الأدبيات إذ ربما تكون صناعة عبارة عن عدة أوضاع و اصطلاحات متعلقة بأمر واحد، بغير أن يكون هناك أعراض ذاتية لموضوع واحد

" اور کبھی فن کا موضوع متعین و واضح نہیں ہوتا، تکلف کر کے متعین کرنا اور بات ہے جیسے بعض ادبیات کا معاملہ ہے، وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ بسا اوقات کوئی فن مختلف موضوعات و اصطلاحات سے عبارت ہوتا ہے، ان میں سے کسی ایک موضوع کے عوارضِ ذاتیہ کا اثبات یا اس سے بحث اس فن کا مقصد نہیں ہوتا " (کہ اسے اس فن کا موضوع قرار قرار دیا جائے)

ادب کی وجہ تسمیہ

علامہ ابن منظور افریقی نے علم ادب کی وجہ تسمیہ کے متعلق لسان العرب (ج ا ص ۹۳) میں لکھا ہے:

الأدب سُمّي أدبًا، لأنه يأدب الناس إلى المحامد- وأصل الأدب الدعاء

" ادب کے معنی اصل میں بلانے اور دعوت دینے کے ہیں، ادب کو بھی ادب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ لوگوں کو بہتر اوصاف و اخلاق کی دعوت دیتا ہے۔"

علم ادب کا مقصد

علامہ ابن خلدون مقدمہ (ص ۵۵۲) میں علم ادب کے مقصود اور غرض و غایت کے سلسلے میں لکھتے ہیں :

وانما المقصود منه ثمرته وهي الإجادة في فنّي المنظوم والمنثور على أساليب العرب ومناحيهم. " درحقیقت علم ادب سے مقصود اس کا ثمرہ ہے اور اس کا ثمرہ عرب کے طرز و انداز اور اسلوب کے مطابق فنِ نظم و نثر میں مہارت کا نام ہے۔"

عُلومِ ادبیہ

صاحبِ منتہی الأرب نے بارہ علوم علم ادب میں شامل کئے ہیں، جن میں آٹھ علم —— ① علم لغت ② علم صرف ③ علم اشتقاق ④ علم نحو ⑤ علم معانی ⑥ علم بیان ⑦ علم عروض ⑧ علم قافیہ۔ اصول اور چار علم ① علم رسم الخط ② علم قرض الشعر ③ علم انشاء ④ علم محاضرات (تاریخ) فروع ہیں۔

فنِ مَقامہ کا کچھ تعارف

لفظ مَقامة کے عموماً پانچ معنی آتے ہیں :

① مقامہ کے معنی مجلس کے آتے ہیں اور اس معنی میں یہ لفظ بکثرت مستعمل ہے، مشہور حماسی شاعر قتال کلابی کا شعر ہے :

نَشَدْتُ زيادًا والمقامةُ بينَنا　　　وذكّرتُهُ أرحامَ سِعْرٍ وهَيْثَمِ

میں نے زیاد کو اللہ کا واسطہ دیا، حالانکہ ہمارے درمیان ہم نشینی تھی اور سعر و ھیثم کی قرابت بھی یاد دلائی "

اس شعر میں " المقامة " مجلس کے معنی میں ہے۔

② مَقامہ کے معنی جماعت کے بھی آتے ہیں، عربی کے مشہور شاعر لبید کا شعر ہے :

وَمَقَامَۃٍ غُلْبِ الرِّقَابِ کَأَنَّھُمْ جِنٌّ، لدی باب الحصیر، قیامُ

"کئی موٹی گردن والی جماعتیں بادشاہ کے دروازہ پر کھڑی ہیں اور یوں لگ رہا ہے جیسے کہ وہ جنّات ہوں"

③ مَقامہ کے معنی موضع المقام کے بھی ہے یعنی وہ جگہ جہاں آدمی کھڑا ہوتا ہے۔

مذکورہ تینوں معنی علامہ ابن منظور افریقی نے لسان العرب (ج ۱۱ص ۳۶۲) میں ذکر کئے ہیں۔

④ مقامہ وعظ ونصیحت اور تقریر کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مقامات الزُّھَاد : زاہدوں کی نصیحتیں۔

⑤ مَقامہ ایک خاص ادبی صنف میں لکھی گئی کہانی یا لطیفہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جس کی عبارت مُقفّیٰ اور مسجّع ہوتی ہے اور یہاں یہی پانچویں معنی مراد ہیں، مقامہ کے اس خاص ادبی صنف کو سب سے پہلے پانچویں صدی کے مشہور ادیب علامہ بدیع الزمان ھمدانی نے متعارف کرایا اور انہوں نے چار سو مقامات لکھے جن میں ۵۲ مقامات ہم تک پہنچے ہیں اور شائع ہو گئے ہیں، پھر علامہ حریری نے پچاس مقامے لکھے اور حقیقت یہ ہے کہ حریری ہی کے پچاس مقاموں نے اس صنف ادب کو دوام بخشا اور ان ہی کا قلم فنِ مقامہ کی آبرو بنا رہا، ان کے بعد کئی دوسرے لوگوں نے بھی اس صنف میں طبع آزمائی کی ہے چنانچہ علامہ زمخشری، علامہ ابن الجوزی، علامہ سیوطی، احمد بن ابی بکر رازی اور ابن الوردی جیسے اساطینِ علم نے بھی مقامے لکھے۔ لیکن معیار اور مقبولیت کی اس بلندی کو کوئی چھو نہیں سکا جس پر حریری فائز ہوتے۔ فنِ مقامہ میں سارا زور الفاظ کی خوبصورتی اور تعبیرات کے حسن وسجع بندی پر ہوتا ہے، مطلب، معنی اور کہانی کی طرف توجہ دوسرے درجہ میں ہوتی ہے گویا یہ خالص لفاظی کا ایک ادبی اور لغوی نمونہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عربی زبان کے کئی ادیب مقاماتِ حریری کے داخلِ نصاب ہونے پر اعتراض کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ مقامات کی زبان کا طرز اور سجع بندی کا پُر تکلف کلام عام گفتگو اور روزمرہ کے محاورے میں استعمال نہیں کیا جاسکتا اس لئے یہ زبان دانی کے لئے مفید نہیں، ان کی اس دلیل میں شبہ کی گنجائش نہیں لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ لغت اور الفاظ کا ایک بڑا ذخیرہ اس اسلوب میں یاد کرنا طلبہ کے لئے آسان ہوتا ہے اور طلبہ بڑے شوق سے اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس لئے روزمرہ گفتگو کے پہلو سے تو یقیناً اس کا فائدہ زیادہ نہیں لیکن لغت اور ذخیرۂ الفاظ کے حوالہ سے اس صنفِ ادب

کے داخلِ نصاب ہونے پر اشکال نہیں کیا جاسکتا کہ بہر حال اس لحاظ سے اس کا بڑا فائدہ ہے۔

مقامات حریری لکھنے کا سبب

کتاب کی ترتیب میں تو سب سے پہلا مقامہ " صنعانیہ " ہے لیکن تخلیق و انشاء کے اعتبار سے سب سے پہلا مقامہ " المقامۃ الحرامیہ " ہے جو آگے اڑتالیسویں نمبر پر واقع ہے۔

جن مؤرخین اور سوانح نگاروں نے علامہ حریری اور اس کے انشاء مقامات کے سبب کے متعلق روایات بیان کی ہیں، وہ تمام روایات اس بات پر تقریباً متفق ہیں کہ جو مقامہ سب سے پہلے علامہ حریری نے لکھا وہ " المقامۃ الحرامیہ " ہے

" المقامۃ الحرامیہ " لکھنے کے سبب پر بھی تقریباً تمام روایات متفق ہیں کہ ابو زید سروجی نامی ایک بوڑھا شخص بصرہ میں " مسجد بنی حرام " میں وارد ہوا، مسجد میں علماء اور ادیبوں کا بڑا مجمع تھا، علامہ حریری بھی موجود تھے، اس نو وارد بوڑھے نے اٹھ کر الفاظ و معانی کے حُسن و خوبیوں سے آراستہ ایک ایسا بلیغ و فصیح خطبہ دیا جس نے تمام حاضرین کو متاثر کیا، خطبہ میں اس نے اپنی پریشان حالی اور رومیوں کے ہاتھوں اپنے بیٹے کے قید ہونے کا ذکر کیا، شام کو علامہ حریری کے پاس شہر کے چند فضلاء اور ادیب آئے، حریری نے اس شخص کے خطبہ کا ذکر کیا تو انہوں نے بھی اس شخص کے کئی خطبوں کا تذکرہ کیا جو علامہ حریری کے سنے ہوئے خطبہ سے بھی زیادہ بلیغ تھے اور کہا کہ یہ شخص مختلف مساجد میں رنگ و روپ بدل کر اس قسم کی تقریریں کرتا رہتا ہے۔

اس واقعہ نے حریری کے شوقِ سخن کی آتش کو اس طرح بھڑکایا کہ اسی رات مقامہ لکھنے بیٹھے اور " المقامۃ الحرامیہ " لکھا۔ اس مقامہ کے علاوہ دیگر مقامے لکھنے کے سبب میں روایات مختلف ہیں۔

① علامہ ابن الجوزی اور ان سے زیادہ تفصیل کے ساتھ علامہ یاقوت حموی نے " معجم الادباء " میں لکھا ہے کہ علامہ حریری " مقامہ حرامیہ " لکھنے کے بعد اس کو لیکر بصرہ سے بغداد، اس وقت کے عباسی خلیفہ مسترشد باللہ کے پاس گئے، حریری مجلس میں حاضر ہوئے تو حاضرینِ مجلس نے ان کا علمی رتبہ معلوم کرنے کے لئے ان پر سوالات کی بوچھاڑ کردی، حریری نے ایسے تسلی بخش جوابات دیئے جن سے نہ صرف یہ کہ ان کی علمی فوقیت کا سکہ مجلس میں جما، بلکہ ان کے علمی تفوق کا شہرہ سُن کر وزیر نوشروان نے انہیں اپنے پاس بلایا، باتوں باتوں میں " مقامہ حرامیۃ " کا تذکرہ آیا، حریری نے مقامہ وزیر کو دکھایا، اس نے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور کہا کہ آپ مزید اس طرح کے چند مقامے لکھیں۔

چنانچہ علامہ حریری واپس بصرہ لوٹے اور یہاں چالیس مقامے لکھ کر نوشیروان کے پاس ارسال کیے، بعض حاسدوں نے نوشیروان سے کہا کہ یہ حریری کے لکھے ہوئے نہیں، بلکہ ان کے گھر میں آنے والے ایک مہمان کے لکھے ہوئے ہیں جو انتقال کر گیا ہے حریری نے اس کے لکھے ہوئے مقامے کو اپنی طرف منسوب کر کے آپکے پاس ارسال کر دیئے ہیں۔

نوشیروان نے تحقیق حال کے لئے علامہ حریری کو بلایا اور اپنے گھر میں بٹھا کر ان سے سابقہ طرز پر" مقامہ" لکھنے کے لئے کہا، چالیس دن تک علامہ حریری ان کے گھر میں رہے، مقامہ لکھنے کے لئے کاغذات کے کئی پلندے سیاہ کئے لیکن اس انداز کا ایک مقامہ کیا دو کلمے بھی ترتیب نہ دے سکے۔ حاسدین نے ان کی خوب پھبتیاں اڑائیں حتی کہ علی بن مفلح نے حریری کے متعلق یہ شعر کہے:

شیخ لنا من ربیعة الفرس ينتف عثنونه من الهوس

انطقه الله بالمشان كما رماه وسط الديوان بالخرس

① قبیلہ ربیعۃ الفرس سے (تعلق رکھنے والے) ہمارے ایک شیخ ہیں جو غور و فکر کے وقت بال اکھیڑتے ہیں۔

② اللہ تعالیٰ نے انہیں مشان بصرہ میں قوتِ گویائی دی اسی طرح جیسے انہیں وسطِ مجلس میں گونگا کر دیا۔

بڑے شرمندہ ہو کر بصرہ آئے، یہاں آکر جب مشقِ سخن شروع کیا تو دس مقامے سابقہ اسلوب میں لکھ لیے اور نوشیروان کے پاس اس اطلاع کے ساتھ روانہ کیے کہ آپ کے گھر میں آپ کے خوف وہیبت کی وجہ سے میں کچھ نہ لکھ سکا تھا۔

اس طرح کل پچاس مقامے علامہ حریری نے لکھے جن کو عربی ادب میں وہ شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی کہ صدیاں گذرنے کے باوجود ان کی ترکیبوں کا حسن وشکوہ برقرار، ان کے معانی کی کیاریاں تازہ وشاداب اور ان میں اختیار کردہ علم بدیع کی صنعتوں کا گلستان آج بھی مہکتا اور لہلہا رہا ہے۔

② لیکن ابن جمہور کا خیال ہے کہ علامہ حریری کو مقامات لکھنے کا حکم خود خلیفہ مستظہر باللہ عباسی نے دیا تھا، خلیفہ مستظہر بڑا علم دوست آدمی تھا، پندرہ سو علماء اور فضلاء مستقلاً ان کے دربار میں رہتے تھے۔ مستظہر باللہ نے جب انہیں مقامات لکھنے کے لئے کہا تو وہ دجلہ

وفرات کے ساحل کی طرف نکلے، دجلہ وفرات کے کناروں کے سبزہ زاروں میں وہ ٹہلتے رہتے اور وہاں کے قدرتی مناظر کے حسن وبہجت سے بجھی ہوئی ذکاوت کی تازگی، فرورفتہ فکر کی بازیابی اور جمود طاری طبیعت کی رعنائی کا سامان کرتے رہے۔ اس طرح علامہ حریری نے ان دونوں دریاؤں کے ساحلوں میں گھومتے گھومتے دوسو مقامے لکھے، جن سے پچاس مقاموں کا انتخاب کیا اور باقی سب ضائع کردئے، یہ پچاس مقامے لاکر مستظہر کی خدمت میں پیش کیے اور ان کی نگاہ میں بلند مقام حاصل کیا۔

ابن جہور کی یہ روایت علامہ شریشی رحمہ اللہ نے شرح مقامات میں لکھی ہے، یہ روایت پہلی روایت سے مختلف ہے اور دونوں روایتوں کے درمیان کوئی ایسی تطبیق بھی نہیں ہوسکتی جس پر دل مطمئن ہو البتہ پہلی روایت مشہور ہے۔ چنانچہ علامہ طاش کبری زادہ نے مفتاح السعادة (ج ۱ ص ۲۰۷) میں، علامہ سیوطی نے بغیة الوعاة (ج ۲ ص ۲۵۷) میں اور حاجی خلیفہ نے کشف الظنون (ج ۲ ص ۱۷۸۹) میں اسی پہلی روایت کو اختیار کیا ہے

③ علامہ ابن خلکان نے وفیات الاعیان (ج ۴ ص ۶۴) میں ایک اور بات لکھی ہے اور وہ یہ کہ حریری نے مقامات مسترشد باللہ کے ایک دوسرے وزیر جلال الدین ابوعلی حسن بن علی بن صدقہ کے لئے تصنیف کیا ہے۔ علامہ ابن خلکان نے فرمایا یہ بات میں نے قاہرہ میں مقاماتِ حریری کے اس نسخے کے آخر میں دیکھی جو خود حریری ہی کا تحریر کردہ تھا اور اس روایت کو انہوں نے اصح اور راجح قرار دیا کیونکہ یہ خود مصنف کی تحریر کردہ روایت ہے۔

مقاماتِ حریری پر ایک سرسری نظر

علامہ حریری رحمہ اللہ نے مقامات میں دو آدمیوں کو مستقل رکھا ہے ایک قصہ کا راوی اور حکایت کرنے والا اور دوسرا قصہ کا ہیرو اور مرکزی کردار، قصہ کے راوی کا نام حارث بن ہمام ہے حارث کے معنی کھیتی کرنے والا، کسب کرنے والا اور ھَمّام کے معنی اپنے کاموں کی طرف توجہ دینے والا، اور ظاہر ہے اس دنیا میں ہر آدمی حارث بھی ہے اور ہمام بھی، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے الجامع الصغیر (ج ۱ ص ۲۲۴) میں حدیث نقل کی ہے أصدق الأسماء حارث وهمام یعنی حارث اور ہمام سچے نام ہیں، اس بناء پر راوی کا نام علامہ حریری نے حارث بن ہمام رکھا۔

ہیرو اور مرکزی کردار کا نام ابوزید سروجی رکھا ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک فرضی نام ہے،

مسجد بنی حرام میں جس شخص نے خطبہ دیا اور تقریر کی تھی، حریری نے اپنی طرف سے اس کا نام ابو زید سروجی رکھ دیا اور بعضوں کا کہنا ہے کہ یہ علامہ حریری ہی کے زمانے کے ایک ادیب مطہر بن سلام کی کنیت ہے، حریری نے اس کو اپنے مقامات کا مرکزی کردار قرار دیا، علامہ قفطی نے اپنی مشہور کتاب إنباہ الرُّواۃ (ج ۳۔ص ۲۷۶) میں اس کو ذکر کیا ہے لیکن پہلی بات زیادہ دل کو لگتی ہے کہ یہ فرضی نام ہے، جس طرح حارث بن ہمام ایک فرضی نام ہے۔

حارث اور ابو زید دونوں کی آپس میں شناسائی ہوتی ہے، ابو زید ایک انتہائی چالاک، شاطر، فصیح و بلیغ اور حاضر جواب شخص ہے، اور حارث کی کبھی کسی ادبی مجلس میں، کبھی عدالت میں، کبھی سفر میں اور کبھی بادشاہوں کے دربار میں ان سے ملاقات ہوتی ہے اور ہر جگہ ابو زید کوئی ادبی کارنامہ دکھا جاتا ہے اور پھر اکثر دھوکہ دے کر رفوچکر ہو جاتا ہے

علامہ حریری رحمہ اللہ نے اس بات کا بھی التزام کیا ہے کہ ہر دھائی کا پہلا مقامہ زُہدیہ ہو، ہر دھائی کا چھٹا مقامہ ادبیہ ہو اور پانچواں ہزلیہ ہو۔ چنانچہ آگے پہلا مقامہ آپ پڑھیں گے اس میں زُہد و تقوی پر مشتمل ایک ولولہ انگیز تقریر ہے اسی طرح دوسری دھائی کے پہلے مقامہ (گیارہویں مقامہ) میں بھی ایک ولولہ انگیز خطبہ ہے، اور ہر دھائی کے چھٹا مقامہ ادبی ہوتا ہے، جس میں علامہ کسی خاص ادبی صنعت کا مظاہرہ کرتے ہیں، چنانچہ پہلے دھائی کا چھٹا مقامہ آپ پڑھیں گے جس میں علامہ نے ایک خط لکھا ہے جس کے پہلے کلمہ کے تمام حروف غیر منقوط اور دوسرے کلمہ کے تمام حروف منقوط ہیں جس کی ابتدا اس طرح ہے:

الكرم۔ ثبّت الله جيش سعودك۔ يزين

و اللؤم۔ غض الدهر جفن حسودك۔ يشين

اور دوسری دھائی کے چھٹے (مجموعی اعتبار سے سولہویں) مقامہ میں ایک دوسری ادبی صنعت کا مظاہرہ کیا ہے چنانچہ ایسے جملے لائے ہیں جنہیں الٹا پڑھا جائے تو بھی حروف کی وہی ترتیب ہے جو سیدھے پڑھنے میں ہے۔ حروف کی ترتیب شروع اور آخر سے ایک جیسی ہے، چند جملے ملاحظہ ہوں:

① ساكِبُ كاس　② لُمْ أخَا مَلّ　③ كَبّرْ رَجَاءَ أجْرِ رَبِّكَ

ان جملوں کو آپ آخر سے پڑھیں یا شروع سے حروف کی ترتیب ایک رہے گی، علامہ نے اس طرح کئی جملے ذکر کئے ہیں۔

تیسری دھائی کے چھٹے (یعنی چھبیسویں) مقامہ میں ایک حیرت انگیز ادبی صنعت پر مشتمل خط لکھا ہے

وہ خط ایسے کلمات پر مشتمل ہے کہ ہر کلمہ کا ایک حرف نقطوں والا اور دوسرا حرف غیر منقوط ہے، چند کلمات ملاحظہ ہوں:

اخلاق سیدنا تحب، وبعقوته یلبُّ، وقُربه تحف، ونأیه تلف، و
خلته نسب، وقطیعته نصب، وغربه ذلق، وشهیه تأتلق

آخری دھائی کے چھٹے (چھیالیسویں) مقامہ میں مختلف ادبی صنعتوں کے حامل اشعار پیش کئے ہیں چنانچہ دس شعر ایسے لائے ہیں جن کے تمام حروف غیر منقوط ہیں، ابتدائی تین شعر ملاحظہ ہوں:

أَعْدِد لِحُسّادك حَدَّ السِّلاح　　وأَورِد الآمل وِرْدَ السَّماح
وصَارِمِ اللَّهْوَ، وَصِلَ المَها　　واعمل الكُومَ وسُمْرَ الرِّمَاح
واسع لادراك محلّ سما　　عماده، لا لادّراع المِرَاح

اس کے بعد ایسے چھ اشعار پیش کئے ہیں جن کے تمام حروف منقوط ہیں، ملاحظہ ہوں دو شعر:

فَتَنَتْنِي فَجَنَّنَتْني تَجَنّي　　بِتَجَنٍّ يَفْتَنُّ غِبَّ تَجَنّي
شَغَفَتْني بجَفْنِ ظَبْيٍ غَضِيضٍ　　غَنِجٍ يَقْتَضِي تَغَيُّضَ جَفْني

اس کے بعد پھر ایسے پانچ شعر لائے ہیں جن میں پہلا کلمہ غیر منقوط اور دوسرا منقوط ہے:

اسمح فَبَثَّ السَّمَاح زَينٌ　　وَلاَ تُخِبْ آملاً تَضَيَّفْ
ولا تطغَ الدهورَ تُبْقِي　　مالَ ضَنينٍ ولو تَقَشَّفْ

جیساکہ گذر گیا، مقامات کا راوی حارث اور مرکزی کردار ابوزید ہے، دونوں کے درمیان ابتدائی تعلق اور پہچان یمن کے مشہور شہر صنعاء میں ہوتی ہے، جہاں ابوزید ایک مجمع سے خطاب کرتے ہوئے حارث کو ملتا ہے، اس کے بعد مختلف مواقع میں دونوں کی ملاقات رہتی ہے، ابوزید کا کردار تقریباً ہر جگہ شاطرانہ ہے، وہ کلام کی تمام اصناف پر قادر ایک زبردست ادیب ہے لیکن اس کے قول وفعل میں مکمل تضاد پایا جاتا ہے، البتہ آخری مقامہ میں ابوزید کا کردار تبدیل ہو جاتا ہے، وہ اپنی شاطرانہ چال سے توبہ کرتا ہے، سابقہ جھوٹ پر ندامت کے آنسو بہاتا ہے اور رب کے حضور گڑگڑا کر یہ اشعار پڑھتا ہے:

أَستَغفِرُ اللهَ مِنْ ذُنُوب　　أفرطتُ فيهنّ واعتدَيتُ
فَلَيتَني كنتُ قبل هٰذا　　نِسْيًا ولم أجْنِ مَاجَنَيْتُ
فالموت للمجرمين خيرٌ　　مِنَ المَسَاعي التي سَعَيتُ
يا ربّ عفوًا فأنت أهل　　للعفو عنّي وإن عصيتُ

① میں اللہ سے ان گناہوں کی مغفرت طلب کرتا ہوں جن میں مجھ سے زیادتی ہوئی اور میں نے حد سے تجاوز کیا۔
② کاش کہ اس جرم سے پہلے ہی پہلے میں نیست و نابود ہو جاتا اور ان جرائم کا مرتکب ہوتا جو مجھ سے سرزد ہوئے۔
③ کیونکہ مجرموں کے لئے ان حرکتوں کے مقابلہ میں موت بہتر ہے جو میں نے کیں۔
④ اے میرے رب! مجھے معاف فرمادیں، میں اگرچہ گنہگار ہوں لیکن آپ ہی معافی قبول کرنے کے اہل و سزاوار ہیں۔

حارث کو جب معلوم ہوتا ہے کہ ابوزید نے اپنی سابقہ روش سے توبہ کرلی ہے اور واقعۃً زہد و تقویٰ کی راہ اختیار کرلی ہے تو وہ اسے دیکھنے کے لئے سَرُوج کا سفر کرتا ہے، جاکے دیکھتا ہے توحقیقۃً ابوزید بالکل تبدیل ہوچکا ہوتا ہے، اس کی جبینِ نیاز پر سجدوں کے نشانات نمایاں ہوتے ہیں، ہمہ تن عبادت میں مشغول رہتا ہے، رات کو نمازِ تہجد سے فارغ ہونے کے بعد اپنی گذشتہ زندگی کے ضائع ہونے پر ایسے دردناک اشعار گنگناتا ہے کہ حارث بھی رو رو پڑتا ہے، یہ اشعار ایک ولولہ انگیز نظم کی صورت میں ہے، اس کے چند بند آپ بھی پڑھئے:

① وَانْدُبْ زَمَانًا سَلَفَا   سَوَّدتَ فِيهِ الصُّحُفَا
وَلَمْ تَزَلْ مُعْتَكِفًا   عَلَى الْقَبِيحِ الشَّنِعِ
② كَمْ لَيْلَةٍ أَوْدَعْتَهَا   مَآثِمًا أَبْدَعْتَهَا
لِشَهْوَةٍ أَطَعْتَهَا   فِي مَرْقَدٍ وَمَضْجَعِ
③ وَكَمْ خُطًا حَثَثْتَهَا   فِي خِزْيَةٍ أَحْدَثْتَهَا
وَتَوْبَةٍ نَكَثْتَهَا   لِمَلْعَبٍ وَمَرْتَعِ
④ وَاعْتَبِرِي بِمَنْ مَضٰى   مِنَ الْقُرُوْنِ وَانْقَضٰى
وَاخْشَى مُفَاجَاةَ الْقَضَا   وَحَاذِرِي أَنْ تُخْدَعِي
⑤ يَا مَنْ عَلَيْهِ الْمُتَّكَلُ   قَدْ زَادَ مَا بِي مِنْ وَجَلْ
لِمَا اجْتَرَحْتُ مِنْ زَلَلْ   فِي عُمْرِي الْمُضَيَّعِ
⑥ فَاغْفِرْ لِعَبْدٍ مُجْتَرِمْ   وَارْحَمْ بُكَاهُ الْمُنْسَجِمْ
فَأَنْتَ أَوْلَى مَنْ رَحِمْ   وَخَيْرُ مَدْعُوٍّ دُعِيَ

① اس گذشتہ زمانہ پر آنسو بہا جس میں تو نے کاغذ سیاہ کئے اور ایک ناپسندیدہ کام میں مشغول رہا
② کتنی راتیں ایسی رہیں جن میں تو گناہوں کا ارتکاب کرتا رہا اور آرام گاہ و عشرت کدے میں خواہشِ نفس کا غلام بنا رہا۔

③ کتنے ہی قدم تو نے ایسی رسوائی میں اٹھائے جس کو تو نے ایجاد کیا اور توبہ کے کتنے مواقع تھے جو کھیل کود کی وجہ سے تو نے ضائع کر دیئے

④ ان لوگوں سے عبرت حاصل کر جو گزر کر ختم ہو گئے، مرگِ ناگہاں سے ڈر اور دھوکہ کھانے سے محتاط رہ۔

⑤ اے بھروسہ والی ذات! مجھ سے ضائع ہو جانے والی عمر میں جو لغزشیں سرزد ہوئیں اب ان کی وجہ سے میرا خوف بڑھ گیا ہے۔

⑥ اس لیے اس گنہگار بندہ کی مغفرت فرما، اس کے آبدیدہ اور رونے پر رحم فرما کیونکہ آپ ہی رحم کے زیادہ سزاوار اور بہترین پکارے جانے والے ہیں۔

حارث بن ہمام جب ابوزید سروجی کے یہ دردناک اشعار سنتا ہے تو اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں، ابوزید کی اقتدا میں نمازِ فجر ادا کرتا ہے اور رخصت لینے کے لئے آگے بڑھتا ہے آگے عبارت حارث کی زبانی سنئے:

ثمّ دنوتُ إليه كما يدنو المُصافِح، وقلتُ: أوصني أيها العبد الصالح! فقال: اِجعل الموتَ نصبَ عَينِكَ، وهٰذا فِراقُ بَيْني وَبَينِكَ، فَوَدَّعتُه وعَبَراتي يَتَحدَّرْنَ مِنَ المَآقي، وزَفَراتي يَتَصَعَّدنَ مِنَ التَّراقي، وكانَت هٰذه خاتِمَةُ التَّلاقي۔

"پھر میں ابوزید کے قریب ہوا جس طرح مصافحہ کرنے والا قریب ہوتا ہے اور کہا، نیک بندے! مجھے کچھ نصیحت کر دیجئے تو کہنے لگا موت کو پیش نظر رکھیں، اور آج کے بعد میرے اور آپ کے درمیان فراق وجدائی ہے، چنانچہ میں نے اس کو اس حالت میں الوداع کہا کہ آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور سینے سے ٹھنڈی آہیں اٹھ رہی تھیں، ہم دونوں کے درمیان یہ آخری ملاقات تھی۔"

عربی ادب میں مقاماتِ حریری کا رتبہ

مقاماتِ حریری نے جو مقبولیت اور بلند رتبہ حاصل کیا ہے اور عربی ادب میں اس کی جو اہمیت ہے اس کے بارے میں یہاں صرف دو حضرات کی رائے نقل کی جاتی ہے، مشہور مفسّر اور ادیب علامہ زمخشری رحمہ اللہ کا علم وادب اور عربی لغت میں جو مقام ہے، وہ اہل علم جانتے ہیں،

حاجی خلیفہ نے کشف الظنون (ج ۲ ص ۱۷۸۶) میں مقامات حریری کے متعلق علاّمہ زمخشری کے یہ دو شعر نقل کیے ہیں :

أُقْسِمُ باللہ و آیاتِه　　ومَشعَرِالحجّ و مِیقاتِه
إنّ الحَریریَّ حَریٌّ بأن　　تُکتَب بالتِبْر مَقاماته

" میں اللہ تعالیٰ کی، اللہ کی نشانیوں کی، مشعرِ حج کی اور میقاتِ حج کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حریری کے مقامات اس مستحق ہیں کہ سونے سے لکھے جائیں "

اسی طرح ساتویں صدی کے مشہور نحوی عالم ابوالفتح مُطرِّزی مقاماتِ حریری کے متعلق فرماتے ہیں :

إنی لم أر فی کتب العَربیّة و الادب ولا فی تصَانیف العجم والعرب کتابًا أحسنَ تالیفًا، و أعجبَ تَصْنیفًا ، و أغرب تَرصیْفًا و أشملَ العَجائبِ العَرَبیّة ، وأجمع للغرائبِ الأدبیّة .... من المقامات التی أنشأها الحَریری إنشاءٌ فاخر ، وکتابٌ باهر وتصنیف عجیب مُعجِز.

(کشف الظنون ۲/۱۷۸۶)

" یعنی زبان وادب کی کتابوں اور عرب کی تصانیف میں میری نظر سے کوئی ایسی کتاب اب تک نہیں گزری جو مقامات حریری کے مقابلہ میں تالیف و تصنیف و ترتیب کے لحاظ سے زیادہ حسین اور عجیب و غریب ہو یا عربی عجائب اور ادبی نوادرات کو زیادہ جامع ہو، مقامات ایک فخریہ پیشکش، ایک مشہور کتاب اور ایک معجزانہ تصنیف ہے "

علاّمہ حریری صاحبِ مقامات

علامہ حریری رحمہ اللہ کی کنیت ابومحمد ہے اور نام قاسم ہے، سلسلہ نسب یوں ہے : ابومحمد قاسم بن علی بن محمد بن عثمان حریری بصری۔ ان کی ولادت ۴۴۶ھ اور وفات ۵۱۵ھ یا ۵۱۶ھ کو بصرہ میں ہوئی، حَرِیْر عربی زبان میں ریشم کو کہتے ہیں چونکہ ان کے ریشم کا کاروبار تھا اس لئے انہیں حریری کی نسبت سے یاد کیا جاتا ہے، بصرہ کے قریب " مَشان " نامی ایک بستی آپ کا آبائی گاؤں ہے، علامہ ابن خلکان نے وفیات الاعیان (ج ۴ ص ۶۷) میں لکھا ہے

کہ اس بستی میں علامہ حریری کے کھجوروں کا ایک باغ تھا جس میں اٹھارہ ہزار درخت تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو وافر مال دولت عطا فرمایا تھا، آپ کی کتابوں میں مقامات کے علاوہ یہ تصانیف بھی قابلِ ذکر ہیں : ① دُرّة الغواص فی أوهام الخواص : اس میں اہلِ علم کی ان لغوی غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو عموماً ان سے سرزد ہوتی رہتی ہیں یہ کتاب طبع ہو چکی ہے ② ملحة الاعراب : یہ نحو میں ہے۔ ③ آپ کے دو رسالوں نے بھی بڑی شہرت حاصل کی جن میں ایک رسالہ سینیہ ہے یعنی اس کے ہر کلمہ میں سین ہے اور دوسرا رسالہ شینیہ ہے جس کے ہر کلمہ میں شین ہے، یہ دونوں طبع ہو چکے ہیں، رسالہ سینیہ کی ابتدا اس طرح ہے :

باسم السميع القدوس أَستَفتِحُ، و باسعاده أَستَنجِحُ، سيرة سيدنا الاسفهسلار، السيد النفيس سيد الرؤساء، سيف السلاطين، حَرَسَتْ نفسه، واستنارت شمسُه، واتّسق أُنسُه، وبسق غرسُه ....

اور رسالہ شینیہ کی ابتدا یوں ہے :

بارشاد المُنشي، أُنشي شَغفي، بالشيخ شمس الشعراء ريش معاشه وفشا رياشه وأشرقَ شِهابُه، واعشوشبَتْ شِعابُه۔

علامہ حریری رحمہ اللہ ظریف الطبع تھے اور شکل وصورت کے اعتبار سے کوئی زیادہ حسین نہ تھے، ایک صاحب آپ کا شہرہ سن کر خدمت میں حاضر ہوا معلوم نہیں ذہن میں کیا صورت خیالیہ ہوگی، حریری کو جو دیکھا تو وہ اس کے برعکس تھے، حریری ان کی ذہنی کیفیت سمجھ گئے، اس شخص نے حریری سے کچھ لکھوانے کے لئے کہا تو علامہ نے یہ دو شعر لکھوائے :

ما أنت أولُ سارٍ غَرَّه قمرٌ ورائد أَعجَبَتْه خُضرةُ الدِّمَنِ
فاختر لنفسك غيري إنني رجل مثل المُعَيدي فاسمع بي ولا ترَني

① رات کو چلنے والے تم ہی پہلے شخص نہیں ہو جسے چاند نے دھوکہ دیا ہو اور نہ تم چراگاہ تلاش کرنے والے پہلے آدمی ہو جس کو کوڑی اور گندگی کی سبزی بھلی لگی ہو (بلکہ آپ سے پہلے بھی لوگ اس طرح ظاہری خوبصورتی سے دھوکہ میں مبتلا رہے ہیں)

② اس لئے تم اپنے لئے میرے سوا کسی اور کو اختیار کر لو کیونکہ میں مُعیدی کی طرح (بدشکل) ہوں، آپ مجھے صرف سنا کریں دیکھا نہ کریں۔

یہ شعر سن کر وہ صاحب بڑا شرمندہ ہو کر لوٹا اور علامہ کے حقیقی حسن کی کچھ جھلک اسے نظر آگئی۔

مصادر کی قسمیں

مصدر کی تین قسمیں ہیں :
① مصدر اصلی ② مصدر میمی ③ مصدر صناعی۔
① مصدر اصلی ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو ذات سے خالی ہو، اس کے شروع میں میم نہ ہو، اور آخر میں الیی یاء مشددہ زائدہ نہ ہو جس کے بعد تاء تانیث ہو۔ جیسے عِلْمٌ۔ فَضْلٌ۔ فَهْمٌ۔ ضَرْبٌ (جب مطلق مصدر بولا جاتا ہے تو یہی قسم مراد ہوتی ہے اور اسی قسم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سماعی ہے)۔
② مصدر میمی ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو ذات سے خالی ہو، اس کے شروع میں میم ہو اور آخر میں الیی یاء مشددہ زائدہ نہ ہو جس کے بعد تاء تانیث ہو جیسے مَطْلَب۔ مَعْدَل۔ مَجْلَبَة (مصدر میمی کی یہ قسم قیاسی ہے۔ ثلاثی مجرد سے مصدر میمی مَفْعَل کے وزن پر آئے گا۔ البتہ سات الفاظ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں مَجِیْئٌ۔ مَرْجِع۔ مَسِیْر۔ مَصِیْر۔ مَشِیْب۔ مَرْفِق۔ مَقِیْل۔ غیر ثلاثی مجرد سے مصدر میمی مضارع مجہول کے وزن پر ہوگا صرف علامتِ مضارع کی جگہ میم مضموم لگایا جائے گا۔ جیسے مُتَحَدَّر۔ مُضْطَبَر۔ مُزْدَحَم۔
③ مصدر صناعی۔ ہر وہ لفظ ہے جس کے آخر میں یاء مشددہ زائدہ ہو اور اس کے بعد تاء تانیث مربوطہ زیادہ کردی گئی ہو جیسے اَسَدٌ سے اَسَدِیَّة۔ اِنسان سے اِنسَانِیَّة اشتراك سے اشتِراکِیَّة۔ مصدر کی یہ قسم بھی قیاسی ہے۔

اوزان مصدر اصلی

مصدر اصلی یا مصدر مطلق کی دو قسمیں ہیں : ① ثلاثی ② رباعی۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں: مجرد، مزید۔ آنے والے قواعد کے اعتبار سے مصدر کی دو قسمیں کی جاتی ہیں :
ثلاثی مجرّد، غیر ثلاثی مجرّد (ثلاثی مزید۔ رباعی مجرد۔ رباعی مزید)
مصدر کا فعل یا ثلاثی مجرد ہوگا یا غیر ثلاثی مجرد ہوگا۔
فعل ثلاثی مجرد کا پہلا حرف ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے۔ دوسرا حرف کبھی مفتوح ہوگا ضَرَبَ کبھی مجرور ہوگا سَمِعَ کبھی مضموم ہوگا کَرُمَ

پھر فعل متعدی ہوگا یا لازم

①

① اگر فعل ماضی ثلاثی مجرد متعدی ہو صناعت پر دال نہ ہو تو اس کا مصدر فَعْلٌ کے وزن پر ہوگا جیسے اَخَذَ - اَخْذًا - حَمِدَ حَمْدًا - فَتَحَ فَتْحًا چاہے مفتوح العین ہو یا مکسور العین ہو۔

② اگر فعل ماضی ثلاثی مجرد متعدی ہو اور اس میں صناعت کے معنی پائے جاتے ہوں تو اس کا مصدر فِعَالَة کے وزن پر ہوگا جیسے صاغ - صِيَاغَة - خَاطَ - خِيَاطَةً - حَاكَ حِيَاكَةً

فعل ثلاثی مجرد متعدی ہمیشہ مفتوح العین یا مکسور العین ہوگا مضموم العین کبھی متعدی نہیں ہوتا بلکہ لازم ہوتا ہے جیسے حَسُنَ - ظَرُفَ

②

① اگر فعل ماضی ثلاثی مجرد لازم ہو، مکسور العین ہو، لون اور رنگ پر دال نہ ہو اس میں حسی کوشش اور جہد کا دخل بھی نہ ہو۔ دوام اور ثبات پر بھی دلالت نہ کرتا ہو تو اس کا مصدر فَعَلٌ کے وزن پر ہوگا تَعِبَ - تَعَبًا - جَزِعَ - جَزَعًا - وَجِعَ - وَجَعًا۔

② اگر لون و رنگ پر دلالت کر رہا ہو تو اس کا مصدر فُعْلَةٌ کے وزن پر ہوگا سَمِرَ - سُمْرَة - خَضِرَ - خُضْرَة۔

③ اگر حسی کوشش اور جہد پر دلالت کرتا ہے تو اس کا مصدر فُعُوْلٌ کے وزن پر ہوگا قَدِمَ - قُدُوْمًا - صَعِدَ - صُعُوْدًا - لَصِقَ - لُصُوْقًا۔

④ اگر دوام اور ثبات پر دال ہو تو اس کا مصدر فُعُوْلَة کے وزن پر ہوگا يَبِسَ - يُبُوْسَةً۔

③

① اگر فعل ماضی ثلاثی مجرد لازم ہو مفتوح العین اجوف نہ ہو انکار اور امتناع پر دال نہ ہو اور اس میں حرکت و تنقل کے معنی بھی نہ پائے جاتے ہوں۔ اسی طرح مرض، سیر، صوت اور حرفت و ولایت پر دال نہ ہو تو اس کا مصدر فُعُوْل کے وزن پر ہوگا قَعَدَ - قُعُوْدًا - رَكَعَ - رُكُوْعًا۔

② اگر اجوف ہو تو اس کا مصدر فَعْلٌ کے وزن پر ہوگا نَامَ - نَوْمًا - صَامَ - صَوْمًا یا فِعَال کے وزن پر ہوگا صَامَ - صِيَامًا - قَامَ - قِيَامًا۔

③ اگر انکار و امتناع پر دال ہو تو اس کا مصدر فِعَال کے وزن پر ہوگا نَفَرَ - نِفَارًا - شَرَدَ - شِرَادًا - جَمَحَ - جِمَاحًا۔

④ اگر حرکت وتنقل پر دال ہوتو اس کا مصدر فَعَلَان کے وزن پر ہوگا طَافَ ۔ طَوَفَانًا ۔ جَالَ جَوَلَانًا ۔ غَلَی ۔ غَلَیَانًا ۔
⑤ اگر مرض پر دال ہوتو اس کا مصدر فُعَال کے وزن پر ہوگا ۔ سَعَلَ ۔ سُعَالًا ۔ رَعَفَ ۔ رُعَافًا ۔
⑥ اگر سیر پر دال ہوتو فَعِیْلٌ کے وزن پر ہوگا رَحَلَ ۔ رَحِیْلًا ۔
⑦ اگر آواز کی کسی قسم پر دال ہوتو فَعِیْل اور فُعَالٌ کے وزن پر ہوگا ۔ صَرَخَ ۔ صَرِیْخًا صُرَاخًا ۔ نَعَبَ نَعِیْبًا و نُعَابًا ۔
⑧ اگر حرفت وولایت پر دال ہوتو مصدر فِعَالَةٌ کے وزن پر ہوگا جیسے تَجَرَ ۔ تِجَارَةً ۔

④

① اگر فعل ماضی ثلاثی مجرد لازم ہو، مضموم العین ہو تو اگر صفت مشبہ فَعِیْلٌ کے وزن پر ہو تو مصدر فَعَالَة کے وزن پر ہوگا ۔ مَلُحَ فهو مَلِیْحٌ مصدر مَلَاحَة ۔ ظَرُفَ فهو ظَرِیْفٌ مصدر ظَرَافَة ۔
② اگر صفت مشبہ فَعْلٌ کے وزن پر ہوتو مصدر فُعُوْلَة کے وزن پر ہوگا ۔ سَهُلَ فهو سَهْل ۔ مصدر سُهُوْلة ۔ عَذُبَ فهو عَذْبٌ مصدر عُذُوْبَة ۔

مُقَدّمَۃُ الکتَابْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

«بسم اللہ» میں بار جارہ ہے، بار حرف جار تقریباً پندرہ معنوں کے لئے استعمال ہوتا ہے
① اِلصاق: به داء، مَرَرتُ بزید ② استعانت: کتبتُ بالقلم ③ تعلیل: اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ ④ مصاحبت: وَقَدْ دَخَلُوْا بِالْكُفْرِ (ای مع الکفر) ⑤ تعدیہ: ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ ⑥ التعویض: بِعْتُ الثوبَ بالدرهم ⑦ قسم: باللّٰه لَاَصُوْمَنَّ رَمَضَانَ ⑧ ظرفیت: وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ ⑨ تبعیض: فَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ ⑩ بمعنی عَنْ: فَاسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ای عنہ ⑪ بمعنی عَلٰی: وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ ۔ ای علی قنطار ⑫ بمعنی إلیٰ: وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْ (ای إلیّ) ⑬ زائدہ: كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ⑭ تفدیہ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي ⑮ بدل: کقول الصحابی: "ما یسرّنی أنی شهدت بدرا بالعقبۃ" أی بدلها۔

بہرحال حرف بار ان مختلف معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے، ان میں حقیقی معنی الصاق کے ہیں۔ یہاں "بسم اللہ" میں بار الصاق کی بھی ہوسکتی ہے، استعانت کی بھی ہوسکتی ہے مصاحبت کی بھی، علامہ زمخشری کے نزدیک اس میں بار مصاحبت کے لئے ہے اور قاضی بیضاوی کا رجحان یہ ہے کہ بار استعانت کی ہے

اس کا متعلق مقدم مانا جائے گا یا مؤخر، دونوں قول ہیں۔ بعضوں کے نزدیک "أقرأ بسم اللہ" اور بعض کے نزدیک "بِسْمِ اللهِ أَقْرَأُ" تقدیری عبارت ہے اور اس میں بہتر یہ ہے کہ جس کام کی ابتدا میں "بسم اللہ" ہے اسی کے مناسب فعل محذوف نکالا جائے، مثلاً کھانے کے موقع پر "آکل بسم اللہ" پینے کے موقع پر "أَشْرَبُ بِسْمِ اللهِ" اور پڑھنے کے وقت "أَقْرَأُ بِسْمِ اللهِ" محذوف نکالا جائے اور "أَبْتَدِأُ" فعلِ عام بھی نکال سکتے ہیں کیونکہ یہ ہر کام کیلئے "بسم اللہ" کا متعلق بن سکتا ہے۔

<u>اسم</u>: اس لفظ کے تلفظ میں پانچ لغات ہیں: ① اِسْم (بکسر الہمزہ) ② اُسْمٌ (بضم الہمزہ) ③ سِمٌ (بکسر السین) ④ سُمٌ (بضم السین) ⑤ سُمًا (مضموم بالالف المقصورۃ) اس کی جمع أسماء، أسامی آتی ہے۔

اس کے مشتق منہ اور اصل میں مشہور اختلاف ہے اور دو مذہب ہیں، بصریین کے نزدیک اس کی اصل سِمْوٌ (سین کے کسرہ کے ساتھ) یا سُمْوٌ (سین کے ضمہ کے ساتھ) ہے، آخر سے واؤ کو حذف کردیا اور ابتدا میں ہمزہ وصلی لے آئے "اسم" بن گیا۔ سمَا (ن) سُمُوًّا: بلند ہونا

چونکہ اسم بھی فعل اور حرف کے مقابلہ میں بلند اور کئی پہلو سے ارفع ہے اس لئے اسے اسم کہتے ہیں۔

کوفہ سے تعلق رکھنے والے ائمہ نحو فرماتے ہیں کہ "اسمٌ" اصل میں "وِسْمٌ" تھا، واؤ کو حذف کر کے اس کی جگہ ہمزہ لے آئے "اِسْمٌ" ہو گیا، "وِسْم" کے معنی علامت کے ہیں، چونکہ اسم بھی اپنے مسمّٰی پر علامت ہوتا ہے اس لئے اسے "اسم" کہتے ہیں

اکثر حضرات نے بصرہ کے مکتبِ نحو کو ترجیح دی ہے، اور ترجیح کی وجہ یہ ہے کہ اسم کی جمع "أسماء" آتی ہے، فعل "سَمَوتُ" آتا ہے، تصغیر "سُمَیٌّ" آتی ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے حروفِ اصلیہ (س م و) ہیں (و س م) اس کے حروفِ اصلیہ نہیں، ورنہ اس کی جمع "أوسام" آتی، فعل "وَسَمْتُ" آتا اور تصغیر "وُسَیْمٌ" آتی لیکن ایسا نہیں۔ معلوم ہوا کہ حروف اصلیہ "سمو" ہیں۔ جیسا کہ حضراتِ بصرہ فرماتے ہیں، "وسم" نہیں جیسا کہ حضراتِ کوفہ فرماتے ہیں کیونکہ جمع اور تصغیر ہی ایک ایسی کسوٹی ہے جس پر کسی لفظ کے اصلی حروف کو پرکھا جاتا ہے۔

اَللّٰہ : لفظ "اللہ" کی تحقیق اور تشریح میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، علامہ مجدالدین فیروز آبادی نے فرمایا کہ اس میں تیس سے زیادہ اقوال ہیں، یہاں ان میں سے چھ قول ذکر کئے جاتے ہیں:

① یہ عربی لفظ نہیں ہے بلکہ سُریانی زبان کا لفظ ہے، اصل سریانی زبان کا لفظ "لاھا" تھا، آخر سے الف کو حذف کر دیا اور ابتداء میں الف لام تعریف لگا دیا گیا "اللہ" ہو گیا، یہ قول ابو زید بلخی نے اختیار کیا ہے۔

② دوسرا قول یہ ہے کہ لفظ "اللہ" عربی لفظ ہے، البتہ اسم ذات یا عَلَم نہیں بلکہ صفت مشتقہ ہے، جیسا کہ اللہ جل شانہ کی باقی صفات "الرَّحِیْم" "الکریم" وغیرہ ہیں، اسی طرح لفظ "اللہ" بھی صفت مشتقہ ہے، علامہ ابو حیان اندلسی نے اپنی مشہور تفسیر البحر المحیط (ج ۱ ص ۱۵) میں اس کو ذکر کیا ہے۔ یہ قول اختیار کرنے والے فرماتے ہیں کہ عَلَم اور نام اس چیز کا رکھا جاتا ہے جس کو آپ اشارہ سے متعین کر سکیں اور اللہ جل شانہ کی ذاتِ اقدس اس سے بلند ہے کہ کوئی اشارہ سے اس کی تعیین کر سکے۔

③ تیسرا قول یہ ہے کہ لفظ "اللہ" ہے تو اسم ذات، لیکن عَلَم نہیں، جیسے سماء، ارض وغیرہ اسماء ہیں، اسی طرح لفظ "اللہ" اسم ہے، صفتِ مشتقہ اور عَلَم نہیں، اس قول کے اختیار کرنے کی وجہ بھی وہی ہے جو دوسرے قول کی ہے، شیخ ابن عربی نے اپنی کتاب "فتوحات" میں اس قول کو ذکر کیا ہے۔

④ چوتھا قول ہے کہ یہ اسم بھی ہے اور عَلَم بھی ہے، لیکن بالوضع نہیں، علم بالغلبہ ہے۔ ایک علم اور نام

تو وہ ہوتا ہے جو باقاعدہ کسی چیز کے لئے وضع کر کے مقرر کیا جائے، ایسے نام کو عَلَم بالوضع کہتے ہیں، جیسے انسانوں وغیرہ کے نام ہوتے ہیں اور دوسری قسم وہ ہے کہ باقاعدہ کسی نے وہ نام وضع اور مقرر نہیں کیا ہو تاہم کسی خاص چیز کے لئے استعمال کی کثرت اور غلبہ کی بنا پر وہ نام اس چیز کے لئے عَلَم اور نام کی حیثیت اختیار کر گیا ہو جیسے "النجم" کا لفظ ہے یہ عام ستارے کے لئے بولا جاتا ہے لیکن اس کا اکثر اور عمومی استعمال ایک خاص ستارہ "ثریا" کے لئے ہونے لگا ہے اس طرح "النجم" کا لفظ "ثریا" کے لئے علم بالغلبہ کا درجہ اختیار کر گیا ہے، ٹھیک اسی طرح لفظ "اللہ" ہے کہ یہ اللہ جل شانہ کی ذات اقدس کے لئے کسی نے وضع نہیں کیا تاہم کثرتِ استعمال کی وجہ سے یہ ذاتِ اقدس کے لئے عَلَم اور نام کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ یہ قول مشہور مفسر قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اختیار کیا ہے۔

⑤ پانچواں قول یہ ہے کہ لفظ "اللہ" عَلَم بالوضع ہے اور کسی سے مشتق نہیں، یہ قول جمہور علماء کا ہے امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام خلیل نحوی، زجاج اور علامہ سہیلی نے اسی قول کو اختیار فرمایا ہے چنانچہ علامہ زبیدی رحمہ اللہ مشہور لغت "تاج العروس" (ج ۹/ص ۳۷۴) میں لکھتے ہیں:

واصحها أنه عَلَمٌ للذات الواجب الوجود المستجمع لجميع صفات الكمال غير مشتق۔

"یعنی ان تمام اقوال میں صحیح تر قول یہ ہے کہ لفظ "اللہ" اس ذات واجب الوجود کا عَلَم ہے جو تمام صفاتِ کمالیہ کی جامع ہے اور کسی سے مشتق نہیں"

⑥ چھٹا قول یہ ہے کہ یہ عَلَم بالوضع ہے اور مشتق ہے، علامہ زمخشری اور علامہ نسفی اور کئی علماء نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، اب یہ بات رہ جاتی ہے کہ یہ اگر مشتق ہے تو اس کا مشتق منہ کیا ہے، کس چیز سے مشتق ہے؟ اس سلسلہ میں بھی مختلف اقوال ہیں، یہاں چار قول ذکر کئے جاتے ہیں:

① إِلَاهٌ فِعَالٌ کے وزن پر صفت کا صیغہ ہے اور مفعول کے معنی میں ہے إِلَاهٌ مَأْلُوهٌ کے معنی میں ہے، باب فتح سے مستعمل ہے أَلَهَ (ف) أُلُوهَةً، إِلَاهَةً، أُلُوهِيَّةً: عبادت کرنا إِلَاه بمعنی مَأْلُوہ کے معنی ہوئے: وہ ذات جس کی عبادت کی جائے، معبود۔ پھر اس پر الف لام تعریف داخل کر دیا تو "اَلْإِلَاه" ہوگا، دوسرے ہمزہ کو کثرتِ استعمال اور ثقل کی وجہ سے حذف کر دیا، دو لام جمع ہوئے، جن میں پہلا ساکن ہے اس کو دوسرے لام میں مدغم کر دیا "اللہ" ہو گیا علامہ ابن منظور افریقی نے اپنی مشہور لغت لسان العرب (ج ۱ ص ۱۱۸) میں لکھا ہے کہ ابوالہیثم نے

اسی قول کو اختیار کیا ہے ۔

② دوسرا قول یہ ہے کہ یہ فتح سے نہیں بلکہ باب سمع أَلِهَ (س) أَلَهًا سے ماخوذ ہے، جس کے معنی حیران ہونے کے بھی آتے ہیں اور پناہ لینے کے بھی آتے ہیں۔ أَلِهَ إِلَيهِ : پناہ پکڑنا. دونوں صورتوں میں مشتق اور مشتق منہ کے درمیان مناسبت ظاہر ہے ، اللہ جل شانہ کی ذاتِ مبارکہ ایسی ہے کہ اس کی صفات ، اس کی مخلوقات غرضیکہ اس کی ہر چیز میں انسان کی عقل حیران رہتی ہے ، اسی طرح اللہ جل شانہ کی ذاتِ اقدس ہی ایک ایسا سہارا ہے جو بندہ کے لئے ہر مصیبت اور شدت کے وقت پناہ گاہ اور ملجا ہے ۔

③ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ وَلِهَ (ف) وَلَهًا سے ماخوذ ہے جس کے معنی حیران ہونے کے ہیں مناسبت ظاہر ہے ، اس صورت میں إلاه اصل میں وِلَاہ تھا ، واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا. جیسے وِشاحٌ کو إِشَاح پڑھتے ہیں اور پھر اس پر الف لام تعریف داخل کیا ۔

④ چوتھا قول امام سیبویہ کی طرف منسوب ہے کہ اس کی اصل لَاهَ (ض) لَيْهًا ہے جس کے معنی چھپنے کے ہیں۔ اللہ جل شانہ کی ذات اقدس چونکہ نظروں سے پوشیدہ ہے اس مناسبت سے لفظ "اللہ" کو مذکورہ مادہ سے مشتق مان سکتے ہیں اصل لفظ "لاہٌ" ہے ، اس پر الف لام داخل کر دیا "اللہ" ہوگیا ، چنانچہ صاحب مختار الصحاح لکھتے ہیں

(لاه) تَسَتَّرَ، وبابه باع . وجَوَّز سِيبَوَيْه أن يكون لاهٌ أَصْلَ اسمِ اللهِ تعالى ، قال الشاعر :

كَحَلْفَةٍ مِنْ أَبِي رِبَاحٍ يَسْمَعُهَا لَاهُهُ الْكُبَارُ

أى إلاهه ، أدخلت عليه الألف واللام ، فجرى مجرى الاسم العَلَم كالعبّاس والحَسَن ۔

مذکورہ چار اقوال میں سے پہلے تین اقوال میں آپ نے دیکھ لیا کہ اصل لفظ إلاهٌ ہے اس پر الف لام داخل کر کے "إلاهٌ" کے ہمزہ کو گرا دیا ہے ، اس الف لام میں بھی دو مذہب ہیں ایک یہ کہ جس ہمزہ کو گرایا ہے ، الف لام اس کے عوض میں ہیں ، اور عوض میں ہونے کی وجہ سے لفظ اَللّٰہ میں "أل" کا ہمزہ وصلی نہیں بلکہ قطعی ہے ، یہی وجہ ہے کہ "یا اللہ" میں ہمزہ درمیان کلام میں واقع ہونے کے باوجود نہیں گرتا کہ یہ ہمزہ قطعی ہے ۔ یہ مذہب ابو علی نحوی کا ہے ، دوسرا مذہب یہ ہے کہ الف لام عوض کا نہیں بلکہ تعریف کا ہے اور الف لام تعریف کا ہمزہ وصلی ہوتا ہے ، قطعی نہیں ہوتا. چنانچہ

لفظ "اللہ" کا ہمزہ بھی وصلی ہے، درمیان کلام میں نہیں پڑھا جاتا جیسے بسم اللہ، الحمد للہ میں نہیں پڑھا جاتا، "یا اللہ" میں درمیانِ کلام میں واقع ہونے کے باوجود پڑھا جاتا ہے تو یہ لفظ اللہ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے

لفظ "اللہ" کے علم اور نام کی کیفیت کے متعلق اور چھ اقوال ذکر کئے گئے اور مشتق ماننے کی صورت میں اس کے مشتق منہ کے بارے میں چار قول لکھے گئے اور اس کے شروع میں داخل الف لام کے متعلق بھی دو مذہب بیان کئے گئے، یہ ان تمام بحثوں سے دلائل ذکر کئے بغیر اختصار کیا گیا جو لفظ جلالہ کے بارے میں حضرات علماء نے لکھی ہیں، عصر حاضر کے مشہور محقق مولانا موسیٰ روحانی بازی نے لفظِ "اللہ" پر مستقل ایک کتاب "فتح اللہ بخصائص الاسم: اللہ" کے نام سے تحریر فرمائی ہے جو تقریباً چھ سو صفحات پر مشتمل ہے، اس موضوع پر وہ پہلی کتاب ہے اور شاید آخری بھی! انہوں نے لفظ اللہ کی تقریباً ساڑھے سات سو خصوصیات بیان فرمائی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

اول یہ کہ یہ منسوب الیہ ہوتا ہے خود کسی کی طرف منسوب نہیں، دوم یہ کہ مخلوق میں سے کسی کا نام بھی اللہ نہیں رکھا گیا، سوم حرفِ ندا "یاء" کے بجائے اس کے آخر میں میم مشدد لانا درست ہے، چہارم یَا اَللہ میں ہمزہ وصلی وسط کلام میں واقع ہونے کے باوجود نہیں گرتا، پنجم دو حرفِ تعریف اس میں جمع ہوجاتے ہیں ایک یا حرف نداء، دوسرا الف لام تعریف، ششم حرف جار کو حذف کرکے اس کے عمل کو باقی رکھتے ہیں چنانچہ اللہ لأفعلن کذا کہتے ہیں اصل میں "واللہ" ہے، واو قسمیہ جارہ کو حذف کر دیا اور اس کا عمل باقی رکھا گیا۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: یہ دونوں مبالغے کے صیغے ہیں، البتہ دونوں میں کچھ فرق بیان کئے گئے ہیں:

① رحمٰن کے الفاظ رحیم سے زیادہ ہیں اس لئے اس میں رحیم کی بہ نسبت مبالغہ زیادہ ہے کیونکہ الفاظ کی کثرت معانی کی کثرت پر دلالت کرتی ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۱ ص ٦)

② رحمٰن کا اطلاق اس ذات پر ہوتا ہے جو دنیا اور آخرت دونوں میں رحمت کرنے والی ہو اور رحیم اس ذات کو کہتے ہیں جو دنیا میں رحمت کرنے والی ہو چنانچہ یا رحمٰن الدنیا والآخرۃ اور یا رحیم الدنیا کہا جائے گا۔ (تفسیر بیضاوی ص)

③ رحمٰن کا اطلاق اللہ جل شانہ کے علاوہ کسی پر نہیں ہوتا جبکہ رَحِیم کا اطلاق مخلوق پر بھی ہوسکتا ہے چنانچہ لا رحمٰن إلّا اللہ کہیں گے لَا رَحِیمَ إلّا اللہ نہیں کہیں گے۔

④ علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے روح المعانی (ج ۱ ص ٦٠) میں ابن مالک کا قول نقل کیا ہے کہ رحمٰن لفظ "اللہ" کی طرح اللہ جل شانہ کا علم ہے، ان کا استدلال سورۃ بنی اسرائیل کی اس آیت سے ہے "قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى" اس آیت میں دو نام ذکر کیے گئے ایک اللہ اور دوسرا رحمٰن جبکہ رَحِیم علم نہیں صفت کا صیغہ ہے۔

فرق کی ان وجوہات کی بنا پر "الرحمٰن" کو "الرَّحِیم" پر مقدم کیا ہے۔

***

الصَّدْرُ

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَحْمَدُكَ عَلَى مَا عَلَّمْتَ مِنَ الْبَيَانِ ، وَأَلْهَمْتَ مِنَ التَّبْيَانِ ، كَمَا نَحْمَدُكَ عَلَى مَا أَسْبَغْتَ مِنَ الْعَطَاءِ ، وَأَسْبَلْتَ مِنَ الْغِطَاءِ .

اے اللہ! ہم آپ کی حمد کرتے ہیں اس پر کہ آپ نے (ہمیں) بیان سکھلایا، اور (ہمارے) دل میں اظہار مافی الضمیر کا طریقہ ڈالا جیسا کہ ہم آپ کی حمد کرتے ہیں اس پر کہ آپ نے (ہم پر اپنی) بخشش کامل کی اور پردہ لٹکایا (ہمارے عیوب پر)

***

اَللّٰهُمَّ : اس لفظ کے متعلق یہاں دو جہتوں سے مختصر بات عرض کی جاتی ہے ایک اس کی اصل اور حقیقت کے متعلق، دوسری اس کے موضع استعمال کے بارے میں

اس کلمہ کی اصل کیا ہے، اس میں حضرات علماء کرام کے چار قول ہیں :

① بصرہ کے مکتب نحو سے تعلق رکھنے والے ائمہ نحو فرماتے ہیں اَللّٰهُمَّ اصل میں یا اللہ تھا، یاء حرف نداء کو ابتداء سے حذف کرکے اس کے عوض میں آخر میں میم مشدد لے آئے اَللّٰهُمَّ بن گیا

② کوفہ کے علمائے نحو فرماتے ہیں کہ اَللّٰهُمَّ دراصل "یا اَللّٰهُ اُمَّ بِخَيْرٍ" ہے ابتدا سے حرف نداء کو حذف کردیا اور آخر سے "اُمَّ بِخَيْرٍ" میں باقی سب حذف کرکے صرف اُمَّ کی میم کو باقی رکھا گیا اَللّٰهُمَّ ہوگیا، اُمَّ باب نصر سے امر حاضر کا صیغہ ہے۔ اَمَّ (ن) اَمًّا : ارادہ کرنا،

قصد کرنا تو اَللّٰھُمَّ کے معنی ہیں اے اللہ! (ہمارے ساتھ) بھلائی اور خیر کا ارادہ فرما، چنانچہ ابن منظور افریقی لسان العرب (ج ۱ ص ۱۹۰) میں لکھتے ہیں: "..... فقال الفراء: معنی اللّٰھُمَّ یا اللهُ أُمَّ بِخَیْر".

اکثر علماء نے بصریین کے مذہب کو ترجیح دی ہے، جبکہ امام رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر میں (ج ۱ ص) علمائے کوفہ کے مذہب کو راجح قرار دیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دونوں فریقوں پر اشکالات ہوتے ہیں، علمائے بصرہ کے مذہب پر تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ میم مشددہ اگر حرف ندا کے عوض میں ہے اس کا تقاضا پھر یہ ہے کہ یاء اور میم دونوں جمع نہ ہوں کیونکہ عوض اور معوض عنہ دونوں جمع نہیں ہوتے جبکہ ایسے اشعار کلامِ عرب میں ملتے ہیں جن میں دونوں جمع ہیں، مثلاً عرب کے مشہور شاعر قُطرُب کا شعر ہے:

إنی اذا ما مِطعَمٌ أَلَمَّا ـ أقول: یا اللّٰھمّ یا اللّٰھُمَّا

کسی اور کا شعر ہے:

إنی اذا ما حَدَثٌ أَلَمّا ـ دعوت: یا اللّٰھُمَّ یا اللّٰھُمَّا

مذکورہ دونوں شعروں میں "اللّٰھُمَّ" کے ساتھ "یاء" حرف نداء جمع ہے اس لئے میم مشدّدہ کو اس کا عوض اور بدل کیسے کہہ سکتے ہیں۔

اس شبہ کے جواب میں یہ حضرات فرماتے ہیں کہ مذکورہ اشعار شاذ ہیں ضرورتِ شعری کی بناء پر یہاں ایسا کیا گیا ہے اور شعر میں وہ کچھ جائز ہوتا ہے جو عام نثر اور زبان میں بسا اوقات درست نہیں ہوتا لیکن اس جواب پر دل مطمئن نہیں ہوتا، زبانِ شعر کو شذوذ اور ضرورت پر محمول کرنا اپنے بنائے ہوئے قاعدہ کی سلامتی کے لئے سہارا ڈھونڈنے والی بات ہے۔

علمائے کوفہ کے مذہب پر بھی شبہات ہوتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

عام دعا میں اللّٰھُمَّ اغفِرلِی کہتے ہیں، اللّٰھمّ کی اصل اگر یا اللہ أُمَّ بِخَیْر ہو تو عبارت بنے گی "یا اللهُ أُمَّ بِخَیر، اغفِرلِی" اس میں "اغفرلی" کا عطف "أُمَّ بِخَیر" پر بغیر حرف عطف کے کیسے جائز ہو سکتا ہے اور عطف کے علاوہ یہاں کوئی اور صورت بن بھی نہیں سکتی۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ اللّٰھُمَّ میں میم مشددہ کلمہ کے جزء کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ اور کلمہ کے جزء پر عطف جائز نہیں، عطف تو اس صورت میں ہوگا جب میم مشدّدہ کو جواب نداء قرار دیا جائے حالانکہ وہ موجودہ حالت میں نداء کا جزء ہے، جوابِ نداء نہیں اور اگر تسلیم بھی کر لیا کہ میم مشدّدہ جوابِ نداء ہے تب "اغفرلی" اس کے لئے تفسیر کے درجہ میں ہے اور تفسیر و

مفسّر کے درمیان حرفِ عطف نہیں آتا۔

دوسرا شبہ یہ ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی سورۃ انفال، آیت ۳۲ میں مشرکین کا یہ قول نقل کیا گیا ہے "اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ" حضرات کوفہ کے مذہب کے مطابق آیتِ کریمہ کے مفہوم میں تضاد لازم آئے گا کہ اَللّٰهُمَّ کہہ کر تو بھلائی اور خیر کے ارادہ کا سوال کیا اور آگے پتھروں کی بارش برسانے کی درخواست پیش کی، ظاہر ہے پتھروں کی بارش خیر کہاں ہو سکتی ہے۔

لیکن یہ اشکال بھی کوئی خاص وزن نہیں رکھتا ایک تو اس لئے کہ میم مشدّدہ جزء کلمہ کی حیثیت اختیار کر گیا ہے اور اب اس کے الگ کوئی مستقل معنی نہیں، دوسرے بالفرض میم مشدّدہ کے "اُمَّ بخیر" والے معنی مستقلاً تسلیم بھی کئے جائیں تب بھی مشرکین کے مذکورہ قول کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر یہ دین حق ہے تو پھر ہمارے حق میں بہتری اور بھلائی اسی میں ہے کہ ہم پر پتھروں کی بارش برسائی جائے اس لئے دونوں معنی میں کوئی تضاد نہیں۔

علماء کوفہ کے مذہب پر ایک شبہ یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اس میں ایک میم مشدّدہ کو پورے جملہ کا عوض بنایا گیا ہے، اس کی دوسری کوئی نظیر نہیں۔

لیکن اس شبہ کو یہ کہہ کر رد کیا گیا ہے کہ ایک لفظ اور کلمہ واحدہ کا پورے جملہ کا عوض بننا عربی زبان میں رائج ہے، چنانچہ ولید کے شعر کا مصرعہ ہے: قلتُ لها: قفی، فقالت: قاف

یعنی میں نے اس سے کہا "کھڑی ہو جاؤ" تو وہ کہنے لگی "میں کھڑی ہوں"

اس میں "قاف" "وقفتُ" پورے جملہ کے عوض میں مستعمل ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ کلمہ واحدہ کا جملہ مقدرہ کے عوض بننے کی نظیر نہیں، درست نہیں۔

یہ ولید بن عقبہ کے شعر کا مصرعہ ہے، پورا شعر ہے

قلتُ لها: قفی، فقالت: قاف لا تحسبينا قد نسينا الإيجاف

والنشوات من معتق صاف وعزف قينات علينا عزاف

بہرحال دونوں طرف اکابر ہیں اور دلائل ہیں، مولانا موسیٰ روحانی بازی نے فتح اللہ (ص: ۲۳۰-۲۵۰) میں پچیس وجوہ ذکر کر کے علمائے کوفہ کے مذہب کو راجح قرار دیا ہے۔

③ تیسرا مذہب مولانا روحانی بازی صاحب کا ہے کہ اَللّٰهُمَّ کے آخر میں میم مشدّدہ نہ یا حرف ندا کے عوض میں ہے اور نہ ہی جملہ مقدر کے عوض میں بلکہ یہ میم مبالغہ کا ہے معنی میں تاکید اور مبالغہ پیدا کرنے کے لئے "اللہ" کے آخر میں میم مشدّدہ کا اضافہ کیا گیا ہے جیسے ابنم، ازرقم کے

آخر میں مبالغہ کے لئے میم بڑھا دیتے ہیں۔

④ چوتھا قول یہ ہے کہ اَللّٰھُمَّ کسی سے ماخوذ اور مشتق نہیں ہے بلکہ یہ اللہ جل شانہ کا ایک مستقل نام ہے، کئی حضرات نے اس کو اسم اعظم کہا ہے، جیسا کہ علامہ سیوطی نے الاتقان (ج ۱ ص ۱۵۳) میں لکھا ہے۔ اس سے بھی مذکورہ قول کی تائید ہوتی ہے کہ یہ مستقل نام ہے اور یہی قول سب سے زیادہ دل کو لگتا ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری (ج ۲ ص ۲۱) میں لکھا ہے کہ لفظ اللّٰھُمَّ تین جگہوں میں استعمال ہوتا ہے ① ندار کے طور پر اس کا استعمال عام ہے ② کسی نادر چیز کے استثنار کے موقع پر بھی یہ استعمال ہوتا ہے جیسا کہا جاتا ہے "اللّٰھُمَّ إلا أن یکون کذا" آگے پانچویں مقامہ میں علامہ حریری نے اس لفظ کو موضع استثنار میں استعمال کیا ہے .... اللّٰھم إلا أن تقد نار الجوع، وتحول دون الھجوع ③ اور کسی سوال کے جواب میں تاکید ریقین دلانے کے لئے بھی ذکر کیا جاتا ہے، مثلاً کسی نے پوچھا أزیدٌ قائمٌ؟ جواب میں "اللّٰھم، نعم" یا "اللّٰھُمَّ، لا" کہہ سکتے ہیں۔ آخر الذکر دونوں مقامات میں یہ لفظ بطور تبرک اور محاورۃً مستعمل ہے۔

آخر میں یہ بات رہ جاتی ہے کہ اللّٰھُمَّ کی صفت لاسکتے ہیں کہ نہیں اس سلسلہ میں علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ فوائد عجیبہ (ص ۳۳۲) میں دو مذہب نقل کئے ہیں، مبرد کا مذہب یہ ہے کہ اس کی صفت لاسکتے ہیں، جس طرح "یا اللہ الکریم" کہنا ٹھیک ہے اسی طرح "اللّٰھمّ الکریم" کہنا بھی درست ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں یہ صفت کے ساتھ مستعمل ہے سورۃ زمر، آیت ۴۶ میں ہے "قل اللّٰھُمَّ فاطر السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" اس میں "فاطر" اللّٰھمّ کی صفت ہے۔

امام سیبویہ کے نزدیک اس کی صفت لانا درست نہیں، آیت کریمہ میں "فاطِر" "اللّٰھم" کی صفت نہیں بلکہ مستقل منادیٰ ہے اور حرف ندار یہاں محذوف ہے

اس کی صفت سے ممانعت کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اللّٰھم کا میم اللہ تعالیٰ کے تمام اسمارِ حسنیٰ اور صفات کو شامل ہے، میم جمع کی علامت ہوتی ہے جیسے "عَلَیھم" میں جمع کے لئے ہے، تو جس نے اللّٰھم کہا گویا کہ اس نے کہا یا اللہ الذی لہ الأسماء الحُسنیٰ جب تمام صفات خود لفظ اللّٰھم میں آجاتی ہیں تو پھر اس کے بعد صفت ذکر کرنا کیا معنی رکھتا ہے

نَحْمَدُكَ عَلٰى مَا عَلَّمْتَ مِنَ الْبَيَانِ : حَمِدَ (س) حَمْدًا : تعریف کرنا۔
حمد زبان سے کسی کی تعریف کو کہتے ہیں جو کسی اختیاری اچھائی پر کی جائے، اس کے لئے کسی نعمت اور احسان کا ہونا ضروری نہیں، جبکہ شکر میں نعمت کا ہونا ضروری ہے البتہ شکر زبان کے علاوہ قلب و جوارح سے بھی ہو سکتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حمد اپنے مورد کے لحاظ سے خاص ہے کہ صرف زبان سے ہوتی ہے تاہم اپنے متعلق کے اعتبار سے عام ہوتی ہے ——— چاہے اس کے مقابلہ میں نعمت واحسان ہو یا نہ ہو جبکہ شکر اس کے برعکس اپنے مورد کے لحاظ سے عام ہے زبان، قلب اور جوارح سب سے اس کی ادائیگی ممکن ہے لیکن اپنے متعلق کے اعتبار سے خاص ہے، اسی وقت ہوگا جب اس کے مقابلہ میں نعمت واحسان ہو، مدح اور حمد میں فرق یہ ہے کہ مدح عموماً غیر اختیاری وصف پر ہوتی ہے، جبکہ حمد اختیاری پر۔ چنانچہ مَدَحْتُ اللؤلؤَ علی صفائہ کہیں گے حمدت نہیں کہا جائے گا

عَلٰی حرفِ جر ہے اور عموماً آٹھ معنوں کے لئے استعمال ہوتا ہے ① استعلاء : اور یہی اس کے حقیقی معنی ہیں، مثلاً: وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ② ظرفیت : اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ، ③ بمعنی عَنْ مثلاً : إذا رضیت علیّ الأبرار، غضب الأشرار أی عنّی ④ مصاحبت : وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ⑤ تعلیل (بیانِ علت کے لئے) : وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ⑥ بمعنی الباء ... : مَرَرتُ علیه، أی به ⑦ بمعنی مِنْ : اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ، أی منهم ⑧ اضراب و استدراک : فلان أطاع الشیطان علی أنه لا ییأس منه

ما : تقریباً آٹھ معنوں کے لئے استعمال ہوتا ہے :

① نافیہ غیر عاملہ : یہ اسم اور فعل دونوں پر داخل ہوتا ہے وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ، وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ

② نافیہ مشبہ بلیس : مَا هٰذَا بَشَرًا۔

③ مصدریہ : وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ، أی برحبها۔

④ استفہامیہ : وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى۔

⑤ شرطیہ : وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ۔

⑥ تعجبیہ : قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ۔

⑦ موصولہ : مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ۔

⑧ ابہامیہ : اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا

عَلَّمَ تَعْلِیمًا: سکھانا، عَلِمَ (س) عِلْمًا: جاننا۔ مِنْ جارہ ہے اور عموماً گیارہ معنوں میں استعمال ہوتا ہے: ① ابتداء غایتِ زمان کے لئے: مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ ② ابتداء غایتِ مکان کے لئے: سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ ③ تبعیض کے لئے: حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ، اُخذتُ مِنَ الدَّراهِمِ ④ بیان وضاحت کے لئے: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ ⑤ زائدہ: یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ ⑥ تعلیل بیانِ علت کے لئے: مِمَّا خَطِیْٓئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا ⑦ بدل کے لئے: اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ⑧ بمعنی عن: یٰوَیْلَنَا قَدْ كُنَّا فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا ⑨ ظرفیت کے لئے: اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ ای فی یوم الجمعۃ ⑩ بمعنی عند: لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا ای عند اللہ ⑪ استعلاء کے لئے: نَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا۔

اَلبَیَان: حجت، فصیح گفتگو، حقیقتِ حال واضح کرنے والا کلام۔ بان الشیٔ (ض) بَیَانًا: واضح ہونا، واضح کرنا لازم ومتعدی، یہ مادہ باب افعال، باب تفعیل، باب تفعل (أبَانَ، بَیَّنَ، تَبَیَّنَ) تینوں سے لازم بھی مستعمل ہے اور متعدی بھی یعنی واضح ہونا، واضح کرنا۔

عَلٰی مَا عَلَّمْتَ مِنَ الْبَیَانِ: میں علٰی تعلیل کے لئے ہے اور مَا مصدریہ بھی ہو سکتا ہے اور موصولہ بھی، موصولہ کی صورت میں ضمیر مقدّر ہوگی جو ما کی طرف لوٹے گی ای علی ما علّمتَہ مِنْ بیانیہ ہے، مَا کے ابہام کو اس سے بیان کیا ہے۔

اَلْهَمْتَ مِنَ التِّبْیَانِ: اَلْهَمْتَ: باب افعال سے ماضی مخاطب مفرد مذکر کا صیغہ ہے اَلْهَمَهٗ ۔ اِلْهَامًا: نگلوانا۔ اَلْهَمَ اللّٰهُ فُلَانًا خَیْرًا: وحی کرنا، سکھلانا، توفیق دینا، دل میں ڈالنا، سورۃ الشمس آیت ۸ میں ہے "فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا" لَهِمَ الشیٔ (س) لَهْمًا: ایک ہی مرتبہ میں نگل لینا، لَهِمَ الْمَاءَ: گھونٹ لینا۔ التِّبْیَان: علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے روح المعانی (ج ۱۴ ص ۲۱۴) میں اس لفظ کے متعلق دو قول نقل کئے ہیں ایک یہ کہ یہ بان (ض) بَیَانًا کا مصدر ہے اور یہ مصادر شاذہ میں سے ہے کیونکہ "تفعال" کے وزن پر جتنے بھی مصادر عربی میں آتے ہیں وہ تاء کے فتحہ کے ساتھ تَفعال ہے جیسے تکرار ہے۔ البتہ دو مصدر اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں ایک تِبیَان، دوسرا تِلقَاءُ کہ یہ دونوں تاء کے کسرہ کے ساتھ ہیں، زجاج کے نزدیک اس کو تاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے، دوسرا قول ہے کہ یہ اسم مصدر ہے لیکن راجح پہلا قول ہے، سورۃ نحل، آیت ۸۹ میں ہے "وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ"

صاحب مختار الصحاح (ص ۷۲) پر لکھتے ہیں:۔

(التِبْیان): مصدر وھو شاذ ، لأن المصادر إنما تجئ علی التَفعال بفتح التاء، کالتَذکار ، والتَکرار، والتَوکاف، ولم یجئ بالکسر إلا التِبیان والتِلقاء۔

علامہ شریشی بیان اور تبیان میں فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

البیان : وضوح المعنی وظھورہ، والتبیان : تفھّم المعنی و تبیُّنُہ۔ والبیان منك لغیرك، والتبیان منك لنفسك، مثل التَبَیُّن تقول بیّنتُ الشئَ لِغَیْرِی بَیَانًا، و تَبَیّنتُہ أنا تِبْیَانًا۔

" یعنی بیان معنی کے واضح اور ظاہر ہونے کا نام ہے جبکہ تبیان معنی کے سمجھنے اور اپنے لئے اس کے واضح ہونے کو کہتے ہیں، بیان آپ کی طرف سے دوسرے کے لئے ہوتا ہے جبکہ تبیان آپ کی طرف سے اپنے لئے ہوتا ہے جیسے تبیین ہے، آپ کہیں گے بَیّنتُ الشئَ لغیری : میں نے چیز کو دوسرے کے سامنے واضح کر دیا و بَیّنتُہٗ أنا : میں نے خود اس کو سمجھ لیا اپنے لئے اس کو واضح کر دیا"

أسبغتَ من العطاء : أَسْبَغَ ۔ إسبَاغًا : مکمل کرنا ، پورا کرنا ، سورۃ لقمان آیت ۲۰ میں ہے " وَأَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاھِرَۃً وَّبَاطِنَۃً " یعنی اللہ نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں مکمل فرمادیں۔ مجرد میں باب نصر سے مستعمل ہے سَبَغَتِ النِّعْمَۃُ (ن) سُبُوْغًا : وسیع ہونا الشئُ السَّابِغُ : کامل چیز۔ العَطاء : عطیہ، بخشش، جمع : أَعْطِیَۃ عطا (ن) عَطْوًا دینا ، سورۃ قٓ آیت ۳۹ میں ہے " ھٰذَا عَطَاءُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَیْرِ حِسَابٍ "

" علیٰ مَا أَسْبَغتَ مِنَ العَطاء " میں " مِنْ " " ما " کا بیان ہے ، اس میں " ما " مصدریہ بھی ہو سکتا ہے اور موصولہ بھی ، مصدریہ کی صورت میں عبارت ہوگی نحمدك علی إسباغ العطاء یعنی ہم آپ کی تعریف کرتے ہیں آپ کے ہم پر اپنی بخشش مکمل کرنے پر۔ اور موصولہ کی صورت میں أسبغتَ کے آخر میں ایک ضمیر محذوف ہوگی جو "ما" کی طرف راجع ہوگی ، ترجمہ یہ ہوگا " ہم آپ کی تعریف کرتے ہیں اس بخشش پر جو آپ نے مکمل فرمادی "

و أَسبلْتَ مِنَ الغِطاء : أَسْبَلَ الزَّرْعُ ۔ إسبالاً : کھیت کا خوشہ نکالنا۔ أَسْبَلَ الدَّمْعَ: آنسو بہانا ، آنسو بہنا (لازم و متعدی) أسبَلَ الثَوبَ : کپڑا لٹکانا ، یہاں اسی معنی میں ہے۔ الغِطَاء: پردہ ، جمع : أَغْطِیَۃ۔ غطاہ (ن) غَطْوًا : ڈھانپنا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم آپ کی حمد اس بات پر بھی کرتے ہیں کہ آپ نے ہمارے عیوب پر پردہ ڈال دیا ہے اور ہماری باطنی خرابیوں سے کوئی واقف نہیں " أَسبلْتَ " کا عطف " أسْبَغتَ " پر ہے اور " مِن " یہاں بھی " ما " کا بیان ہے۔

وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شِرَّةِ اللَّسَنِ، وَفُضُولِ الْهَذَرِ، كَمَا نَعُوذُ بِكَ مِنْ مَعَرَّةِ اللَّكَنِ، وَفُضُوحِ الْحَصَرِ. وَنَسْتَكْفِي بِكَ الافْتِتَانَ بِإِطْرَاءِ الْمَادِحِ، وَإِغْضَاءِ الْمُسَامِحِ؛ كَمَا نَسْتَكْفِي بِكَ الانْتِصَابَ لِإِزْرَاءِ الْقَادِحِ، وَهَتْكِ الْفَاضِحِ.

اور ہم آپ کی پناہ مانگتے ہیں فصاحت کی تیزی (زبان درازی) اور فضول بکواس سے جیسا کہ ہم آپ کی پناہ مانگتے ہیں لکنت کے عیب اور بندشِ زبان کی رسوائی سے اور ہم آپ کی کفایت طلب کرتے ہیں مدح کرنے والے کی، تعریف میں مبالغہ آرائی اور نرمی کرنے والے کی چشم پوشی کی وجہ سے فتنہ میں پڑجانے سے جیسا کہ ہم آپ سے کفایت طلب کرتے ہیں عیب گیر کے عیب لگانے اور رسوا کرنے والے کی پردہ دری کا نشانہ بننے سے۔

***

و نَعُوذُ بِكَ مِن شِرَّةِ اللَّسَن : نعوذ : صیغہ جمع متکلم مضارع ہے۔ عاذ (ن) عَوْذًا : پناہ چاہنا، اس کے صلہ میں حرف باء اور مِنْ استعمال کرتے ہیں، باء کا مدخول ہمیشہ پناہ دینے والا اور شریف ہوگا اور مِنْ کا مدخول حقیر وخسیس اور شریر ہوگا جس سے پرہیز اور بچاؤ مقصود ہوتا ہے۔ شِرَّة : یہ بطور مصدر بھی مستعمل ہے اور اسم مصدر کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے بمعنی تیزی، نشاط، حرص۔ شَرَّ (س ن) شَرًّا، شَرَارًا، شَرَارَة، شِرَّةً : شریر ہونا۔ اللَّسَن : فصاحت، یہاں اس سے زبان کی تیزی اور وہ زبان درازی مراد ہے جو دوسروں کے لیے باعثِ تکلیف ہو۔ لَسِنَ (س) لَسَنًا : فصیح ہونا۔

وفُضُوْلِ الهَذَر : فُضُوْل : دو طرح مستعمل ہے ایک بطور جمع، دوسرا بطور اسم مفرد۔ بطور جمع اس کا مفرد فَضْلٌ ہے، صاحب القاموس المحیط لکھتے ہیں، «الفَضْل : ضِدُّ النَّقْصِ، جمع : الفُضُول» یعنی فَضْل نقص کی ضد ہے اور اس کی جمع فُضُوْل ہے اور بطور اسم مفرد اس کے وہی معنی ہیں جو اردو میں ہے یعنی بے فائدہ اور لایعنی۔ المعجم الوسیط میں ہے «الفُضُول : مالا فائدة فيه، يقال هذا مِنْ فُضُولِ القول. و۔ اشتغال المرء أو تَدَخُّله فيما لايعنيه» یہاں دونوں صورتیں ہوسکتی ہیں۔ پہلی صورت میں یہ فَضْلٌ کی جمع ہوگی جس کے معنی زیادتی کے آتے ہیں۔ فضول الهَذَر : زوائد الهَذَر یعنی بیہودہ گوئی کی زیادتیاں۔ علامہ شریشی نے اسی کو اختیار

کیا ہے اور دوسری صورت میں مطلب واضح ہے یعنی بے فائدہ اور لایعنی بیہودہ گوئی، اس صورت میں یہ اضافۃ الصفۃ الی الموصوف کی قبیل سے ہوگا ای الھَذَرُ الفُضُول۔

فَضَل باب نصر سے استعمال ہوتا ہے اور اس باب سے اس کے عموماً تین معنی آتے ہیں ایک زائد از حاجت ہونا، کہتے ہیں اَنْفِقْ مَا فَضَلَ مِنْ مالِكَ یعنی آپ کے مال میں سے جو زائد از حاجت ہے اسے خرچ کرو۔ دوسرے معنی ہیں : باقی ہونا، کہتے ہیں خُذْ مافَضَلَ مِمَّا اَنْفَقْتَ آپ کے خرچ کرنے سے جو باقی بچ گیا ہے وہ لے لو۔ اور تیسرے معنی ہیں : فضل میں غالب آنا۔ فَضَلَہ : فضل میں غالب آنا اور یہ لفظ ماضی بکسر العین فَضِلَ بروزن سَمِعَ اور مضارع میں بضم العین یَفضُلُ بروزن ینصر بھی استعمال ہوتا ہے یہ باب شاذ ہے۔ باب کرم سے اس کے معنی ہیں: صاحب فضیلت ہونا فَضُلَ (ك) فَضْلاً : صاحبِ فضل ہونا۔ الھَذَر (ذال کے فتحہ کے ساتھ) اسم مصدر ہے بمعنی بکواس، بیہودہ گوئی۔ هَذَرَ (ن ض) هَذْرًا : بکواس کرنا۔

مَعَرَّةَ اللَّكَن : مَعَرَّة : عیب، گناہ، مضرت، سورۃ الفتح آیت ۲۵ میں ہے "فَتُصِيبَكُمْ مِنْهُمْ مَعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ"۔ عرّ (ن) عرًّا : عیب لگانا، عَرَّ الجَمَلُ : اونٹ کا خارش زدہ ہونا۔ اللَّكَن : اِحْتِبَاسُ اللِّسَانِ عِنْدَ الكَلَامِ، بات کرتے وقت زبان کی لکنت۔ لَكِنَ (س) لَكَنًا : لکنت ہونا۔

فُضُوحَ الحَصَر : فُضُوح : اسم مصدر ہے بمعنی رسوائی۔ فضح (ف) فَضْحًا : رسوا کرنا۔ سورۃ حجر آیت ۶۸ میں ہے "اِنَّ هٰؤُلَاءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُونِ" الحَصَر: بندشِ کلام۔ حَصِرَ (س) حَصَرًا : بات کرتے ہوئے ایک دم بند ہو جانا، چپ لگ جانا۔ اسی طرح اس کے معنی تنگ ہونے کے بھی آتے ہیں۔ سورۃ نساء آیت ۹۰ میں ہے "حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ"

و نستكفي بك الافتتان : نستكفي : صیغہ جمع متکلم از باب استفعال بمعنی کفایت طلب کرنا وکفی (ض) کِفَایَة : کافی ہونا۔ الافتتان : یہ باب افتعال کا مصدر ہے، افْتَتَنَ الرَّجُلُ: فتنہ میں پڑنا، فتنہ میں ڈالنا (لازم ومتعدی) و فَتَنَ (ض) فُتُوْنًا، فِتْنَةً : فتنہ میں ڈالنا، فتنہ میں پڑنا، فریفتہ بنانا، گمراہ کرنا (لازم ومتعدی) فَتَنَ الذھبَ : سونے کو آگ میں ڈال کر کھرا کھوٹا معلوم کرنا، مشقت میں ڈال کر آزمانا، سورۃ بروج آیت ۱۰ میں ہے "اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ"

ابن فارس نے معجم مقاییس اللغۃ میں لکھا ہے کہ ف ت ن کا مادہ آزمائش وامتحان پر دلالت کرتا ہے اور اس مادہ کے تمام مشتقات میں آزمائش کے معنی کسی نہ کسی طرح پائے جاتے ہیں۔

إطْرَاء : باب افعال کا مصدر ہے أطْراه : تعریف میں مبالغہ کرنا۔ وطَرُو (ك) وطَرِي (س) طَرَاوَةً، طَرَاءَةً : نرم وتازہ ہونا۔ سورۃ نحل آیت ۱۴ میں ہے " لَحْمًا طَرِيًّا "۔
المادِح ۔صیغۂ اسم فاعل : تعریف کرنے والا۔ مدحه (ف) مَدْحًا : تعریف کرنا۔
"بإطراء المادح" "الافتتان" سے متعلق ہے اور "الافتتان" "نستكفي" کے لئے مفعول بہ ہے
إغْضَاء المُسَامِح : اغضاء : چشم پوشی، لاپرواہی أغْضَى عَيْنَه : آنکھ بند کرنا اور جب صلہ میں "علی" آئے تو اس کے معنی صبر کرنے، خاموشی اختیار کرنے اور برداشت کرنے کے آتے ہیں۔
أغْضَى على الأمر : صبر کرنا، خاموشی اختیار کرنا۔ أغْضَى عنه : چشم پوشی کرنا، کنارہ کش ہونا۔
المُسَامِح : باب مفاعلہ سے صیغۂ اسم فاعل ہے : چشم پوشی کرنے والا سامحه في الأمر، وبالأمر : نرمی برتنا، درگزر کرنا۔ وسَمُحَ (ک) سَمَاحَةً : سخی ہونا۔ سَمَحَ بكذا (ف) سَمْحًا، سَمَاحًا : اجازت دینا، سخاوت کرنا۔ "إغضاء المسامح" کا عطف "إطراء المادح" پر ہے۔
الانْتِصَاب لإزْرَاءِ القَادِح : الانتصاب : باب افتعال کا مصدر ہے انتصب : کھڑا ہونا قائم ہونا۔ نصب (ض) نَصْبًا : کھڑا اور قائم کرنا، کہتے ہیں نصبه فانتصب، أى أقامه فقام اور باب سمع سے اس کے معنی تھکنے کے آتے ہیں نَصِبَ (س) نَصَبًا : تھک جانا۔ یہاں پر اس سے لوگوں کے کلام کا ہدف ونشانہ بننا مراد ہے۔ إزْرَاء : مصدر از باب افعال، أزرى به وأزرى عليه-إزْرَاءً، وزرى عليه فِعلَه (ض) زِرَايَةً : عیب لگانا۔ القادِح : باب فتح سے صیغۂ اسم فاعل ہے : عیب لگانے والا۔ قَدَحَ في نَسَبِهِ (ف) قَدْحًا : عیب لگانا۔ قَدَحَ النارَ مِن الزَند : آگ نکالنا۔
هَتْك الفَاضِح : هَتْك : مصدر ہے هَتَكَ (ض) هَتْكًا : پردہ دری کرنا الفاضِح : رسوا کرنے والا۔

***

وَنَسْتَغْفِرُكَ مِنْ سَوْقِ الشَّهَوَاتِ إِلَى سُوقِ الشُّبُهَاتِ ؛ كَمَا نَسْتَغْفِرُكَ مِنْ نَقْلِ الْخُطُوَاتِ إِلَى خِطَطِ الْخَطِيئَاتِ . وَنَسْتَوْهِبُ مِنْكَ تَوْفِيقًا قَائِدًا إِلَى الرُّشْدِ ، وَقَلْبًا مُتَقَلِّبًا مَعَ الْحَقِّ ، وَلِسَانًا مُتَحَلِّيًا بِالصِّدْقِ ، وَنُطْقًا مُؤَيَّدًا بِالْحُجَّةِ ، وَإِصَابَةً ذَائِدَةً عَنِ

الزَّيْغِ ، وَعَزِيمَةً قَاهِرَةً هَوَى النَّفْسِ ، وَبَصِيرَةً نُدْرِكُ بِهَا عِرْفَانَ الْقَدْرِ .

اور ہم آپ سے مغفرت (اور پناہ) طلب کرتے ہیں شبہات کے بازار کی طرف خواہشات کے ہنکانے (اور لیجانے) سے جیسا کہ ہم آپ سے مغفرت طلب کرتے ہیں غلطیوں کے خطوں (جگہوں) کی طرف قدموں کے منتقل کرنے سے اور ہم آپ سے، ہدایت کی طرف لے جانے والی توفیق، حق کے ساتھ پلٹنے والے دل، سچائی سے آراستہ زبان، دلیل سے تائید شدہ گفتگو، کجی سے ہٹانے والی درستگی رائے (اور راستبازی) نفسانی خواہش کے مقابلے میں غالب آنے والے عزم اور ایسی بصیرت کا ہبہ طلب کرتے ہیں جس سے ہم قدر و منزلت کا عرفان (اور قدر شناسی) پاسکیں۔

* * *

ونستغفرك : نستغفر : صیغہ جمع متکلم از باب استفعال بمعنی مغفرت طلب کرنا۔ وغفرالله له (ض) مَغْفِرَةً : بخشنا۔ سَوْق : مصدر ہے۔ ساق (ن) سَوْقاً : پیچھے کی طرف سے ہانکنا، لے جانا۔ سائق، ڈرائیور۔ الشہوات : یہ شَهْوَةٌ کی جمع ہے۔ شَهِيَ الشيءَ (س) شَهْوَةً ، وشَهَاه (ن) شَهْوَةً : کسی چیز کی خواہش کرنا سُوق : بازار ، جمع : أَسْوَاق۔ مؤنث اور مذکر دونوں طرح مستعمل ہے۔ الشُّبُهات: شُبْهَةٌ کی جمع ہے بمعنی شک ، التباس۔

نَقْلِ الخُطُوات : نَقْل : مصدر از باب نصر، نقل (ن) نَقْلاً منتقل کرنا۔ الخُطُوات : طاء پر ضمہ، فتحہ اور سکون تینوں درست ہیں، یہ خُطْوة کی جمع قلت ہے دو قدموں کے درمیان کا فاصلہ ، سورۃ بقرہ آیت ۱۶۸ میں ہے " وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ " خُطْوة کی جمع کثرت خُطًى آتی ہے ، اور ایک لفظ خَطْوة (خاء کے فتحہ کے ساتھ) ہے اس کے معنی ہیں ایک قدم، قدم کی ایک حرکت، اس کی جمع خَطَوات آتی ہے، خطا (ن) خَطْوًا : قدم اٹھانا، چلنا باب افتعال سے بھی یہی معنی آتے ہیں۔

خِطَطِ الخَطِيئات : خِطَط : یہ خِطَّةٌ کی جمع ہے : زمین کا حصہ، ٹکڑا۔ الخَطِيئات : یہ خَطِيئَةٌ کی جمع ہے : غلطی، خطا۔ نَسْتَوْهِبُ : صیغہ جمع متکلم از باب استفعال۔ استوهبه ۔ استیهاباً : ہبہ طلب کرنا ۔ وَهَبَ (ف) هِبَةً : ہبہ کرنا، بلاعوض دینا۔ توفیق : باب تفعیل کا مصدر ہے : اسبابِ خیر کا مہیا ہونا، کسی کام کے لیے ضروری وسائل مہیا ہونا۔ قائد : آگے کھینچنے والا ، قیادت کرنے والا ، جمع : قادة ، قُوّاد۔ الرُّشْد : دانشمندی ، ہدایت۔ رَشَدَ

(ن) رُشْدًا، رَشِدَ (س) رَشَدًا : ہدایت پانا، سورۃ بقرہ آیت ۲۵۶ میں ہے «قَدْ تَبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ» قَلْب : دل، جمع : قُلُوْب ـ مُتَقَلِّب : صیغہ اسم فاعل از باب تفعّل پلٹنے والا۔ قلب (ض) قَلْبًا : پلٹ دینا، تبدیل کرنا۔ الحق : باطل کی ضد بھی ہے اور حُقُوْق کا مفرد بھی حَقَّ الْأَمْرَ (ن) حَقًّا : ثابت کرنا

لِسَانًا مُتَحَلِّيًا : لِسان : زبان، جمع : أَلْسِنة، لِسانات، أَلْسُنٌ، لُسُنٌ ـ مُتَحَلِّي : صیغہ اسم فاعل از باب تفعّل : متصف اور مزیّن ہونے والا تَحَلّی بہ : اس کے ساتھ مزین ہونا آراستہ ہونا۔ وحَلَی (ض) حَلْيًا وحلا (ن) حَلْوًا : زیور بنانا۔ وحَلِيَتِ الْمَرْأَةُ (س) حَلْيًا : زیور والی ہونا۔ الصِّدْق : سچ ـ صدق (ن) صِدْقًا : سچ بولنا۔

نُطْقًا مُؤَيَّدًا : نُطْق : مصدر ہے : بات، گفتگو۔ نَطَقَ (ض) نُطْقًا، مَنْطِقًا : بولنا۔ مُؤَيَّد : صیغہ اسم مفعول از باب تفعیل : جس کی تائید کی گئی ہو، جسے مضبوط بنایا گیا ہے۔ أَيَّدَہ۔ تَأْيِيدًا : تائید کرنا۔ آد (ض) أَيْدًا : مضبوط اور قوی ہونا۔ سورۃ صٓ آیت ۱۷ میں ہے وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ ای ذا القوۃ۔ الحُجَّۃ : دلیل، جمع : حُجَجٌ وحِجَاجٌ ـ

إِصَابَة ذَائِدَة : إصابة : یہ باب افعال کا مصدر ہے بمعنی درستگی وصواب، اصل میں إِصْوَابٌ بروزن إفعال تھا، واؤ متحرک ماقبل حرف صحیح ساکن تھا اس لئے واؤ کی حرکت کو صرفی قاعدہ کی بناء پر ماقبل منتقل کیا گیا اور واؤ کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا، اس کے عوض میں آخر میں تاء بڑھادی گئی تو إصابة ہوگیا۔ أصاب۔ إصابة کے معنی آتے ہیں : پانا، حاصل کرنا، درست اور ٹھیک کام کرنا أَصَابَ الرَّجُلُ فِي كلامه : صحیح بولنا۔ أصاب الرامی : پھینکنے والے کا تیر نشان پر ٹھیک لگنا۔ ذائدۃ : صیغہ اسم فاعل : بچانے والی۔ ذاد (ن) ذَوْدًا : دفع کرنا، ہٹانا۔ سورۃ قصص آیت ۲۳ میں ہے «وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُوْدَانِ» الزَّيْغ : کجی ـ زَاغَ (ض) زَيْغًا : کج ہونا، ٹیڑھا ہونا۔ سورۃ نجم آیت ۱۷ میں ہے «مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى» زاغ عن الحق : حق سے پھرنا۔

عَزِيمَة قَاهِرَة : عزیمۃ : پختہ ارادہ، جمع : عَزَائِم۔ عزم (ض) عَزْمًا : پختہ ارادہ کرنا قَاهِرَة : غالب آنے والی۔ قہر (ف) قَهْرًا : غالب آنا۔ هَوَى : خواہش، جمع أَهْوَاء۔ النَّفْس : جان، جمع : نُفُوْس۔ بَصِيرَة : دل کی بینائی، معرفت، جمع : بَصَائِر۔ والبصیرۃ للقلب والبصر للعین۔ نُدْرِك : صیغہ جمع متکلم از باب افعال أَدْرَكَ ـ إِدْرَاكًا : پانا۔

عِرْفَانَ الْقَدْر : عِرفان : مصدر ہے، عَرَفَ (ض) مَعْرِفَة، عِرْفَانًا : پہچاننا۔ الْقَدْر : (دال کے فتحہ اور سکون دونوں کے ساتھ درست ہے) اس کے کئی معنی آتے ہیں ① کسی چیز کی

انتہاء ② طاقت وقوت ③ برابر ومساوی، کہتے ہیں ھذا قدر ذاك یہ اس کے مماثل اور مساوی ہے ④ فیصلہ اور حکم، قدر اللہ یعنی قضاء اللہ ⑤ عزت وقار، قدر ومنزلت، یہاں مقامات میں بھی یہی معنی مراد ہیں، جمع : أقدار۔ قَدَر باب ضرب اور نصر سے مستعمل ہے اور اس کے مختلف معانی آتے ہیں قدر (ن ض) قُدْرة ، مَقْدِرةً : قوی اور طاقت ور ہونا، اسی سے ہے قادر اور قدیر ② تعظیم کرنا، جیسا کہ سورۂ زمر آیت ۶۷ میں ہے وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ③ رزق میں تنگی کرنا جیسا کہ سورہ شوریٰ آیت ۱۲ میں ہے اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ④ مقرر کرنا ⑤ قدر الشئَ بالشئ : ایک شی کو دوسری شی کی مقدار کے مطابق کرنا۔ ⑥ قدر الأمرَ : کام کے لئے تدبیر کرنا، غور وفکر کرنا۔

* * *

وَأَنْ تُسْعِدَنَا بِالْهِدَايَةِ إِلَى الدِّرَايَةِ ، وَتَعْضُدَنَا بِالإِعَانَةِ عَلَى الإِبَانَةِ ، وَتَعْصِمَنَا مِنَ الْغَوَايَةِ فِى الرِّوَايَةِ ، وَتَصْرِفَنَا عَنِ السَّفَاهَةِ فِى الْفُكَاهَةِ ؛ حَتَّى نَأْمَنَ حَصَائِدَ الأَلْسِنَةِ ، وَنُكْفَى غَوَائِلَ الزَّخْرَفَةِ ؛ فَلا نَرِدَ مَوْرِدَ مَأْثَمَةٍ ، وَلاَ نَقِفَ مَوْقِفَ مَنْدَمَةٍ ، وَلاَ نُرْهَقَ بِتَبِعَةٍ وَلاَ مَعْتَبَةٍ ، وَلاَ نُلْجَأَ إِلَى مَعْذِرَةٍ عَنْ بَادِرَةٍ .

اور یہ کہ آپ ہماری مدد کریں دانشمندی کی طرف رہنمائی کرکے، ہمیں قوت دیں بیان کرنے پر تعاون کے ساتھ، ہمیں بچائیں بات نقل کرنے میں گمراہی سے اور ہمیں پھیر دیں مذاق میں بیوقوفی سے یہاں تک کہ ہم محفوظ ہوجائیں زبان کی کٹی ہوئی کھیتوں سے (یعنی زبان کی تراشیدہ باتوں کے شر سے) اور ہم کافی کردیئے جائیں ملمع سازی کی ہلاکتوں سے (یعنی چکنی چپڑی اور مزین باتوں کے شر سے ہم بچائے جائیں) تاکہ ہم گناہ کے گھاٹ پر نہ آئیں اور ندامت کے مقام پر نہ کھڑے ہوں اور نہ ہم مکلف بنائے جائیں انجام بد کے اور نہ ناراضگی (وسرزنش) کے اور نہ ہی ہم مجبور کئے جائیں جلد بازی کی بات کی وجہ سے معذرت کی طرف۔

تُسْعِدَنا بالهِدَايَة : تُسعِدنا : یہ باب افعال سے واحد حاضر کا صیغہ ہے اور "نا" ضمیر مفعول بہ ہے، أسعَد - إسعادًا : مدد کرنا، تعاون کرنا - سَعِد (س) سَعَادَةً : سعادت مند اور نیک بخت ہونا، سَعَد (ف) سُعُودًا : بابرکت ہونا۔ الهداية : مصدر ہے هدى (ض) هدايةً : رہنمائی کرنا، راہ دکھانا، اس کے معنی إيصال إلى المطلوب کے بھی آتے ہیں اور إراءة الطريق کے بھی آتے ہیں، اس کے متعلق تفصیلی بحث نور الانوار اور شرح تہذیب وغیرہ میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس کے صلہ میں "إلى" اور "لام" استعمال ہوتا ہے جیسے سورۃ اعراف آیت ۴۳ میں ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِھٰذَا" اور سورۃ صٓ آیت ۲۲ میں ہے "وَاھْدِنَا اِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ" اور بغیر صلہ کے بھی مستعمل ہے، جیسے سورۃ فاتحہ میں ہے "اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ"

الدِراية : مصدر ہے، دَرَى الشئَ، وبالشئ (ض) دَرْيًا، دِرْيًا، دِرَايَةً : جاننا، بغیر صلہ کے بھی مستعمل ہے۔ اور صلہ میں حرف باء بھی آتا ہے

وتَعْضُدَنَا بالإعَانَة : تَعْضُدنا : یہ باب نصر سے واحد حاضر کا صیغہ ہے اور "نا" ضمیر مفعول بہ ہے، عَضَدَہ (ن) عَضْدًا : قوی کرنا، مدد کرنا۔ الإعانة : یہ باب افعال کا مصدر ہے اصل میں إعْوَان تھا، واؤ کی حرکت ماقبل کو دیدی گئی اور واؤ کو گرا کر اس کے عوض آخر میں تاء لگادی گئی، أعانه - إعانة : مدد کرنا، وفی الدعاء "ربِّ أعِنّی ولا تُعِنْ علیّ" وعَانَ الرَّجلُ (ن) عَوْنًا : آدمی کا درمیانہ عمر کا ہونا۔ الإبَانَة : یہ بھی باب افعال کا مصدر ہے، أبَان - إبَانَةً : ظاہر کرنا۔ بان (ض) بَيَانًا : ظاہر ہونا۔

وتَعْصِمنا مِن الغوايَة : تَعْصِم : صیغہ واحد مذکر حاضر ہے، عَصَم (ض) عَصْمًا : حفاظت کرنا، سورۃ ہود آیت ۴۳ میں ہے "لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ"

الغَوايَة : مصدر از باب ضرب، غوی (ض) غَوَايَةً : گمراہ ہونا، سورۃ نجم آیت ۲ میں ہے "مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی" رِوَاية : یہ بھی مصدر ہے رَوَى (ض) رِوَايةً : روایت کرنا۔

وتصرفنا عن السَّفاهَة : تصرف : (ض) صَرْفًا : پھیرنا۔ السفاهة : باب کرم کا مصدر ہے، سَفُهَ الرجلُ (ك) سَفَاهَةً، سَفَاهًا وسَفِهَ (س) سَفَهًا : احمق ہونا۔ الفُكَاهَة : فاء کے ضمہ کے ساتھ اسم مصدر ہے بمعنی مزاح اور فاء کے فتحہ کے ساتھ مصدر ہے، فَكِهَ (س)

فَکَاهَۃً : مذاق کرنا۔ "نَعْضد نا"، "تعصمنا" یہ سب صیغے منصوب ہیں کیونکہ ان کا عطف تُسْعِدَنَا پر ہے اور "تُسْعِدَنَا" منصوب ہے کیونکہ اس پر "أَنْ" ناصبہ داخل ہے

نَأْمَن حصائدَ الأَلسِنة : نأمن : صیغہ جمع متکلم مضارع ، أمِن (س) أمَانًا : محفوظ ہونا۔ حصائد: یہ حَصِیدَۃ کی جمع ہے: کھیتی، کھیت کا وہ حصہ جو درانتی سے کاٹا گیا ہو شریشی کہتے ہیں :

الحصائد جمع حَصيدة وهى الحُزْمة من الزَّرْع المحصود فهى فعيلة بمعنى المفعول .

یعنی حصیدۃ کٹی ہوئی کھیتی کے گٹھے کو کہتے ہیں ، اس کا وزن فعیلۃ ہے لیکن معنی میں مفعول کے ہے۔

حصد (ن ض) حَصْدًا ، حِصَادًا : کھیت کو درانتی سے کاٹنا، مثل ہے : مَنْ زَرَعَ الشَّرَّ حَصَدَ النَّدَامة : جو برائی بوئے گا ، پشیمانی کاٹے گا۔

حَصَائد الأَلسنة : وہ بُری باتیں جو دوسروں کے بارے میں کہی گئی ہوں۔

نُكْفى غوائلَ الزَّخْرَفة : نُكفى : یہ باب ضرب سے صیغہ جمع متکلم مضارع مجہول ہے ،كفى (ض) كِفَايَةً : کافی ہونا نُكفىٰ : ہم کفایت کئے جائیں یعنی منع کئے جائیں۔

غوائل : غائلة کی جمع ہے ، ہلاک کرنے والی مصیبت، حادثہ ۔ غال (ن) غَوْلاً : ہلاک کرنا

الزَّخْرَفَة : یہ باب بعثر کا مصدر ہے زَخْرَفَ الشئَ ۔ زَخْرَفَةً : مزین کرنا ، زَخْرَفَ القولَ : بات کو جھوٹ کی آمیزش سے مزین کرنا ، اردو میں ایسی بات کو "چکنی چپڑی بات" کہتے ہیں۔

لا نَرِدَ مَوْرِدَ مَأْثَمَة : ورد (ض) وُرُودًا : آنا ، وارد ہونا ، مَوْرِد : صیغہ ظرف : آنے کی جگہ ، گھاٹ ، جمع : مَوَارِد۔ مَأْثَمَة : مصدر میمی ہے۔ أثم (س) إثْمًا، مَأْثمًا، مَأْثَمَةً : گناہ کرنا۔

نَقِف مَوْقِف مَنْدَمَة : نَقِف : (ض) وُقُوفًا : کھڑا ہونا۔ مَوْقِف : صیغہ ظرف : کھڑے ہونے کی جگہ ۔ مَنْدَمَة : مصدر میمی ہے ، وہ چیز جو پشیمانی کا سبب بنے ، مَفْعَلة کا وزن سببی معنی پر دلالت کرتا ہے ، اس کی تفصیل مقدمہ میں گزر چکی ۔ نَدِم (س) نَدَامَة : نادم ہونا ۔

لانُرْهَق بِتَبِعَۃ : لانرہقُ: صیغۂ مجہول جمع متکلم مضارع از باب افعال أرہق۔ إرهاقًا کے کئی معنے آتے ہیں ① مبتلائے ظلم کرنا ② أَرْهَقَهُ عُسْرًا : مکلف بنانا، تکلیف دینا سورۂ کہف آیت ۷۳ میں ہے " لَاتُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا " کہتے ہیں لَاتُرْهِقْنِي أَرْهَقَكَ اللّٰهُ تو مجھ پر سختی نہ ڈال اللہ تجھ پر سختی نہیں ڈالے گا ③ جلدی کرانا ④ اپنی طاقت سے زیادہ کام پر اکسانا ⑤ أرهقه : پالینا ⑥ أرهق الصّلاة : آخر وقت تک مؤخر کرنا۔ مجرد میں باب سمع سے بھی کئی معنوں میں مستعمل ہے : ① رَهِقَ (س) رَهَقًا : احمق وجاھل ہونا۔ سورۂ جن آیت ٦ میں ہے " فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا " ② ظلم کرنا، سورۂ جن آیت ۱۳ میں ہے " فَلَايَخَافُ بَخْسًا وَّلَارَهَقًا " أی ظلمًا ③ چھانا، سورۂ یونس آیت ۲٦ میں ہے " لَايَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَاذِلَّةٌ " ④ جھوٹ بولنا ⑤ جلدی کرنا

تَبِعَة : مايَتَرَتَّبُ على الفعل خَيرًا كان أَوْشَرًّا یعنی کام کرنے کے بعد اس پر مرتب ہونے والا اچھا یا بُرا نتیجہ، انجام، ذمہ داری، جمع : تَبِعَات۔

مَعْتَبَة : (تاء کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ) اسم مصدر ہے بمعنی ناراضگی، عَتِبَ عليه (س) عَتَبًا، وعتب (ن) عَتْبًا : ملامت کرنا، اظہارِ ناراضگی کرنا، سرزنش کرنا۔

لانُلْجَأُ إلى مَعْذِرَة : نُلْجَأُ : صیغہ جمع متکلم مضارع مجہول از باب افعال، أَلْجَأَهُ : مجبور کرنا، لَجَأَ إليه (ف) لَجَأً : پناہ پکڑنا۔ مَعْذِرَة : یہ اسم مصدر ہے: وہ حجّت و دلیل جس کے ذریعہ سے عذر خواہی کی جائے، اردو میں بھی اسی معنی میں مستعمل ہے، جمع : معاذر۔ معاذیر، عذره (ض) عُذْرًا : عذر قبول کرنا۔ البادرة : تیزی، وہ نامناسب بات جو غصّہ کے وقت انسان کی زبان سے بے اختیار نکلے، جلدی سے سرزد ہونے والا غلط کلمہ، جمع بَوَادِر۔

***

اَللّٰهُمَّ فَحَقِّقْ لَنَا هَذِهِ الْمُنْيَةَ ، وَأَنِلْنَا هَذِهِ الْبُغْيَةَ ، وَلَا تُضْحِنَا عَنْ ظِلِّكَ السَّابِغِ ، وَلَا تَجْعَلْنَا مُضْغَةً لِلْمَاضِغِ ؛ فَقَدْ مَدَدْنَا إِلَيْكَ يَدَ الْمَسْأَلَةِ ، وَبَخَعْنَا بِالاسْتِكَانَةِ لَكَ وَالْمَسْكَنَةِ ، وَاسْتَنْزَلْنَا كَرَمَكَ الْجَمَّ ، وَفَضْلَكَ الَّذِي عَمَّ ، بِضَرَاعَةِ الطَّلَبِ ، وَبِضَاعَةِ الأَمَلِ .

اے اللہ! ہمارے لئے اس آرزو کو محقق فرمادیں، ہمیں یہ مطلوب عطا فرمادیں اور ہمیں اپنے سایہ کامل سے دھوپ میں نہ نکالیں اور ہم کو چبانے والے (ظالم) کا لقمہ نہ بنائیں چنانچہ ہم نے آپ کی طرف دست سوال دراز کیا ہے، آپ کے سامنے (اپنی) عاجزی و فقیری کا اعتراف کرلیا ہے اور ہم نے آپ کا کرم کثیر اور آپ کے اس فضل کا نزول طلب کیا ہے جو عام ہے، درخواست کی عاجزی اور امید کی پونجی کے ساتھ،

***

حَقِّقْ لَنَا هٰذِهٖ : حَقِّقْ : صیغہ امر حاضر ہے از باب تفعیل حَقَّقَهٗ : ثابت کرنا، المُنْيَة : آرزو، جمع : مُنًى، مَنَىٰ (ض) مَنْيًا : مقرر کرنا۔ أَنِلْنَا : یہ صیغہ امر حاضر ہے از افعال، اصل میں أَنْيِلْ تھا، یاء ماقبل حرف صحیح ساکن ہے، یاء کی حرکت ماقبل کو دیدی گئی اور اجتماع ساکنین کی وجہ سے یا گرادی گئی تو أَنِلْ بن گیا اور "نا" ضمیر مفعول بہ ہے، أنال ۔ إنالةً : عطا کرنا، دینا، نال (س) نَيْلاً پانا، حاصل کرنا۔ البُغْيَة : (باء کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ) حاجت، مقصد۔ لاَ تُضْحِنَا : صیغہ نہی مخاطب از باب افعال۔ أَضْحَى الرَّجُلُ : چاشت کے وقت میں داخل ہونا، ظاہر کرنا، أضحى الله ظِلَّكَ یعنی اللہ تیرے سایہ کو دور کر دے، مراد یہ ہے کہ تجھے ہلاک کر دے، یہاں لاَ تُضْحِنَا کے معنی ہیں لا تجعلنا فی الضحی یعنی آپ ہمیں اپنے سایہ سے نکال کر دھوپ میں نہ کھڑا کریں۔ ضَحِيَ (س) ضُحًى، ضَحَاءً : دھوپ لگنا، سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۹ میں ہے "إِنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ" ظِلّ : سایہ، جمع : ظِلال۔ السابغ : مکمل

وَلَا تَجْعَلْنَا مُضْغَةً لِلْمَاضِغِ : جَعَلَ (ف) جَعْلاً کے دو معنی عام طور سے آتے ہیں ایک بمعنی خلق؛ جیسا کہ سورۃ نبأ کی آیت ۶ میں ہے "أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا" اور دوسرے بمعنی صَيَّرَ جیسا کہ یہاں ہے۔ مُضْغَة : گوشت کا ٹکڑا، سورۃ مؤمنون آیت ۱۴ میں ہے "فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا" جمع : مُضَغ ۔ الماضِغ : چبانے والا، مضغ (ف) مَضْغًا چبانا

مَدَدْنَا إِلَيْكَ : مَدَّ (ن) مَدًّا : کھینچنا، لمبا کرنا۔ يد : ہاتھ، نعمت، احسان، جب یہ بمعنی ہاتھ ہو تو اس کی جمع أَيْد آتی ہے اور جب بمعنی نعمت و احسان ہو تو جمع أَيَادِي آتی ہے۔ المَسْئَلَة : سوال، جمع : مَسَائِل، یہ دراصل مصدر ہے۔ سَأَلَ (ف) سُؤَالاً، مَسْأَلَةً : سوال کرنا۔

بَخَعْنَا بِالِاسْتِكَانَةِ : بخع لہ (ف) بَخْعًا، بُخُوعًا، بَخَاعَةً : مطیع و فرمانبردار ہونا۔ بخع نفسہ : اپنے آپ کو قتل کرنا، سورۃ کہف آیت ۶ میں ہے "فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ" بخع بہ : اعتراف و اقرار کرنا۔ یہاں اسی معنی میں ہے۔ الاستکانۃ : عاجزی و مسکینی، اس لفظ کے اصل میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ اصل کَوْن ہے، اس صورت میں اس کا سین زائدہ ہوگا اور یہ باب استفعال کا مصدر ہوگا، اصل میں اِسْتِكْوَان بروزن استفعال تھا، واؤ متحرک ماقبل حرف صحیح ساکن تھا اس لئے حرکت واؤ ماقبل حرف کاف کو دیدی اور اجتماع ساکنین کی وجہ سے واؤ کو گرا کر اس کے آخر میں تاء عوض کی بڑھادی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس کی اصل سکن ہے، اس صورت میں سین اصلی ہوگا اور یہ باب افتعال کا مصدر ہوگا، اسْتِكَانٌ بروزن افتعال، تاء آخر میں وحدت کی بڑھادی گئی تو اسْتِكَانَۃ ہوگیا۔

اکثر اہل لغات نے اس کو مادہ کون میں ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلا قول راجح ہے اور یہ باب استفعال کا مصدر ہے، استکان الرجلُ : عاجزی کرنا، سورۃ آل عمران آیت ۱۴۶ میں ہے "وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا" اسْتَكَانَ اگر باب استفعال سے ہے تو کوئی اشکال نہیں ہوتا کیونکہ اصل میں اسْتَكْوَنَ تھا، تعلیل کے بعد استکان ہوگیا، لیکن اگر باب افتعال سے ہو تو پھر شبہ ہوتا ہے کہ ماضی استکن بروزن افتعل ہونا چاہئے، استکان الف کے ساتھ نہیں ہونا چاہئے اس شبہ کا حل یہ ہے کہ استکان میں الف اشباع کا ہے چنانچہ صاحب القاموس لکھتے ہیں :

> "استکان : خَضَعَ، وذَلَّ، افتعل مِنَ المَسْكَنَةِ اُشْبِعَتْ حَرَكَةُ عَيْنِهِ"
>
> یعنی استکان کے معنی ذلت و عاجزی کے ہیں اور یہ مَسْكَنَةٌ سے باب افتعال کا صیغہ ہے، اس کے عین کلمہ یعنی کاف کی حرکت میں اشباع کر دیا گیا ہے (اور اس طرح اِسْتَكَنَ کو اِسْتَكَانَ پڑھا جاتا ہے)

المَسْكَنَة، فقر و مسکینی، سَكُنَ (ك) سَكَانَةً : مسکین ہونا۔

اسْتَنْزَلْنَا كَرَمَكَ : استنزلنا : باب استفعال سے صیغہ جمع متکلم ہے استنزل : نزول طلب کرنا، نزل (ض) نُزُولًا : نازل ہونا۔ کَرَم : بخشش، مہربانی و سخاوت، یہ دراصل مصدر ہے کَرُمَ (ك) کَرَمًا، کَرَامَةً : کریم ہونا، شریف و سخی ہونا۔ الجَمّ : صیغہ صفت ہے بمعنی بہت زیادہ، جمع : جُمُوم۔ جَمَّ (ن) جَمًّا : زیادہ ہونا۔ عَمَّ (ن) عُمُومًا : عام ہونا۔ ضَرَاعَةً :

مصدر از فتح ضرع (ف) ضَرَاعَةً : عاجزی کرنا۔ الطَّلَب : مصدر از نصر، طلب (ن) طَلَبًا : طلب کرنا۔ بِضَاعَة : سرمایہ، پونجی، سامانِ تجارت، جمع : بَضَائع۔ سورۂ یوسف، آیت ۶۵ میں ہے «هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا» الأَمَل : امید، جمع : آمال۔

***

ـــــــــ ثُمَّ بِالتَّوَسُّلِ بِمُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْبَشَرِ ، وَالشَّفِيعِ الْمُشَفَّعِ فِي الْمَحْشَرِ ، الَّذِي خَتَمْتَ بِهِ النَّبِيِّينَ ، وَأَعْلَيْتَ دَرَجَتَهُ فِي عِلِّيِّينَ . وَوَصَفْتَهُ فِي كِتَابِكَ الْمُبِينِ ، فَقُلْتَ وَأَنْتَ أَصْدَقُ الْقَائِلِينَ : ﴿ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴾

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے جو کہ سید البشر ہیں، شفاعت (وسفارش) کرنے والے ہیں جن کی شفاعت محشر میں قبول کی جائے گی، جن کے ساتھ آپ نے نبیوں (کے سلسلہ نبوت) کو ختم فرمادیا اور ان کے درجہ کو مقام علیین میں آپ نے بلند فرمایا آپ نے اپنی واضح کتاب میں ان کی صفت بیان فرمائی چنانچہ آپ نے فرمایا —— اور آپ کہنے والوں میں سب سے زیادہ سچے ہیں —— وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین (ہم نے آپ کو نہیں بھیجا ہے مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بناکر)

***

بالتوسّل بمحمّد : تَوَسُّل : مصدر از بابِ تفعّل، تَوَسَّلَ إِلَى اللهِ بِفُلَان : فلاں کے ذریعہ سے اللہ کا تقرب حاصل کرنا۔ وَسَلَ إِلَيْهِ بِه (ض) وَسِيْلَةً کے بھی یہی معنی ہیں۔ مُحَمَّد : جس کی حمد و تعریف کی گئی ہو اور جس کے اوصافِ حمیدہ بکثرت ہوں۔ یہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے گرامی میں سے ہے۔ سَيِّد: سردار، جمع : سَادَة۔ یہ اصل میں سَيْوِدٌ تھا، واؤ کو یاء سے بدل کر ادغام کردیا گیا۔ سَادَ (ن) سِيَادَة : سردار ہونا۔ البَشَر: انسان، مخلوق، مذکر اور مؤنث اس میں برابر ہیں، جمع : أَبْشَار۔ الشَّفِيع : شفاعت کرنے والا، جمع شُفَعَاء، شفع (ف) شَفَاعَةً : سفارش کرنا۔ المُشَفَّع : صیغۂ اسم مفعول از بابِ تفعیل : وہ شخص جس کی شفاعت قبول کی جائے۔ شَفَّعَهُ فِي فُلَان : فلاں کے متعلق اس کی شفاعت قبول کرنا۔ المَحْشَر : جمع ہونے کی جگہ، حشر (ن ض) حَشْرًا : جمع کرنا۔

خَتَمْتَ بِهٖ: خَتَمَ الشیءَ (ض) خَتْمًا: ختم کرنا، آخر تک پہنچانا، خَتَمَ علیه: مہر لگانا، سورۃ البقرۃ آیت ۷ میں ہے "خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ" النبیّین: یہ نَبِیٌّ کی جمع ہے، اس لفظ کے اصل میں دو قول ہیں:

① پہلا قول یہ ہے کہ یہ نَبَأٌ سے مشتق ہے جس کے معنی خبر کے آتے ہیں أَنْبَأَهٗ: اس کو خبر دار کیا چونکہ نبی اللہ کی طرف سے اللہ کے احکام کا مُخْبِر ہوتا ہے اس لئے اس کو نبی کہتے ہیں، اس صورت میں اس کی اصل نَبِیْءٌ ہے۔ یہ فَعِیْلٌ کا وزن ہے اور فعیل بمعنی فاعل ہے یعنی خبر دینے والا البتہ آخر میں ہمزہ کو چھوڑ دیتے اور اس کے عوض میں یاء لے آتے ہیں پھر پہلی یاء کا دوسری میں ادغام ہوا تو نَبِیٌّ بنا جیسے ذُرِّیَّة بَرِیَّة اور خابِیَة کے الفاظ ہیں ان لفظوں میں بھی یاء کی جگہ دراصل ہمزہ ہے، اصل لفظ ذُرِّیْئَةٌ، بَرِیْئَة اور خَابِئَةٌ ہے، چنانچہ بعض لوگ اصل کے مطابق اس کو ہمزہ کے ساتھ نَبِیْءٌ پڑھتے ہیں۔

② دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نَبْوَةٌ یا نَبَاوَةٌ سے مشتق ہے جس کے معنی زمین کے بلند حصّہ کے آتے ہیں چونکہ نبی کی ذات باقی انسانوں کی بہ نسبت بلند واشرف ہوتی ہے اس لئے اسے نبی کہا جاتا ہے، اس صورت میں یہ فعیل کے وزن پر بمعنی مفعول ہوگا اور غیر مہموز ہوگا۔ البتہ راجح قول پہلا ہے۔

أَعْلَیْتَ درجته أَعْلَیْتَ: صیغہ مخاطب از باب افعال، أعلاه اللّٰه: اللہ اس کو بلند کرے، علا فی المکان (ن) عُلُوًّا: بلند ہونا۔ عَلِیَ فی الشرف (س) عَلَاءً: بلند ہونا۔ دَرَجَة: مرتبہ، جمع: دَرَجات۔ عِلِّیّیْن: یہ عِلِّیٌّ کی جمع ہے، صاحب القاموس المحیط لکھتے ہیں:

"عِلِّیُّوْنَ: جمع عِلِّیّ: فی السماء السابعة، تصعد إلیه أرواح المؤمنین"

یعنی عِلِّیُّون عِلِّیّ کی جمع ہے، ساتویں آسمان میں وہ بلند مقام جہاں مؤمنین کی ارواح جاتی ہے۔

علامہ شریشی نے اس کو عِلِّیَّةٌ کی جمع قرار دیا ہے بمعنی اعلی الجنّة۔ وصف (ض) وَصْفًا: بیان کرنا۔ المُبِیْن: صیغہ اسم فاعل از باب افعال بمعنی واضح اور واضح کرنے والا (لازم و متعدی) أبان۔ إبانَةً: واضح ہونا، واضح اور جدا کرنا۔ عالَمِیْن یہ عالَم کی جمع سالم ہے قاعدہ کی رو سے اس کی جمع عَوَالِم آنی چاہیئے لیکن اہل عقل کی تغلیب کی وجہ سے اس کی جمع مذکر سالم کے وزن پر مستعمل ہے أرسل۔ إرسالًا: بھیجنا۔ رَسِلَ الشَّعْرُ (س) رَسَلًا: بالوں کا لمبا ہونا

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ الْهَادِينَ، وَأَصْحَابِهِ الَّذِينَ شَادُوا الدِّينَ، وَاجْعَلْنَا لِهَدْيِهِ وَهَدْيِهِمْ مُتَّبِعِينَ، وَانْفَعْنَا بِمَحَبَّتِهِ وَمَحَبَّتِهِمْ أَجْمَعِينَ، إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، وَبِالْإِجَابَةِ جَدِيرٌ.

اے اللہ! ان پر اور ان کے ہدایت دینے والے آل پر اور ان کے اصحاب پر رحمت نازل فرمادیں جنہوں نے دین کو مضبوط کیا اور ہمیں آپ کی اور آپ کے اصحاب کی سیرت و طریقہ کی پیروی کرنے والا بنادیں اور آپ کی اور تمام صحابہ کی محبت سے ہمیں نفع پہنچادیں، بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں اور دعا قبول کرنے کے سزاوار!

* * *

فَصَلِّ علیه : صَلِّ : یہ صیغہ امر حاضر ہے از باب تفعیل، صَلَّى على النبی - صَلاۃً : درود بھیجنا۔ صَلاۃ اسم ہے، مصدر نہیں لیکن مصدر کی جگہ استعمال ہوتا ہے، چنانچہ صَلَّى - صَلاۃ کہتے ہیں صَلی۔ تَصْلِیَۃً نہیں کہتے، حالانکہ باب تفعیل سے صلی کا مصدر تَصْلِیَۃ ہے، چنانچہ صاحب مختار الصحاح لکھتے ہیں :

الصَّلاة : الدعاء، والصلاة من الله تعالى الرحمة والصلاة واحدة الصَّلَوات المفروضة، وهو اسم يوضع موضع المصدر، يقال: صَلَّى صَلاة، ولا يقال : تَصْلِيَةً

اسی طرح علامہ فیروز آبادی القاموس المحیط میں لکھتے ہیں :

الصلاة : الدعاء، والرحمة، والاستغفار وحُسْنُ الثناء من الله عز وجل على رسوله صلى الله عليه وسلم، وعبادة فيها ركوع وسجود اسم يوضع موضع المصدر وصَلَّى صلاة، لا تصلية۔

آلہ : لفظ آل کے متعلق تین پہلوؤں سے یہاں مختصر بات عرض کی جاتی ہے، پہلا یہ کہ اس کے کتنے معنی ہیں، دوسرا یہ کہ اس کا مآخذ اور اصل کیا ہے اور تیسرا یہ کہ آل اور اھل میں کیا فرق ہے۔

لفظ آل کے عموماً تین معنی آتے ہیں ① سراب ② آل کل شئ : شخصه یعنی بمعنی شخص ③ آل الرجل : اهله وعياله واتباعه یعنی اہل وعیال اور اتباع کرنے والے

لفظ آل کی اصل اور ماخذ کیا ہے اس میں اختلاف ہے اور چار قول ایسے ہیں جو دل کو لگتے ہیں ،

ویسے مولانا موسیٰ روحانی بازی مدظلہم نے اس لفظ پر ایک مستقل کتاب "النہج السہل إلى مباحث الآل والاھل" کے نام سے لکھی ہے اور اس میں انہوں نے سترہ اقوال ذکر کیے ہیں یہاں ان میں سے چار ذکر کیے جاتے ہیں :

① آل کی اصل "أھل" ہے، ہاء کو ہمزہ سے بدل دیا أأل ہو گیا پھر بقاعدہ آمن دوسرے ہمزہ کو الف سے بدل دیا تو آل بن گیا
یہ سیبویہ کی تحقیق ہے اور جمہور نحاۃ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے
ان حضرات کا کہنا ہے کہ آل کی تصغیر أُھَیل آتی ہے اور تصغیر ہی ایک ایسی کسوٹی ہے جس کے ذریعہ کسی لفظ کی اصل کو پرکھا جاسکتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس کی اصل اور ماخذ أَھْلٌ ہے کیونکہ تصغیر أُھَیلٌ ہے۔

② دوسرا قول نحو اور قرارت کے مشہور امام کسائی کا ہے، وہ فرماتے ہیں اس کی اصل أَوَل تھا، واوَ ماقبل مفتوح کو قال کے قاعدہ سے الف کے ساتھ بدلا تو آل ہو گیا، آلَ الیہ (ن) أَوْلاً : لوٹنا، پناہ پکڑنا، چونکہ انسان کے اہل وعیال بھی اس کی طرف لوٹتے ہیں اس لیے اہل وعیال کو آل کہتے ہیں۔ باقی آل کی تصغیر أُوَیل آتی ہے۔ کسائی نے کہا میں نے ایک اعرابی کو یہ کہتے سنا أَھْل أُھَیل، آلٌ أُوَیل، معلوم ہوا اس کے حروف اصلیہ أَوْل ہیں۔

مولانا موسیٰ روحانی بازی نے اسی قول کو راجح قرار دیا اور تیرہ وجوہ ذکر کر کے پہلے قول کو مرجوح قرار دیا ہے۔

③ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ أَلَۃٌ سے ماخوذ ہے چونکہ انسان کے اہل وعیال اس کے لیے بمنزلہ آلہ کے مددگار و معاون ہوتے ہیں اس لیے انہیں آل کہا جاتا ہے۔

④ چوتھا قول مولانا موسیٰ روحانی بازی کا ہے، وہ فرماتے ہیں اس کی اصل أَلٌّ ہے جس کے معنی قرابت ورشتہ داری کے ہیں، پھر ایک لام کو الف سے بدل دیا تو آل بن گیا اور عربی زبان میں اس کی کئی نظائر ہیں کہ جہاں حرف مکرر ہو تو اس میں سے ایک کو الف سے بدل دیتے ہیں، جیسے قرآن کریم کی آیت میں ہے وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا اصل میں دَسَّسَ تھا ایک سین کو الف سے بدل دیا گیا دسّا ہوا، ٹھیک اسی طرح یہاں پر بھی أَلٌّ میں لام مشدد ومکرر ہے، ایک لام کو الف سے بدلا تو آل بن گیا۔

تیسری بحث ہے آل اور أھل کے درمیان فرق کے متعلق، مولانا موسی روحانی بازی صاحب نے ان دونوں کے درمیان اڑتیس فرق بیان کیے ہیں جن میں سے بعض ہم نے آگے دوسر

مقامہ کی ابتداء میں لکھے ہیں مثلاً یہ کہ آل اشراف کی طرف مضاف ہوتا ہے جب کہ أھل عام ہے، آل ذوی العقول کی طرف مضاف ہوتا ہے، أھـل عام ہے وغیرہ۔

درود وغیرہ میں جو آل استعمال ہوتا ہے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال اور مومنین ومتبعین سب شامل ہوسکتے ہیں کیونکہ آل کے معنی اہل وعیال کے بھی ہے اور متبعین کے بھی۔

أصحابه: یہ صَحْبٌ کی جمع ہے اور صَحْبٌ صَاحِبٌ کی جمع ہے۔ صحابہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ رفقاء مراد ہیں جنہوں نے ایمان کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا یا آپ کو پایا ہو اور اسی ایمان کی حالت میں پھر ان کی وفات ہوئی ہو۔

شادوا الدین: شاد (ض) شَيْدًا: مضبوط بنانا، مستحکم کرنا الدین: مذہب، طریقہ، شریعت، جمع: أدْيان۔ هُدًى: طریقہ۔ مُتَّبِعِيْنَ: صیغہ اسم فاعل از باب افتعال، اِتَّبَعَه: اتباع کرنا۔ ایک تاء اصل ہے اور ایک تاء افتعال کی ہے۔ انفعنا: صیغہ امر حاضر از باب فتح اور "نا" ضمیر مفعول بہ ہے، نفعه (ف) نَفْعًا: فائدہ پہنچانا۔ مَحَبَّةٌ: اسم مصدر ہے محبت، حَبَّه (ض) حُبًّا، حِبًّا: محبت کرنا۔ الإجابة: مصدر ہے از باب افعال، أجاب إِجَابَةً: جواب دینا، قبول کرنا، سورۃ نمل آیت ۶۲ میں ہے "اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ" جَدِيْرٌ: لائق، سزاوار، جمع: جُدَرَاءُ، جَدُرَ بكذا، ولكذا (ك) جَدَارَةً: سزاوار اور لائق ہونا۔

***

وَبَعْدُ، فَإِنَّهُ قَدْ جَرَى بِبَعْضِ أَنْدِيَةِ الْأَدَبِ الَّذِي رَكَدَتْ فِي هٰذَا الْعَصْرِ رِيحُهُ، وَخَبَتْ مَصَابِيحُهُ، ذِكْرُ الْمَقَامَاتِ الَّتِي ابْتَدَعَهَا بَدِيعُ الزَّمَانِ، وَعَلَّامَةُ هَمَذَانَ رحمه الله تَعَالَى. وَعَزَا إِلَى أَبِي الْفَتْحِ الإِسْكَنْدَرِيِّ نَشْأَتَهَا، وَإِلَى عِيسَى بْنِ هِشَامٍ رِوَايَتَهَا، وَكِلَاهُمَا مَجْهُولٌ لَا يُعْرَفُ، وَنَكِرَةٌ لَا تَتَعَرَّفُ.

حمد و صلاۃ کے بعد! علم ادب جس کی ہوا اس زمانے میں ٹھہر گئی ہے اور جس کے چراغ
۱ بجھ گئے ہیں کی بعض مجلسوں میں اس مقامات کا ذکر ہونے لگا جس کو ہمدان کے علامہ بدیع
الزمان رحمہ اللہ نے ایجاد کیا اور جس کے انشاء کو انہوں نے ابو الفتح اسکندری کی طرف

اور اس کی روایات کو عیسی بن ھشام کی طرف منسوب کیا ہے، وہ دونوں ایسے مجہول ہیں
کہ پہچانے نہیں جاتے اور ایسے نکرہ ہیں جو معرفہ نہیں بن سکتے۔

* * *

و بعد : بعد اور قبل کے اعراب کی مشہور تین حالتیں ہیں، دو حالتوں میں یہ معرب ہوتے ہیں اور ایک حالت میں مبنی ہوتے ہیں، ان کا مضاف الیہ یا مذکور ہوگا یا محذوف، اگر مذکور ہے تو معرب ہوں گے، اگر محذوف ہے تو پھر یا منوی ہوگا یا نسیاً منسیا ہوگا، نسیا منسیا کی صورت میں بھی معرب ہوتے ہیں البتہ محذوف منوی کی صورت میں مبنی ہوتے ہیں۔ یہاں بعد کا مضاف الیہ محذوف منوی ہے یعنی بعد الحمد والصلاۃ اس لیے مبنی بر ضم ہے۔

جری ببعض أندِیة : جَرٰی (ض) جَرْیًا : جاری ہونا، دوڑنا، بہنا۔ جَرَی الانتخابُ هذا الاسبوع ۔ جَرَیانًا : الیکشن ہونا۔ جَرَیان الاحتفال بمناسبة کذا : کسی موقعہ پر تقریب ہونا، جَرَیان التحرّیات : تحقیقات ہونا۔ أَندِیَة : یہ نَدِیٌّ کی جمع ہے بمعنی مجلس ندا (ن) نَدْوًا : جمع ہونا، جمع کرنا (لازم ومتعدی)

رَکَدَتْ رِیحُه : رکد (ن) رُکُودًا : ٹھہرنا، رُک جانا۔ العصر : زمانہ، جمع : أعصار أَعْصُر، عُصُوْر۔ ریح : ہوا، جمع : رِیَاح۔ قرآن کریم میں عموماً جہاں یہ جمع استعمال ہوا ہے وہاں نعمت ورحمت مراد ہے، جیسے سورۃ حجر آیت ۲۲ میں ہے " وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ "، اور جہاں مفرد استعمال ہوا ہے وہاں عذاب وسزا کے لیے آیا ہے جیسے کہ سورۃ قمر آیت ۱۹ میں ہے " إِنَّآ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا "

خَبَتْ مَصابِیحُه : خبا (ن) خَبْوًا : بجھنا، سورۃ اسراء آیت ۹۷ میں ہے " كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا " مصابیح : چراغ، مفرد : مِصْبَاح۔

ابتَدَعَها بَدِیعُ الزَّمان : ابتدع : باب افتعال سے ہے کسی چیز کو بغیر نمونہ کے ایجاد کرنا، بنانا بَدَعَ (ف) بَدْعًا : کے بھی یہی معنی ہیں۔

علامہ بدیع الزّمان

ابو الفضل احمد بن حسین بدیع الزماں ہمذانی چوتھی صدی کے مشہور عربی ادیب ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مقامات کا اسلوب ایجاد کیا اور چار سو مقامات لکھے، جن کی اتباع علامہ حریری نے اپنے مقامات میں کی ہے اور حریری نے ان کے فضل وتفوّق کا یہاں اپنے خطبہ میں اعتراف کیا ہے۔

علامہ بدیع الزماں کا حافظہ اس قدر غضب کا تھا کہ چار پانچ اوراق پر سرسری نظر ڈال لیتے اور وہ سارے اوراق انہیں حفظ ہوجاتے، علامہ ثعالبی نے یتیمۃ الدھر (ج ۴ ص ۲۴۱) میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ پچاس ابیات پر مشتمل ایک قصیدہ ان کے سامنے پڑھا گیا جو انہوں نے پہلی بار سنا اور ایک ہی بار سننے سے وہ انہیں یاد ہوگیا۔ علامہ ثعالبی ان کے متعلق لکھتے ہیں:

فانہ کان صَاحِبَ عجَائِبَ، وبَدائعَ وغرائبَ...، وکان مع هٰذا مَقبولَ الصُّورةِ، خَفيفَ الرُّوحِ، حَسَنَ المُعشرةِ، نَاصِعَ الظَّرفِ عَظِيمَ الخُلُقِ، شريفَ النفس، كَرِيمَ العَهدِ، خالصَ الوُدِّ، حُلُوَّ الصَّداقة، مُرَّ العداوة .... أَملَى أربعمائة مقامةً نَحَلها أبا الفتح الإسكندرى ... مِن لفظ أنيق قريبِ المأخذ، بعيدِ المَرام، وسَجعٍ رَشيقِ المَطلَعِ والمَقطَعِ كسَجعِ الحَمام .... ناداه الله فلَبّاه، وفارق دنياه في سنة ثلاث وتسعين وثلثمائة، فقامَتْ نوادبُ الأدب، وانثَلَمَ حَدُّ القلم، وبكاه الفضائل مع الأفاضل ورَثَاه الأكارم مع المكارم، على أنه مامات مَنْ لَمْ يَمُتْ ذِكْرُه، ولقد خَلَدَ مَنْ بَقِيَ عَلَى الأَيّامِ نَظْمُه ونَثْرُه، والله عزوجل يتولّاه بعفوه وغُفرانه ويحييه بروحه ورَيحانه.

علامہ بدیع الزماں کے تذکرہ میں علامہ ثعالبی کی چونکہ یہ بڑی خوبصورت عبارت ہے اس لئے ہم نے اسے یہاں نقل کیا کہ عربی ادب کے طالب علم کو اس طرح کی تعبیرات یاد کرنی چاہئیں۔

علامہ بدیع الزماں کے مقامات کی طرح ان کے خطوط ورسائل بھی بڑے مشہور ہیں، علامہ ابن خلکان نے وفیات الاعیان (ج ۱ ص ۱۲۸) میں ان کے کچھ خطوط نقل کئے ہیں، ان کا ایک

خط ہے :

الماء اذا طال مَكْثُه، ظهر خُبْثُه ، واذا سكن مَتْنُه، تحـَـرك نَتْنُه ، وكذلك الضيف يَسْمُج لقاؤه ، إذا طال ثَوَاؤه، ويَثْقُل ظلّه، إذا انتهى محلّه . والسلام .

پانی کا مکث ٹھہراؤ جب لمبا ہوجاتا ہے تو اس کی خرابی ظاہر ہونے لگتی ہے، جب اس کی تہہ ساکن ہوجاتی ہے تو اس کی بدبو متحرک ہونے لگتی ہے، اسی طرح مہمان ہے جب اس کے رہنے کی مدت لمبی ہوجاتی ہے تو اس کی ملاقات بُری لگتی ہے، اس کا سایہ ثقیل ہوجاتا ہے جب اس کا رہنا انتہار کو پہنچ جاتا ہے۔

تعزیت کے سلسلہ میں ان کا ایک اور خط ہے :

الموت خَطْبٌ قد عَظُمَ حتى هان ، ومَسٌّ قد خَشُنَ حتى لان والدُّنيا قد تنكّرت حتى صار الموت أخفَّ خُطوبِها ، وجَنَتْ حتى صار أصغرَ ذُنوبِها ؛ فلتنظر يُمْنَةً، هل ترى إلا مِحْنَةً، ثم يُسْرَةً هل ترى إلا حَسْرةً .

موت ایک اتنا عظیم حادثہ ہے اور اس قدر شدید چوٹ ہے کہ (اس کا احساس نہیں کیا جاسکتا اور) وہ ہلکی اور نرم معلوم ہونے لگتی ہے ، دنیا اس قدر نامانوس چیز ہے کہ موت اس کا ایک ہلکا حادثہ بن گئی ہے اور اس قدر جنایت کرتی ہے کہ موت اس کا ایک چھوٹا گناہ معلوم ہوتا ہے، سو آپ اپنے گرد و پیش پر نظر ڈالیں آپ کو ابتلاو آزمائش اور حسرت وندامت کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا۔

ان کے ایک اور خط کا یہ سرنامہ بھی بڑا دلچسپ ہے :

حَضْرتُه التي هي كَعْبَةُ المُحتاج ، لا كعبةُ الحجّاج ، ومَشْعَرُ الكَرَم لا مَشْعَرُ الحَرَم ، ومُنَى الضيفِ ، لا مِنَى الخَيْفِ ، وقِبْلة الصِّلات لا قِبْلة الصّلاة .

مُنَى الضيفِ : مہمان کی تمنائیں، مُنی مُنْيَة کی جمع ہے : آرزو۔ مِنی الخیف سے مقام منی مراد ہے ۔ الصِّلات : انعام ۔

علامہ بدیع الزمان خود ہمذان کے رہنے والے تھے جو خراسان ایران کا مشہور شہر ہے لیکن عجیب

بات یہ ہے کہ انہیں ہمذان سے کوئی محبت نہیں تھی بلکہ اس کی مذمت میں انہوں نے یہ دلچسپ شعر کہے ہیں :

هَمَذان لی بلد أقول بفضله لكنه من أقبح البُلدان

صبيانه فی القبح مثل شيوخه وشيوخه فی العقل کالصبيان

یعنی ہمذان میرا شہر ہے اور میں اس کے فضل کا قائل ہوں لیکن درحقیقت وہ ایک بدترین شہر ہے، اس کے بچے ظاہری بدصورتی میں اس کے بوڑھوں کی طرح ہیں اور اس کے بوڑھے عقل میں بچوں کی طرح (کم عقل) ہیں۔

ان کی وفات ۳۹۸ھ کو ہوئی، علامہ ابن خلکان نے ان کی وفات کا حیرت انگیز واقعہ لکھا ہے کہ وہ بیمار تھے، بیماری کے عالم میں ان پر سکتہ طاری ہوا، لوگ سمجھے کہ انتقال کر گئے اس لئے ان کی تکفین وتجہیز کر دی گئی اور انہیں دفن کر دیا، حالانکہ آپ زندہ تھے، قبر میں ہوش آیا تو چیخ پڑے، لوگوں نے قبر دوبارہ کھولی تو آپ نے داڑھی ہاتھ سے پکڑی تھی اور قبر کی ہولناکی کی وجہ سے انتقال فرما گئے تھے۔

علامہ بدیع الزمانؒ نے چار سو مقامے لکھے ہیں جو چھپ چکے ہیں، انہیں اس لحاظ سے کہ وہ اس صنفِ ادب کے خالق ہیں علامہ حریری پر فوقیت اور برتری حاصل ہے، علامہ شریشی نے لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں کسی ادیب سے بدیع اور حریری کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ بدیع "بدیع الزماں" ہے اور حریری تو بدیع "یوم" بھی نہیں۔

شریشی نے اپنے استاد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بدیع الزمان کے مقامات میں بے ساختگی اور آمد ہے جب کہ حریری کے مقامات میں تکلف اور آورد ہے۔ علامہ بدیع الزماں اپنے شاگردوں سے کہتے تم کوئی موضوع منتخب کرو ہم اس پر مقامہ لکھوا دیتے ہیں، چنانچہ ان کے شاگرد اپنی مرضی کے مطابق ایک موضوع منتخب کرتے اور علامہ بدیع الزماں اسی وقت ارتجالاً اس پر ایک مقامہ انہیں لکھوا دیتے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ علامہ بدیع الزماں ایک عبقری ادیب تھے اور اس صنف میں اولیت کا شرف انہیں کو حاصل ہے تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ جو مقبولیت اور ادب کا جو بلند معیار علامہ حریری کے مقامات میں نظر آتا ہے، وہ مقاماتِ بدیع میں نہیں بلکہ مقاماتِ بدیع کی شہرت اور تذکرہ بھی غالباً مقامات حریری کی وجہ سے ہے اگرچہ حریری کا درجہ اس صنف میں تخلیقی نہیں، تقلیدی ہے۔

خود علامہ حریری نے بھی اپنے مقامات کی ندرت، انفرادیت اور مقامات بدیع پر فوقیت کے متعلق بڑا حکیمانہ اور ادیبانہ اسلوب اختیار کیا ہے، علامہ حریری نے اولاً خطبہ میں علامہ بدیع الزمان کی فوقیت کا کھلے دل سے اعتراف کیا، پھر عدی بن رقاع کے دو شعر ذکر کیے جس کے آخر میں ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے "الفضل للمتقدم" اس میں ایک نفیس اشارہ اس طرف کر دیا کہ بدیع الزمان کو فوقیت صرف

تقدم کی وجہ سے ہے ۔ پھر آگے چھٹے مقامے میں صاف کہہ دیا کہ ادب کی اصناف میں متقدمین اور متاخرین سب برابر ہیں جو اصناف ادب متقدمین پیش کر چکے ہیں اگر وہ نہ کرتے تو بعد کے لوگ پیش کر دیتے ۔

لیکن آخر میں جاکر ۴۷ مقامہ میں علامہ حریری نے صاف اعلان کر دیا کہ متاخر کو متقدم پر اور انہیں علامہ بدیع پر فوقیت حاصل ہے ، چنانچہ انہوں نے مقامات بدیع کے مرکزی کردار ابو الفتح اسکندری کا صراحت کے ساتھ نام لے کر کہا :

إن یکن الإسکندری قبلی فالطَّلُّ قد یَبْدُو أمامَ الوَبْل

والفضل للوابل لا للطَّلّ

یعنی اگر ابو الفتح اسکندری مجھ سے پہلے ہو گزرا ہے تو بسا اوقات شبنم بارش سے پہلے ظاہر ہوتی ہے تاہم فضل و تفوق بارش کو حاصل ہے، شبنم کو نہیں ۔

اس طرح علامہ حریری نے ایک نفیس اسلوب میں آخر میں جاکر اپنی برتری کا اعلان کر دیا۔

عَلاَّمة هَمَذان : عَلاَّمة : بہت جاننے والا ، اس میں تاء مبالغہ کی ہے جیسے رَاوِيَة، نَسَّابَة ، لَحَّانَة ہیں۔ ان میں بھی تاء مبالغہ کی ہے اور یہ مذکر کے لئے مستعمل ہیں ۔

ھمذان ایران کے صوبہ خراسان میں واقع مشہور شہر ہے ، علامہ حموی نے معجم البلدان (ج ۵ ص۱۱۰) میں لکھا ہے کہ ہمذان اور اصفہان دونوں بھائی تھے اور دونوں نے شہر بنائے ، موجودہ شہران ہی کی طرف منسوب ہے ، ہمذان کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمادی الاولی ۲۴ھ ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے چھ ماہ بعد فتح کیا۔ ہمذان کی سردی بڑی مشہور ہے ، شعراء نے اس کی سردی کے بیان میں بڑی مبالغہ آرائی کی ہے کہ وہاں سردی میں آگ بھی ٹھنڈی معلوم ہوتی ہے ۔

ابو سرح کے شعر ہیں :

النَّار فی هَمَذان یَبْرُدُ حَرُّهَا والبَرْدُ فی هَمَذان داء مُسْقِمُ

والفقر یکتم فی بلاد غیرها والفقر فی هَمَذان مالا یُکْتَم

لیکن سردی کے ساتھ ساتھ ھمذان ایک باغ و بہار شہر ہے ، وہاں کی زمین اور پہاڑ سرسبز و شاداب ہیں ۔ علامہ بدیع الزمان اسی شہر کے رہنے والے تھے ۔

وعَزَى نَشْأَتَها : عَزَى (ض) عَزْيًا ، وعَزَا (ن) عَزْوًا : منسوب کرنا ۔ نَشْأَةً : یہ اسم اشارہ کا مصدر ہے بمعنی ایجاد و اختراع اور تربیت و نشوونما ۔ أنشأه الله : خلقه ۔ نَشَأَ (ف) نَشْأً ، نَشْأَةً : نیا ہونا ، جوان ہونا ۔ سورۃ واقعہ آیت نمبر ۶۲ میں ہے : وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ »

كلاهما : کِلا لفظاً مفرد ہے اور معنی کے لحاظ سے تثنیہ ہے ۔ مجھُول : صیغہ اسم مفعول بمعنی گمنام جَھِل (س) جَھْلاً : جاہل ہونا۔ لایُعرَف : صیغہ مجہول ۔ عَرَفَ (ض) مَعْرِفَۃً : پہچاننا۔
نَکِرَۃ لاتتعرَّف : نکرۃ : معرفہ کی نقیض ہے۔ نَکِرَ (س) نُکْرًا، نُکُورًا : ناواقف ہونا، نہ پہچاننا۔ لاتتعَرَّف : صیغہ واحد مؤنث غائب از باب تفعل ، تَعَرَّفَ الاسمُ : اسم نکرہ کا معرفہ ہونا ۔ تَعَرَّفَ الشئَ : طلب کرنا یہاں تک کہ پہچان لینا ، نکرۃ لاتتعَرَّف : ایسا نکرہ جو معرفہ نہیں بن سکتا۔

***

فأشار مَنْ إشَارَتُهُ حُكْمٌ ، وَطَاعَتُهُ غُنْمٌ ، إلَى أَنْ أُنْشِئَ مَقَامَاتٍ أَتْلُو فِيهَا تِلْوَ الْبَدِيعِ ، وَإِنْ لَمْ يُدْرِكِ الظَّالِعُ شَأْوَ الضَّلِيعِ ، فَذَا كَرْتُهُ بِمَا قِيلَ فِيمَنْ أَلَّفَ بَيْنَ كَلِمَتَيْنِ ، وَنَظَمَ بَيْتًا أَوْ بَيْتَيْنِ ،

چنانچہ اس شخص نے (مجھے) اشارہ کیا جس کا اشارہ حکم (کا درجہ رکھتا) ہے اور جس کی فرمانبرداری غنیمت ہے، اس بات کی طرف کہ میں مقامات لکھوں، اسمیں علامہ بدیع الزمان کی پیروی کروں ــــ اگرچہ لنگڑا بیل قوی گھوڑے کی رفتار کو نہیں پاسکتا ــــ تو میں نے انہیں وہ بات یاد دلائی جو اس شخص کے بارے میں کہی گئی ہے جس نے دو کلمے تألیف کئے ہوں یا ایک دو شعر نظم کئے ہوں،

***

أَشَارَ ۔ إشَارَۃً : اشارہ کرنا۔ اشارہ کرنے والے سے یہاں نوشیروان بن خالد مراد ہے جس کی تفصیل ابتداء میں گزر چکی۔

طاعته غُنْم : طَاعَ (ن) طَوْعًا : تابع ہونا، سورۃ محمد آیت ۲۱ میں ہے " وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ مَّعْرُوفَةٌ " غُنْمٌ : غنیمت، بغیر محنت ومشقت کے کسی چیز کا حصول، کہتے ہیں الغُنْم بالغُرْم یعنی جو شخص کسی چیز سے فائدہ حاصل کرتا ہے اس کا نقصان بھی اسی کو برداشت کرنا ہوتا ہے جمع : غُنُوم ۔ أتلو : (ن) تَلْوًا : پیچھے چلنا ۔ تَلَا ۔ تِلَاوَۃً : تلاوت کرنا۔

لم يُدْرِكِ الظَّالِع : أدرك - إدراكًا : پانا - الظالع : صیغہ اسم فاعل از باب فتح لنگڑا۔ ظلع (ف) ظلعًا : لنگڑا کر چلنا ، جمع : ظُلَّع - شَأْو : مدت ، غایت - شَأَى (ف) شَأْوًا : آگے بڑھنا - ضليع : قوی ، جمع : ضُلَّع ، ضَلُع (ک) ضلاعةً : قوی ہونا۔

ظالع لنگڑے بیل اور ضلیع قوی گھوڑے کو بھی کہتے ہیں ، لَمْ يُدْرِك الظَّالِع شَأْو الضَّلِيع محاورہ ہے یعنی لنگڑا بیل قوی گھوڑے کی غایت اور رفتار کو نہیں پا سکتا مطلب یہ ہے کہ کمزور اور ضعیف قوی اور طاقت ور جیسا کام نہیں کر سکتا۔ ذَاكَرَ - مُذَاكَرة : ایک دوسرے کو یاد دلانا ، أَلَّفَ : از باب تفعیل ، أَلَّفَ - تَأْلِيفًا : جوڑنا ، ملانا ، تصنیف و تالیف کرنا نظم (ض) نَظْمًا : پرونا ، شعر بنانا۔ بَيْت ، گھر ، شعر جمع : أَبْيَات جب گھر کے معنی میں ہو تو جمع بُيُوت آتی ہے

علامہ حریری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب مقامات بدیع کے اسلوب پر مجھے مقامات لکھنے کا حکم دیا گیا تو میں نے حکم دینے والے سے معذرت کی اور وہ مشہور مقولہ یاد دلایا جو ایک دو کلمہ تالیف کرنے یا ایک دو شعر کہنے والے کے متعلق کہا گیا ، وہ مقولہ کیا ہے ؟ علامہ شریشی نے اس کے متعلق مختلف قول ذکر کئے ہیں۔

ایک قول ابو عمرو بن العلاء کا ہے کہ آدمی لوگوں کے افواہ سے اس وقت تک محفوظ رہتا ہے جب تک کوئی کتاب نہ لکھ دے یا کوئی شعر نہ کہہ دے۔

دوسرا قول عتابی کا مشہور ہے کہ جب آدمی کوئی کتاب لکھ لیتا ہے تو وہ مدح و ذم کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیتا ہے ، اگر کتاب اچھی ہوگی تو حسد کا نشانہ بنے گا ، بُری ہوگی تو مذمت کا ہدف بنے گا۔

ایک قول اور بھی مشہور ہے ، اور وہ ہے : مَنْ صَنَّفَ فَقَدِ اسْتُهْدِفَ جس نے تصنیف کی وہ لوگوں کا ہدف و نشانہ بن گیا۔

***

ــــــــ وَاسْتَقَلْتُ مِنْ هَذَا الْمَقَامِ الَّذِي فِيهِ يَحَارُ الْفَهْمُ ، وَيَفْرُطُ الْوَهْمُ ، وَيُسْبَرُ غَوْرُ الْعَقْلِ ، وَتَبِينُ قِيمَةُ الْمَرْءِ فِي الْفَضْلِ ، وَيُضْطَرُّ صَاحِبُهُ إِلَى أَنْ يَكُونَ كَحَاطِبِ لَيْلٍ ، أَوْ جَالِبِ رَجْلٍ وَخَيْلٍ ، وَقَلَّمَا سَلِمَ مِكْثَارٌ ، أَوْ أُقِيلَ لَهُ عِثَارٌ .

میں نے اس مقام سے معافی چاہی جہاں انسان کی فہم حیران ہو جاتی ہے ، وہم بڑھ جاتا

ہے اور عقل کی گہرائی جانچی جاتی ہے، آدمی کی قیمت فضیلت میں ظاہر ہوجاتی ہے (کہ کتنے پانی میں ہے) اور صاحب تصنیف اس بات کی طرف مجبور ہوجاتا ہے کہ وہ رات کو لکڑیاں چننے والے کی طرح یا پیادہ اور سواروں کو کھینچنے والے کی طرح ہوجائے (کہ پیادہ اور سوار کو کھینچنے والا بڑی مشقت میں ہوتا ہے کیونکہ ایک کی رفتار تیز ہوتی ہے اور دوسرے کی سست) اور ایسا بہت کم ہوا ہے کہ زیادہ بولنے والا محفوظ رہا ہو یا اس کی لغزش معاف کردی گئی ہو۔

***

استَقَلْتُ : صیغہ ماضی متکلم از استفعال، سین طلب کے لئے ہے، استقال - استقالۃ : اقالہ طلب کرنا (اقالہ فسخ بیع کو کہتے ہیں) استقال عَثْرَتَہ : اپنی لغزش اور غلطی کی معافی طلب کرنا (یہاں اسی معنی میں ہے) استقال من الخدمۃ : مستعفی ہونا، استعفیٰ دینا۔ **یَحَار** : صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع حَارَ (س) حَیْرَۃً : حیرت کرنا۔ الفَہْم : سمجھ، جمع : أَفْہام - **یَفْرُطُ** : (ن) فَرْطًا : بڑھ جانا، سبقت کرنا۔ الوَہْم : خدشہ، شک، جمع : أَوْہَام - **یُسْبَرُ** : صیغہ مجہول از مضارع۔ سبر (ن ض) سَبْرًا : جانچنا، آزمانا۔ غَوْرًا : گہرائی - غَارَ المَاءُ (ن) غَوْرًا : پانی کا زمین میں چلا جانا۔ قِیمَۃ : قیمت، جمع : قِیَم، المَرْءُ : آدمی، تثنیہ : مَرْءَان، اور اس کی جمع نہیں آتی۔ **یَضْطَرّ** : از باب افتعال، یہ اصل میں یَضْتَرُّ تھا چونکہ افتعال کے فاکلمہ میں حرف ضاد تھا اسلئے تاء افتعال کو طا سے بدل دیا جیسا کہ مشہور قاعدہ ہے، اِضْطَرَّہ إلیہ : مجبور کرنا۔ اس کے حروف اصلیہ ضَرَرٌ ہیں۔

حاطب لیل : حَطَب (ض) حَطْبًا : لکڑیاں جمع کرنا۔ لَیْلٌ : رات، جمع لیالِی، رات کو لکڑیاں چننے والا چونکہ اچھی اور بری لکڑی میں تمیز نہیں کرسکتا اس لئے اس کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے ایسے آدمی کی جو بات کرتے ہوئے اچھے برے کلام کی تمیز نہ کرے، جو منہ میں آئے کہتا چلا جائے۔

جالب رِجل : جالب : کھینچنے والا، حاصل کرنے والا، جلب (ن ض) جَلْبًا : کھینچنا، حاصل کرنا۔ رِجل : یہ رَاجِل کی جمع ہے : پیدل چلنے والا۔ خَیْل : شہسوار، گھوڑا، جمع ہے اور اس لفظ سے اس کا مفرد مستعمل نہیں۔

قَلّما : یہ کلمہ دو معنوں کے لئے مستعمل ہے کبھی صرف نفی کے لئے استعمال ہوتا ہے اور کبھی تھوڑی چیز ثابت کرنے کے لئے آتا ہے، یہ لفظ دو کلموں سے مرکب ہے ایک قَلَّ جو فعل ماضی کا صیغہ ہے قَلَّ (ض) قِلَّۃً : کم ہونا، دوسرا کلمہ ما کافہ یا ما مصدریہ ہے، جب قلّ کے ساتھ یہ ما لاحق

ہوجاتا ہے تو اس صورت میں یہ فاعل کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ "قلّما" کے بعد پھر فعل آتا ہے، دو لفظ اور بھی ہیں جن کے فعل ماضی کے ساتھ ما کافہ یا مامصدریہ لاحق ہوتا ہے۔ ایک طَالَ اور دوسرا كَثُرَ، طَالَمَا اور كَثُرَمَا۔

سَلِمَ مِكْثَار: سَلِمَ (س) سَلَامَةً: سالم ہونا۔ مِكْثَار: صیغہ مبالغہ ہے۔ كَثُرَ (ك) كَثْرَة: زیادہ ہونا، مِكْثَار: زیادہ بولنے والا، اس میں مذکر اور مؤنث برابر ہیں۔ چند اوزانِ مبالغہ ایسے ہیں کہ وہ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ چنانچہ نور الدین جزائری نے فروق اللغات (ص ۲۶۵) میں وہ اوزان لکھے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

① مِفْعَال ـ رَجُل، وامرأة مِكْسَال ② مِفْعِيل ـ رَجُل، وامرأة مِعْطِير
③ فَعَّال ـ امرأة حَصَان ④ فِعَال ـ نَاقة دِلَاث اى سريعة
⑤ فَعُوْل ـ تَوبَة نَصُوحًا ⑥ فَعِيل جو بمعنی مفعول ہو امرأة قتيل
⑦ فَيْعِل ـ امرأة ثَيِّب، أَيِّم۔

أُقِيلَ له عِثَار: أُقِيلَ: صیغہ مجہول از باب افعال، أَقَال ـ إقَالَةً: بیع فسخ کرنا، درگزر کرنا، أقَالَ اللهُ عَثْرَتَه: اللہ اس کی لغزش سے درگزر کرے، أُقِيلَ: درگزر اور معاف کیا گیا عِثَار اس کا نائب فاعل ہے، اس کا عطف سَلِمَ پر ہے جو قَلَّمَا کا مدخول ہے یعنی بہت بولنے والے کی لغزش کم معاف کی جاتی ہے۔ مجرد میں باب ضرب سے ہے، قال البَيْعَ (ض) قَيْلًا: بیع فسخ کرنا۔ عِثَار: مصدر عثر (ن) عَثْرًا، عِثَارًا، عُثُوْرًا: لغزش کرنا، پھسلنا، عَثَرَ عليه: مطلع ہونا۔

❋

فلَمّا لَمْ يُسْعِفْ بالإقالَةِ ، وَلاَ أَعْفَى مِنَ المَقالَةِ ، لَبَّيْتُ دَعْوَتَهُ تَلبِيَةَ الْمُطِيعِ ، وَبَذَلْتُ فِي مُطَاوَعَتِهِ جُهْدَ الْمُسْتَطِيعِ ، وَأَنْشَأْتُ ـ عَلَى مَا أُعانِيهِ مِنْ قَرِيحَةٍ جَامِدَةٍ ، وَفِطْنَةٍ خَامِدَةٍ ، وَرَوِيَّةٍ نَاضِبَةٍ ، وَهُمُومٍ نَاصِبَةٍ ـ خَمْسِينَ مَقَامَةً ، تَحْتَوِي عَلَى جِدِّ الْقَوْلِ وَهَزْلِهِ ، وَرَقِيقِ اللَّفْظِ وَجَزْلِهِ ، وَغُرَرِ الْبَيَانِ وَدُرَرِهِ ، وَمُلَحِ الْأَدَبِ وَنَوَادِرِهِ ، إِلَى مَا وَشَّحْتُهَا بِهِ مِنَ الآيَاتِ ، وَمَحَاسِنِ الْكِنَايَاتِ ،

چنانچہ جب اس نے معافی کو پورا نہ کیا (یعنی معافی قبول نہیں کی) اور کہنے (اور مطالبہ) سے مجھے بری اور معاف نہیں کیا تو میں نے اس کی دعوت پر اطاعت کرنے والے کی طرح لبیک کہا اور اس کی موافقت میں میں نے صاحب استطاعت آدمی کی سی کوشش صرف کی اور میں نے لکھے ـــــ باوجود اس کے کہ میں برداشت کررہا تھا جمی ہوئی طبیعت، بجھی ہوئی ذکاوت، فرو رفتہ خشک ہونے والی فکر اور تھکا دینے والے غموں کی تکلیف کو ـــــ پچاس مقامے جو مشتمل ہیں قول کی سنجیدگی اور اس کی ہنسی مذاق پر، لفظ کے باریک اور اس کے عظیم ہونے پر، بیان کی چمک اور اس کے موتیوں پر، ادب کی نمکین اور اس کی نادر باتوں پر، اس کے ساتھ ساتھ میں نے انہیں مزین کیا قرآنی آیات اور خوبصورت کنایات سے۔

يُسْعِف : إسْعافًا بحاجته وسَعَفَ بها (ف) سَعْفًا : حاجت پوری کرنا ، أسْعفه على الأمر : مدد کرنا

ولا أَعْفَى من المقالة : أعفى . صیغہ واحد مذکر غائب از باب افعال أَعْفَى اللّٰہُ فُلَانًا : اللہ اسے معاف فرمائے ، أعفاه من الأمر : بری کیا، درگزر کیا۔ عفا (ن) عَفْوًا : معاف کرنا۔ المَقَالة : بات، مصدر ہے، اس کی اصل عبارت ہے ولا أعفاني من المقالة یعنی اس نے گفت گو اور مطالبہ سے مجھے بری اور معاف نہیں کیا۔

لَبَّيْتُ دَعْوَتَه : لَبَّيْتُ : از باب تفعیل، لَبّٰى ـ تَلْبِيَةً : لبیک کہنا ، ولَبِيَ من الطَعَام (س) لَبْيًا : خوب سیر ہوکر کھانا۔ اس کے حروفِ اصلیہ ل ب ی ہیں۔ دَعْوَةً : مصدر ہے۔ دعا (ن) دَعْوَةً : بلانا، دعا کرنا۔ تَلْبِيَةً : یہ لَبَّيْتُ کے لئے مفعول مطلق ہے۔ المُطِيْع : صیغہ اسم فاعل از باب افعال : اطاعت کرنے والا۔

بَذَلْتُ فی مُطَاوَعَتِه : بَذَل (ن) بَذْلاً : خرچ اور صرف کرنا۔ مُطَاوَعة : مصدر از باب مفاعلہ بمعنی موافقت، طَاوَعَ۔ مُطَاوَعَةً : موافق ہونا۔ جُهْد : اسم ہے، طاقت وقوت۔ سورۃ توبہ آیت ۷۹ میں ہے « وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ » جَهْد : (جیم کے فتحہ کے ساتھ) محنت ومشقت، جَهَدَ الرجلُ (ف) جَهْدًا : محنت وکوشش کرنا۔ المُسْتَطِيْع : صاحب استطاعت، صاحبِ قدرت، یہ باب استفعال سے صیغہ اسم فاعل ہے، استطاع الرجلُ : آدمی کا صاحب استطاعت ہونا

أُعَانِيهِ مِنْ قَرِيْحَة : عَانَى۔ مُعَانَاة، از باب مفاعلہ : جھیلنا، برداشت کرنا۔ عَنِيَ (س) عَنَاءً : تھکنا۔ عَنَا له (ن) عُنُوًّا : مطیع وفرمانبردار ہونا۔ عنا (ن) عَنْوَةً : زبردستی لینا۔ عَنَىٰ (ض) عَنْيًا : قصد کرنا۔ عَنِيَ به (ض) عِنَايَةً : متوجہ ہونا۔ قَرِيْحَة : طبیعت، جمع : قَرَائح۔ جامِدة : جامد، ٹھہرا ہوا۔ جَمَد (ن) جُمُوْدًا : ٹھہرنا، منجمد ہونا۔ فِطْنَة : ذکاوت وذہانت۔ فَطِن له (س ن) فِطْنَةً، فَطَانَةً : سمجھنا۔ خَامِدة : بجھی ہوئی۔ خَمَد (ن) خَمْدًا خُمُوْدًا : بجھنا۔

رَوِيَّة نَاضِبَة : رَوِيَّة : فکر، یہ باب تفعیل کا اسم مصدر جمع روایا ہے۔ یہ اصل میں رَوِيْئَةٌ ہے، ہمزہ کو ماقبل یاء کی مناسبت سے یاء سے بدل دیا اور پھر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا رَوِيَّةٌ ہوگیا۔ رَوَّأَ فِی الأمر۔ تَرْوِئَةً : غور وفکر کرنا۔ اس کے حروف اصلیہ ر و ء ہیں۔ ناضِبة : خشک۔ نَضَبَ الماءُ (ن) نُضُوْبًا : پانی کا زمین کے اندر چلا جانا، خشک ہوجانا۔ هُمُوم : غم، مفرد : هَمٌّ۔ نَاصِبَة : تھکا دینے والی صیغہ اسم فاعل از سمع، نَصِبَ (س) نَصَبًا : تھکنا، لازم ہے، اس اعتبار سے نَاصِبَة کے معنی ہیں « تھکنے والی، تھکاوٹ والی » لیکن یہاں یہ مُنْصِبَة اسم فاعل از باب افعال (تھکا دینے والی) کے معنی میں مستعمل ہے۔ أَنْصَبَه۔ إِنْصَابًا : تھکا دینا۔ چنانچہ علامہ شریشی لکھتے ہیں :

« ناصبة : مُتْعِبة، وَهَمٌّ ناصِبٌ علی معنی النسب، ای ذو نَصَب،
ولو جاء علی القیاس لقیل : مُنْصِب، لِأَنَّ فِعْلَه : أَنْصَبَه الهَمّ »

تَحْتَوِي عَلَى جِدّ : احتوی علی الشیٔ، از باب افتعال : مشتمل ہونا۔ حَوَى الشیءَ (ض) حَوَايَةً : مشتمل ہونا۔ جِد : سنجیدگی، کوشش۔ جَدَّ فی القول (ض) جِدًّا : سنجیدہ ہونا۔ الهَزْل : مذاق ومزاح۔ هَزَل فی کلامه (ض) هَزْلاً : مذاق وخوش طبعی کرنا، حدیث میں ہے « ثلاث جِدُّهُنّ جِدٌّ وهَزْلُهُنّ جِدّ » رَقِيْق : غلیظ کی ضد، باریک، رَقَّ الشیءُ (ض)

رِقَّۃٌ : رقیق و باریک ہونا۔ جَزْل: صیغہ صفت، عظیم، رکیک کی ضد ہے، جمع : جِزَال۔ جَزُل (ك) جَزَالَۃٌ : عظیم ہونا۔ غُرَر : یہ غُرَّۃ کی جمع ہے: گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی، ہر شی کا اول، چہرہ۔ دُرَر: موتی، مفرد : دُرَّۃ ، دُرٌّ۔ مُلَح : مُلْحَۃٌ کی جمع ہے : نمکین و دلچسپ بات۔ نَوَادِر: عجائب و غرائب مفرد : نَادِرَۃ۔ نَدَرَ الکلامُ (ن) نَدْرًا : کلام کا نادر و فصیح ہونا، نَدَرَ الشیءُ : کم ہونا۔

إلی ما وَشَّحْتُهَا به : وَشَّحَ ۔تَوْشِيحًا : مزین کرنا، وَشَّحه : وشاح پہنانا، وشاح جڑاؤ پیٹی اور نیام کو کہتے ہیں، اس میں "ما" موصولہ، "ها" ضمیر مفعول "خمسین مقامة" کی طرف راجع ہے "به" میں ضمیر مجرور "ما" موصولہ کی طرف عائد ہے "من الآيات" "ما" کا بیان ہے اور "إلى" حرف جر بمعنی "مع" ہے جیسا کہ قرآن کریم کی آیت "وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ" میں "إلى" بمعنی "مع" ہے۔

مَحَاسن : اس میں دو قول ہیں، ایک قول ہے کہ یہ حُسْن کی خلاف قیاس جمع ہے اور یہی قول صحیح ہے، دوسرا قول ہے کہ یہ مَحْسَن کی جمع ہے بمعنی حسن۔ الکِنَایات : کِنَایَۃٌ کی جمع ہے، کنایہ کہتے ہیں کہ آپ ایک لفظ استعمال کریں لیکن مراد اس لفظ کے اصلی معنی نہ ہوں بلکہ اس کے لازم دوسرے معنی مراد ہوں جیسے اردو میں کہتے ہیں "فلاں شخص پاک دامن ہے" یہاں "پاکدامن" کا لفظ عفیف ہونے سے کنایہ ہے، کپڑے کے حقیقی دامن کا پاک ہونا یہاں مراد نہیں ہوتا، اگرچہ "پاک دامن" کا یہ لفظ جس طرح عفیف ہونے پر دلالت کرتا ہے ٹھیک اسی طرح اپنے اصلی اور حقیقی معنی پر بھی دلالت کرتا ہے البتہ متکلم یہاں عفیف والے معنی مراد لے رہا ہے، لیکن اگر وہ اس سے اصلی اور حقیقی معنی مراد لے تو لے سکتا ہے کیونکہ حقیقی معنی مراد لینے سے کوئی قرینہ مانع موجود نہیں۔

اس تفصیل سے کنایہ اور مجاز میں فرق واضح ہوگیا، کیونکہ مجاز میں جب کسی لفظ کے آپ مجازی معنی مراد لیں گے تو پھر حقیقی معنی مراد نہیں لے سکتے کیونکہ مجازی معنی وہیں آپ مراد لے سکتے ہیں جہاں ایک ایسا قرینہ موجود ہو جو حقیقی معنی مراد لینے سے مانع ہو، مثلاً آپ کہتے ہیں "وہ شیر بول رہا ہے" اب شیر سے کوئی انسان مراد ہے اور یہاں یہ لفظ اپنے حقیقی معنی میں مستعمل نہیں کیونکہ آگے "بول رہا ہے" کا جملہ ایک ایسا قرینہ ہے جو حقیقی معنی مراد لینے سے مانع ہے۔ چنانچہ مختصر المعانی (ص ۴۳۲) میں ہے :

"الكِنَايَة : في اللغة مصدر "كنيت بكذا عن كذا" أو "كَنَوْت" إذا تركتَ التصريحَ بِهٖ، وفي الاصطلاح : لفظٌ أُرِيدَ بِهٖ لازمُ

معناهٗ مع جوازِ إرادتِه معه، فظَهَر أنها تُخالِفُ المجازَ من جهةِ إرادةِ المعنى الحقيقي مع إرادةِ لازمِه »

***

وَرَصَّعْتُهُ فِيهَا من الْأَمْثَالِ الْعَرَبِيَّةِ، وَاللَّطَائِفِ الْأَدَبِيَّةِ، وَالْأَحَاجِي النَّحْوِيَّةِ، وَالْفَتَاوَى اللغَوِيَّةِ، وَالرَّسَائِلِ الْمُبْتَكَرَةِ، وَالْخُطَبِ الْمُحَبَّرَةِ، وَالْمَوَاعِظِ الْمُبْكِيَةِ، والْأَضَاحِيكِ الْمُلْهِيَةِ، بِمَا أَمْلَيْتُ جَمِيعَه على لِسَانِ أَبِي زَيْدٍ السَّرُوجِيِّ، وَأَسْنَدْتُ رِوَايَتَهُ إِلَى الْحَارِثِ بن هَمَّامٍ الْبَصْرِيِّ.

اور ان میں میں نے جڑ دیے ہیں عربی کہاوتیں، ادبی لطیفے، نحوی پہیلیاں، لغوی فتاویٰ، نرالے رسالے (خطوط)، مزین خطبے، رلا دینے والی نصیحتیں، اور غافل کردینے والی ہنسی کی باتیں، یہ سب میں نے ابو زید سروجی کی زبان پر املاء کروایا، اور اس کی روایت کو میں نے حارث بن ہمام بصری کی طرف منسوب کیا۔

***

رَصَّعْتُه فيها: رَصَّع - تَرْصِيْعًا: ملانا، جوڑنا، ٹانکنا۔ تاجٌ مُرَصَّع بالجواهر: تاج جو جواہر سے مزین ہو، رَصِع به الشیءُ (س) رَصَعًا: ملنا، چپکنا، لازم ہونا۔ رَصَّعْتُه میں «ہ» ضمیر «ماوشّحتها» میں «ما» کی طرف راجع ہے اور «فیها» کی ضمیر «خمسین مقامة» کی طرف عائد ہے۔ الأَمْثَال: اس کا مفرد مَثَل ہے: محاورہ، کہاوت۔ اللَّطائف: یہ لَطِيفةٌ کی جمع ہے: لطف والی نفیس بات۔ الأَحَاجِي: یہ أُحْجِيَةٌ کی جمع ہے: پہیلی، وہ بات جس سے ذہن وعقل کی آزمائش کی جاتی ہے، یہ حِجًى سے ماخوذ ہے جس کے معنی عقل کے ہیں۔ الفَتَاوی: یہ فتوٰی کی جمع ہے، فتوی اسم ہے لیکن إفتاء مصدر کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ رَسَائل: یہ رِسَالَةٌ کی جمع ہے: خط، پیغام۔ المُبْتَكَرَة: نیا، جدید اسم فاعل از باب افتعال، ابتكر الشيءَ: اول حصہ پر قابض ہونا، ابتكر إليه وبكر (ن) بُكُورًا: جلدی کرنا، صبح کے وقت آنا، صبح کے وقت نکلنا۔ یہاں اس سے ایسے رسائل اور خطوط مراد ہیں جو پہلی بار اپنے خاص اسلوب اور طرز میں لکھے گئے ہوں۔

الخُطَب المُحَبَّرَة : الخُطَب : یہ خُطْبَۃٌ کی جمع ہے المُحَبَّرَة ، مزین، آراستہ، صیغہ اسم مفعول از باب تفعیل ، حَبَّرَہ۔ تَحْبِيرًا : مزین کرنا۔ حَبَرَہ (ن) حُبُورًا : خوش کرنا۔ اسی سے سورۃ روم آیت ۱۵ میں ہے « فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُوْنَ » وحبرہ (ن) حَبْرًا، مزین کرنا۔ المَوَاعظ : یہ مَوْعِظَةٌ کی جمع ہے : وعظ و نصیحت۔ المُبْكِيَة : صیغہ اسم فاعل مؤنث از باب افعال : رُلانے والی۔ أبكاه۔ إبكاءً : رُلانا۔ الأَضَاحِيك : یہ أُضْحُوكَةٌ کی جمع ہے : لطیفہ، ایسی بات جس کی وجہ سے ہنسی آئے۔ المُلْهِيَة : اسم فاعل از افعال : مشغول کرنے والی۔ أَلْهَاهُ۔ إِلْهَاءً : مشغول کرنا، قرآن کریم میں ہے : "أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ" لها بالشئ (ن) لَهْوًا : کھیلنا۔ لَهِيَ عَنه (س) لُهِيًّا، لِهْيَانًا : (لام کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ) اعراض کرنا۔

مِمَّا أَمْلَيْتُ : أَمْلَيْتُ عليه الكتابَ۔ إملاءً : لکھوانا ، أَمْلَى اللهُ له : مہلت دینا ، أملى الكتاب ، و أَمَلَّ الكتاب : یہ دو لغت ہیں اور یہ دونوں قرآن کریم میں لکھوانے کے معنی میں مستعمل ہیں، ایک جگہ ہے « فَهِيَ تُمْلَى عليه » اور دوسری جگہ ہے « وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الحَقُّ » اس کے حروف اصلیہ (م ل ی) ہیں۔ أَسْنَدَ۔ إِسْنَادًا : منسوب کرنا۔ سَنَدَ إليه (ن) سُنُوْدًا : منسوب ہونا۔

***

وَمَا قَصَدْتُ بِالإِحْمَاضِ فِيهِ ، إِلَّا تَنْشِيطَ قَارِئِيهِ ، وَتَكْثِيرَ سَوَادِ طَالِبِيهِ . وَلَمْ أُودِعْهُ مِنَ الْأَشْعَارِ الْأَجْنَبِيَّةِ إِلَّا بَيْتَيْنِ فَذَّيْنِ ، أَسَّسْتُ عَلَيْهِمَا بِنْيَةَ الْمَقَامَةِ الْحُلْوَانِيَّةِ وَآخَرَيْنِ تَوْأَمَيْنِ ضَمَّنْتُهُمَا الْمَقَامَةَ الكَرَجِيَّةَ(۲) ، وَمَا عَدَا ذَلِكَ فَخَاطِرِي أَبُو عُذْرِهِ ، وَمُقْتَضِبُ حُلْوِهِ وَمُرِّهِ .

اور اس میں ایک اسلوب سے دوسرے اسلوب کی طرف منتقل ہونے سے میں نے ارادہ نہیں کیا مگر پڑھنے والوں کو چست کرنے اور اس کے طلبہ کی جماعت کو بڑھانے کا اور اس میں نے اجنبی اشعار میں سے (کوئی بھی شعر) ودیعت نہیں رکھا مگر دو جدا جدا شعر جن پر میں نے مقامہ حلوانیہ کی بنیاد رکھی ہے اور دوسرے دو جڑویں جن کو میں نے مقامہ کرجیہ کے آخر میں ملایا ہے، اس کے علاوہ جو کچھ ہے اس کا میرا ہی دل و دماغ موجد اور اس کی مٹھاس و کھٹاس کو کاٹنے والا ہے۔

قَصَدَ (ن) قَصْدًا : ارادہ کرنا۔ الإحْمَاض : باب افعال کا مصدر ہے : سنجیدہ باتوں سے ہزلیات اور گپ بازی کی طرف منتقل ہونا، مانوس باتوں کا تذکرہ کرنا۔ حَمُضَ الشئُ (ك) حُمُوضَةً ، وحَمَض (ن) حَمْضًا : کھٹا ہونا۔ علامہ شریشی اس لفظ کی تحقیق میں لکھتے ہیں :

" احماض کے معنی ایک شی سے دوسری شیٔ کی طرف انتقال کے ہیں اور اس لفظ کی اصل یہ ہے کہ اونٹ جب میٹھی گھاس چرتا ہے تو اس سے نکل کر کھٹی گھاس کی طرف چلا جاتا ہے اور چرنے لگتا ہے تاکہ کھٹاس مٹھاس کے غلبہ کو ختم کردے اور چرنے میں اس کا نشاط برقرار رہ سکے، چنانچہ کہا جاتا ہے أحمض الرجلُ إحماضًا ، عرب کہتے ہیں : الخُلّةُ خُبْزُ الإبل ، والحِمْضُ فاكهتُها یعنی میٹھی گھاس اونٹ کی اصل غذا ہے اور کھٹی گھاس اس کے لئے بمنزلہ میوہ کے ہیں۔ یہاں مقامات میں اس سے ایک قصہ سے دوسرے قضیہ کی طرف، وعظ و نصیحت سے گپ شپ کی طرف منتقل ہونا مراد ہے، اس قسم کے اسلوب میں پڑھنے والے نشاط اور دلچسپی محسوس کرتے ہیں "

تَنْشِيط : مصدر از باب تفعیل، نَشَّطَه : نشیط بنانا، خوش کرنا۔ نَشِطَ (س) نَشَاطًا : خوش ہونا۔ تكثير : یہ بھی باب تفعیل کا مصدر ہے، كَثَّرَه : زیادہ کرنا، بڑھانا۔ سَواد : یہ لفظ کئی معنوں میں مستعمل ہے ① کالا رنگ ② آدمی کیونکہ وہ بھی اپنے سایہ سے زمین کو سیاہ کرتا ہے ③ سواد القلب : دل کے بالکل درمیان میں سیاہ دانہ ④ سَوادُ النّاس : عوام، لوگوں کی جماعت اسی سے سوادِ اعظم ہے بمعنی بڑی جماعت اور یہاں اسی معنی میں مستعمل ہے۔

لم أُوْدِعه : یہ باب افعال سے ہے، أَوْدَعَ۔ إيداعًا : دوسرے کے پاس کوئی چیز ودیعت رکھنا یا اپنے پاس کسی کی کوئی چیز ودیعت رکھنا۔ وَدَعَ (ف) وَدْعًا : چھوڑنا۔ أَجْنَبِيّة : اجنبُ ، أَجْنَبِيّ ان سب کے ایک معنی ہیں یعنی اجنبی، ناآشنا جنبه (ن) جَنْبًا : نجات دلانا، دور کرنا، سورۃ ابراہیم آیت ۳۵ میں ہے " وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ " فَذَّيْن : یہ فَذّ کا تثنیہ ہے : یکتا، تنہا، جمع : أَفْذَاذ۔ فَذَّ (ن) فَذًّا : الگ ہونا، تنہا ہونا۔ أَسَّسْتُ ۔ تَأْسِيْسًا : بنیاد رکھنا۔ بُنْيَة : بنیاد (باء کے ضمہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ درست ہے)

آخَرَيْن : دو دوسرے، یہ آخر کا تثنیہ ہے بمعنی دوسرا، احد الشیئین اور آخِر (بکسر الخاء) متقدم کی ضد ہے بمعنی آخری۔ تَوْأَمَيْن : یہ تَوْأَم کا تثنیہ ہے، اس کا وزن فَوْعَلٌ ہے بمعنی جڑواں

أَتْأَمَتِ الْمَرْأَةُ : عورت کا جڑواں بچہ جننا ، اس کے حروفِ اصلیہ ت أم ہیں ۔ ضَمَّنَ۔ تَضْمِيْنًا: شامل کرنا، ضامن قرار دینا۔ ضَمَّنَ الشَّيْءَ فِي الْوِعَاءِ : چیز کو برتن میں رکھنا۔ ضَمِنَ (س) ضَمَانَةً : ضامن ہونا تَضَامُن ؛ اتحاد، تَضَامُنِ إسلامی : اسلامی اتحاد۔ بالتضامن: متحدہ طور پر خواتم : خاتمۃٌ کی جمع ہے۔

فخاطِرِی أبوعُذْرِه : خاطِر : دل میں گذرنے والا خیال ، ذہن وقلب کو بھی مجازاً خاطر کہہ دیتے ہیں ، خطر الشیءَ بباله (ن) خُطُوْرًا : دل پر خیال کا گذرنا۔ أبوعُذْرِہ : پہلا کاریگر، موجد ، فلان أبو عُذْرِها : فلاں اس کا پہلا شوہر ہے مُقْتَضِب : اسم فاعل از افتعال : کاٹنے والا ، اِقْتَضَبَه ، کاٹنا۔ اِقْتِضَابُ الْكَلَامِ : فی البدیہ کلام۔ حُلْو : میٹھا ، حلا (ن) حَلَاوَةً : میٹھا ہونا۔ مُرٌّ : کڑوا ، جمع : أَمْرار، مَرَّ (س) مَرَارَةً : کڑوا ہونا۔

اِعْتِرَاف: اقرار کرنا۔ سَبَّاق : صیغہ مبالغہ ، آگے بڑھنے والا۔

***

هَذا مَعَ اعْتِرَافِي بِأَنَّ الْبَدِيعَ رَحِمَهُ اللهُ سَبَّاقُ غَايَاتٍ ، وَصَاحِبُ آيَاتٍ ، وَأَنَّ الْمُتَصَدِّيَ بَعْدَهُ لإِنْشَاءِ مَقَامَةٍ ؛ وَلَوْ أُوتِيَ بَلاغَةَ قُدَامَةَ ، لا يَغْتَرِفُ إِلَّا مِنْ فُضَالَتِهِ ، وَلا يَسْرِي ذَلِكَ الْمَسْرَى إِلَّا بِدَلَالَتِهِ .

اور یہ میرے اس اعتراف کے ساتھ ہے کہ علامہ بدیع الزمان رحمہ اللہ (اس فن میں) انتہاء تک پہلے پہنچنے والے اور نشانات والے (تمغہ یافتہ) ہیں، بلاشبہ ان کے بعد مقامہ لکھنے کے درپے ہونے والا ـــــ اگرچہ اسے قدامہ بن جعفر جیسی بلاغت عطا کی گئی ہو ـــــ چلو نہیں بھرے گا مگر اسی کے بچے ہوئے پانی سے اور اس راہ پر نہیں چلے گا مگر اسی کی رہنمائی سے۔

***

المُتَصَدِّی : اسم فاعل از باب تفعّل : پیچھا کرنے والا ، تعرض کرنے والا ، تَصَدّٰی لہ : تعرض کرنا ، یہ کس لفظ سے مشتق ہے ؟ اس میں دو قول ہیں ، ایک یہ کہ صَدٰی سے مشتق ہے دوسرا قول یہ ہے کہ یہ صَدَد سے ماخوذ ہے جس کے معنی قرب کے ہیں ۔ تَصَدّٰی اصل میں تَصَدَّدَ تھا ایک دال کو یاء سے بدل دیا تَصَدّٰی ہوگیا جیسے تَفَضّٰی ، تَظَنّٰی ، اصل میں تَفَضَّضَ ، تَضَنَّنَ تھا **أُوْتِیَ :** صیغہ مجہول از افعال بمعنی أُعْطِیَ ، آتاہ - إِیتاءً : عطا کرنا ، لانا ۔ أَتٰی (ض) اِتْیَانًا : آنا ۔ بَلَاغَۃ : یہ مصدر ہے ، بَلُغَ الرجلُ (ك) بَلَاغَۃً : آدمی کا بلیغ و فصیح ہونا یعنی اپنے مافی الضمیر کو دوسروں تک صحیح طریقہ سے پہنچانا ، علم بیان کی اصطلاح میں بلاغت کی تعریف ہے کلام اور گفت گو کا فصیح ہونے کے ساتھ موقع ، محل اور مقتضی حال کے مطابق ہونا ۔

قدامہ بن جعفر

قدامہ بن جعفر بن قدامہ چوتھی صدی کے مشہور ادیب و کاتب ہیں ، ان کی کنیت ابو الفرج ہے ، علم منطق اور علم فلسفہ میں انہیں خصوصی ملکہ حاصل تھا اور بلاغت میں ضرب المثل ہے ، یہ بغداد کے مشہور خلیفہ مکتفی باللہ عباسی کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے اور ۳۳۲ھ میں بغداد ہی میں ان کی وفات ہوئی ، ان کی کئی تصانیف ہیں جن میں الخراج ، نقد الشعر ، جواہر الالفاظ وغیرہ مطبوع ہیں ۔

(دیکھئے الاعلام للزرکلی ج ۵ - ص ۱۹۱)

علامہ شریشی نے ان کی ایک اور کتاب " سرّ البلاغہ " کا بھی ذکر کیا ہے ، شریشی لکھتے ہیں :

" و لہ تحقیق فی صَنْعِ البدیع یَتَمَیَّزُ بہ عن نُظَرائِہ ، وتَدْقِیقٌ فی کَلامِ العَرَبِ یُرْبِیْ فیہ عَلٰی أَکفائِہ ، و تَحْذِیقٌ فی عُلومِ التَّعلیم أَضْرَمَ فیھا شُعْلَۃَ ذَکائِہ ، فلذلک صار المثل ببلاغتِہ ، واتفق المتقدمُ والمتأخرُ علٰی فَضْلِ بَرَاعَتِہ "

لایَغْتَرِف : اغترف مِن الماء بیدہ ، وغَرَفَ الماءَ بیدہ (ض) غَرْفًا : چلو بھرنا ، ہاتھ سے پانی لینا ۔ سورۃ بقرہ آیت ۲۴۹ میں ہے " اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَۃً بِیَدِہٖ " **فُضَالَۃ :** پانی وغیرہ کا بچا ہوا حصہ ۔ سَرٰی (ض) مَسْرًی : چلنا ، رات کے وقت چلنا **دَلَالَۃ :** رہنمائی ، مصدر ہے دَلَّ (ن) دَلَالَۃً : رہنمائی کرنا ۔

***

وَلِلّٰهِ دَرُّ القائِلِ :

فَلَوْ قَبْلَ مَبْكَاهَا بَكَيْتُ صَبَابَةً
بِسُعْدَى شَفَيْتُ النَّفْسَ قَبْلَ التَّنَدُّمِ
وَلٰكِنْ بَكَتْ قَبْلِي فَهَيَّجَ لِي الْبُكَا
بُكَاهَا ، فَقُلْتُ : الْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّمِ

کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے۔ "اگر میں اس کے رونے سے پہلے سعدی کے ساتھ عشق کی وجہ سے روتا تو میں اپنے نفس کو ندامت سے، پہلے شفاء (اور تسلی) دیدیتا"۔
لیکن وہ مجھ سے پہلے روئی تو اس کی بکاء نے میرے لئے رونے کو ابھارا، سو میں نے کہا فضیلت پہلے کے لئے ہیں۔

***

<u>للّٰہ دَرّہ</u> : دَرٌّ اصل میں دودھ کو کہتے ہیں، پھر ہر اچھے کام اور خیر پر اس کا اطلاق ہونے لگا۔ للّٰہ درّہ أی عمله ، یہ بطور محاورہ ایک تعبیر ہے کسی چیز یا کام کی اچھائی بیان کرتے وقت بطور تعجب کہا جاتا ہے۔

<u>فلو قَبْلَ مَبْكَاها</u> : مَبْكیٰ : مصدر میمی ہے، بَكَیٰ (ض) بُكَاء : رونا۔ صَبَابَة : عشق۔ صَبَّ الرَّجُلُ (س) صَبَابَةً : عاشق ہونا، عشق کرنا۔ سُعْدٰی : محبوبہ کا نام ہے۔ شَفَيْتُ : (ض) شِفَاءً : شفایاب کرنا، شفا دینا۔ التَّنَدُّم : مصدر از تفعّل، کثرت ندامت۔ هَيَّجَ۔ تَهْيِيْجًا : بھڑکانا، هاج (ض) هِيَاجًا، هَيَجَانًا : بھڑکنا، متحرک ہونا۔ المُتَقَدِّم : ضد المُتَأَخِّر، اسم فاعل از باب تفعّل : آگے بڑھنے والا، تَقَدَّمَ : آگے بڑھنا۔ قَدَمَ (ن) قَدْمًا : آگے بڑھنا، سورہ ہود آیت ۹۸ میں ہے " يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ " قَدِمَ (س) قُدُوْمًا : سفر سے آنا۔ قَدُمَ (ك) قِدَمًا : قدیم اور پرانا ہونا۔

" قَبْلَ مَبْكَاها " " بَكَيْتُ " فعل کے لئے ظرف مقدم ہے۔ " صَبَابَةً " مفعول لہ ہے۔
" بسُعدى " " صبابة " سے متعلق ہے، یہ پورا مل کر شرط ہے اور " شَفَيْتُ " جزاء ہے۔
" فَهَيَّجَ لِي " میں فاء تعقیبیہ ہے " البُكاء " اس کے لئے مفعول بہ ہے اور " بُكَاهَا " اس کا فاعل ہے " الفضل " مبتدا ہے اور " لِلْمُتَقَدِّمِ " خبر ہے اور مبتدا خبر " قُلْتُ " کے لئے مقولہ ہے۔

علامہ حریری رحمہ اللہ نے یہ دو شعر بنو امیہ کے مشہور شاعر عدی بن الرقاع کے نقل کئے ہیں، ان سے پہلے کے اشعار ہیں :

وَمِمَّا شَجَانِی اَنَّنِی کُنتُ نَائِمًا أُعَلَّلُ مِن فَرطِ الکَرَیٰ بِالتَّنَسُّمِ
إلی أنْ دَعَتْ ورقاءُ فی غُصْنِ أیْکَةٍ تُرَدِّدُ مَبْکَاهَا بِحُسْنِ التَّرَنُّمِ
فلو قبلَ مبکاها بکیتُ صَبَابَةً بسُعدی شفیتُ النفسَ قبلَ التندُّمِ
ولکن بکتْ قبلی فهیّج لی البُکا بُکاها، فقلتُ : الفضلُ للمتقدِّمِ

***

وَأَرْجُو أَلاَّ أَكُونَ فِي هَذَا الْهَذَرِ الَّذِي أَوْرَدْتُهُ ، وَالْمَوْرِدِ الَّذِي تَوَرَّدْتُهُ ، كَالْبَاحِثِ عَنْ حَتْفِهِ بِظِلْفِهِ ، وَالْجَادِعِ مَارِنَ أَنْفِهِ بِكَفِّهِ ، فَأُلْحَقَ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا .

مین امید کرتا ہوں کہ میں اس بیہودہ گوئی میں جسے میں لایا ہوں اور اس گھاٹ میں جہاں میں اترا ہوں اپنی کھر سے اپنی موت تلاش کرنے والے کی طرح اور اپنے ہاتھ سے اپنی ناک کا نرمہ کاٹنے والے کی طرح نہ ہوں گا کہ ملا دیا جاؤں اعمال کے اعتبار سے خسارہ پانے والوں کے ساتھ، جن کی سعی و کوشش دنیا میں رائیگاں ہوئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ یقیناً وہ اچھا کام کررہے ہیں۔

***

أرجو (ن) رَجَاءً : امید کرنا۔ الهَذَر : بکواس۔ أوردْتُه۔ إيرادًا : لانا۔ المَوْرِد : آنے کی جگہ، گھاٹ، جمع : مَوَارِد ، تَوَرّد :

الباحث عن حتفه : الباحِث : تلاش اور جستجو کرنے والا ، بَحَثَ (ف) بَحْثًا : جستجو اور تحقیق کرنا، تلاش کرنا۔ حَتْف : موت، جمع : حُتُوف، مشہور شعر ہے

كَيفَ الوُصُولُ إلى سُعَادَ وَدُونَهَا قُلَلُ الجِبَالِ وَدُونَهُنَّ حُتُوفُ

ظِلْف : گائے، بکری، ہرن اور اونٹ وغیرہ کا کھر، جمع : ظُلُوف ۔

« کَالبَاحِث عَن حَتْفِهِ بِظِلْفِهِ » یہ ضرب المثل ہے ۔ اس کا پس منظر اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ کسی شخص نے بکری ذبح کرنے کا ارادہ کیا، لیکن چھری وغیرہ نہیں مل رہی تھی، اتفاقاً بکری نے اپنے کھروں سے زمین کریدنا شروع کیا تو وہاں ایک چھری نمودار ہوئی جس سے وہ ذبح کرلی گئی، اس وقت لوگوں نے کہا : بَحَثَتْ عَنْ حَتْفِهَا بِظِلْفِهَا ، اس طرح یہ ضرب المثل بن گیا۔

ابو عبید نے کتاب الامثال میں اس ضرب المثل کے لئے یہ لفظ نقل کئے ہیں : « کَالعَنْزِ تَبْحَثُ عَنِ المُدْيَة » مُدْيَة چھری کو کہتے ہیں اور عَنْز بکری کو۔

جیسے اردو زبان میں کہتے ہیں « اپنے پاؤں میں کلہاڑی مارنا »

الجَادِعِ مَارِنَ اَنْفِهِ : الجَادِع : کاٹنے والا، جَدَعَ (ف) جَدْعًا : کاٹنا۔ مَارِن : ناک کا زمہ، ناک کا بانسہ، جمع : مَوَارِن ۔ أَنْف : ناک، جمع : أُنُوف۔ کَفّ : ہتھیلی، جمع أَكُفّ، كُفُوف ۔

اس جملہ سے بھی ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے، قصیر نامی ایک شخص جذیمۃ الابرش کا غلام تھا اس کے آقا جذیمہ کو زبّاء نامی شخص نے قتل کیا، قصیر نے اپنے آقا کا بدلہ لینے کے لئے یہ تدبیر کی کہ اپنی ناک کاٹ ڈالی اور زباء سے آکر یہ کہدیا کہ جذیمہ کے بھانجے عمرو بن عدی نے جذیمہ کے قتل کا الزام مجھ پر لگایا اور سزا کے طور پر میری ناک کاٹ ڈالی ہے، اس من گھڑت افسانہ کی وجہ سے زباء نے قصیر کو اپنے ساتھ ملایا اور قصیر نے زباء کا مکمل اعتماد حاصل کرلیا اور ایک دن موقع پاکر اسے قتل کردیا اس طرح اس نے اپنی ناک کاٹ کر زباء کا اعتماد حاصل کیا اور اعتماد حاصل کرنے کے بعد اسے قتل کرکے اپنے آقا کا انتقام لے لیا۔

اس واقعہ کے بعد یہ ضرب المثل بن گیا، جب کوئی شخص کسی کام کے حصول کے لئے اپنے آپ کو مشقت اور تکلیف میں ڈالدے تو ایسے موقع پر کہتے ہیں الجَادِعُ مَارِنَ أَنْفِهِ بِكَفِّهِ ۔ یعنی وہ مقصد کے حصول میں تن من دھن کی بازی لگانے والے ہیں۔

أَلْحَقَ : إِلْحَاقًا : لاحق کرنا، لاحق ہونا (لازم ومتعدی) لَحِقَ الشيءَ وبه (س) لَحَاقًا : ملنا۔

أَخْسَرِيْنَ : اس کا مفرد أَخْسَر ہے : نقصان اٹھانے والا، گمراہ، ہلاک ہونے والا خَسِرَ (س) خُسْرًا، خُسْرَانًا : نقصان اٹھانا، ہلاک ہونا، اسی سے ہے خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَة ۔ خَسَرَ (ض) خَسْرًا : کم کرنا سَعَى (ف) سَعْيًا : کام کرنا، چلنا، دوڑنا۔ دُنْيَا : بروزن فُعْلَى، یہ دَنَا مِنْهُ (ن) دُنُوًّا سے ماخوذ ہے جس کے معنی قریب ہونے کے ہیں چونکہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں قریب ہے اس لئے اسے دنیا کہتے ہیں جمع : دُنًا، یہ جمع اصل میں دُنَوٌ تھا، واو ماقبل مفتوح کو الف سے بدلا اور پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے اس کو حذف کردیا۔

یَحْسَبُونَ : حَسِبَ (س ح) مَحْسَبَة (سین کے کسرہ اور فتحہ کے ساتھ) وحِسْبَانًا: گمان کرنا۔
حسبه (ن) حَسْبًا، حِسَابَةً : شمار کرنا۔ صُنْع : عمل، بنائی ہوئی چیز۔ قرآن کریم میں ان دونوں
معنوں میں مستعمل ہے، عمل کے معنی میں جیساکہ سورۃ کہف آیت ۱۰۴ میں ہے "وَهُمْ يَحْسَبُونَ
أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا" اور مصنوع اور بنائی ہوئی چیز کے معنی میں جیساکہ سورۃ نمل آیت ۸۸ میں ہے
"صُنْعَ اللهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ" صَنَعَ الشَّيْءَ (ف) صُنْعًا : بنانا۔ صَنَع اليه معروفًا: اچھائی کرنا

* * *

عَلَى أَنِّي وَإِنْ أَغْمَضَ لِي الْفَطِنُ الْمُتَغَابِي، وَنَضَحَ عَنِّي الْمُحِبُّ الْمُحَابِي، لَا أَكَادُ أَخْلُصُ مِنْ غُمْرٍ جَاهِلٍ، أَوْ ذِي غِمْرٍ مُتَجَاهِلٍ، يَضَعُ مِنِّي لِهٰذَا الْوَضْعِ، وَيُنَدِّدُ بِأَنَّهُ مِنْ مَنَاهِي الشَّرْعِ.

اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ بے شک میں —— اگرچہ بتکلف غبی بننے والا ذہین آدمی مجھ سے چشم پوشی کرے اور نرمی کرنے والا دوست مجھ سے دفاع کرے —— قریب نہیں کہ خلاصی پالوں نا تجربہ کار جاہل سے یا بتکلف جاہل بننے والے کینہ ور سے، وہ اس تصنیف کی وجہ سے میرا رتبہ گھٹائے گا اور ڈھنڈورا پیٹے گا کہ بلاشبہ یہ شریعت کے ممنوعات میں سے ہے،

* * *

أَغْمَضَ الفَطِن : أَغْمَضَ۔ إِغْمَاضًا : نرمی برتنا، چشم پوشی کرنا، سورۃ بقرہ آیت ۲۶۷
میں ہے "إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ" : غَمُضَ الكلامُ (ك) غُمُوضَةً : کلام کا غیر واضح ہونا۔
الفَطِن : ذہین۔ المُتَغَابِي : بتکلف غبی اور کند ذہن بننے والا، یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے باب
تفاعل سے۔ غَبِيَ (س) غَبَاوَةً : کند ذہن اور غبی ہونا۔
نَضَحَ عَنِ المُحَابِي : نَضَحَ (ف) نَضْحًا : ٹپکنا، چھڑکنا، سیراب کرنا۔ نضح عن نفسه :
دفاع کرنا، یہاں اسی معنی میں ہے۔ المُحَابِي : صیغہ اسم فاعل از باب مفاعلہ : مختص ہو کر میلانِ
قلب رکھنے والا، چشم پوشی کرنے والا۔ حَابَاه۔ مُحَابَاةً : خاص ہو کر مائل ہونا۔ حَابَاهُ فِي البَيْعِ :
بیع میں چشم پوشی کرنا وحباه (ن) حِبَاءً، حَبْوَةً : عطا کرنا، صلہ حرف باء بھی آتا ہے اور بغیر صلہ کے
بھی مستعمل ہے، کہتے ہیں حَبَاه العطاء، حَبَاه بالعطاء۔

لَا أَكَادُ أَخْلُصُ مِنْ غُمْرٍ : لا أكاد کی تفصیل آگے پہلے مقامہ میں آرہی ہے۔ أَخْلُصُ منه (ن) خُلُوصًا : خلاصی پانا۔ غمر : اس لفظ کے غین پر زبر زیر اور پیش کے آنے سے ہر ایک کے معنی بدل جاتے ہیں۔ ① غُمْرٌ (میم کے سکون اور ضمہ کے ساتھ) صیغہ صفت : جاہل، ناتجربہ کار جمع : أغمار۔ غَمُرَ (ك) غَمَارَةً ، غُمُورَةً : ناتجربہ کار ہونا۔ غُمْرٌ جاهلٌ : ناتجربہ کار جاہل ② غِمْرٌ : کینہ، حسد، جمع : غُمُور۔ غَمِرَ صدرُهُ على فلان (س) غَمَرًا : فلاں کے خلاف سینہ کا حسد سے بھرنا۔ ذی غِمْر : حاسد، کینہ والا ③ غَمْرٌ ———— پانی جو داخل ہونے والے کو ڈھانک دے اور اس کے اوپر چڑھ آئے غَمَرَه (ن) غَمْرًا : اوپر چڑھ آنا، ڈھانکنا یہاں مقامات میں یہ مستعمل نہیں۔ مُتَجَاهِل : اسم فاعل از تفاعل : بتکلف جاہل بننے والا۔

يَضَعُ مِنِّي الوَضْعُ : وَضَعَ (ف) وَضْعًا : رکھنا، ڈالنا وَضَعَ مِنْ فلان : مرتبہ سے گھٹانا، مرتبہ کم کرنا، یہاں اسی معنی میں ہے۔

آج کل یہ لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ وَضَعَ بَرْنَامِجًا : پروگرام بنانا وَضَعَ تَصْمِيمًا : ڈیزائن بنانا، خاکہ تیار کرنا۔ وَضَعَ جَدْوَلَ أَعمالِ المُؤتَمَر : کانفرنس کا ایجنڈا تیار کرنا۔ وَضَعَ الجَرَائِمَ على المَشْرَحَةِ : جرائم کا پوسٹ مارٹم کرنا۔ وَضَعَ إِكْلِيلَ الزُّهُورِ على النعش : میت پر پھول چڑھانا۔ وَضَعَ المِيزَانِيَّة : بجٹ تیار کرنا۔

الوَضْع : صورت حال، پوزیشن، جمع : أَوْضَاع۔ الوَضْع المَأسَوِيّ : تکلیف دہ صورتحال الوَضْع المُتَدَهْوِر : بگڑی ہوئی صورتحال۔ یہاں "هٰذا الوضع" سے مقامات کا لکھنا اور اس کی تصنیف مراد ہے۔ يُنَدِّد - تَنْدِيدًا : مشہور کرنا۔ نَدَّدَ بفلان : کسی کے عیوب ظاہر کرنا، مذمت کرنا نَدَّ (ض) نَدًّا : بھاگنا۔ مَنَاهِي : یہ مَنْهِيّ کی جمع ہے، صیغہ اسم مفعول بمعنی ممنوع۔ نَهَى عَنْهُ (ف) نَهْيًا : روکنا، منع کرنا۔

وَمَنْ نَقَدَ الْأَشْيَاءَ بِعَيْنِ الْمَعْقُولِ ، وَأَنْعَمَ النَّظَرَ فِي مَبَانِي الْأُصُولِ ، نَظَمَ هَذِهِ الْمَقَامَاتِ ، فِي سِلْكِ الْإِفَادَاتِ ، وَسَلَكَهَا مَسْلَكَ الْمَوْضُوعَاتِ، عَنِ الْعَجْمَاوَاتِ وَالْجَمَادَاتِ .

وَلَمْ يُسْمَعْ بِمَنْ نَبَا سَمْعُهُ عَنْ تِلْكَ الْحِكَايَاتِ ، أَوْ أَثَّمَ رُوَاتَهَا فِي وَقْتٍ مِنَ الْأَوْقَاتِ .

تاہم جو شخص عقل کی آنکھ سے چیزوں کو پرکھے گا (اور آزمائے گا) اور (کلام کے) اصول کی بنیادوں میں غور کرے گا تو وہ اس مقامات کو فوائد کی لڑی میں پروئے گا اور اس کو چلائے گا ان کہانیوں کے طریقے پر جو وضع کی گئی ہیں حیوانات اور جمادات کے بارے میں (یعنی اس مقامات کو ان حکایات میں داخل کرے گا جو حیوانات اور جمادات کی زبانوں سے بنائی جاتی ہیں) اور کسی شخص کے متعلق (آج تک) نہیں سنا گیا کہ اس کے کان نے ان کہانیوں سے دوری اختیار کی ہو یا ان کے راویوں کو کسی وقت گناہ گار ٹھہرایا ہو،

* * *

نَقَدَ (ن) نَقْدًا : نقد رقم دینا۔ نَقَدَ الْكَلَامَ : کلام پرکھنا کلام کے محاسن ظاہر کرنا۔ المَعْقُول : عقل، یہ مصدر ہے "مفعول" کے وزن پر جیسے مَيْسُور ، مَعْسُور مصادر بروزن " مفعول " ہیں۔

أَنْعَمَ النَّظَرَ : فی الشئ : کسی شی میں اچھی طرح نظر کرنا، غور و فکر کرنا۔ مَبَانی : یہ مَبْنٰی کی جمع ہے : عمارت، بناء۔ أُصُول : أَصْل کی جمع ہے : اصل، جڑ، قانون۔ سِلْك : دھاگہ، جمع : أَسْلَاك ۔ الْإِفَادَات : فوائد، یہ إِفَادَة کی جمع ہے جو باب افعال أَفَادَ - إِفَادَةً کا مصدر ہے : فائدہ پہنچانا۔ أَفَادَ الْمَالَ : جمع کرنا۔ أَفَادَ فُلَانًا الْمَالَ : فلاں کو مال دینا۔ فَادَ الْمَالُ (ن) فَوْدًا : مال کا جمع ہونا۔ یہاں افادات سے فوائد مراد ہیں۔

سَلَكَهَا : سَلَكَ (ن) سُلُوكًا : چلنا۔ سَلَكَ الشَّيْءَ فِيهِ (ن) سَلْكًا : داخل کرنا۔ سورۃ شعراء آیت ۲۰۰ میں ہے "وَكَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِي قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ " مَسْلَك : راستہ، طریقہ، جمع : مَسَالِك ۔ الْمَوْضُوعَات : یہ مَوْضُوع کی جمع ہے : وہ واقعات اور قصے جو اپنی طرف سے وضع کیے گئے، گھڑے گئے ہوں۔ الْعَجْمَاوَات : اس کا مفرد عَجْمَاء ہے : جانور، حدیث میں ہے " الْعَجْمَاء

جُرُحُها جُبَار » الجَمادات : یہ جماد کی جمع ہے : وہ شئی جس میں زندگی اور نشو ونما کی صلاحیت نہ ہو۔
علامہ حریری رحمہ اللہ کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ مقامات میں اگرچہ ظاہراً بہت سارے واقعات اپنی طرف سے تراشیدہ اور موضوع ہیں لیکن انصاف کی نظر سے دیکھنے والا ان واقعات کو جھوٹ کا پلندہ قرار دے کر ان سے لوگوں میں نفرتیں نہیں پھیلائے گا بلکہ جس طرح بہت ساری کتابوں میں جانوروں اور جمادات کے قصے ہوتے ہیں اور ان کی زبان سے عبرت کے لئے کئی افسانے موضوع ہوتے ہیں جیسے مشہور کتاب کلیلۃ ودمنۃ میں ہیں۔ اسی طرح مقامات کو بھی اسی سلسلہ کی کڑی سمجھ کر قبول کیا جائے گا۔
نَبَا سَمْعُهُ : نبا (ن) نَبْوًا : اچٹ جانا۔ نبا طَبْعُهُ مِنَ الشئ : طبیعت کا اکتا جانا۔ نَبَا سَمْعُهُ : کان کا اکتا جانا، قبول نہ کرنا۔ سَمْع : کان، جمع : أَسْمَاع۔ أَثَّمَ۔ تَأْثِيمًا : گناہ گار قرار دینا۔ رُوَاة : یہ رَاوِی کی جمع ہے : روایت کرنے والا۔

***

ثُمَّ إِذَا كَانَتِ الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ، وَبِهَا انْعِقَادُ الْعُقُودِ الدِّينِيَّاتِ ، فَأَيُّ حَرَجٍ عَلَى مَنْ أَنْشَأَ مُلَحًا لِلتَّنْبِيهِ ، لَا لِلتَّمْوِيهِ ، وَنَحَا بِهَا مَنْحَى التَّهْذِيبِ ، لَا الأَكَاذِيبِ ! وَهَلْ هُوَ فِي ذَلِكَ إِلَّا بِمَنْزِلَةِ مَنِ انْتَدَبَ لِتَعْلِيمٍ ، أَوْ هَدَى إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ !

① عَلَى أَنَّنِي رَاضٍ بِأَنْ أَحْمِلَ الْهَوَى وَأَخْلُصَ مِنْهُ ، لَا عَلَيَّ وَلَا لِيَا

پھر جب اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور دینی معاملات کا انعقاد انہیں پر ہے تو کیا حرج ہے ایسے شخص پر جس نے نمکین (اور چٹ پٹی) باتیں بیداری کے لئے لکھی ہوں، ملمع سازی کے لئے نہیں اور ان سے اس نے تہذیب اخلاق کا ارادہ کیا ہو، جھوٹی باتوں کا نہیں، وہ آدمی اس میں نہیں ہے مگر بمنزلہ اس شخص کے جس نے تعلیم کی دعوت دی ہو، یا رہنمائی کی ہو سیدھی راہ کی طرف۔

"اس کے باوجود میں اس پر راضی ہوں کہ خواہش نفس (کے الزام) کو اٹھاؤں اور اس سے چھٹکارا حاصل کروں اس حال میں کہ نہ میرے خلاف کچھ ہو اور نہ میرے حق میں" (یعنی نیت کے صحیح ہونے اور مقامات کے لکھنے میں محنت کرنے کے باوجود میں اس بات پر راضی ہوں کہ اس کے عوض تعریف اور مدح کا جو صلہ ملنا چاہئے اس کو ترک کردوں اور خواہش نفس کے ترک کرنے کا یہ بوجھ اٹھالوں تاہم اس سے خلاصی اس حال میں ہو کہ میرے حصے میں ثواب نہ آئے تو گناہ بھی نہ آئے، مدح نہ آئے تو مذمت بھی نہ

آئے، معاملہ برابر سرابر ختم ہو)

***

① (عَلَی) حرف جار (أَنِي) میں (أَنَّ) حرف مشبہ بالفعل، نون وقایہ، یاء ضمیر متکلم اس کا اسم (رَاضٍ) اس کی خبر ہے (أحمل) فعل، فاعل اور (الھَوی) اس کے لئے مفعول بہ، یہ جملہ فعلیہ بن کر معطوف علیہ ہے، واو عاطفہ (أخلص) فعل اور ضمیر متکلم فاعل ذوالحال ہے (مِنہ) جار مجرور فعل سے متعلق ہے (لا عَلَیَّ) میں (لا) نفی جنس کے لئے ہے، اس کا اسم محذوف (شَيءَ) ہے (عَلَی) (کائن) سے متعلق ہو کر خبر ہے، اسم اور خبر مل کر معطوف علیہ اور (لا لیا) میں بھی (لا) نفی جنس (شئ) محذوف اس کا اسم (لیا) میں الف اشباع کا ہے، اصل میں "لِی" ہے یہ (کائن) سے متعلق ہو کر خبر، اسم اور خبر مل کر جملہ معطوف، معطوف علیہ اور معطوف مل کر یہ حال ہے (أخلص) کی ضمیر متکلم سے۔ (أخلص) فعل اپنے متعلقات سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ معطوف (أحمل) کے لئے، یہ دونوں جملے (أنْ) مصدریہ کی وجہ سے بتاویل مصدر ہو کر مجرور (بِأنْ) میں با جارہ کے لئے، جار مجرور (راضٍ) سے متعلق ہے (أنني) میں (أنّ) حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم اور خبر سے مل کر (عَلَی) کے لئے مجرور، جار مجرور کا متعلق محذوف (کائن) ہے، جو کہ خبر ہے، مبتدا محذوف (التحقیق) کے لئے۔ تو شعر کی ترکیبی عبارت یہ ہوئی (التحقیق کائن عَلَی أنني راضٍ بأنْ أحمل الھوی وأخلص منه حال کونه لاشيء کائن عليَّ ولا شيءَ کائن لي)۔

***

اِنْعِقَاد: مصدر از انفعال، منعقد ہونا، قائم ہونا۔ عُقُود: عَقْدٌ کی جمع ہے: گرہ، عہد، دینی عقود سے عقد بیع، عقد نکاح وغیرہ مراد ہیں۔

أیّ حرج: أی: حرف استفہام ہے۔ حَرَج: تنگی، گناہ، سورۃ نور آیت ۶۱ میں ہے "لَیْسَ عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ" حَرِجَ (س) حَرَجًا: تنگ ہونا، گناہ کرنا۔ تَنْبِیْہ: مصدر از باب تفعیل: بیدار کرنا، اٹھانا۔ نَبَّھَہ مِن نَوْمِہ: نیند سے اٹھانا۔ نَبَّھَہ عَلَی الشَّئ: متنبہ کرنا۔ نَبُہ (ك) نَبَاھَۃً: شریف ہونا۔

تَمْوِيه : مَوَّهَ عَلَيهِ الخَبَرَ : جھوٹی خبر سنانا ، مَوَّهَ الشئَ بِمَاءِ الذَّهَب : سونے کا پانی چڑھانا، ملمع کرنا۔ مَاهَ (ن) مَوْهًا : پانی پلانا۔ یہاں تمویہ سے ایسی بات مراد ہے جو ظاہراً تو بڑی خوشنما ہو لیکن اندر سے درحقیقت نقصان دہ اور فاسد ہو نَحَا (ن) نَحْوًا : قصد کرنا۔ مَنْحی : مقصد، مصدر میمی ہے یا صیغۂ ظرف ہے۔ التَّهْذِيب : التَنْقِيَة : اصلاح۔ تهذيب الأخْلَاق : اخلاق کو سنوارنا۔ هَذَّبَ کے اصل معنی ہیں درخت سے زائد شاخوں کو کاٹ کر اس کی اصلاح کرنا۔ اس کے بعد اخلاق کے سلجھاؤ اور تہذیب و تمدن پر اس کا اطلاق ہونے لگا۔

الأكَاذِيب : أكْذُوبَة کی جمع ہے : جھوٹ۔ مَنزِلة : رتبہ، درجہ۔

اِنْتَدَبَ لِتَعلِيم : اِنْتَدَبَ : از باب افتعال: میسر ہونا، ظاہر ہونا، بلاوے پر جواب دینا اِنْتَدَب فلانًا لأمْر : بلانا، یہاں اسی آخری معنی میں ہے۔ نَدَبَ (ن) نَدْبًا : بلانا، میت پر ندبہ کرنا۔

آج کل یہ لفظ کئی معنوں میں مستعمل ہے ، انتدب أحَدًا : نمائندہ بنانا، انتدب به فی شئ : نمائندگی کرنا۔ اِنْتِدَاب : نمائندگی، تفویض۔ مَنْدُوب : نمائندہ صِرَاط : راستہ، جمع صُرُط۔ عَلَيَّ : میرے خلاف، لِي : میرے حق میں، میرے لئے۔

وَبِاللهِ أَعْتَضِدُ ، فِيمَا أَعْتَمِدُ ، وَأَعْتَصِمُ مِمَّا يَصِمُ . وَأَسْتَرْشِدُ ، إِلَى مَا يُرْشِدُ ؛ فَمَا الْمَفْزَعُ إِلاَّ إِلَيْهِ ، وَلاَ الاِسْتِعَانَةُ إِلاَّ بِهِ ، وَلاَ التَّوْفِيقُ إِلاَّ مِنْهُ ، وَلاَ الْمَوْئِلُ إِلاَّ هُوَ ؛ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ، وَبِهِ نَسْتَعِينُ ، وَهُوَ نِعْمَ الْمُعِينُ !

اور میں اللہ ہی سے قوت حاصل کرتا ہوں ان چیزوں میں جن کا میں ارادہ کرتا ہوں اور اللہ ہی کے ذریعے سے بچتا ہوں ان چیزوں سے جو عیب لگاتی ہیں اور اللہ ہی سے ہدایت طلب کرتا ہوں اس کی طرف جو ہدایت و رہنمائی کرے اس لئے کہ کوئی جائے پناہ نہیں ہے مگر اس کی طرف، مدد حاصل نہیں کی جاسکتی مگر اسی سے، توفیق نہیں ملتی مگر اسی سے اور نہیں کوئی ملجا و ماوی (ٹھکانہ) مگر وہی، اسی پر میں نے توکل کیا، اسی کی طرف میں لوٹوں گا، اسی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں اور وہ بہترین مددگار ہے۔

***

<u>أَعتَمِدُ</u> : اعتمد علیہ۔ اِعْتِمَادًا : اعتماد کرنا، بھروسہ کرنا، توکل کرنا۔ عَمَدَ الشیئَ (ض) عَمْدًا : قصد کرنا۔ أَعْتَصِمُ: صیغہ متکلم از افتعال، اِعْتَصَمَ بِہ : ہاتھ سے پکڑنا، لازم ہونا سورۂ آل عمران، آیت ۱۰۳ میں ہے " وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا " یعنی اللہ کی رسّی کو سب مل کر مضبوطی سے پکڑو۔ اِعْتَصَمَ مِنْهُ : اس سے بچنا، باز رہنا، یہاں اسی معنی میں ہے اِعْتَصَمَ فُلَانٌ بِاللهِ : اللہ کی مہربانی سے گناہوں سے باز رہنا۔ عَصَمَ (ض) عِصْمَةً : بچانا، حفاظت کرنا۔ يَصِمُ : اصل میں يَوْصِمُ تھا، يَعِدُ کے قانون سے يَصِمُ بن گیا۔ وَصَمَ : (ض) وَصْمًا : عیب لگانا۔ أَسْتَرْشِدُ : رشد اور هدایت طلب کرنا۔ يُرْشِدُ ۔ إِرْشَادًا : هدایت دینا، رہنمائی کرنا۔ المَفْزَعُ : صیغہ ظرف : جائے پناہ۔ فَزِعَ إِلَيْہِ (ف) فَزَعًا : پناہ پکڑنا۔ المَوْئِلُ : ملجا و پناہ گاہ۔ وَأَلَ إِلَيْہِ (ف) وَأْلاً ، وُؤُلاً : پناہ پکڑنا۔ أُنِيبُ : أَنَابَ إِلَيْہِ ۔ إِنَابَةً : رجوع کرنا، توبہ کرنا۔

<u>نِعْمَ المُعِيْنُ</u> : نِعْمَ افعالِ مدح میں سے ہے جس کی تفصیل نحو میر وغیرہ میں آپ پڑھ چکے

ہیں کہ اس کا فاعل اسم ظاہر معرّف باللام ہوتا ہے جیسے یہاں "نِعْمَ المُعِیْن" میں المُعِیْن اس کا فاعل معرّف باللام ہے اور یا مضاف ہوتا ہے جیسے سورۃ نحل، آیت ۳۰ میں ہے " وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ " اس میں دَار، نِعْمَ کا فاعل ہے اور وہ مضاف ہے اور یا اس کا فاعل خود اس میں "ھو" ضمیر مستتر ہوتا ہے اور چونکہ وہ مبہم ہوتا ہے اس لئے اس کی تمیز میں آگے کسی اسم نکرہ کو لے آتے ہیں جیسے نِعْمَ رَجُلاً زَیْدٌ، اس میں "نِعْمَ" کا فاعل اس کے اندر ضمیر مستتر ہے اور "رَجُلاً" اس سے تمیز ہے، یہ سب خبر مقدم اور زَیْدٌ مبتدا مؤخر ہے، نِعْمَ کے اندر ضمیر زَیْدٌ کی طرف راجع ہے جو اگرچہ لفظاً مؤخر ہے لیکن مبتدا واقع ہونے کی وجہ سے رتبتاً مقدم ہے اس لئے اضمار قبل الذکر صرف لفظاً لازم آرہا ہے رتبۃً نہیں اور اس طرح کا اضمار جائز ہے۔

(تفصیل کیلئے دیکھئے "معجم النحو" (ص ۴۰۸ - ۴۱۱))

<u>المُعِین</u>: صیغہ اسم فاعل از باب افعال: اعانت اور مدد کرنے والا، أَعَانَه - إِعَانَة: تعاون کرنا، مدد کرنا۔

المَقَامَةُ الأُولىٰ الصَّنعَانِيَّةُ

علامہ حریری کے مقامات کی ہر دھائی کا پہلا مقامہ وعظ ونصیحت اور زہد و تقوی کی ترغیب پر مشتمل ہے، ان کا یہ پہلا مقامہ بھی ایک ولولہ انگیز تقریر پر مشتمل ہے اور یہی تقریر اس مقامہ کے عروسِ الفاظ کا حسین زیور ہے، جس میں انسان کی غفلت، آخرت کی تیاری اور دنیا کی بے ثباتی کو بڑے پر شکوہ الفاظ میں بیان کیا گیا ہے، اس کے لیے قصہ کی ترتیب یوں بنائی گئی ہے کہ حارث بن ھمام یمن کے مشہور شہر صنعاء میں گھومتے گھومتے ایک جلسہ میں پہونچ گئے جہاں رونے رلانے کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں، دیکھا کہ ایک صاحب تقریر کر رہا ہے، تقریر ختم کرنے کے بعد وہ لوگوں سے چھپتے چھپاتے ایک غار میں اپنے ٹھکانے پر گیا، حارث بھی اس کے پیچھے خفیہ طور پر گئے، وہاں جا کے کیا دیکھتے ہیں کہ خطیب صاحب کے ساتھ ایک لڑکا ہے، سامنے شراب ہے، بھنا ہوا گوشت ہے، حارث پوچھتے ہیں، یہ کیا؟ لوگوں کے سامنے تو زہد و تقوی کی نصیحتیں ہو رہی تھیں اور یہاں یہ حرکتیں؟ حضرتِ واعظ اشعار میں جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وعظ و نصیحتوں کا دام فریب تو دنیا کمانے کے لیے میں بچھاتا ہوں، حارث کو بڑی حیرت ہوتی ہے، شاگرد سے پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہے؟ وہ کہتا ہے یہ ادیبوں کا سر تاج ابو زید سروجی ہے، اس مقامہ میں نو اشعار ہیں۔

المقامة الأولى وهي الصنعانية

حدّث الحارث بن همّام قال: لمّا اقتعدْتُ غاربَ الاغتراب، وأنأتني المَتربة عن الأتراب، طوّحت بي طوائحُ الزّمن، إلى صنعاء اليمن، فدخلتها خاوي الوفاض، بادي الإنفاض؛ لا أملكُ بُلغةً، ولا أجدُ في جرابي مُضغةً.

حارث بن ہمام نے بیان کیا جس وقت میں سفر کے کاندھے پر سوار ہوا اور فقر نے مجھے ہم عمروں سے دور کردیا تو زمانے کے حوادثات نے مجھے صنعاء یمن کی طرف پھینکا پس میں اس میں داخل ہوا اس حال میں کہ میرا توشہ دان خالی تھا، اور میرا فقر ظاہر تھا، میں تھوڑے سے توشے کا بھی مالک نہ تھا اور اپنے توشہ دان میں ایک لقمہ بھی نہیں پاتا تھا۔

* * *

علامہ حریری رحمہ اللہ نے یہ مقامہ یمن کے مشہور شہر "صَنْعاء" کی طرف منسوب کیا ہے۔ علامہ حریری کی یہ عادت ہے کہ وہ ہر مقامہ کو کسی نہ کسی شہر کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ صنعاء دو ہیں ایک یمن میں ہے اور وہی مشہور اور بڑا ہے، دوسرا صنعاء دمشق غوطہ میں ایک بستی کا نام ہے۔

صَنْعاء کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے علامہ حموی معجم البلدان (ج ۳۔ص ۴۲۶) میں لکھتے ہیں کہ صنعاء کی صنعت اور اس کی تعمیر میں کاریگری بڑی عمدہ ہے اس لئے اسے صنعت کی طرف منسوب کرکے صنعاء کہتے ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ حبشیوں نے اس شہر کو جب پہلی بار دیکھا کہ اس کی تعمیر میں بڑے مضبوط پتھر استعمال کئے گئے تو کہنے لگے ھٰذہ صَنْعَۃ یہ تو کاریگری ہے۔ اور اسی مناسبت سے اس کو صنعاء کہا جانے لگا۔ بعضوں نے کہا کہ صنعاء کا نام شروع میں اُزال تھا جس شخص نے اس کو آباد کیا اس کا نام صنعاء تھا، اس کے نام پر اس شہر کو صنعاء کہا جانے لگا۔

صنعاء اور عدن کے درمیان اڑسٹھ میل کا فاصلہ ہے، صنعاء کی آب و ہوا معتدل ہے اور آجکل یہ جنوبی یمن کا دارالحکومت ہے۔

صنعاء سے بڑی بڑی علمی شخصیات اٹھیں۔ مشہور محدّث عبدالرزاق بن ہمام صَنْعانی اسی شہر کے تھے اور صنعاء ہی کی طرف منسوب کرکے انہیں صنعانی کہا جاتا ہے۔ جن کی حدیث کی کتاب "مُصَنَّف

عبدالرزاق » سے مشہور ہے۔

لَمَّا اقْتَعَدْتُ غَارِبَ الاِغْتِرَاب : " لَمَّا " کی تین قسمیں ہیں ① استثنائیہ ، ② ظرفیہ بمعنی حِین ③ جازمہ۔

① " لما " استثنائیہ حرف " اِلّا " کے معنی میں ہوتا ہے اور اس وقت یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جیسے سورۃ طارق آیت ۴ میں ہے " اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ " اس میں " لَمَّا " بمعنی " اِلّا " ہے۔

② " لمّا " ظرفیہ بمعنی " حِینَ " ہوتا ہے ، اس وقت یہ صرف فعل ماضی پر داخل ہوتا ہے۔ اور اس کا جواب یا تو فعل ماضی ہوتا ہے جیسے سورۃ بنی اسرائیل آیت ۶۷ میں ہے " فَلَمَّا نَجّٰكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ " یا اس کا جواب جملہ اسمیہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اِذا مفاجاتیہ لگا ہوتا ہے جیسے سورۃ عنکبوت آیت ۶۵ میں ہے " فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ " اس میں اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ جوابِ " لَمَّا " ہے اور " اِذا " مفاجاتیہ ہے۔ اور کبھی جملہ اسمیہ کے ساتھ " فاء " لگا دیتے ہیں جیسے سورۃ لقمان آیت ۳۲ میں ہے " فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ " اس میں " فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ " جملہ اسمیہ جواب " لَمَّا " ہے اور مقرون بالفاء ہے۔

③ تیسری قسم " لمّا جازمہ " ہے ، اس صورت میں یہ صرف فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے اور حرف لَمْ کی طرح نافیہ ہوتا ہے ، مضارع کو جزم دیتا ہے اور اسے ماضی کے معنی میں کر دیتا ہے یعنی وہی عمل کرتا ہے جو حرف لَمْ کرتا ہے۔ البتہ لَمْ جازمہ اور لَمَّا جازمہ میں چند فرق ہیں ، ایک یہ کہ " لَمَّا " استمرار نفی کے لئے آتا ہے اور " لَمْ " مطلق نفی کے لئے ، دوم یہ کہ " لَمَّا " کے ساتھ حرفِ شرط نہیں لگا سکتے جبکہ " لم " کے ساتھ لگا سکتے ہیں چنانچہ " اِنْ لَمَّا تَقُمْ " نہیں کہہ سکتے ، " اِنْ لَمْ " کہہ سکتے ہیں جیسے کہ سورۃ مائدۃ آیت ۷۰ میں ہے وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ " سوم یہ کہ " لَمَّا " کے منفی کو حذف کر سکتے ہیں لیکن " لم " کے منفی کو حذف نہیں کر سکتے۔ چنانچہ یہ کہنا صحیح ہے " قَرُبَ خَالِدٌ مِنَ الْمَدِيْنَةِ وَلَمَّا " ای وَلَمَّا يَدْخُلْهَا بَعْدُ اس میں " يَدْخُلْهَا بَعْدُ " کو حذف کرنا صحیح ہے لیکن " لَمْ " آئے گا تو پھر درست نہیں ہوگا (معجم النحو ۳۱۳) مقامات میں یہاں لَمَّا حینیہ ہے۔

اقْتَعَدْتُ : باب افتعال سے واحد متکلم ماضی کا صیغہ ہے۔ ای اتَّخَذْتُ قَعُوْدًا : میں نے سواری بنایا ، سوار ہوا۔ قَعُوْد سواری کے اونٹ کو کہتے ہیں۔ و قَعَدَ (ن) قُعُوْدًا : بیٹھنا۔

غَارِب : کندھا ، جمع : غَوَارِب ، کہتے ہیں : حَبْلُكَ عَلٰى غَارِبِكَ آپ کی رسی آپ کی گردن پر ہے یعنی آپ آزاد ہیں جہاں چاہیں جائیں۔

الاِغْتِرَاب : از باب افتعال۔ اِغْتَرَبَ وتَغَرَّبَ : سفر کرنا ، وطن سے جانا۔ اِغْتِرَاب کے

معنی غیروں میں شادی کرنے کے بھی آتے ہیں، کہتے ہیں اِغْتَرَبَ فلانٌ: اِذَا تَزَوَّجَ اِلٰی غَیْرِ اَقَارِبِہٖ حدیث میں ہے "اِغْتَرِبُوا ولا تُضْوُوا" یعنی شادی اجنبی عورتوں سے کرو قریب کے رشتہ داروں میں نہ کرو۔ وغَرُبَ (ک) غَرَابَۃً، غُرْبَۃً: وطن سے دور ہونا۔ وَلَمَّا اقْتَعَدْتُ غَارِبَ الاِغْتِرَاب: جب میں سفر کے کاندھے پر سوار ہوا۔

أَنْأَتْنِي مَتْرَبَۃٌ عَنِ الأَتْرَاب : أَنْأَتْنِي: یہ باب افعال سے واحد مؤنث غائب

کا صیغہ ہے، آخر میں نون وقایہ ہے اور یا ضمیر متکلم مفعول بہ ہے۔ اصل صیغہ ہے أَنْأَيَتْ بروزن أَكْرَمَتْ پھر یا ماقبل مفتوح کو الف سے بدلا أَنْأَاتْ ہوگیا، پھر تخفیفاً الف کو بھی نہیں پڑھتے اور أَنْأَتْ پڑھتے ہیں أَنْأَى الشَّيءَ۔ اِنْآءً: دور کرنا، مجرد میں باب فتح سے ہے۔ نَأَى الشَّيءُ (ف) نَأْيًا: دور ہونا، سورۃ حٰم السجدۃ آیت ۵۱ میں ہے " وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰبِجَانِبِهٖ" یہ کلمہ مہموز العین اور ناقص یائی ہے حروف اصلیہ (ن ء ی) ہیں۔

مَتْرَبَۃ: فقر و فاقہ، مسکینی، سورۃ البلد آیت ۱۶ میں ہے: " اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ " تَرِبَ الرجُلُ (س) تَرَبًا: خاک میں ملنا، فقیر ہونا کیونکہ فقیر بھی گویا خاک میں مل جاتا ہے أَتْرَاب: اس کا مفرد تِرْبٌ ہے: ہم عمر، سورۃ نبأ آیت ۳۳ میں ہے "وَكَوَاعِبَ اَتْرَابًا" ہم عمر کو تِرْبٌ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بچپن میں مٹی میں ساتھ کھیلتا ہے اور مر کر مٹی میں ساتھ جاتا ہے۔

طَوَّحَتْ بِي طَوَائِحُ الزَّمَن : طَوَّحَتْ بہ۔ تَطْوِيحًا: پھینکنا، آوارہ پھرنا۔

طَاحَ (ن) طَوْحًا: طاح (ض) طَيْحًا: ہلاک ہونا۔ طَوَائِح: طَائِحَۃ کی جمع ہے: حوادث زمانہ نہشل بن حری کے مرثیہ کا مشہور شعر ہے

لِيُبْكَ يَزِيدُ ضَارِعٌ لِخُصُومَةٍ وَمُخْتَبِطٌ مِمَّا تُطِيحُ الطَّوَائِحُ

اس شعر کو فعل حذف کرنے کے جواز میں بطور استدلال پیش کرتے ہیں کیونکہ ضارع سے پہلے يَبْكِي فعل کو جوازاً حذف کردیا ہے أی يَبْكِيهِ ضَارِعٌ۔ طوحت بی طوائح الزمن یعنی زمانہ کے حوادثات نے مجھ کو پھینکا۔

خَاوِي الوِفَاض بَادِي الانفاض : خَاوِي: خالی، سورۃ نمل آیت ۵۲

میں ہے: " فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً " خَوَى (ض) خَيًّا، خُوِيًّا، خَوَايَۃً: خالی ہونا۔ الوِفَاض: وَفْضَۃٌ کی جمع ہے: تھیلہ۔ بَادِي: اسم فاعل بمعنی ظاہر۔ بَدَا (ن) بُدُوًّا: ظاہر ہونا۔ الإِنْفَاض: باب افعال کا مصدر ہے بمعنی فقر أَنْفَضَ الوِعَاءُ۔ إِنْفَاضًا: برتن کا خالی ہوجانا۔ أَنْفَضَ القَوْمُ: توشہ کو ختم کردینا، توشہ کا ختم ہوجانا (لازم و متعدی) نَفَضَ

القَوْمُ (ن) نَفْضًا : توشہ ختم ہونا، نَفَضَ الثَّوبَ: کپڑا جھاڑنا، حرکت دینا، گرانا۔ بَادِي الإِنْفَاضِ : ظَاهِرُ الفَقْرِ۔

لَا أَمْلِكُ بُلْغَةً : مَلَكَ (ض) مِلْكًا مالک ہونا۔ بُلْغَة : زَادٌ لِلْمُسَافِرِ۔ يَبْلُغُ بِهٖ مِنْ يَومِهٖ إِلَى غَدِهٖ : مسافر کا توشہ جو دوسرے دن تک چل سکے، قوت لایموت۔

لَا أَجِدُ فِي جِرَابِي مُضْغَةً : وَجَدَ (ض) وُجُوْدًا : پانا۔ جِرَاب: چمڑے کا برتن، تھیلہ توشہ دان، جمع : أَجْرِبَة، جُرُبٌ، جُرْبٌ۔ مُضْغَة : گوشت کا ٹکڑا جو چبایا جائے، لقمہ، جمع : مُضَغٌ۔

***

فَطَفِقْتُ أَجُوبُ طُرُقَاتِهَا مِثْلَ الْهَائِمِ، وَأَجُولُ فِي حَوْمَاتِهَا
جَوَلَانَ الْحَائِمِ، وَأَرُودُ فِي مَسَارِحِ لَمَحَاتِي، وَمَسَايِحِ غَدَوَاتِي
وَرَوحَاتِي، كَرِيمًا أُخْلِقُ لَهُ دِيبَاجَتِي، وَأَبُوحُ إِلَيْهِ بِحَاجَتِي،
أَوْ أَدِيبًا تُفَرِّجُ رُؤْيَتُهُ غُمَّتِي، وَتُرْوِي رِوَايَتُهُ غُلَّتِي؛

چنانچہ میں نے چکر لگانا شروع کیا اس کے راستوں میں حیران آدمی کی طرح اور گھومتا رہا اس کے اطراف (اور گلی کوچوں) میں پیاسے کی طرح، میں تلاش کر رہا تھا اپنی نگاہوں کی چراگاہوں اور اپنی صبح و شام کی سیاحت کی جگہوں میں ایک ایسے سخی کو جس کے سامنے میں اپنے چہرے کو پرانا کرسکوں (یعنی اس کے سامنے دست سوال دراز کرسکوں) اور اپنی حاجت اس کے سامنے ظاہر کرسکوں یا ایک ایسے ادیب کو (تلاش کر رہا تھا) جس کا دیدار میرے غم کو دور کردے اور اس کی روایت (اور گفتگو) میری پیاس کو سیراب کردے،

***

فَطَفِقْتُ أَجُوبُ طُرُقَاتِهَا مِثْلَ الْهَائِمِ : طَفِقَ (س) طَفْقًا شروع کرنا، کرنے لگنا یہ افعالِ مقاربہ میں سے ہے، نفی میں استعمال نہیں ہوتا چنانچہ ما طَفِقَ کہنا درست نہیں۔ سورۂ أعراف آیت ۲۲ میں ہے : " وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ "

أَجُوْبُ : صیغۂ متکلم (ن) جَوْبًا، تَجْوَابًا : قطع کرنا، کاٹنا، تراشنا۔ جَابَ البِلَادَ : شہروں کو سفر کر کے قطع کیا۔ طُرُقَات : اس کا مفرد طَرِیق ہے : راستہ۔ مذکر اور مؤنث دونوں

طرح مستعمل ہے۔ سورۃ فجر آیت ۹ میں ہے: "وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ"
مِثْل: نظیر، مانند۔ مذکر مؤنث، مفرد جمع سب کے لئے مستعمل ہے۔ هُوَ مِثْلُه، هُمَا مِثْلُه، هُم مِثْلُه۔ مِثْل اور مِثَال میں فرق یہ ہے کہ مِثْل حقیقت اور ذاتی اوصاف میں شریک کے لئے استعمال ہوتا ہے جبکہ مِثَال میں کسی بھی طرح کی مشابہت اور مشارکت کافی ہوتی ہے اسی لئے قرآن میں لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وارد ہے یعنی مشارک فی الحقیقت کی نفی کی گئی۔ الهائم: اسم فاعل بمعنی حیران، پیاسا۔ جمع: هُيَّم، هُيَّام۔ هَامَ فلانٌ (ض) هَيْمًا، هَيَمَانًا: آوارہ پھرنا۔
هام فی الأمر: حیران ہونا، سورۃ الشعراء آیت ۲۲۵ میں ہے: "اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ"۔ هَامَ فلان۔ هُيَامًا: سخت پیاسا ہونا۔ هام به هُيَامًا: فریفتہ ہونا۔ بہرحال اس لفظ کے معنی آوارہ پھرنے، حیران ہونے، پیاسا ہونے اور عاشق ہونے کے آتے ہیں۔ هائم: حیران، عاشق، پیاسا اور آوارہ پھرنے والے کو کہتے ہیں۔
أَجُوْلُ فِيْ حَوْمَاتِهَا جَوَلَانَ الحَائِمِ: أَجُوْل: صیغہ واحد متکلم مضارع، جَالَ (ن) جَوْلًا، جَوَلَانًا: چکر لگانا۔ جَوْلَة: گشت، دورہ جَوْلَةٌ تَفْتِيْشِيَّةٌ: تحقیقاتی دورہ، جَوْلَةٌ من المُبَاحَثَات: بات چیت کا دور، جَوَّالَة: موٹر سائیکل۔ حَوْمَات: اس کا مفرد حَوْمَةٌ ہے۔ حَوْمَةُ كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز کا بڑا حصہ۔ حَوْمَةُ الوَغٰى: معرکہ کارزار۔ حَامَ الطَّائِرُ حَوْلَ الشَّيْءِ (ن) حَوْمًا حَوَمَانًا: چکر لگانا، منڈلانا، حَامَ الرَّجُلُ: پیاسا ہونا۔ یہاں حَوْمَات سے شہر صنعاء کے اطراف اور جہات مراد ہیں۔ حائم: پیاسا، جمع: حُوَّم۔
وَأَرُوْدُ فِيْ مَسَارِحِ لَمَحَاتِيْ: أَرُوْدُ: صیغہ متکلم مضارع۔ رَادَ (ن) رَوْدًا رِيَادًا: تلاش کرنا، تلاش میں پھرنا۔ رَائِد: جستجو و تلاش کرنے والا، قائد و رہنما۔
مَسَارِح: یہ مَسْرَح کی جمع ہے بمعنی چراگاہ، اسٹیج تماشا گاہ۔ مَسْرَحِيَّة: ڈرامہ، لَمَحَات: مفرد لَمْحَة: اچٹتی نگاہ، چمک۔ لَمَحَ (ف) لَمْحًا: اچٹتی ہوئی نگاہ سے دیکھنا۔
مَسَايِحَ غَدَوَاتِيْ وَرَوْحَاتِيْ: مَسَايِح: مَسِيْحَةٌ کی جمع ہے: بہنے کی جگہ، سیاحت کی جگہ، سَاحَ المَاءُ (ض) سَيْحًا: بہنا۔ سَاحَ۔ سِيَاحَةً: سیاحت کرنا۔ سورۃ توبہ آیت ۲ میں ہے: "فَسِيْحُوْا فِي الْأَرْضِ" شریشی لکھتے ہیں:
"مَسَايِح: مَسَالِك، أَرَادَ طُرُقَهُ الَّتِيْ يَسِيْرُ فِيْهَا بِالْمَشْيِ بِالغُدُوِّ وَالعَشِيِّ۔"
یعنی یہاں مسایح سے وہ راستے مراد ہیں جن میں وہ صبح و شام پیدل چلتا تھا۔
غَدَوَات: اس کا مفرد غَدْوَةٌ ہے طلوع فجر اور طلوع شمس کے درمیان کے وقت کو کہتے ہیں۔
رَوْحَات: رَوْحَةٌ کی جمع ہے: ایک مرتبہ جانا، شام کے وقت جانا۔

کریما أُخلِقُ لَهُ دِیبَاجَتِي : کَرِیم : شریف، جمع : کُرَماء ۔ أُخلِق : صیغہ واحد متکلم مضارع ازافعال ۔ أخلَق ۔ إخلَاقًا : پرانا کرنا، پرانا ہونا (لازم ومتعدی) و خلُقَ (ک)، خُلُوقَةً : پرانا ہونا۔ دِیبَاجَة : چہرہ، مقدمۂ کتاب، دیباچہ، اس کی جمع دِیبَاج آتی ہے اور دِیبَاج کی جمع دَبَابِج اور دَبَابِیج آتی ہے ۔ دِیبَاجَات بھی اس کی جمع آتی ہے أَبُوح : صیغۂ متکلم۔ بَاحَ (ن) بَوحًا : ظاہر ہونا بَاحَ بِهِ : ظاہر کرنا ۔

مطلب یہ ہے کہ مجھے ایک ایسے آدمی کی تلاش تھی جس کے سامنے میں اپنا چہرہ پرانا اور ذلیل کرسکوں یعنی اس کے سامنے دستِ سوال دراز کرسکوں اور اپنی حاجت ظاہر کرسکوں ،

تُفَرِّجُ رُؤْیَتُهُ غُمَّتِي : تُفَرِّجُ : صیغۂ واحد مؤنث غائب مضارع از باب تفعیل ، فَرَّج تفریجًا وفَرَجَ (ض) فَرجًا : وسیع کرنا، کشادہ کرنا، زائل کرنا فَرَّجَ اللهُ غَمَّهُ : اللہ نے اس کا غم زائل کر دیا۔ رُؤْیَة: مصدر رَأَى (ف) رُؤْيَةً : دیکھنا۔ غُمَّة غم۔ سورۂ یونس آیت ۷۱ میں ہے : " ثُمَّ لَا یَکُنْ أَمْرُکُمْ عَلَیْکُمْ غُمَّةً "

وتُرْوِي رِوَایَتُهُ غُلَّتِي : تُرْوِي از باب افعال ۔ أَرْوَى ۔ إِرْوَاءً : سیراب کرنا۔ ورَوِيَ (س) رَیًّا، رِیًّا : سیراب ہونا۔ غُلَّة : سخت پیاس۔ جمع : غُلَلٌ ۔ غل (س) غُلَّةً : سخت پیاسا ہونا۔

***

حَتَّى أَدَّتْنِي خَاتِمَةُ المَطَافِ وَهَدَتْنِي فَاتِحَةُ الإِلطَافِ، إِلَى نَادٍ رَحِيبٍ ، مُحْتَوٍ عَلَى زِحَامٍ وَنَحِيبٍ ، فَوَلَجْتُ غَابَةَ الجَمْعِ ، لِأَسْبُرَ مَجْلَبَةَ الدَّمْعِ ،

یہاں تک کہ طواف (اور گردش) کے اختتام نے مجھے پہنچادیا اور مہربانیوں کے افتتاح نے میری رہنمائی کی ایک ایسی وسیع مجلس کی طرف جو مشتمل تھی ہجوم اور رونے کی آواز پر، چنانچہ میں مجمع کے جنگل میں داخل ہوا تاکہ جان سکوں آنسو کو کھینچنے (اور بہنے) کے سبب کو۔

***

أَدَّتْنِي خَاتِمَةُ الْمَطَافِ : اَدَّتْ: صیغہ مونث از باب تفعیل۔ اَدّٰی ۔ تَاْدِیَۃً: ادا کرنا۔ سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۲ میں ہے : " فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ " أَدّٰی إِلیہ: پہنچانا یہاں اسی معنی میں ہے کیونکہ آگے صلہ میں "إلی" آرہا ہے۔ یہ مجرد سے اس معنی میں مستعمل نہیں اور اس کے حروفِ اصلیہ (ا د ی) ہیں۔ خَاتِمَہ: جمع خَوَاتِم۔ المَطَاف : مصدر میمی ہے۔ طَافَ (ن) مَطَافًا، طَوَافًا : چکر لگانا، طواف کرنا۔

هَدَتْنِي فَاتِحَةُ الْأَلْطَافِ : هَدَتْ (ض) هِدَايَةً : رہنمائی کرنا۔ فَاتِحَۃ : ہر شئ کا اول، جمع فَوَاتِح۔ الأَلْطَاف : مہربانیاں یہ لُطْفٌ کی جمع ہے بمعنی نرمی۔ لَطَفَ بہ، لہ (ن) لُطْفًا : نرمی کرنا، مہربانی کرنا۔ لَطُفَ (ک) لَطَافَةً : چھوٹا باریک ہونا، لطیف ہونا۔

نَادٍ رَحِيبٍ مُحْتَوٍ عَلٰى زِحَامٍ وَنَحِيبٍ : نادٍ : مجلس، جمع : أَنْدَاء، رَحِیْب : صیغہ صفت بمعنی وسیع وکشادہ۔ رَحُبَ (ک) رَحَابَةً، رُحْبًا : کشادہ ہونا۔ سورۃ توبہ آیت ۱۱۸ میں ہے : " وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ " مُحْتَوٍ : یہ افتعال سے صیغہ اسم فاعل ہے بمعنی مشتمل، اصل میں مُحْتَوِیٌ تھا، یاء کا ضمہ ثقل کی وجہ سے گرادیا گیا تو یاء اور تنوین دونوں ساکن رہ گئے اس لئے التقائے ساکنین کی وجہ سے یاء گرادی گئی مُحْتَوٍ ہوگیا۔ اِحْتِوَاءٌ، احتوٰی علیہ : مشتمل ہونا زِحَام: مصدر ہے۔ زَحَمَ (ف) زَحْمًا زِحَامًا : تنگی میں ڈالنا۔ نحیب : مصدر ہے، رونے کی آواز۔ نَحَبَ (ض) نَحِيبًا : آواز سے رونا۔

وَلَجْتُ غَابَةَ الْجَمْعِ : وَلَجَ (ض) وُلُوجًا : داخل ہونا، سورۃ اعراف آیت ۴۰ میں ہے "حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ " غابَۃ : جنگل، کیونکہ اس میں ہر شئ غائب ہو جاتی ہے، جمع : غابات۔ الجَمْع : مجمع، جمع : جُمُوْع، اور یہ مصدر بھی ہے۔ جَمَعَ (ف) جَمْعًا : جمع کرنا۔

اَسْبُرُ مَجْلَبَةَ الدَّمْعِ : سَبَرَ (ن ض) سَبْرًا : جانچنا، گہرائی کا اندازہ لگانا۔ مَجْلَبَۃ : وہ چیز جو دوسری چیز کو کھینچ کر لائے، سبب۔ جَلَبَ (ن ض) جَلْبًا : حاصل کرنا، کھینچ کر لانا۔ الدَّمْع : آنسو، جمع : دُمُوْع۔

*

فَرأَيْتُ فِي بُهْرَةِ الْحَلْقَةِ ، شَخْصًا شَخْتَ الْخِلْقَةِ ، عَلَيْهِ أُهْبَةُ السِّيَاحَةِ ، وَلَهُ رَنَّةُ النِّيَاحَةِ ، وهُوَ يَطْبَعُ الأَسْجَاعَ بِجَوَاهِرِ لَفْظِهِ ، وَيَقْرَعُ الأَسْمَاعَ بِزَوَاجِرِ وَعْظِهِ ، وقَدْ أَحَاطَتْ بِهِ أَخْلَاطُ الزُّمَرِ ، إِحَاطَةَ الهَالَةِ بِالْقَمَرِ ، والأَكْمَامِ بِالثَّمَرِ ، فَدَلَفْتُ إِلَيْهِ لِأَقْتَبِسَ مِنْ فَوَائِدِهِ ، وَأَلْتَقِطَ بَعْضَ فَرَائِدِهِ ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ حِينَ خَبَّ فِي مَجَالِهِ ، وهَدَرَتْ شَقَاشِقُ ارْتِجَالِهِ :

پس میں نے دیکھا حلقے کے درمیان ایک ایسے ضعیف الخلقت شخص کو جس پر سامان سیاحت (لدا ہوا) تھا اور اس کے لئے نوحہ کی سی آواز تھی، وہ ڈھال رہا تھا مقفہ عبارتوں کو اپنے لفظ کے جواہر کے ساتھ اور کھٹکھٹا رہا تھا کانوں کو اپنے وعظ کی جھڑکیوں سے، اس حال میں کہ اس کو مختلف جماعتوں کے لوگوں نے ایسا گھیرا تھا جیسا ہالہ چاند کو یا غلاف (اور چھلکا) پھل کو گھیرتا ہے، تو میں اس کی طرف آہستہ آہستہ قریب ہوا تاکہ اس سے کچھ فوائد حاصل کرسکوں اور اس کے چند یکتا موتی چن سکوں، چنانچہ میں نے اس کو کہتے ہوئے سنا جس وقت وہ اپنی جولانگاہ میں دوڑ رہا تھا اور (جس وقت) اس کے فی البدیہہ کلام کے جھاگ آواز نکال رہے تھے (یعنی اس کی آواز بلند ہوگئی تھی)

***

<u>بُهْرَةِ الحَلْقَةِ شَخْصًا شَخْتَ الخِلْقَةِ</u> : بُهْرَة : ہر شئی کا درمیان اور وسط۔ جمع : بُهَر۔ الحَلْقَة : حلقہ، گول دائرہ، جمع : حَلَقَات، حَلَقٌ۔ شَخْت : صیغہ صفت، پیدائشی دبلا پتلا جمع : شِخَات بروزن فِعال۔ شَخُتَ (ک) شُخُوتَةً : دبلا پتلا ہونا۔ الخِلْقَة : خلقت وفطرت۔ <u>أُهْبَةُ السِّيَاحَةِ وَلَهُ رَنَّةُ النِّيَاحَةِ</u> : أُهْبَة : سامان، جمع : أُهَب۔ رَنَّةٌ : خوشی یا غم کی آواز، جمع : رَنَّات۔ رَنَّ (ض) رَنِينًا : آواز سے رویا۔ النِّيَاحَة : مصدر ہے بمعنی نوحہ۔ نَاحَ (ن) نَوْحًا، نِيَاحَةً : نوحہ کرنا۔

طَبَعَ (ف) يَطْبَعُ طَبْعًا : نشان لگانا۔ طَبَعَ الدِّرْهَمَ : سکہ ڈھالنا، طَبَعَ عَلَيه : مہر لگانا۔ یعنی ڈھالنے کے معنی میں ہے۔ الأَسْجَاع : سَجْعٌ کی جمع ہے: مقفی کلام۔ اس کی تفصیل مقدمہ میں گذر چکی۔ يَقْرَعُ : (ف) قَرْعًا : مارنا، کھٹکھٹانا۔ الأَسْمَاع : سَمْعٌ کی جمع ہے: کان، زَوَاجِر : زَاجِرَةٌ کی جمع ہے: جھڑکنے والی، اس میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے۔ اصل المَوَاعِظُ الزَّاجِرَةُ ہے یعنی جھڑکنے اور تنبیہ کرنے والے مواعظ۔

أَحَاطَتْ بِهِ أَخْلَاطُ الزُّمَر : أَحَاطَ ـ إِحَاطَةً : احاطہ کرنا، گھیرنا حَاطَ (ن) حَوْطًا حِيطَةً : حفاظت کرنا۔ أَخْلَاط : یہ خِلْط کی جمع ہے: ملا ہوا، خلط ملط۔ زُمَر : زُمْرَةٌ کی جمع ہے: لوگوں کی جماعت و دائرہ، سورۃ زمر آیت ۷۳ میں ہے : " وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا " الهالة : چاند کے اردگرد کا سفید دائرہ، جمع : هَالَات۔ الأَكْمَام : یہ كِمٌّ کی جمع ہے: کلی، شگوفہ اور پھل پر جو باریک غلاف اور چھلکا ہوتی ہے اسے كِمٌّ کہتے ہیں۔ سورۃ حٰم سجدہ آیت ٤٧ میں ہے " وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِنْ أَكْمَامِهَا "

دَلَفْتُ إِلَيْهِ لِأَقْتَبِسَ مِنْ فَوَائِدِهِ : دَلَفَ (ض) دَلْفًا، دَلِيفًا : چھوٹے چھوٹے قدم رکھ کر چلنا، آہستہ آہستہ چلنا دَلَفَ إِلَيْهِ : آہستہ آہستہ قریب ہونا۔ اقْتَبَسَ مِنْهُ عِلْمًا اقْتِبَاسًا : علم حاصل کرنا، استفادہ کرنا۔ قَبَسَ مِنْهُ نَارًا (ض) قَبْسًا : آگ حاصل کرنا۔

أَلْتَقِطَ بَعْضَ فَرَائِدِهِ : اِلْتَقَطَ : از باب افتعال و لَقَطَ (ن) لَقْطًا : زمین پر سے اٹھانا، حاصل کرنا۔ سورۃ یوسف آیت ١٠ میں ہے " يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ " فَرَائِد : فَرِيدَةٌ کی جمع ہے منفرد موتی۔

خَبَّ فِي مَجَالِهِ : خَبَّ (ن) خَبًّا، خَبَبًا : تیز چلنا، مَجَال : میدان، جولان گاہ۔

هَدَرَتْ شَقَاشِقُ ارْتِجَالِهِ : هَدَرَ دَمُهُ (ض) هَدْرًا : خون کا رائگان جانا۔ هَدَرَ البَعِيرُ (ض) هَدِيرًا : اونٹ کا بلبلانا، آواز نکالنا، یہاں اسی معنی میں ہے شَقَاشِق : یہ شِقْشِقَةٌ کی جمع ہے، اس جھاگ کو کہتے ہیں جو اونٹ مستی کے وقت بلبلاتے ہوئے نکالتا ہے۔ ارتجال : فی البدیہ کلام کرنا، ترجمہ ہے "جب اس کے فی البدیہ کلام کے جھاگ آواز نکال رہے تھے"۔ اونٹ مستی کے وقت جھاگ نکالتے ہوئے جو آواز نکالتا ہے، اس آواز کے ساتھ خطیب کی بلند آواز کو تشبیہ دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب اس کی آواز بلند ہوگئی تھی۔

أَيُّهَا السَّادِرُ فِي غُلَوَائِهِ ، السَّادِلُ ثَوْبَ خُيَلَائِهِ ، الْجَامِحُ فِي جَهَالَاتِهِ ، الْجَانِحُ إِلَى خُزَعْبَلَاتِهِ ... إِلَامَ تَسْتَمِرُّ عَلَى غَيِّكَ ، وَتَسْتَمْرِئُ مَرْعَى بَغْيِكَ ! وَحَتَّامَ تَتَنَاهَى فِي زَهْوِكَ ، وَلَا تَنْتَهِي عَنْ لَهْوِكَ !

اے اپنی جوانی اور مستی میں لاپروا آدمی! اپنے تکبر کے کپڑے کو لٹکانے والے! اپنی جہالتوں میں سرکشی کرنے والے! بے ہودہ باتوں کی طرف مائل ہونے والے! تو کب تک دائم رہے گا اپنی گمراہی پر، کب تک تو خوشگوار پائے گا اپنی بغاوت کی چراگاہ کو، کب تو انتہا کو پہنچے گا اپنے تکبر میں اور کب تک تو باز نہیں آئے گا اپنے کھیل کود سے۔

***

أَيُّهَا السَّادِرُ فِي غُلَوَائِهِ : السَّادِر : حیران ، لاابالی اور بے پروا۔ سَدِرَ (س) سَدَرًا سَدَارَةً : حیران ہونا ، بے پرواہونا ۔ غُلَوا : سُرعَة الشَّباب و أوله : اول جوانی ، نشاط ومستی۔ غلا فيه (ن) غُلُوًّا : حد سے تجاوز کرنا ، غلو کرنا ، سورۂ نساء آیت ۱۷۱ میں ہے " لَا تَغْلُوْا فِي دِيْنِكُمْ "

السَّادِلُ ثَوْبَ خُيَلَائِهِ : السَّادِل : لٹکانے والا۔ سَدَلَ (ن ض) سَدْلًا ، سُدُوْلًا : لٹکانا۔ خُيَلَاء : تکبر ، خاء پر ضمہ اور کسرہ دونوں درست ہیں ، حدیث میں ہے " مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ " جو تکبر کی وجہ سے اپنا کپڑا (زمین پر) کھینچتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نہیں دیکھتے ۔

الْجَامِحُ فِي جَهَالَاتِهِ : الجامح : سرکش ونافرمان ۔ جَمَحَ الفرسُ (ف) جُمُوْحًا ، جِمَاحًا سرکشی کرنا ، تیزی دکھانا ، سورۂ توبہ آیت ۵۷ میں ہے " لَوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ "

علامہ بوصیریؒ نے قصیدہ بردہ میں فرمایا :

مَن لِي بِرَدِّ جِماحٍ مِن غَوايتِها كَما يُرَدُّ جِماحُ الخَيلِ بِاللُّجُمِ

جہالات : جَهَالَة کی جمع ہے۔

الْجَانِحُ إِلَى خُزَعْبَلَاتِهِ : الجَانِح : مائل ہونے والا۔ جَنَحَ لَه (ف ن) جُنُوْحًا : مائل ہونا ، سورۂ انفال آیت ٦١ میں ہے " وَإِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا "۔ خُزَعْبِلَات : یہ خُزَعْبِلَة کی جمع ہے : باطل بات ، بکواس ۔

إِلَامَ تَسْتَمِرُّ عَلٰى غَيِّكَ : إِلَامَ اصل میں "إلى" "ما" ہے إلى حرف جر ہے اور ما استفہامیہ ہے، حرف جر کو جب ما استفہامیہ کے ساتھ لگاتے ہیں تو عموماً ما استفہامیہ کا الف حذف کر دیتے ہیں جیسے بِمَ، لِمَ، عَمَّ۔ تَسْتَمِرُّ : اِسْتِمْرَارًا : ہمیشہ رہنا، دائم ہونا۔ غَيٌّ : گمراہی وخسران۔ غَوَى (ض) غَيًّا، غَوَايَةً : گمراہ ہونا۔ سورۃ مریم آیت ۴ میں ہے " فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا "

وَتَسْتَمْرِئُ مَرْعٰى بَغْيِكَ : اِسْتَمْرَأَ الشَّئَ خوشگوار پانا، مَرَأَ (ف س ک) مَرَاءَةً : سہولت اور خوشگواری کے ساتھ نگل لینا۔ سورۃ نساء آیت ۴ میں ہے " فَكُلُوْهُ هَنِيْٓئًا مَّرِيْٓئًا " مَرْعٰى : چرنے کی جگہ، چراگاہ، صیغہ ظرف ہے۔ رَعٰى (ف) رَعْيًا : چرانا، چرنا (لازم ومتعدی) البَغْيُ : سرکشی وظلم۔ بَغٰى عَلَيْهِ (ض) بَغْيًا : سرکشی کرنا، بغاوت کرنا۔ سورۃ یونس آیت ۲۳ میں ہے " اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ " اورسورۃ حجرات آیت ۹ میں ہے " فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ "

حَتَّامَ تَتَنَاهٰى فِيْ زَهْوِكَ : حَتَّامَ : اصل میں حتّٰی، حرف جر اور ما استفہامیہ سے مرکب ہے۔ تَتَنَاهٰى : صیغہ مخاطب مضارع از تفاعل۔ تَنَاهَى الرَّجُلُ : رُک جانا، انتہا کو پہنچنا۔ شریشی لکھتے ہیں : تَتَنَاهٰى : تَبْلُغُ النِّهَايَةَ، وَنِهَايَةُ الشَّئِ آخِرُه۔ وَنَهٰى (ف) نَهْيًا : روکنا۔ زَهْوٌ : خوبصورت منظر، تکبر۔ زُهِيَ الرجل۔ زَهْوًا : تکبر کرنا۔ مجہول استعمال ہوتا ہے، عربی میں کئی افعال مجہول استعمال ہوتے ہیں، صاحب مختار الصحاح لکھتے ہیں :

" الزَّهْوُ أيضًا الكِبرُ والفَخرُ، وقد زُهِيَ الرجُلُ؛ فهو مَزْهُوٌّ اى تَكَبَّرَ۔ وَلِلعَرَبِ أَحرفٌ لا يَتكلمُونَ بِهَا إلاعلى سَبِيْلِ المَفعُوْلِ بِهٖ، وان كانَتْ بِمَعنَى الفَاعِلِ۔ مِثْل قَوْلِهِم : زُهِيَ الرَّجُلُ، وُعِيَ بِالأمرِ، ونُتِجَتِ النَّاقَةُ۔ وحَكَى ابنُ دريد : زَهَا يَزْهُو زَهْوًا : اى تَكَبَّرَ، غيرمجهول "

تَنْتَهِي : از افتعال انتهى عنه، رکنا۔ الشئ انتہا کو پہنچنا۔

تبارزُ بِمَعْصِيَتِكَ ، مالكَ نَاصِيَتِكَ ، وتجتَرِئ بِقُبْحِ سِيرَتِكَ ، على عالم سَرِيرَتِكَ ، وتتوارى عَنْ قَرِيبِكَ ، وأنتَ بِمَرْأى رَقِيبِكَ ، وَتَسْتَخْفِي من مَمْلُوكِكَ ، وَمَا تَخْفَى خَافِيَةٌ عَلَى مَلِيكِكَ .

تو اپنی نافرمانی کے ذریعے مقابلہ کرتا ہے اپنی پیشانی کے مالک کے ساتھ اور اپنی سیرت کی برائی سے اپنے رازوں کے جاننے والے پر جرأت کرتا ہے، تو اپنے قریب سے چھپتا ہے حالانکہ تو اپنے نگہبان کی نظر کے سامنے ہے اور تو بہت پوشیدہ رہتا ہے اپنے مملوک (اور غلام) سے حالانکہ تیرے مالک پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں،

***

تُبَارِزُ بمعصيتك مالِكَ ناصِيَتِك : بَارز ـ مُبَارَزَةً : مقابلہ کرنا۔ بَرَزَ (ن) بُرُوزًا : ظاہر ہونا۔ مَعْصِيَة : گناہ ، جمع : معاصی۔ مالك : مالک ، بادشاہ ، جمع : مُلّاك ، مُلّاك۔ یہاں اس مادہ کے چند دوسرے الفاظ بھی یاد رکھنے چاہئیں۔ ایک ہے مِلْك : ملکیت، اس کی جمع أَملَاك ہے ، ایک ہے مُلْك : وطن ، اس کی جمع ممالك ہے۔ مَلِك : بادشاہ ، اس کی جمع مُلُوك ہے ، ایک ہے مَلَك : فرشتہ ، اس کی جمع مَلَائِكَة ہے۔ نَاصِيَة : پیشانی جمع : نَوَاصِي۔

وتَجتَرِئُ بقُبح سِيرَتِكَ على عَالِمِ سَرِيرَتِك : اِجْتِرَاء : از افتعال وَجَرُأَ (ك) جُرْأَةً : جرأت کرنا ، بہادری و دلیری دکھانا۔ قُبْح : مصدر قَبُحَ (ک) قُبحًا ، قَبَاحَةً : قبیح وخراب ہونا۔ سَرِيرَة : راز ، جمع : سَرَائِر۔ راز کو سِرٌّ بھی کہتے ہیں ، اس کی جمع أَسْرَارٌ آتی ہے

تَتَوارَى عَن قَرِيبِك : تَتَوَارَى : از باب تفاعل صیغۂ مخاطب مضارع۔ تَوَارَى الشئُ : چھپنا ، باب مفاعلہ سے متعدی۔ وَارَى۔ مُوَارَاة : چھپانا ، سورۃ اعراف آیت ٢٦ میں ہے : يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا » مجرد میں اس کے معنی مختلف ہے۔ وَرَى القَيحُ جِسمَهُ (ض) وَرْيًا: پیپ کا جسم کو کھا جانا۔ حدیث میں ہے " لأَنْ يَمْتَلِئَ جوفُ أحدِكم قَيحًا حتّى يَرِيَه خيرٌ من أن يَمتلِئَ شِعرًا "

ووَرَى الزَّنْدُ : چقماق سے آگ نکلنا۔ مَرْأَى : صیغۂ ظرف ہے : دیکھنے کی جگہ۔ رَقِيب : نگہبان ، نگران ، جمع : رُقُبٌ ، رُقَبَاء۔

وتَسْتَخْفِي مِن مملوكك : تَسْتَخْفِي : از استفعال: چھپنا۔ پوشیدہ ہونا۔ مَمْلوك : غلام۔ مَلِيْك : مالک۔ یعنی تم بسا اوقات غلام سے شرم کے مارے چھپتے ہو، لیکن وہ خدا جو تمہارا مملوک نہیں بلکہ کوئی چیز چھپ نہیں سکتی، اس کا خیال تمہیں گناہ کرتے ہوئے نہیں آتا اور ... ہیں حیاء نہیں آتی، اس سے قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے " يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللهِ وَهُوَ مَعَهُمْ "

***

أَتَظُنُّ أَنْ سَتَنْفَعُكَ حَالُكَ إِذَا آنَ ارْتِحَالُكَ ! أَوْ يُنْقِذُكَ مَالُكَ، حِينَ تُوبِقُكَ أَعْمَالُكَ ! أَوْ يُغْنِي عَنْكَ نَدَمُكَ ، إِذَا زَلَّتْ قَدَمُكَ! أَوْ يَعْطِفُ عَلَيْكَ مَعْشَرُكَ ، يَوْمَ يَضُمُّكَ مَحْشَرُكَ !

کیا تو گمان کرتا ہے کہ تجھے تیری حالت نفع دے گی جبکہ تیرے کوچ کرنے کا وقت آجائے یا تیرا مال تجھے بچالے گا جس وقت تیرے اعمال تجھے ہلاک کردیں گے، یا تیری ندامت تجھے فائدہ دے گی جب تیرا پاؤں پھسل جائے گا یا تجھ پر تیرا قبیلہ مہربانی کرے گا جس دن تجھے محشر ملالے گا۔

***

تَظُنُّ (ن) ظَنًّا : گمان کرنا۔ سَتَنْفَعُكَ : سین سوف کے معنی میں ہے۔ نَفَعَ (ف) نَفْعًا : فائدہ دینا، نفع پہنچانا۔ آنَ ، بروزن بَاعَ (ض) أَيْنًا : وقت کا آنا۔ اِرْتِحَال : سفر از افتعال يُنْقِذ : از افعال۔ أَنْقَذَ إِنْقَاذًا : بچانا، نجات دلانا۔ تُوْبِق : از باب افعال۔ أَوْبَقَ۔ إِيبَاقًا : ہلاک کرنا۔ وَبَقَ (ض) وُبُوْقًا : ہلاک ہونا۔ يُغْنِي : از باب افعال، أَغْنَى عنه فُلَانٌ : فائدہ دینا، کافی ہوجانا، مستغنی کر دینا، سورۃ یونس آیت ۳۶ میں ہے " وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا " یعنی ظن حق اور یقین کے مقابلہ میں کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا۔ نَدَم : مصدر نَدِمَ (س) نَدَمًا : نادم ہونا۔ زَلَّتْ : زَلَّ (ض) زَلِيلًا ، و زَلَّ (س) زَلَلًا : پھسلنا۔ يَعْطِفُ : (ض) عَطْفًا : مائل ہونا، موڑنا۔ عَطَفَ عَلَيْه : شفقت و مہربانی کرنا یہاں اسی معنی میں ہے۔ مَعْشَر : قبیلہ، جمع : مَعَاشِر۔ يَضُم (ن) ضَمًّا : ملانا۔

هَلاَّ انتَهَجْتَ مَحَجَّةَ اهْتِدَائِكَ ، وَعَجَّلْتَ مُعَالَجَةَ دَائِكَ ، وَفَلَلْتَ شباةَ اعْتِدائِكَ ، وَقَدَعْتَ نَفْسَكَ فَهِيَ أَكْبَرُ أَعْدَائِكَ !

تو اپنی ہدایت کی راہ پر کیوں نہیں چلا، اپنی بیماری کا علاج کیوں تو نے جلدی نہیں کیا، اپنے ظلم کی دھار کیوں تو نے کند نہیں کی اور اپنے نفس کو کیوں تو نے نہیں روکا؟ حالانکہ وہ تیرا سب سے بڑا دشمن ہے۔

* * *

هَلاَّ انْتَهَجْتَ مَحَجَّةَ اهْتِدَائِكَ : هَلاَّ : کلمۂ تحضیض ہے۔ کسی کام پر ابھارنے اور برانگیختہ کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ هَلْ اور لا سے مرکب ہے، ماضی اور مضارع دونوں پر داخل ہوتا ہے۔ هَلاَّ آمَنْتَ : تو ایمان کیوں نہیں لایا یعنی لانا چاہئے تھا، هَلاَّ تُؤْمِنُ: تو ایمان کیوں نہیں لاتا یعنی لانا چاہئے۔ اِنْتَهَجَ الطَّرِيْقَ : راستہ پر چلنا، روش اور طریقہ اختیار کرنا۔ نَهَجَ (ف) نَهْجًا : راستہ کو واضح کرنا، راستہ پر چلنا۔ مَحَجَّة : جادّةُ الطريق : وسطِ راہ۔

وعَجَّلْتَ مُعَالَجَةَ دَائِكَ : عَجَّلَ ـ تَعْجِيْلاً : جلدی کرنا۔ عَجِلَ (س) عَجَلاً : جلدی کرنا۔ مُعَالَجَة : مصدر از مفاعلہ: علاج کرانا۔ داء : بیماری، جمع : أَدْوَاء۔

و فَلَلْتَ شَبَاةَ اعْتِدَائِكَ : فَلَّ (ن) فَلاًّ : کند کرنا۔ شَبَاة : دھار، بچھو، بچھو کا ڈنگ تلوار کی نوک، ہر شئی کی تیزی، جمع : شَبَاء، شَبَوَات۔ اِعْتِدَاء : حد سے تجاوز، ظلم و زیادتی۔

و قَدَعْتَ نفسك : قَدَعَ (ف) قَدْعًا : روکنا۔ قَدِعَ (س) قَدَعًا : رکنا۔ أَعْدَاء : عَدُوّ کی جمع ہے: دشمن، نفس کو انسان کا دشمن قرار دیا۔ امام اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ ہم راستہ میں سفر کر رہے تھے، ایک دیہاتی عورت آئی اور کچھ مانگا، ہم نے دیا تو کہنے لگی: "کَبَتَ اللهُ كُلَّ عَدُوِّكَ إِلاَّ نَفْسَكَ" اللہ آپ کے ہر دشمن کو ذلیل و خوار کر دے سوائے آپ کے نفس کے (کہ دشمن تو بہرحال وہ بھی ہے")۔

* * *

أَمَا الحِمَامُ مِيعَادُكَ فَمَا إِعْدَادُكَ ! وَ بِالْمَشِيبِ إِنْذَارُكَ، فَمَا أَعْذَارُكَ، وَفِي اللَّحْدِ مَقِيلُكَ، فَمَا قِيلُكَ ! وَ إِلَى اللهِ مَصِيرُكَ فَمَنْ نَصِيرُكَ !

کیا موت تیرا میعاد نہیں ہے تو تیری کیا تیاری ہے اور بڑھاپے سے تجھے ڈراتا ہے تو تیرے کیا اعذار ہیں، قبر میں تیری خوابگاہ ہے تو تیرا کیا جواب ہوگا اور اللہ ہی کی طرف تجھے لوٹنا ہے تو تیرا کون مددگار ہوگا؟

***

أَمَا الحِمَامُ مِيعَادُكَ : أَمَا کے متعلق شریشی نے فرمایا کہ یہ حرف اخبار و استفتاح ہے۔ جیسے أَلَا ہے، مولانا کاندھلویؒ نے فرمایا کہ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ أ استفہامیہ ہو اور ما نافیہ ہو أی أَلَيْسَ الحِمَامُ مِيعَادُكَ۔ الحِمَام : موت۔ الحَمَام : کبوتر۔ مِيعَاد : صیغہ ظرف ہے : وقتِ وعدہ۔ إِعْدَاد : تیاری کرنا۔

و بالمَشِيبِ إِنذارك : المَشِيب : مصدر ہے۔ شَابَ (ض) شَيْبًا، مَشِيبًا : بوڑھا ہونا، بالوں کا سفید ہونا۔ إِنذار : ڈرانا۔ أَعْذَار : یہ عُذْر کی جمع ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ إعذار باب افعال کا مصدر ہو أَعْذَرَ۔ إِعذَارًا : عذر ظاہر کرنا۔

اس سے قرآن کریم کی آیت « وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ » کی طرف اشارہ ہے۔ بعض مفسّرین نے اس آیت میں داڑھی اور بالوں کی سفیدی کو نذیر کا مصداق قرار دیا ہے کیونکہ انسان کے بالوں کی سفیدی دنیا سے اس کے وقتِ سفر کے قریب ہونے کا آوازہ ہے کہ اب موت نقارہ باج چکا چلنے کی فکر کرو بابا !

وفی اللَّحْدِ مَقِيلُكَ فماقِيلُكَ : اللَّحْد : قبر، جمع : أَلْحَاد، لُحُود۔ مَقِيل : باب ضرب سے مصدر بھی ہے اور صیغہ ظرف بھی۔ قَالَ يَقِيلُ (ض) قَيْلُولَةً، مَقِيلًا ؛ دوپہر کے وقت سونا۔ مَقِيل : سونے کی جگہ، خواب گاہ۔ سورۃ فرقان آیت ۲۴ میں ہے « أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّأَحْسَنُ مَقِيلًا » قِيل : اس کے بارے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اسم ہے جو بات کہی جائے اسے قِیل کہتے ہیں اور دوسرا یہ کہ قَوْل کی طرح مصدر ہے۔ مَصِير : مصدر بمعنی لوٹنا۔ صَارَ (ض) صَيْرًا، مَصِيرًا : ہونا، لوٹنا۔ نَصِير : مددگار۔

*****

طَالَمَا أَيقَظَكَ الدَّهرُ فتناعَسْتَ ، وَجَذَبَكَ الوَعظُ فتقاعَسْتَ ، وَتَجَلَّتْ لَكَ العِبَرُ فَتَعَامَيْتَ ، وَحَصْحَصَ لَكَ الحقُّ فَتَمَارَيْتَ ، وَأَذْكَرَكَ المَوتُ فتناسَيتَ ، وَأَمْكَنَكَ أن تُوَاسِيَ فَمَا آسَيْتَ .

کئی بار زمانے نے تجھے جگایا لیکن تو اونگھتا رہا، وعظ نے تجھے کھینچا لیکن تو پیچھے ہٹتا رہا، عبرتیں تیرے سامنے ظاہر ہوئیں لیکن تو بتکلف اندھا بنا رہا، حق تیرے سامنے ظاہر ہوا لیکن تو شک کرتا رہا، موت نے تجھے یاد دلایا لیکن تو بتکلف بھولتا رہا اور تیرے لئے ممکن تھا کہ تو غمخواری کرتا لیکن تو نے غمخواری نہیں کی/ یا زمانے نے تجھے قدرت دی کہ تو غمخواری کرے لیکن تو نے غمخواری نہیں کی (پہلی صورت میں "ان تواسی" "امکن" کا فاعل ہے اور دوسری صورت میں "الدھر" اس کا فاعل اور "ان تواسی" مفعول ہے)۔

***

طَالَمَا أَيقَظَكَ الدَّهرُ فَتَنَاعَسْت : طَالَمَا : طَالَ : فعل ماضی ہے اور ما کافہ ہے جیسے قَلَّمَا ہے۔ أيقظ - إيقاظًا : جگانا ، بیدار کرنا۔ يَقِظَ (س) يَقَظًا : بیدار ہونا۔ تَنَاعس : بتکلف اونگھنا۔ نَعَسَ (ف ن) نَعْسًا : اونگھنا ، سونا۔

وجَذَبَكَ الوَعظُ فَتَقَاعَسْتَ : جَذَبَ (ض) جَذْبًا : کھینچنا۔ تَقَاعَسَ : بتکلف کوزہ پشت بننا۔ تَقَاعَسَ عَنه : پیچھے ہٹنا۔ قَعِسَ (س) قَعَسًا : سینہ کا باہر کی طرف اور پیٹھ کا اندر کی طرف ہونا۔

تَجَلَّتْ لَكَ العِبَرُ فَتَعَامَيْت : تَجَلَّى الشَّئُ : ظاہر ہونا ، سورۃ أعراف آیت ۱۴۳ میں ہے " فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا " العِبَرَ : یہ عِبْرَةٌ کی جمع ہے۔ تعامٰی : بتکلف اندھا بننا ، اپنے کو اندھا ظاہر کرنا۔

وحَصْحَصَ لك الحَقُّ فَتَمَارَيتَ : حَصْحَصَ : از باب بعثر ؛ ظاہر ہونا ، سورۃ یوسف آیت ۵۱ میں ہے " اَلْاٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ " تَمَارٰی از تفاعل : شک کرنا۔ سورۃ نجم آیت ۵۵ میں ہے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰی " ومَرَی حَقَّه (ض) مَرْيًا : انکار کرنا۔

و أُذكرك الموت فتناسيْتَ : أذْكر ۔ إذْكارًا : یاد دلانا۔ تَنَاسی : بتکلف بھلا دینا، اپنے آپ کو بھلانے والا ظاہر کرنا ۔ موت کے کئی نام ہیں

و أمْكَنكَ أَنْ تُواسِي فَمَا آسيتَ : أَمْكنَ فُلَانًا منه ۔ إمْكانًا : قدرت دینا، قادر بنانا۔ أمكن الأمرُ فلانًا و لفلانٍ : آسان ہونا، ممکن ہونا، کہتے ہیں : فلان لا يُمْكِنُهُ النُّهُوضُ: فلاں اٹھنے پر قادر نہیں ۔ و أَمْكَنَنِي الأمْرُ : معاملہ میرے قبضہ میں آگیا۔ مَكُنَ (ك) مَكَانَةً : صاحبِ مرتبہ ہونا ۔

إمْكَانَات : وسائل، امکانات، ذرائع : مفرد : إمكان۔ إمكانِيّة : امکان، صلاحیت استطاعت، جمع : إمْكَانِيَات۔ الإمكانيَّةُ الإقْتِصَادِيَّةُ : اقتصادی طاقت ۔ مَاكِينَة : مشین ۔ مَاكِيْنَةُ خِيَاطَة : سلائی مشین۔ تُوَاسِي۔ مُوَاسَاة : از باب مفاعلہ : برابر حصہ دینا، اظہارِ ہمدردی کرنا، تسلی دینا، کہتے ہیں " إنّ أخاكَ مَن آساكَ " و أَسَا بَيْنَهُما (ن) أَسْوًا، أَسًا : صلح کرانا۔ أَسَا المَرِيضَ : علاج کرنا ۔

اس جملہ میں " أنْ تُواسي " بتاویلِ مصدر ہوکر " أمْكَن " فعل کے لئے فاعل ہے یعنی غم خواری کرنا آپ کیلئے ممکن تھا آپ کی قدرت میں تھا لیکن آپ نے غم خواری نہیں کی ۔

***

تُؤْثِرُ فَلْساً تُوعِيهِ ، على ذِكْرٍ تَعِيهِ ، وَتَخْتَارُ قَصْرًا تُعْلِيهِ ، عَلَى بِرٍّ تُولِيهِ ، وَتَرْغَبُ عَنْ هَادٍ تَسْتَهْدِيهِ ، إلى زَادٍ تَسْتَهْدِيهِ ، وَتُغَلِّبُ حُبَّ ثوبٍ تَشْتَهِيهِ ، على ثوابٍ تَشْتَرِيهِ .

تو ترجیح دیتا ہے ایسے پیسوں کو جن کو جمع کرتا ہے ایسے ذکر پر جس کو تو یاد رکھ سکتا ہے، پسند کرتا ہے ایسے محل کو جسے تو بلند کرتا ہے ایسی نیکی کے مقابلے میں جس کو تو عطا کرسکتا ہے (اور اختیار کرسکتا ہے)، تو اعراض کرتا ہے ایسے ہدایت دینے والے سے جس سے تو ہدایت حاصل کرسکتا ہے ایسے توشہ کی طرف جس کو تو ہدیہ میں طلب کرتا ہے اور تو غلبہ دیتا ہے ایسے کپڑے کی محبت کو جسے تو چاہتا ہے ایسے ثواب پر جس کو تو خرید سکتا ہے۔

***

تُوثِر فلسًا توعِيَه على ذِكرٍ تَعِيه : تُوثِر : باب افعال سے واحد مخاطب کا صیغہ ہے آثَر۔ إِيثَارًا : ایثار کرنا، دوسرے کو اپنے پر ترجیح دینا۔ فَلْس : پیسہ، جمع : فُلُوس۔ تُوعِيه : یہ باب افعال سے ہے۔ أَوْعَى الشيئَ۔ إِيْعَاءً : جَعَلَه فِي الوِعَاء : کسی چیز کو برتن میں رکھنا، جمع کرنا۔ سورۃ معارج آیت ۱۸ میں ہے « وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ » تَعِيه : وَعَى (ض) وَعْيًا : یاد کرنا سورۃ حاقۃ آیت ۱۲ میں ہے « لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَا أُذُنٌ وَّاعِيَةٌ »

وتختار قصرًا تُعْلِيه على بِرٍّ تُوْلِيه : تختار : از باب افتعال وخَار (ض) خَيْرًا : اختیار کرنا۔ تُعْلِي : صیغہ مخاطب از باب افعال : بلند کرنا۔ بِرٌّ : نیکی، سورۃ آل عمران آیت ۹۲ میں ہے « لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ » اور بَرٌّ با کے فتحہ کے ساتھ اللہ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے، سورۃ طور آیت ۲۸ میں ہے « إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ » زمین کے خشک حصہ کو بھی بَرٌّ کہتے ہیں بُرٌّ با کے ضمہ کے ساتھ گندم کے دانہ کو کہتے ہیں۔ تولی از باب افعال۔ أَوْلَى۔ إِيْلَاءً : والی مقرر کرنا، عطا کرنا۔ وولی (ض س) وَلْيًا : قریب ہونا۔ وَلِيَ (س) ولَايَةً : ولی ہونا، محبت کرنا۔

وترغب عن هادٍ تَسْتَهْدِيه إلى زادٍ تَسْتَهْدِيه : رَغِبَ إليه (س) رَغْبَةً : رغبت کرنا۔ رَغِبَ عنه : اعراض کرنا۔ هادٍ : رہنمائی کرنے والا، اصل میں هَادِيٌ تھا، یا گرادی گئی تَسْتَهْدِي : پہلا تستھدی هِدَايَة سے ہے۔ اِسْتَهْدَاه، از باب استفعال : ہدایت و رہنمائی طلب کرنا۔ اور دوسرا تَسْتَهْدِي هَدِيَّة سے ماخوذ ہے یعنی هدیہ طلب کرنا۔ زاد : توشہ، جمع : أَزْوِدَة۔

وتُغَلِّب حُبَّ ثوبٍ تشتهيه : تُغَلِّب، از باب تفعل : غلبہ دینا، غالب کرنا۔ تَشْتَهِي : از باب افتعال اشْتَهَاه : چاہنا، خواہش کرنا۔ سورۃ نحل آیت ۵۷ میں ہے « وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ » تَشْتَرِي : از باب انتعال بمعنی خریدنا۔ وشَرَى (ض) شِرًى، شِرَاءً : خریدنا، بیچنا۔ اضداد میں سے ہے۔

يواقيت الصِّلاتِ، أَغْلَقُ بقلبك مِنْ مَوَاقِيتِ الصَّلاَةِ، وَمُغَالاَة الصَّدُقاتِ، آثَرُ عِنْدَكَ مِنْ مُوَالاةِ الصَّدَقاتِ، وَصِحَافُ الألوان، أشْهَى إلَيْكَ من صَحَائِفِ الأدْيَانِ، وَدُعَابَةُ الأقْرَانِ، آنَسُ لَكَ مِنْ تِلاَوَةِ الْقُرْآنِ.

عطیات کے یاقوت کا تیرے دل کے ساتھ زیادہ لگاؤ ہے نماز کے اوقات سے اور مہروں کو مہنگا کرنا تیرے نزدیک زیادہ راجح ہے صدقات (و خیرات) کے پے در پے کرنے سے، مختلف رنگوں کے برتن تجھے زیادہ پسند ہیں دین کے صحیفوں (اور کتابوں) سے، ہم عمروں کی گپ شپ تجھے زیادہ مانوس ہے قرآن کریم کی تلاوت سے۔

***

يَوَاقِيتُ الصِّلاَتِ أَغْلَقُ: يَوَاقِيت: يَاقُوتٌ کی جمع ہے، قیمتی جوہر۔ الصِّلاَت: اس کا مفرد صِلَةٌ ہے: عطیہ، انعام۔ أَغْلَقُ: اسم تفضیل از عَلِقَ (س) عَلَقًا: اٹکنا۔ مَوَاقِيت: مِيقَاتٌ کی جمع ہے بمعنی وقت، میقات جگہ کو بھی کہتے ہیں۔ سورۃ بقرۃ آیت ۱۸۹ میں ہے «قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ» وَقَتَ (ض) وَقْتًا: وقت مقرر کرنا۔

و مُغَالاَةُ الصَّدُقَاتِ آثَرُ عِنْدَكَ مِنْ مُوَالاَةِ الصَّدَقَاتِ: مُغَالاة: مصدر از باب مفاعلہ۔ غالیٰ بالشیٔ۔ مُغَالاَةٌ: قیمت بڑھا کر مہنگا کرنا۔ وغَلاَ السِّعْرُ (ن) غَلاَءً: نرخ بڑھنا، مہنگا ہونا۔ الصَّدُقات: اس کا مفرد صَدُقَةٌ ہے: مہر نکاح، سورۃ نساء آیت ۴ میں ہے «وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً» آثَر: أفضل وأكثر أَثَرَةً۔ مُوَالاة: مصدر از باب مفاعلہ: پے در پے کرنا۔ الصَّدَقات: یہ صَدَقَة کی جمع ہے بمعنی صدقہ وخیرات۔

صِلات اور صَلاۃ کی تجنیس کے سلسلہ میں علامہ شریشی نے اس مقام پر واقعہ لکھا ہے کہ احمد بن مدبر کا اصول تھا کہ جب کوئی شاعر شعر سناتا اور اسے وہ پسند نہ آتا تو اپنے غلام سے کہدیتا کہ شاعر کو مسجد لے جاکر اسے سو رکعتیں پڑھوادو، حسین بن عبدالرحمٰن بصرنی ان کے پاس آکر شعر پڑھنے کی اجازت چاہی احمد نے کہا کہ شرط اور اصول تو معلوم ہے، کہنے لگے «جی ہاں» اور پھر مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

أَرَدْنَا فِي أَبِي حَسَنٍ مَدِيحًا ۔۔۔ كَمَا بِالْمَدْحِ تُنْتَجَعُ الْوُلاَةُ
فَقُلْنَا أَكْرَمُ الثَّقَلَيْنِ طُرًّا ۔۔۔ وَمَنْ كَفَّاهُ دِجْلَةُ وَالْفُرَاتُ

فَقَالُوا يَقْبَلُ الْمِدَحَاتِ لٰكِن جَوَائِزُهُ عَلَى الْمَدْحِ الصَّلَاةُ
فَقُلْتُ لَهُمْ : وَمَا تُغْنِي صَلَاتِي عِيَالِي، إِنَّمَا تُغْنِي الزَّكَاةُ
فَأَمَّا إِذَا أَبَى إِلَّا صَلَاتِي وَعَاقَتْنِي الْهُمُومُ الشَّاغِلَاتُ
فَيَأْمُرُ لِي بِكَسْرِ الصَّادِ مِنْهَا لَعَلِّي أَن تُنَشِّطَنِي الصِّلَاتُ
فَيَصْلُحُ لِي عَلَى هٰذَا حَيَاتِي وَيَصْلُحُ لِي عَلَى هٰذِي الْمَمَاتُ

ہم نے ابوالحسن احمد کی شان میں مدح کا ارادہ کیا جس طرح امراء کی مدح کر کے ان سے بخشش طلب کی جاتی ہے چنانچہ ہم نے کہا کہ وہ تمام جن وانس میں سب سے زیادہ سخی ہیں اور یہ وہ شخص ہیں جن کی دو ہتھیلیاں دجلہ وفرات ہیں تو لوگوں نے کہا کہ وہ مدح قبول کر لیتے ہیں لیکن مدح پر ان کا انعام صلوٰۃ ونماز ہے

میں نے ان سے کہا کہ نماز میرے اہل وعیال کو مالدار نہیں بنا سکتی البتہ زکوٰۃ انہیں مالدار بنا سکتی ہے۔

لیکن جب اس نے صلوٰۃ (نماز) کے علاوہ ہر چیز سے انکار کر دیا اور مشغول کرنے والے غموں نے مجھے روک دیا تب اس نے کلمہ صاد کے کسرہ کے ساتھ (یعنی صِلات بمعنی انعام) کا حکم میرے لئے جاری کیا کہ شاید صِلاۃ مجھے خوش اور چست کر سکیں

اس طرح اس پر میری زندگی سدھر جائے گی اور موت بھی اس پر اچھی حالت میں آجائے گی۔

احمد نے یہ شعر سنے تو ہنس پڑے اور شاعر کے لئے سو دینار کا حکم دیا، پھر انہوں نے پوچھا کہ یہ تجنیس آپ نے کہاں سے لی؟ کہنے لگا ابوتمام کے اس قول سے:

هُنَّ الْحَمَامُ فَإِنْ كَسَرْتَ عِيَافَةً مِنْ حَائِهِنَّ فَإِنَّهُنَّ حِمَامٌ

وہ حمام (کبوتر) ہیں لیکن اگر آپ بکراہت اس کے حاء ہیں سے توڑیں گے تو پھر وہ موت ہیں۔

اس شعر میں لطف یہ ہے کہ کسر کے معنی توڑنے کے بھی آتے ہیں اور کسرہ دینے کے بھی آتے ہیں، معنوی لطف تو ظاہر ہے لیکن لفظی لطیفہ یہ ہے کہ حَمام کے حاء کو جب کسرہ دیدیا جاتا ہے تو وہ حِمام بن جاتا ہے جس کے معنی موت کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ وہ حَمام ہیں لیکن توڑنے اور کسر کی صورت میں پھر وہ کسرہ کے ساتھ حِمام (موت) ہیں۔

وَصِحَافُ الْأَلْوَانِ أَشْهٰى إِلَيْكَ مِنْ صَحَائِفِ الْأَدْيَانِ : صِحَاف : صَحْفَة کی جمع ہے: پلیٹ جس میں پانچ آدمی کھانا کھا سکیں، سب سے بڑی پلیٹ کو جَفْنَة کہتے ہیں، دوسرے نمبر پر قَصْعَة ہے، جو دس آدمیوں کے لئے کافی ہو، تیسرے نمبر پر صَحْفَة ہے، پھر مِئْكَلَة ہے جس میں دو تین آدمی کھا سکیں اور پھر صُحَيْفَة ہے جس میں ایک آدمی کھا سکے۔ صَحَائِف : صَحِيْفَة کی جمع ہے: کتاب اس کی جمع صُحُف بھی آتی ہے۔

آج کل اخبار کو بھی صَحِیفَۃ کہتے ہیں. الصَّحِیفَۃُ الأُسْبُوعِیَّۃُ : ہفت روزہ اخبار۔ أَلْوَان: لَوْنٌ کی جمع ہے : رنگ۔ الأَدْیَان : دِیْنٌ کی جمع ہے دین، مذہب۔

وَدُعَابَۃَ الأَقْرَانِ آنَسَ بِكَ : دُعَابَۃ : مذاق ومزاح۔ دَعَبَ (ف) دَعْبًا : مزاح کرنا الأَقْرَان : اس کا مفرد قِرْنٌ بکسر القاف ہے بمعنی ہم سر، ہم عمر۔ اور ایک ہے قَرْن (قاف کے فتحہ کے ساتھ) اس کے معنی سردار، سینگ، صدی اور ہم سر کے آتے ہیں، اس کی جمع قُرُوْن آتی ہے۔ آنَس : یہ صیغۂ اسم تفضیل ہے۔ أَنِسَ بہ (س ك) أُنْسًا، أَنَسَۃً و أَنَسَ (ض) أُنْسًا: مانوس ہونا۔ القُرْآن : یہ یا تو قَرَأَ سے ماخوذ ہے کیونکہ قرآن کریم بار بار پڑھی جانے والی کتاب ہے، اور یا یہ "قرن" سے ماخوذ ہے کیونکہ قرآن کی سورتیں ملی ہوئی ہیں۔ تِلَاوَۃ مصدر ہے تَلَا القرآن (ن) تِلَاوَۃً : قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔

***

تَأْمُرُ بِالْعُرْفِ وَتَنْتَهِكُ حِمَاهُ، وَتَحْمِي عَنِ النُّكْرِ وَلَا تَتَحَامَاهُ، وَتُزَحْزِحُ عَنِ الظُّلْمِ ثُمَّ تَغْشَاهُ، وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ. ثُمَّ أَنْشَدَ :

(۱) تَبًّا لِطَالِبِ دُنْيَا　　ثَنَى إِلَيْهَا انْصِبَابَهْ

(۲) مَا يَسْتَفِيقُ غَرَامًا　　بِهَا وَفَرْطَ صَبَابَهْ

(۳) وَلَوْ دَرَى لَكَفَاهُ　　مِمَّا يَرُومُ صُبَابَهْ

تو حکم دیتا ہے (دوسروں کو) بھلائی کا اور خود اس کی چراگاہ کی بے حرمتی کرتا ہے، برائی سے تو (دوسروں کو) روکتا ہے اور خود اس سے نہیں رکتا، تو (دوسروں کو) ظلم سے دور کرتا ہے پھر خود اس پر چھا جاتا ہے اور تو لوگوں سے ڈرتا ہے حالانکہ اللہ جل شانہ زیادہ حقدار ہے کہ تو اس سے ڈرے پھر اس نے یہ شعر پڑھے:

(۱) طالب دنیا کے لئے ہلاکت ہو جس نے اپنی توجہ اس کی طرف موڑ دی۔

(۲) جو دنیا کے ساتھ شدت محبت اور عشق کی زیادتی کی وجہ سے افاقہ حاصل نہیں کر سکتا۔

(۳) اگر وہ (دنیا کی حقیقت کو) جان لیتا تو اس کے لئے ان چیزوں سے بچا کھچا بھی کافی ہو جاتا جن کا وہ ارادہ کرتا ہے۔

① (تبًا) مفعول مطلق ہے (لطالب دنیا) (تبا) سے متعلق ہے (ثنی) فعل و فاعل (انصبابه) مفعول بہ (إليها) (ثنی) فعل سے متعلق ہے۔

② (ما یستفیق) فعل و فاعل (غرامًا) اور (فرط صبابه) دونوں (مایستفیق) کے لئے مفعول لہٗ ہیں (بها) جار مجرور (غرامًا) سے متعلق ہے۔

③ (لو ذری) جملہ فعلیہ شرط ہے (لکفاه) جزا ہے (مِمّا) جار مجرور (کفاه) سے متعلق ہے (صبابه) (یروم) کے لئے مفعول بہ ہے۔

***

تَأمُرُ بالعُرْفِ وتَنْتَهِكُ حِمَاه : العُرف : نیکی معروف، سورۃ اعراف آیت ۱۹۹ میں ہے " وَأمُرْ بِالعُرْفِ وَأعْرِضْ عَنِ الجَاهِلِين " تَنْتَهِكُ : یہ باب افتعال سے ہے، اِنْتَهَكَ الحُرْمَةَ : بےحرمتی کرنا۔ اِنْتِهَاكُ المُعَاهَدَة : معاہدہ کی خلاف ورزی۔ الانتهاكات: خلاف ورزیاں نَهِكَ (س) نَهْكًا : طاقت ختم کرنا، کمر توڑنا۔ حِمیٰ : چراگاہ۔ حدیث میں ہے " مَنْ حَامَ حَوْلَ الحِمیٰ يُوشَكُ أنْ يَقَعَ فِيه " جو چراگاہ کے اردگرد گھومے گا قریب ہے کہ وہ اس میں واقع ہوجائے یعنی جو گناہ کے قریب رہے گا بہت ممکن ہے کہ وہ گناہ کا مرتکب ہوجائے۔

وتَحْمِي عَنِ النُّكْرِ وَلَا تَتَحَامَاه : تَحْمِي (ض) حِمَايَةً : حفاظت کرنا، حمایت کرنا۔ النُّكْر : المُنْكَر : برائی، سورۃ کہف آیت ۷۴ میں ہے " لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا " کاف ساکن ہے اور فتحہ بھی کبھی اس کو دیتے ہیں نَكَر جیسے عُسْر و عُسَر۔ تَتَحَامیٰ : از باب تفاعل بمعنی رکنا، بچنا۔ تغشاه : غَشِيَ (س) غِشْيَانًا (عین کے کسرہ کے ساتھ) چھانا، ڈھانکنا۔ تَخْشَی (س) خَشْيًا خَشْيَةً : ڈرنا۔ أنْشَدَ - إنْشَادًا : شعر پڑھنا۔ أنْشَدَ الضَّالَّةَ : گم شدہ چیز کو تلاش کرنا۔ نَشِيْد اور أُنْشُوْدَة ترانہ کو کہتے ہیں۔

تَبًّا لِطَالِبِ دنيا : تَبًّا : مصدر ہے تَبَّ (ض) تِبَابًا، تَبِيبًا، تَبًّا : ہلاک ہونا، کاٹنا، ضعیف ہونا۔ تَبًّا مفعول مطلق کی بنا پر منصوب ہے اور اس کا فعل محذوف ہے۔ طالب: طلب کرنے والا۔ طَلَبَ (ن) طَلَبًا : طلب کرنا۔ ثَنَیٰ (ض) ثَنْيًا : موڑنا، پھیرنا۔ اِنْصِبَاب : از انفعال بمعنی میلان ورجحان۔ اِنْصَبَّ الماءُ : پانی گرنا۔ صَبَّ الماءَ (ن) صَبًّا : پانی گرانا، انڈیلنا۔

مَا يَسْتَفِيقُ غَرامًا : اسْتَفَاقَ مِنَ المَرَضِ وَأفَاقَ : افاقہ پانا، صحت یاب ہونا۔ فَاقَ (ن) فَوْقًا : بلند ہونا۔ غَرَام : عشق و محبت، دائمی شر و عذاب، سورۃ فرقان آیت ۶۵ میں ہے

" اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا " غَرِمَ الرَّجُلُ الدِّيَةَ (س) غُرْمًا۔ دیت کا تاوان ادا کرنا۔ اُغْرِمَ بہ: دلدادہ ہونا۔ فَرَط: یہ اِفْرَاطٌ کا اسم مصدر ہے بمعنی غلو وزیادتی۔ اَفْرَطَ فِي الأَمْرِ۔ اِفْرَاطًا: حد سے تجاوز کرنا، کہتے ہیں اِيَّاكَ وَالْفَرَطَ فِي الْاَمْرِ: کسی بھی کام میں غلو وافراط سے بچیے۔ و فَرَط (ن ض) فَرْطًا: آگے بڑھنا، سبقت کرنا۔ صَبَابَة: (صاد کے فتحہ کے ساتھ) عشق ومحبت۔ صَبَّ (س) صَبَابَةً: عشق کرنا صُبَابَةٌ: (صاد کے ضمہ کے ساتھ) برتن میں بچا ہوا پانی۔ بچا کھچا۔ کہتے ہیں مَا اَصَبْتُ مِنَ الْعَيْشِ اِلَّا صُبَابَةً: میں نے زندگی سے تھوڑا سا حصہ پایا۔ جمع: صُبَابَات۔ دَرَى (ض) دِرَايَةً: جاننا۔ يَرُوْمُ (ن) رَوْمًا: قصد کرنا۔

"غَرَامًا" اور "فرط صَبَابَة" دونوں مايستفيق کے لئے مفعول ہیں۔ "لَوْدَرٰى" شرط ہے "لَكَفَاهُ" جزا ہے "صُبَابَة" "كَفٰى" کا فاعل ہے، دوسرے اور تیسرے شعر کے آخر میں "صَبَابَة، صُبَابَة" تاء تانیث کے ساتھ ہیں، وقف کی حالت میں تاء کو ہ سے بدل دیا۔

***

ثُمَّ إِنَّهُ لَبَّدَ عَجَاجَتَهُ، وَغَيَّضَ مُجَاجَتَهُ، وَاعْتَضَدَ شَكْوَتَهُ، وَتَأَبَّطَ هِرَاوَتَهُ. فَلَمَّا رَنَتِ الْجَمَاعَةُ إِلَى تَحَفُّزِهِ، وَرَأَتْ تَأَهُّبَهُ لِمُزَايَلَةِ مَرْكَزِهِ، أَدْخَلَ كُلٌّ مِنْهُمْ يَدَهُ فِي جَيْبِهِ، فَأَفْعَمَ لَهُ سَجْلاً مِنْ سَيْبِهِ،

پھر اس نے اپنے پھیلے ہوئے غبار کو سمیٹ کر بٹھایا، اپنے لعاب کو خشک کیا، اپنے مشکیزے کو بازو میں لیا، اپنی لاٹھی کو بغل میں لیا، جب جماعت نے کودنے کے لئے اس کی آمادگی کو دیکھا اور اپنے مرکز سے جدا ہونے کے لئے اس کی تیاری کو محسوس کیا تو ان میں سے ہر ایک نے اپنی جیب میں ہاتھ داخل کیا اور اپنی بخشش سے اس کے لئے تھیلا بھر دیا،

***

لَبَّدَ عَجَاجَتَه لَبَّدَ الْمَطَرُ الْأَرْضَ: بارش کا زمین کی مٹی کو ایک دوسرے کے ساتھ چپکا دینا۔ لَبَّدَ الشَّعْرَ۔ تَلْبِيْدًا: بالوں کو گوند سے چپکا دینا۔ لَبَدَ بِالْمَكَان (ن) لُبُوْدًا، و لَبِدَ (س) لَبَدًا: ٹھہرنا۔ لبد بالشئ: لازم پکڑنا، متصل ہونا۔ عَجَاجَة: غبار، جمع: عَجَاج، مثل سَحَابَة وسَحَاب۔ لَبَّدَ عَجَاجَتَه: یعنی اس نے اپنے اڑتے ہوئے غبار کو ملا دیا، چپکا دیا۔ مطلب یہ ہے کہ اس کی خطابت کے جو شرارے بلند ہو رہے تھے وہ اس نے روک دئے اور بیان ختم کر دیا، حریری نے

یہ تعبیر سلیمان بن عبدالملک سے اخذ کی ہے، سلیمان کے پاس ایک وفد آیا اور آپ سے بات کی لیکن اپنے مافی الضمیر کا اظہار اچھی طرح نہ کرسکا، اس کے بعد ایک اور آدمی اٹھا جو شکل وصورت کے لحاظ سے تو بڑا قبیح المنظر تھا لیکن بات اس نے بڑی فصاحت اور سلیقہ سے کی جس پر سلیمان نے کہا: كَأَنَّ كَلَامَهٗ بَعْدَ كَلَامِهِمْ سَحَابَةٌ لَبَدَتْ عَجَاجًا: ان لوگوں کے بات کرنے کے بعد اس شخص کا کلام ایک ایسے بادل کی طرح ہے جس نے بکھرے غبار کو ملا کر بٹھا دیا۔

غَيَّضَ مُجَاجَتَه : غَيَّضَ: ازباب تفعیل، کم کرنا، خشک کرنا۔ وغَاضَ (ض) غَيْضًا: کم ہونا کم کرنا (لازم ومتعدی) غَاضَ الماءُ: پانی خشک ہوا، کم ہوا، کہتے ہیں غَاضَ الكِرَامُ وفَاضَ اللِّئَامُ: شریف لوگ کم اور کمینے زیادہ ہوگئے۔ سورۃ رعد آیت ۸ میں ہے "وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ" مُجَاجَة: تھوک۔ مُجَاجَةُ الشئ: نچوڑ۔ مَجَّ الشئَ ومَجَّ بِهٖ مِن فَمِهٖ (ن) مَجًّا: کلی کرنا، بطور استعارہ کہتے ہیں هذا كلامٌ تَمُجُّهُ الأَسْمَاعُ یعنی اس کلام کو کان سننا نہیں چاہتے۔

واعْتَضَدَ شَكْوَتَه : اعْتَضَدَ: ازافتعال جَعَلَهَا تَحْتَ عَضُدِهٖ: بازو میں لینا، عَضَدَ (ن) عَضْدًا مدد کرنا۔ عَضَدَ (ض) عَضْدًا: کاٹنا۔ شَكْوَة: مشکیزہ، جمع: شَكَوَات، وشِكَاء۔

وتَأَبَّطَ هِرَاوَتَه : تَأَبَّطَ: ازباب تفعل ای أَخَذَ تَحْتَ إِبْطِهٖ: بغل میں لینا هِرَاوَة: ڈنڈا جمع: هِرَاوَات، هَرَاوَى۔ رَنَتْ بروزن دَعَتْ، رَنَاهُ، رَنَا إِلَيْهِ، وَلَهٗ (ن) رُنُوًّا ٹکٹکی باندھ کر مسلسل دیکھنا۔ تَحَفَّزَ: زانو پر یا سرین کے بل بیٹھنا، کودنے کے لئے آمادہ ہونا۔ وحَفَزَ (ض) حَفْزًا پیچھے سے دھکیلنا۔ آج کل محرکات کے لیے الحَوَافِز استعمال کرتے ہیں۔ الحَوَافِزُ السِّيَاسِيَّةُ: سیاسی محرکات یہ حَافِز کی جمع ہے۔

تَأَهَّبَ لِمُزَايَلَةِ مَرْكَزِه : تَأَهَّبَ: از تفعل: تیاری۔ مُزَايَلَة: جدائی ومفارقت۔ مَرْكَز: صیغہ ظرف، وسط دائرہ، محور جمع: مَرَاكِز۔ رَكَزَ الشئَ (ض) رَكْزًا: زمین پر کسی چیز کو گاڑنا۔

أَفْعَمَ لَه سَجْلًا مِنْ سَيْبِه : أَفْعَمَ - إِفْعَامًا، وفَعَمَ (ف) فَعْمًا: بھرنا۔ سَجْل: ڈول جمع، أَسْجَال۔ سَيْب: بخشش، جمع: سُيُوب۔

***

وَقَالَ: اصْرِفْ هٰذَا فِى نَفَقَتِكَ، أَوْ فَرِّقْهُ عَلٰى رُفْقَتِكَ. فَقَبِلَهٗ مِنْهُمْ مُغْضِيًا وَانْثَنٰى عَنْهُمْ مُثْنِيًا، وَجَعَلَ يُوَدِّعُ مَنْ يُشَيِّعُهٗ، لِيَخْفٰى عَلَيْهِ مَهْيَعُهٗ وَيُسَرِّبُ مَنْ يَتْبَعُهٗ، لِكَىْ يُجْهَلَ مَرْبَعُهٗ.

اور اس سے کہا اس کو اپنے نان نفقہ میں خرچ کردو یا اپنے ساتھیوں پر تقسیم کردو سو

اس نے وہ بخشش ان سے قبول کی آنکھیں بند کرتے (اور شرماتے) ہوئے، ان سے واپس ہوا تعریف کرتا ہوا اور اس نے رخصت کرنا شروع کردیا ان لوگوں کو جو الوداع کہنے اس کے پیچھے پیچھے جارہے تھے، تاکہ اس کا راستہ ان پر مخفی رہے اور منتشر کرنے لگا ان لوگوں کو جو اس کی پیروی کررہے تھے تاکہ اس کا گھر مجہول رہے۔

*** نَفَقَة : خرچہ، اخراجات، جمع : نَفَقَات

رُفقة : یہ رَفِیق کا اسم جمع ہے، رَفِیق کی جمع رِفَاق، رُفَقَاء آتی ہے۔ قَبِلَ (س) قُبُوْلاً : قبول کرنا

مُغْضِيًا : آنکھیں بند کرنے والا یعنی شرماتے ہوئے، باب افعال سے صیغہ اسم فاعل ہے۔

أَغْضَى جَفْنَيه : آنکھوں کو بند کرنا۔

وانْثَنَى عَنهُم مُثْنِيًا : انْثَنَى : از باب انفعال : پھرنا، مڑنا۔ مُثْنِي : اسم فاعل از باب افعال، تعریف کرنے والا۔ أَثْنَى عليه : تعریف کرنا۔

جَعَلَ يُوَدِّعُ مَنْ يُشَيِّعُه : جَعَلَ افعال مقاربہ میں سے ہے، اس کی تفصیل مقدمہ میں گذر چکی۔ يُوَدِّعُ : از باب تفعیل۔ وَدَّعَ۔ تَوْدِيعًا : الوداع کہنا، رخصت کرنا۔ يُشَيِّعُ۔ تَشْيِيعًا : رخصت کرنے کے لیے کسی کے ساتھ چلنا، پیچھے پیچھے چلنا۔ شَاعَ الخَبَرُ (ض) شُيُوعَةً : خبر پھیلنا۔ مَهْيَع : واضح راستہ، جمع : مَهَايِع۔ هَاعَ الشيءُ (ض) هِيَاعًا : وسیع ہونا، منتشر ہونا۔ يُسَرِّبُ : اى يُفَرِّق از باب تفعیل، سَرَّبَ الإبلَ : گروہ گروہ بھیجنا۔ وسَرَبَ المَاءُ (ن) سُرُوْبًا : پانی کا جاری ہونا۔ مَرْبَع : گھر، جمع : مَرَابِع ۔

***

قال الحارث بن همّام : فاتبعْتُهُ مُوارِيًا عَنْهُ عِيانِي ، وَقَفَوْتُ إِثْرَهُ مِنْ حَيْثُ لاَ يَرَانِي ؛ حتّى انتهى إلى مَغارَة ، فانْسابَ فِيهَا عَلَى غَرَارَةٍ ، فأمْهَلْتُهُ رَيْثَمَا خَلَعَ نَعْلَيْهِ ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ،

حارث بن ہمام نے کہا، میں نے اس کا پیچھا کیا اپنی شخصیت کو اس سے چھپاتے ہوئے اور اس کے نقش قدم پر چلا ایسی جگہ سے کہ وہ مجھے نہ دیکھ سکے، یہاں تک کہ وہ ایک غار تک پہنچ گیا اور اس میں غفلت کے ساتھ داخل ہوا، میں نے اس کو مہلت دی اس قدر کہ وہ اپنے دونوں جوتے اتار سکے اور اپنے دونوں پاؤں دھوسکے،

***

مُوَارِیًا عنہ عِیَانِی : مُوَارِیًا: صیغہ اسم فاعل از باب مفاعلہ : چھپانے والا۔ وَارَی، مُوَارَاۃً: چھپانا، سورۃ اعراف، آیت ۲۶ میں ہے " یُوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِیْشًا " عِیَان : مصدر از باب مفاعلہ بمعنی شخص، جسم۔ عَایَنَ ۔ مُعَایَنَۃً، وعِیَانًا : معائنہ کرنا، براہ راست دیکھنا، مثل ہے : لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْعِیَان۔

قَفَوْتُ إِثْرَہ : قَفَا (ن) قَفْوًا : پیچھے چلنا، اتباع کرنا۔ إِثْر : چہرے کی رونق، تلوار کی چمک پیچھے، نشانِ قدم۔ کہتے ہیں خَرَجْتُ فِی اِثْرِہ : اس کے پیچھے نکلا، قَفَوْتُ إِثْرَہ : اس کے نشانِ قدم پر چلا۔ مَغَارَۃ : غار، جمع : مَغَارَات، سورۃ توبہ آیت ۵۷ میں ہے :" لَوْ یَجِدُوْنَ مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ "

فانساب فیھا علی غَرَارَۃ : انساب : از باب انفعال تیز چلنا، یہاں تیزی سے داخل ہونا مراد ہے، شریشی لکھتے ہیں :

" انْسَابَ : دَخَلَ، وأصل الانْسِیَاب، جریُ الحَیَّۃِ علی وَجْہِ الارضِ، أوجریُ الماءِ کذلك، ولا یکونُ الانْسِیَابُ إلّاعلی وجہ الارض لا یُقال : انْسَابَ فی الجحر"۔

" یعنی انسَاب بمعنی دَخَلَ ہے، انسِیَاب کے اصل معنی ہیں سطح زمین پر سانپ کا چلنا، سطح زمین پر پانی کا چلنا، انسیاب کا لفظ صرف سطح زمین پر چلنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس لیے انساب فی الجحر (سوراخ میں داخل ہوا) نہیں کہا جائے گا، اس لحاظ سے حریری کا یہاں " انساب فیھا " کہنا درست نہیں "

غَرَارَۃ : غفلت وناتجربہ کاری۔ غَرّ (ض) غرارۃ : ناتجربہ کار ہونا۔

فَأَمْهَلْتُہ رَیْثَمَا خَلَعَ نَعْلَیْہ : أَمْهَلَ ۔ إِمْهَالًا : مہلت دینا۔ مَهَلَ فِی العَمَلِ (ف) مَهْلًا : اطمینان سے جلد بازی کیے بغیر کام کرنا۔ رَیْثَمَا : قَدْرَمَا۔ رَیْث : مقدارِ مہلت، کہتے ہیں وَقَفَ رَیْثَمَا صَلَّیْنَا : جتنی دیر ہم نے نماز پڑھی وہ کھڑا رہا۔ رَاثَ عَلَیْنَا خبرُہ (ض) رَیْثًا : خبر دیر سے پہنچا مثل ہے رُبَّ عَجَلَۃٍ وَهَبَتْ رَیْثًا یعنی بعض جلد بازی مزید تاخیر کرا دیتی ہے۔ خَلَعَ (ف) خَلْعًا : نکالنا۔ سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲ میں ہے " فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ " نَعْلٌ : جوتا، جمع : نِعَال، رِجْل : پاؤں، جمع : أَرْجُل۔

***

ثُمَّ هَجَمْتُ عَلَيْهِ، فَوَجَدْتُهُ مُحَاذِيًا لِتِلْمِيذٍ، عَلَى خُبْزِ سَمِيذٍ، وَجَدْيٍ حَنِيذٍ وَقُبَالَتَهُمَا خَابِيَةُ نَبِيذٍ، فَقُلْتُ لَهُ: يَا هٰذَا، أَيَكُونُ ذَاكَ خَبَرَكَ وَهٰذَا مَخْبَرَكَ!

پھر میں اس پر اچانک داخل ہوا تو میں نے اس کو ایک شاگرد کے ساتھ بیٹھا ہوا پایا، میدے کی روٹی اور بکرے کے بھنے ہوئے بچے (کے گوشت) پر، اور دونوں کے سامنے شراب کا مٹکا تھا، تب میں نے اس سے کہا "ارے او! وہ تھی تیری ظاہری حالت اور یہ ہے تیرا باطن"۔

***

هَجَمْتُ عليه : هجَم عليه (ن) هُجُومًا : اچانک آنا، اچانک لانا (لازم ومتعدی) حملہ کرنا، ٹوٹ پڑنا۔ الهَجْمة والهُجُوم : حملہ، هُجوم بالهِرَاوَات : لاٹھی چارج۔ هُجوم جَوِّيٌّ : فضائی حملہ۔ التهجُّم : جھڑپ، التَّهَجُّمَات السِّيَاسية : سیاسی جھڑپیں۔

مُثَافِنًا لِتِلميذ : مثافن : باب مفاعلہ سے صیغہ اسم فاعل ہے : ساتھ رہنے اور بیٹھنے والا۔ ثفن الشيءَ (ض) ثَفْنًا و ثَافَنه مُثَافَنَةً : لازم پکڑنا۔ بعض نسخوں میں "مثافنا" کے بجائے "مُحَاذِيًا" ہے بمعنی حِذا یعنی طرف میں بیٹھنے والا۔ تِلْمِيذ : شاگرد، جمع : تَلَامِيذ، تَلَامِذَة۔ خُبْزٌ : روٹی، جمع : أَخْبَاز۔ سَمِيذ : میدہ، سفید آٹا۔ خُبز سَمِيذ : میدہ کی روٹی۔

جَدْيٍ حَنِيذ : جَدْيٌ : بکری کا بچہ، جمع : أَجْدٍ، جِدَاءٌ، جِدْيَان، آسمان کے ایک برج کو بھی جَدْی کہتے ہیں۔ حَنِيذ : بھنا ہوا۔ حَنَذَ اللَّحْمَ (ض) حَنْذًا : گوشت بھننا۔ سورۂ ہود آیت ۶۹ میں ہے : فَمَا لَبِثَ أَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ۔

قُبَالَتَهما خَابِيَة نَبِيذ : قُبَالَة : سامنے، سامنے کی جانب۔ خَابِيَة : مشکیزہ، مٹکا، جمع : خَوَابِي۔ نَبِيْذ : نبیذ، یہاں اس سے شراب مراد ہے، جمع : أَنْبِذَة۔

ذَاكَ خَبَرَكَ وهٰذا مَخْبَرَك : خَبَر : خبر، مراد ظاہری حالت ہے۔ مَخْبَر : باطن، لیبارٹری۔ خبر (ن) خِبْرًا : تجربہ سے جاننا، تجربہ کرنا، آزمانا۔ خَبُرَ (ك) خُبْرًا : تجربہ کار ہونا

***

فزفرَ زفرَةَ القَيظِ ، وكادَ يتميَّزُ مِنَ الغَيظِ ؛ ولَمْ يزَلْ يُحملِقُ إليَّ ، حتّى خِفت أنْ يسْطوَ عليَّ. فلمّا أنْ خَبَتْ نارُهُ ، وتَوارَى أوارُه ، أنشد :

تو اس نے ایک گرم لمبی سانس کھینچی، قریب تھا کہ وہ غصے کی وجہ سے جدا جدا ہوجائے (پھٹ جائے) اور مجھے مسلسل (آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر) گھورنے لگا، میں ڈرا اس سے کہ وہ مجھ پر حملہ کردے گا، جب اس کی آگ بجھ گئی اور اس کی شدت حرارت چھپ گئی (اور اس کی تیزی کم ہوگئی) تو اس نے یہ شعر پڑھے۔

***

فزفر زفرَةَ القَيظ : زَفر (ض) زَفْرًا، زَفِيْرًا : زور سے لمبی سانس کھینچنا، گدھے کا آواز نکالنا۔ زَفْرَة : سانس، جمع : زَفَرات۔ القَيظ : گرمی کی شدت، جمع : قُيُوظ، أقياظ قاظ اليومُ (ض) قَيظًا : گرم ہونا۔

کاد یتمیّز من الغیظ : کاد یفعل کذا، یکاد (ن) کَوْدًا، مَکادَةً : أی قارب ولم یفعل یعنی فعل کرنے کے قریب ہوا لیکن کیا نہیں جیسے کاد یضرب وہ مارنے کے قریب ہوا لیکن مارا نہیں کاد افعال مقاربہ میں سے ہے اور کان جیسا عمل کرتا ہے یعنی اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے البتہ کاد کی خبر ہمیشہ کے لیے فعل مضارع پر مشتمل جملہ فعلیہ ہوتا ہے جیسا کہ یہاں "کاد یتمیّز" میں کاد کا اسم اس میں ضمیر ہے اور یتمیّز جملہ فعلیہ اس کی خبر ہے۔ الغَیظ : غصہ، غاظ (ض) غَیظًا : غصہ دلانا۔

لم یزَل یُحَملِقُ إلیّ : زال (ن) زوالًا زائل ہونا، لم یَزَل : ہمیشہ۔ یُحَملِقُ : بروزن یُبَعثِرُ رباعی مجرد سے صیغہ مضارع ہے۔ حَملَقَ : گھورنا، آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا۔ یَسطو (ن) علیہ سَطوًا : حملہ کرنا۔ خَبَتْ : بروزن دَعَتْ، خَبَا (ن) خَبوًا : بجھنا۔ سورۃ اسراء آیت ۹۷ میں ہے : "کُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا"۔ أُوار : گرمی کی شدت، پیاس، جمع : أُوُر۔

① لَبِسْتُ الخَمِيصَةَ أَبْغِي الخَبِيصَهْ وَأَنْشَبْتُ شِصِّيَ فِي كُلِّ شِيصَهْ
② وَصَيَّرْتُ وَعْظِيَ أُحْبُولَةً أُرِيغُ القَنِيصَ بِهَا وَالقَنِيصَهْ
③ وَأَلْجَأَنِي الدَّهْرُ حَتَّى وَلَجْتُ بِلُطْفِ احْتِيَالِي عَلَى اللَّيْثِ عِيصَهْ
④ عَلَى أَنَّنِي لَمْ أَهَبْ صَرْفَهُ وَلَا نَبَضَتْ لِي مِنْهُ فَرِيصَهْ
⑤ وَلَا شَرَعَتْ بِي عَلَى مَوْرِدٍ يُدَنِّسُ عِرْضِيَ نَفْسٌ حَرِيصَهْ
⑥ وَلَوْ أَنْصَفَ الدَّهْرُ فِي حُكْمِهِ لَمَا مَلَّكَ الحُكْمَ أَهْلَ النَّقِيصَهْ

① میں نے منقش چادر پہنی ہے اس حال میں کہ طلب کرتا ہوں میں حلوہ کو، میں نے اپنے جال (اور کانٹے) کو گاڑ دیا ہے ہر اچھی ردی مچھلی میں (یعنی ہر اچھے برے شکار کو پھانسنے کے لئے میں نے دام فریب بچھایا ہے)

② میں نے اپنے وعظ کو رسی (اور جال) بنایا ہے جس سے میں مذکر اور مؤنث شکار طلب کرتا ہوں

③ زمانے نے مجھے مجبور کیا یہاں تک کہ میں اپنی حسن تدبیر سے داخل ہوا شیر پر اس کی کچھار میں۔

④ اس کے باوجود میں زمانے کی گردش سے نہیں گھبرایا اور نہ ہی اس کی وجہ سے میرے شانے کے گوشت نے حرکت کی۔

⑤ اور نہ ہی مجھے میرے حریص نفس نے داخل کیا ایسے گھاٹ میں جو میری عزت کو میلا کردے۔

⑥ اور اگر زمانہ اپنے فیصلے میں انصاف کرتا تو ناقص لوگوں کو حکومت کا مالک نہ بناتا۔

***

① (الخميصة) (لبست) کے لئے مفعول بہ ہے (أبغي الخبيصة) جملہ فعلیہ (لبست) کی ضمیر متکلم سے حال ہے (أنشبتُ) کا عطف (لبست) پر ہے (فی کل) جار مجرور (أنشبت) سے متعلق ہے۔

② (وعظی) (صیّرت) کے لئے مفعول بہ اول اور (أحبولة) مفعول بہ ثانی ہے

(أريغ) جملہ فعلیہ (صَيرت) کی ضمیر متکلم سے حال ہے (القنیص) (أریغ) کے لئے مفعول بہ ہے (بها) جار مجرور (أريغ) سے متعلق ہے۔

③ (عِيصَه) (وَلَجتُ) کے لئے مفعول بہ ہے (بلطف احتيالی) اور (علی الليث) دونوں (وَلَجتُ) سے متعلق ہے۔

④ (أنني لم أهَب) پورا جملہ (عَلَى) حرف جار کے لئے مجرور، جار مجرور کا متعلق محذوف (کائن) یا (ثابت) ہے جو کہ مبتدا محذوف (التحقيق) کے لئے خبر ہے (صَرفه) (لَمْ أهَب) کا مفعول بہ ہے (فريصةٌ) (نَبَضَتْ) کا فاعل ہے (لی منه) دونوں جار مجرور (نَبَضَتْ) فعل سے متعلق ہیں اور اس جملہ کا عطف (لَمْ أهَب) پر ہے۔

⑤ (نفس حريصة) موصوف صفت ہیں اور یہ (شَرَعَتْ) کا فاعل ہے (يُدَنِّس) فعل اور ضمیر اس میں فاعل ہے جو (مورد) کی طرف راجع ہے (عِرضی) اس کے لئے مفعول بہ ہے، جملہ فعلیہ ہو کر یہ (مورد) کی صفت ہے (بی) اور (عَلَى) دونوں (شَرَعَتْ) فعل سے متعلق ہے۔

⑥ (لو أنصف الدهر) شرط ہے (لما ملّك) جزا ہے (الحكم) (مَلَّك) کے لئے مفعول بہ اول اور (أهل النقيصة) مفعول بہ ثانی ہے۔

***

لَبِستُ الخَمِيصَة : لَبِسَ (س) لُبسًا : پہننا۔ الخَمِيصَة : كِسَاءٌ فِيه خُطُوط۔ یعنی منقش چادر۔ والجمع خَمَائِص۔ الخَبِيصَه : یہ خاص قسم کا حلوہ ہے، علامہ شریشی نے فرمایا کہ ہمارے ہاں عام لوگ اس کو "خبیز" کہتے ہیں، خَبَصَ الشيءَ بالشيءِ (ض) خَبصًا : خلط کرنا، ملانا۔

أنشَبتُ شِصِّي فِي كُلِّ شِيصَة : أنشَبَ۔ إنشَابًا : لٹکانا، معلق کرنا، بچھانا۔ نَشِبَ (س) نُشُوبًا : لٹکنا، معلق ہونا۔ شِصٌّ : لوہے کا وہ کانٹا جس سے دریا میں مچھلی وغیرہ شکار کی جاتی ہے، جال، جمع : شُصُوص۔ شَصَّ (ض) شَصًّا : دانتوں سے پکڑنا۔ شِيصَة : ناکارہ مچھلی، ردی کھجور، جمع شِيصٌ (بدون التاء) أُحبُولَة : پھندا، جال، جمع : أحَابِيل، مادہ (حبل)

أُرِيغُ القَنِيص : أُرِيغُ : باب افعال سے متکلم مضارع کا صیغہ ہے۔ أَرَاغَ۔ إرَاغَةً : مکر و فریب سے طلب کرنا۔ رَاغَ (ن) رَوغًا : فریب سے راستہ کترا کر چلنا، بچ نکلنا، چھپکے سے پیچھے ہٹنا، سورۂ ھود آیت ٦٩ میں ہے "فَرَاغَ إِلَىٰٓ أَهْلِهِۦ فَجَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ" القَنِيص : نر شکار۔

قَنَصَ الطَّیرَ (ض) قَنصًا : شکار کرنا۔ أَلجأَ : از باب افعال اَلجاء : مجبور کرنا احتِیَال : باب افتعال کا مصدر ہے احتالَ الرّجلُ : حیلہ کرنا۔ وحَالَ (ن) حِیلَةً حیلہ وتدبیر کرنا۔ اللَّیث : شیر، جمع لُیُوث۔ عِیصَة : اس درخت کو کہتے ہیں جس کی جڑیں ملی ہوئی ہوں، یہاں اس سے شیر کی کچھار مراد ہے، اس کی جمع عِیصَان اور أعیَاص آتی ہے۔

لم اَهَبْ صَرْفَه : هَابَ (س) هَیبَةً ، مَهَابَةً : ڈرنا۔ صَرفُ الدّهر : زمانہ کے حوادث، گردش دوران۔

نبضت فریصة : نبض (ض) نَبضًا، نَبَضَانًا : حرکت کرنا، پھڑکنا۔ فَرِیصَة : شانہ کا گوشت جمع : فَرَائِص۔

شَرَعَت بی علی مورد : شرع (ف) شَرْعًا : ظاہر ہونا، قانون بنانا، شرع فی الماء : داخل ہونا، اس کے صلہ میں جب "فی" آئے تو یہ داخل ہونے کے معنی میں آتا ہے یہاں دَخَلَت کے معنی میں ہے کیونکہ اس کے صلہ میں "علیٰ" آرہا ہے اور وہ بمعنی "فی" ہے۔ مَورِد : جائے ورود، گھاٹ۔

آج کل منصوبہ، اسکیم اور پلان کے لیے لفظ "مَشرُوع" استعمال کرتے ہیں۔ مَشرُوعٌ إنمائیٌّ : ترقیاتی پلان، مَشروع بَدِیل : متبادل اسکیم، مَشرُوع قَرار : مسودۂ قرار داد۔

یُدَنِّس عِرْضِی : دَنَّسَ ۔ تَدنِیسًا : میلا کرنا۔ دَنِسَ (س) دَنَسًا، دَنَاسَةً : میلا ہونا۔ عِرض : عزت وآبرو، حسب ونسب، حُسنِ خُلق، جمع : أعرَاض۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک شہرۂ آفاق قصیدہ کہا ہے جس کے چند اشعار امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی "صحیح" میں "باب مناقب حسان بن ثابت" کے تحت نقل کیے ہیں۔

هَجَوتَ مُحَمَّدًا وأَجَبتُ عنه وعِندَ اللهِ فِی ذٰلكَ الجَزاءُ
هَجَوتَ مُحَمَّدًا بَرًّا تَقِیًّا رَسُولَ اللهِ شِیمَتُهُ الوَفاءُ
فَإِنَّ أَبِی ووَالِدَتِی وعِرضِی لِعِرضِ مُحَمَّدٍ مِنکُم وِقَاءُ

حَرِیصَة : حرص ولالچ والی۔ حَرَصَ (ض) حِرصًا : حرص ولالچ کرنا۔ "حَرِیصة" نفس کی صفت ہے اور "نفس" "شرعَت" کا فاعل ہے "یدنس" "مورد" کی صفت ہے۔

أَنْصَفَ فی حُکْمِه : أَنصَفَ ۔ إنصَافًا : انصاف کرنا۔ ونَصَفَ الشیءَ (ن) نَصفًا : آدھے تک پہنچنا، کہتے ہیں نَصَفَ القرآنَ : قرآن کے آدھے تک پہنچ گیا، نَصَفَ الشیءَ : آدھا لینا۔ حُکم : فیصلہ، حکومت، حکم، جمع : أحکَام۔ مَلَّكَ ۔ تَملِیکًا : مالک بنانا۔ النَّقِیصَة : عیب، کمی، جمع : نَقَائِص۔

ثم قَالَ لِي : اُدْنُ فَكُلْ ، وَإنْ شئتَ فَقُمْ وَقُلْ .

فَالْتَفَتُّ إلى تِلْمِيذِهِ وَقُلْتُ : عَزَمْتُ عَلَيْكَ بِمَنْ تُسْتَدْفَعُ به الأذَى ، لَتُخْبِرَنِّي مَنْ ذا ؟ فقال : هَذا أبُو زيدٍ السَّرُوجِيّ ، سِرَاجُ الْغُرَباء ، وَتَاجُ الأدباء .

فانصرفتُ مِنْ حيث أتيتُ ، وقضيتُ الْعَجَبَ مِمَّا رأيتُ !

پھر اس نے مجھ سے کہا، قریب ہو جاؤ اور کھاؤ اور اگر چاہتے ہو تو کھڑے ہو (کر جاؤ) اور کہو (جو کچھ کہنا چاہتے ہو)، چنانچہ میں اس کے شاگرد کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا میں نے تجھے اس ذات کی قسم دی جس سے تکلیف کو دفع کرنا طلب کیا جاتا ہے تو مجھے ضرور بتائے گا کہ یہ کون ہے؟ اس نے کہا یہ ابوزید سروجی ہے جو مسافروں کا چراغ اور ادیبوں کا تاج ہے، پس میں لوٹا جہاں سے آیا تھا اور میں نے جو کچھ دیکھا اس سے تعجب کیا۔

***

اُدْنُ: صیغہ امر دَنَا (ن) دُنُوًّا : قریب ہونا۔ التَفَتُّ : یہ باب افتعال سے واحد متکلم ماضی کا صیغہ ہے۔ اِلتَفَتَ إليه- اِلْتِفَاتًا : متوجہ ہونا۔ و لَفَتَ (ض) لَفْتًا : متوجہ کرنا، پھیرنا۔ سورۃ یونس آیت ۷۸ میں ہے "اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا"

عَزَمْتُ عَلَيْكَ : عَزَم (ض) عَزْمًا : پختہ ارادہ کرنا۔ عَزَمَ عَلَى فلان : قسم دینا۔ یہاں اسی معنی میں ہے۔ يُسْتَدْفَعُ : صیغہ مجہول از استفعال بمعنی دفع طلب کرنا ، الأذَى اس کا نائب فاعل ہے۔ استَدْفع باللهِ الشرَّ : اللہ تعالیٰ سے دفع شر طلب کیا ، دفع شر چاہا۔ و دفع (ف) دَفْعًا: ہٹانا ، دھکیلنا۔ الأذَى : تکلیف، اذیت۔ أذِىَ الرجلُ (س) أذًى : تکلیف اٹھانا، اذیت میں ہونا۔ لِتُخْبِرَنِّي : اس میں ایک نون خفیفہ ہے، اور دوسرا نون وقایہ ہے نون خفیفہ کو نون وقایہ میں مدغم کر دیا ہے سِرَاجُ الغُرَبَاءِ : سِرَاج : چراغ، جمع : سُرُج۔ الغُرَبَاء : مسافر، مفرد: غریب ۔ حدیث میں ہے : "کن في الدنيا كانك غريب " تَاج : شاہی ٹوپی جس میں عموماً جواہرات لگے ہوتے ہیں، جمع: تیجان قَضَيْتُ العَجَبَ مما : قَضَى (ض) قَضَاءً : فیصلہ کرنا ، پورا کرنا۔ قَضَى منه العَجَبَ : تعجب کرنا اس کے صلہ میں جب "عَلَى" آجائے تو ختم کرنے کے معنی میں ہوتا ہے۔ قَضَى عَلَيه : ختم کرنا ، ہلاک کرنا العَجَب : الأمر الذي يُتَعَجَّبُ منه : قابل تعجب معاملہ ، اس کی جمع نہیں آتی۔ عَجِبَ مِنْه (س) عَجَبًا : تعجب کرنا۔

المَقَامَة الثانِيَة الحلوانِيّة

علامہ حریری رحمہ اللہ نے اس مقامہ میں نرالی تشبیہات پر مشتمل خوبصورت چھ شعر پیش کیے ہیں اس کے لیے قصہ یوں ترتیب دیا گیا ہے کہ حارث بن ھمام کا عراق کے شہر حلوان میں ابوزید سروجی کے ساتھ یادگار ادبی مجلسیں جمتی ہیں، ابوزید کچھ عرصہ بعد عراق سے سفر کر جاتا ہے اور دونوں کے درمیان جدائی ہو جاتی ہے، حارث اپنے وطن لوٹ آتا ہے ایک دن کتب خانہ میں حاضر ہوتا ہے جہاں ادیبوں کی محفل لگتی ہے، ایک صاحب آتے ہیں اور مطالعہ میں مشغول ایک دوسرے آدمی سے پوچھتے ہیں آپ کونسی کتاب کا مطالعہ کر رہے ہیں؟ وہ کہتا ہے، مشہور شاعر ابوعبادہ بحتری کی کتاب پڑھ رہا ہوں، پوچھتے ہیں "اس میں کوئی انوکھا شعر نظر سے گزرا؟" کہتا ہے "ہاں" اور بحتری کا وہ شعر سناتا ہے جس میں دانتوں کو اولوں اور موتیوں سے تشبیہ دی گئی ہے، آنے والے صاحب کہتے ہیں "یہ کوئی خاص شعر نہیں" اور پھر خود دانتوں کی تشبیہات پر مشتمل دو شعر سناتے ہیں، حاضرین انہیں پسند کر کے پوچھتے ہیں "یہ کس کے شعر ہیں؟" کہتا ہے "میرے ہیں" حاضرین کو یقین نہیں آتا، اس لیے ایک آدمی واواد مشقی کا ایک شعر سناتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ اگر آپ واقعتاً شاعر ہیں تو اس طرح پر مزید شعر کہہ دیں، وہ صاحب نرالی تشبیہات پر مشتمل برجستہ چار شعر کہہ دیتے ہیں، تب حاضرین سے وہ اپنا لوہا منوا لیتے ہیں، حارث جب غور سے دیکھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ آنے والے شخص ابوزید سروجی ہیں جن سے حلوان میں ان کی ملاقاتیں رہی تھیں اور جن کی داڑھی اب سفید ہو چکی ہوتی ہے اور حالت تبدیل! حارث تعجب سے پوچھتا ہے کہ اس قدر جلد یہ تغیر کیسا؟ ابوزید پانچ اشعار میں جواب دے کر کہتے ہیں کہ حوادث زمانہ نے مجھے بوڑھا اور متغیر کر دیا ہے۔

اس مقامہ میں کل تیرہ اشعار ہیں جن میں گیارہ حریری کے اپنے ہیں جو ابوزید کی زبانی کہلوائے گئے ہیں اور ایک ابوعبادہ بحتری کا اور ایک واواد مشقی کا ہے۔

المقامة الثانية وهي الحُلوانية

حَكَى الحارثُ بن هَمّامٍ قال: كَلِفتُ مُذْ مِيطَتْ عَنّي التَّمائِمُ، وَنِيطَتْ بِيَ العَمائِمُ، بأَنْ أغْشَى مَعانَ الأَدَبِ، وَأُنضِيَ إلَيْهِ رِكابَ الطَّلَبِ، لِأَعْلَقَ مِنْه بِما يَكُونُ لِي زِينَةً بَيْنَ الأَنامِ، وَمُزْنَةً عِنْدَ الأُوامِ. وَكُنْتُ لِفَرْطِ اللَّهَجِ بِاقْتِباسِهِ، وَالطَّمَعِ فِي تَقَمُّصِ لِباسِهِ، أُباحِثُ كُلَّ مَنْ جَلَّ وَقَلَّ، وَأَسْتَسْقِي الوَبْلَ وَالطَّلَّ، وَأَتَعَلَّلُ بِعَسَى وَلَعَلَّ.

حارث بن ہمام نے روایت بیان کی ہے کہ میں مشتاق ہوا جب سے دور کئے گئے مجھ سے تعاویذ اور باندھے گئے میرے سر پر عمامے اس بات کا کہ میں ادب کی مجلس میں حاضر ہوتا رہوں اور لاغر کروں اس کی طرف طلب کی سواریوں کو تاکہ میں اس سے وہ چیز حاصل کروں جو میرے لئے زینت ہو لوگوں میں اور بارش والا بادل ہو پیاس کے وقت! ادب حاصل کرنے میں حرص (و شوق) کی زیادتی اور اس کے لباس کا کرتہ پہننے میں لالچ کی زیادتی کی وجہ سے میں بحث کرتا تھا ہر بڑے چھوٹے سے اور ہر تیز و خفیف بارش سے میں سیرابی طلب کرتا تھا، اپنے آپ کو عسی و لعل (امید و بیم) سے بہلا رہا تھا۔

***

علامہ حریریؒ نے یہ مقامہ بغداد کے قریب واقع شہر "حلوان" کی طرف منسوب کیا ہے۔
علامہ حموی نے معجم البلدان (ج ۲ ص ۲۹۰ - ۲۹۴) میں لکھا ہے کہ حلوان نام کے مختلف مقامات ہیں
حلوان ایک خوبصورت بستی کا نام ہے جو مصر میں دریائے نیل کے قریب واقع ہے۔
حلوان نامی ایک چھوٹا سا شہر نیشاپور میں بھی واقع ہے۔
لیکن سب سے زیادہ مشہور عراق کا حلوان ہے، جو بغداد سے ملی ہوئی پہاڑیوں کی حدود میں واقع ہے اس شہر کو حلوان بن علی نے بسایا تھا اور اسی کی طرف منسوب ہے، حضرت فاروق اعظمؓ کے دورِ خلافت میں حضرت جریر بن عبد اللہ نے ۱۹ھ میں اس کو فتح کیا تھا، حموی نے لکھا ہے کہ یہاں کے انار پوری دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ انجیر بھی یہاں کے بہت عمدہ ہوتے ہیں۔

امام بخاری اور امام مسلم کے استاد حسن بن علی حلوانی اسی شہر کے تھے، شعراء نے اشعار میں حلوان کے بڑے تذکرے کیے ہیں، قعقاع بن عمرو تمیمی نے کہا :

وهل تذكرون، إذ نزلنا و أنتمُ　　منازل كسرى، والأمور حوائلُ
فصِرنا لكم ردءًا بحُلوان بعد ما　　نزلنا جميعًا، وللجميع نوازلُ
فنحنُ الأولى، فُزنا بحُلوانَ بعد ما　　أرنَّتْ على كسرى، الإماء والحلائلُ

كلفتُ مُذ مِيطتْ عنّي التّمائم : كلِفَ به (س) كلَفًا : عاشق ہونا، دلدادہ ہونا۔ آج کل لاگت کے لیے کُلفَة کا لفظ استعمال کرتے ہیں، کُلفَةُ العِمارة : تعمیر کی لاگت
میطَتْ : صیغہ واحد مؤنث مجہول ماضی۔ مَاطَه (ض) مَيطًا : ہٹانا، دور کرنا، دور ہونا۔ لازم اور متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔ التمائم : تَمِيمَة کی جمع ہے، تعویذ کو کہتے ہیں، ابو ذویب ہذلی نے اپنے پانچ بیٹوں کی موت پر جو مشہور مرثیہ کہا ہے، اس کا ایک شعر ہے

وإذا المنيّةُ أنشبتْ أظفارَها　　ألفيتَ كلَّ تميمةٍ لا تنفعُ

"جب موت اپنے پنجے گاڑ دیتی ہے تو آپ ہر تعویذ کو غیر مفید پائیں گے۔"

اور اس سے پہلے کے دو شعر ہیں :

فبقيتُ بعدَهم بعيش ناصِبٍ　　وأخال أنّي لاحقٌ مُستتبَعُ
ولقد حرِصتُ بأن أدافع عنهمُ　　وإذا المنيّة أقبلتْ لا تُدفَعُ

وَنِيطَتْ بي العمائم : نِيطَتْ : صیغہ مفرد مؤنث مجہول از نصر۔ ناطه۔ نَوطًا و نِياطًا : لٹکانا، نِيطَ عليه الشيءُ : معلق کی گئی، لٹکائی گئی۔ نَوط : تمغہ، جمع : أنواط۔ العمائم : عِمامة کی جمع ہے : پگڑی، دستار۔

أغشَى مَعانِي الأدَب : أغشَى۔ غَشِيَه (س) غِشيانًا : آنا، داخل ہونا۔ مَعان : گھر۔ سُمّي بهٖ لِمُعاينة بعضهم فيه بعضًا، یعنی گھر کو مَعان اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں رہنے والے ایک دوسرے کی معاونت و مدد کرتے ہیں۔

وأُنضِي إليه رِكابَ الطَّلَب : أنضَى۔ إنضاءً از افعال؛ کمزور کرنا، لاغر کرنا۔ مجرد میں از باب نصر و ضرب، نضا (ض) نضوًا، ونضَى (ض) نضيًا : نکالنا، کھینچنا۔ رِكاب : اس لوہے کو کہتے ہیں جس پر قدم رکھ کر سواری پر چڑھا جاتا ہے، بعد میں یہ عام ہو کر سواری کے اونٹ کے لیے استعمال ہونے لگا، پھر اور عام ہو کر ہر سواری کے لیے استعمال ہونے لگا، اس کا مفرد اس مادہ سے استعمال نہیں ہوتا ہے اور اس کی جمع : رُكُب ہے جیسے كِتاب کی جمع كُتُب ہے۔ اسی طرح اسکی جمع رکابات اور رکائب بھی آتی ہے۔

لِأَعْلَقَ منه بمايكون زِينَةً بَيْنَ الأَنَام، ومُزْنَةً عِنْدَ الأُوَام : أَعْلَق صیغۂ متکلم عَلِقَ مِنَه (س) عَلَقًا : حاصل کرنا، عَلِقَ الامر : جاننا۔ أنام : مخلوق، اس کا اطلاق جنات اور انسانوں پر ہوتا ہے، سورۂ رحمان آیت ۱۰ میں ہے : "وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ" مُزْنَة : وہ بادل جس میں پانی ہو، جمع : مُزْنٌ۔ الأُوَام : دھواں، دورانِ سر، پیاس کی حرارت۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں، اس کی جمع أُیَم ہے۔ از آمَ (ن) أَوْمًا : پیاس کا شدید ہونا۔

وكنتُ لِفَرطِ اللَّهَجِ باقتباسه، وَالطَمَعِ فی تقمّصُ لبَاسه : فرط : شدت، حد سے تجاوز فرط (ض ن) فَرْطًا و فُرُوطًا : آگے بڑھنا، سبقت کرنا۔ اللَّهَج، مصدر لَهِجَ به (س) لَهَجًا : دلدادہ ہونا، عاشق ہونا۔ اقتباس : اخذ واکتساب۔ اقْتَبَسَ وقَبَسَ (ض) قَبْسًا : اخذ کرنا آگ کا شعلہ اٹھانا۔ الطَمَع : حرص، لالچ، طَمِعَ الرجلُ (س) طَمَعًا : لالچ کرنا۔ تَقَمُّص : بابِ تفعل کا مصدر ہے، قمیص پہننا۔

أُباحِثُ كلَّ مَنْ جَلَّ وقَلَّ : بَاحَثَ۔ مُبَاحَثَة : بحث کرنا۔ وبَحَثَ فی الموضوع (ف) بَحْثًا : تحقیق کرنا، چھان بین کرنا۔ جَلَّ الشئُ (ض) جَلَالًا وجَلَالَة : بڑا ہونا۔ وقَلَّ، يَقِلُّ (ض) قِلَّةً : کم ہونا، حقیر ہونا

واَسْتَسْقِی الوَبْلَ والطَلَّ : أَسْتَسْقِی : استفعال سے واحد متکلم کا صیغۂ مضارع ہے۔ اسْتَسْقَىٰ : سیرابی چاہنا، وسَقَاهُ (ض) سَقْيًا : سیراب کرنا۔ سورۂ دھر آیت ۲۱ میں ہے : "وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا"۔ الوبل : تیز بارش، الطَّلّ : ہلکی بارش، شبنم۔ سورۂ بقرۃ آیت ۲۶۵ میں ہے "فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ"۔

واَتَعَلَّلُ بِعَسَىٰ ولَعَلَّ : أَتَعَلَّل : تفعل سے واحد متکلم مضارع کا صیغہ ہے، تَعَلَّلَ بالشئ : مشغول ہونا، مجرد میں از باب نصر وضرب عَلَّ (ن ض) عَلًّا وعَلَلًا : دوبارہ پینا، متواتر پینا۔

عَسَىٰ : افعالِ مقاربہ میں سے ہے، کلیاتِ ابی البقاء (ص ۲۵۵) میں ہے :

"عَسَىٰ هي لِمُقَارَبَةِ الأمرِ على سَبِيلِ الرَّجَاءِ والطمعِ أي لِتَوَقُّعِ حُصُولِ مالم يحصل، سواء يُرْجىٰ حُصُولُه عَنْ قريب أو بعيد۔

یعنی عَسَىٰ کسی غیر حاصل شدہ شئ کے حصول کی توقع اور امید کے لیے آتا ہے چاہے اس شئ کے حصول کی امید قریب میں ہو یا دور میں ہو۔"

عَسَىٰ فعل جامد ہے، ماضی کے علاوہ باقی افعال اس سے نہیں آتے ہیں اس کی خبر عام طور سے فعل مضارع ہوتی ہے جس کے شروع میں "أَنْ" مصدریہ ہوتا ہے جیسے عَسَىٰ أَنْ يَقُوْمَ زَيْدٌ

اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے، عَسَیٰ کبھی تامہ بھی ہوتا ہے جیسے وعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا صاحب معجم النحو نے (ص ۲٤۱) میں لکھا ہے کہ عَسَیٰ ایک لغت ہیں " لَعَلَّ " کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور لَعَلَّ کی طرح عمل کرتا ہے، اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے، اس صورت میں عَسَیٰ حرف ہوتا ہے اور اس کے اسم کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ ضمیر ہو جیسے عَسَاهَا۔ یہاں مقامات میں بھی عَسَیٰ بطور حرف یا بطور اسم مستعمل ہے اور اسی وجہ سے اس پر باء حرفِ جر داخل ہے ورنہ فعل پر حرف جر داخل نہیں ہو سکتا۔

لَعَلَّ: ترجی کے لیے ہے، اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے، اس میں مختلف لغات ہیں لَعَلَّ عَلَّ، عَنَّ، أَنَّ، لَأَنَّ، لَعَنَّ، مبرد کے نزدیک لَعَلَّ کی اصل عَلَّ ہے۔ اس کے شروع میں لام کا اضافہ کر دیا، باقی لغات فروع ہیں۔ (دیکھئے ہدایۃ النحو ص ۱۰۹)

***

فَلَمَّا حَلَلْتُ حُلْوَانَ ، وَقَدْ بَلَوْتُ الإِخْوَانَ ، وَسَبَرْتُ الأَوْزَانَ ؛ وَخَبَرْتُ مَاشَانَ وَزَانَ ، أَلْفَيْتُ بِهَا أَبَا زَيْدٍ السَّرُوجِيَّ يَتَقَلَّبُ فِي قَوَالِبِ الانْتِسَابِ ، وَيَخْبِطُ فِي أَسَالِيبِ الاكْتِسَابِ؛ فَيَدَّعِي تَارَةً أَنَّهُ مِنْ آلِ سَاسَانَ ، وَيَعْتَزِي مَرَّةً إِلَى أَقْيَالِ غَسَّانَ، وَيَبْرُزُ طَوراً فِي شِعَارِ الشُّعَرَاءِ ، وَيَلْبَسُ حِيناً كِبْرَ الكُبَرَاءِ .

پس جب میں حلوان شہر میں اترا اس حال میں کہ بھائیوں کو میں آزما چکا تھا اور (لوگوں کی) قدر و منزلت کو جانچ چکا تھا اور ہر اس چیز کو پرکھ چکا تھا جو عیب لگاتی ہے اور زینت بخشتی ہے (یعنی تجربہ کار بن چکا تھا) تو میں نے ابو زید سروجی کو پایا اس حال میں کہ وہ پلٹ رہا تھا نسب بیان کرنے کے سانچوں میں (یعنی اپنے نسب بیان کرنے میں مختلف باتیں کہتا تھا) اور کمانے کے مختلف اسلوبوں میں ٹامک ٹوئیاں (ہاتھ پیر) مار رہا تھا، چنانچہ وہ کبھی تو دعوی کرتا کہ وہ آل ساسان سے ہے اور کبھی نسبت کرتا تھا سلاطین غسان کی طرف، کبھی ظاہر ہوتا شعراء کے لباس میں اور کبھی بڑوں کی بڑائی پہنتا تھا (یعنی بزرگوں کا سا لباس پہنتا تھا)

***

حَلَلْتُ : صیغۂ متکلم حَلَّ (ن) حُلُوْلاً : اترنا، سورۃ رعد آیت ۳۱ میں ہے" اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِنْ دَارِهِم "

بَلَوْتُ : بَلَا (ن) بَلْوًا و بَلَاءً : آزمانا، جانچنا۔ سَبَرْتُ : (ن) سَبْرًا : آزمانا۔

وَخَبَرْتُ مَاشَانَ وَزَانَ : خَبَرَ الأمرَ (ن) خِبْرًا، خُبْرًا : آزمانا، تجربہ حاصل کرنا، تجربہ سے جاننا وخَبُرَ الرجلُ (ك) خُبْرًا : تجربہ کار ہونا۔

المُخَابَرَة : سراغ رسانی، المُخَابَرَۃُ العَسْکَرِیَّۃُ : محکمۂ فوج کی سراغ رسانی۔ المُخْتَبَر: لیبارٹری الاستِخْبَارَات : اطلاعات۔

شان (ض) شَیْنًا : عیب لگانا۔ زان (ض) زِیْنَۃً : مزین کرنا۔

قَوَالِبُ الإنْتِسَابِ : قوالب : قالب کی جمع ہے سانچہ کو کہتے ہیں، انتساب : نسبت کرنا۔ نسب الرَّجُلَ (ن ض) نَسَبًا و نِسْبَۃً : وصف بیان کیا، اس کے نسب کا ذکر کیا۔

یَخْبِطُ فِی أَسَالِیْبِ الإکْتِسَابِ : خَبَطَه (ض) خَبطًا : خوب مارا، خَبَطَ اللَّیلَ : رات کے وقت لڑکھڑا کر اور ادھر ادھر ہاتھ مار کر چلنا۔ شریشی نے یہاں یخبط کا ترجمہ یمشی سے کیا ہے۔

اسالیب : اسلوب کی جمع ہے : طریقہ، انداز اور طرز۔ الاکتساب : کمائی، اکتسب وکسب (ض) کَسْبًا : کمانا، مال حاصل کرنا۔

اِکْتَسَبَ الاسْتِحْقَاقَ : استحقاق حاصل کرنا، اکتسب السُّمْعَۃ : شہرت حاصل کرنا۔ اِکْتَسَبَ سُمْعَۃَ فَضْلٍ : کریڈٹ حاصل کرنا، اکتسب النفوذ : اقتدار اور رسوخ حاصل کرنا، اکتَسَبَ المُبَارَاۃ : میچ جیتنا۔

فَیَدَّعِی تَارَۃً أَنَّهُ مِنْ آلِ سَاسَانَ : یدعی : باب افتعال سے واحد مذکر غائب مضارع کا صیغہ ہے، اصل میں یَدْتَعِیُ تھا، افتعال کے فاء کلمہ میں دال واقع ہونے کی وجہ سے تاء افتعال کو دال سے بدل کر دال کا دال میں ادغام کر دیا اور یاء کے ضمہ کو ثقل کی وجہ سے حذف کر دیا یَدَّعِی بن گیا۔

ادعی الأَمْرَ : دعوی کرنا، ادَّعَی عَلَیه کذا : الزام لگانا۔ سورۃ ملک آیت ۲۷ میں ہے : هٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ۔

تَارَۃً : ایک مرتبہ، ایک بار۔ جمع تَارَات و تِیَرٌ۔ آل ساسان : شاہانِ فارس کی اولاد۔

آل کی اصل کیا ہے؟ اس میں دو مذہب ہیں، کوفیوں کے نزدیک آل کی اصل أَوَل ہے کیونکہ اس کی تصغیر أُوَیْل آتی ہے، بصری کہتے ہیں کہ آل اصل میں أَهْل تھا، هاء کو ہمزہ کے ساتھ قریب المخرج ہونے کی وجہ سے بدل دیا، پھر بقاعدہ آمَن کے آل بن گیا، لیکن کسائی کہتے ہیں کہ یہ دونوں الگ

الگ لفظ ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک اعرابی چرواہے کو آل، أُوَيْلٌ، أهْل، أُهَيْل کہتے سنا ہے۔
آل کی اضافت، ذی روح، ذی عقل اور اشراف کی طرف ہوتی ہے، فلا يقال آل الكوفة وآل الحجام۔ جبکہ أهل کی اضافت سب کی طرف ہوتی ہے، بعض نے آل کی اضافت کے لیے تذکیر کی شرط بھی لگائی ہے، فَلَا يُقَالُ: آل فَاطِمَة۔
علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی (ج ا ص ۲۵۳) میں مذکورہ تفصیل لکھنے کے بعد لکھا: "وَلَعَلَّ كل ذلك أكثر، و إلا فقد وَرَدَ عَلَى خِلَافِ ذٰلِكَ، كآل أعْوَج۔ اسم فرس۔ وآل المدينة .... ويستعمل غير مضاف كهم خير آل۔ آل کی جمع آلون آتی ہے۔
وفي مختار الصّحاح: ۳۳- آلَ الرَّجُلُ: أَهْلُهُ وعَيَاله، وآله أيضًا أَتْبَاعه، والآل: الشخص، والآل أيضًا الذى تَرَاه في أوّل النّهار وآخره۔
ساسان ملک فارس کے اول بادشاہ کا نام تھا، پھر یہ تمام شاہانِ فارس کا لقب بن گیا۔ کفرعون لَقَبٌ لِمَن مَلَكَ العَمَالقة، وتُبّع لملك اليمن، وقيصر لِمَلِك الرُّوم، وخاقان لِمَلِكِ التُّرك، والنجاشي لملك الحبشة۔

و يَعتزى مَـرّةً إلى أقْيَالِ غسّانَ: يعتزى: منسوب ہونا۔ عزا فلانًا إلى فلان (ن ض) عَزْوًا وعزيًا: منسوب کرنا۔ وعزا فلانٌ إلى فلان، ولفلان: منسوب ہونا۔ أقيال: قَيْل کی جمع ہے: بادشاہ، سردار۔ غسان: ملکِ یمن کے ایک قبیلہ کا بھی نام ہے اور ملکِ شام میں واقع ایک چشمہ کا نام بھی ہے جہاں اہلِ یمن نے سیلِ عرم سے بھاگ کر سکونت اختیار کی تھی۔

ويَبْرُزُ طَوْرًا في شِعَارِ الشعراء: يبرز: برز (ن) بُرُوزًا: ظاہر ہونا۔ سورۃ ابراہیم آیت ۲۱ میں ہے: وَبَرَزُوا لِلّٰهِ جَمِيعًا۔ طَوْرًا: مَرّةً کے معنی میں ہے۔ سورۃ نوح، آیت ۱۴ میں ہے: وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا۔ شِعَار: کسی قوم یا جماعت کی امتیازی علامت، جسم سے لگنے والا کپڑا اس کی جمع أَشْعِرَة ہے۔ تارةً، مَرّةً اور طَوْرًا ترکیب میں مفعول فیہ واقع ہو رہے ہیں۔
كِبْر: بڑائی، عظمت، بڑا گناہ۔ سورۃ نور آیت ۱۱ میں ہے: وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ كَبُرَ (ک) كِبَرًا بڑا ہونا۔ كُبَرَاء: كبير کی جمع ہے، بڑا۔

***

بَيْدَ أَنَّهُ مَعَ تَلَوُّنِ حَالِهِ ، وَتَبَيُّنِ مُحَالِهِ ، يَتَحَلَّى بِرُوَاءٍ وَرِوَايَةٍ ، وَمُدَارَاةٍ وَدِرَايَةٍ ، وَبَلَاغَةٍ رَائِعَةٍ ، وَبَدِيهَةٍ مُطَاوِعَةٍ ، وَآدَابٍ بَارِعَةٍ ، وَقَدَمٍ لِأَعْلَامِ الْعُلُومِ فَارِعَةٍ ، فَكَانَ لِمَحَاسِنِ آلَاتِهِ ، يُلْبَسُ عَلَى عِلَّاتِهِ ، وَلِسَعَةِ رِوَايَتِهِ ، يُصْبَى إِلَى رُؤْيَتِهِ ، وَلِخَلَابَةِ عَارِضَتِهِ ، يُرْغَبُ عَنْ مُعَارَضَتِهِ ، وَلِعُذُوبَةِ إِيرَادِهِ ، يُسْعَفُ بِمُرَادِهِ ،

لیکن اس کی حالت کی رنگینی اور جھوٹ کے ظاہر ہونے کے باوجود وہ آراستہ تھا حسن منظر اور (عمدگی) روایت کے ساتھ، خاطر تواضع، اور دانائی کے ساتھ، خوشنما بلاغت کے ساتھ، موافقت اور فرمانبرداری کرنے والی برجستہ گفتگو کے ساتھ، بلندترین آداب کے ساتھ اور علوم کے پہاڑوں پر چڑھنے والے قدم کے ساتھ، اس کے آلات (اور علوم) کے محاسن کی وجہ سے اس کے عیوب پر پردہ ڈالا جاتا تھا اور اس کی روایت کی وسعت کی وجہ سے اس کے دیدار کی طرف میلان کیا جاتا تھا، اس کی قوت گویائی کی فریفتگی کی وجہ سے اس کے مقابلہ سے اعراض کیا جاتا تھا اور اس کے وارد کرنے (والے کلام) کی شیرینی کی وجہ سے اس کی مراد پوری کی جاتی تھی۔

* * *

بَيْدَ أَنَّهُ مَعَ تَلَوُّنِ حَالِهِ وَتَبَيُّنِ مُحَالِه : بَيْدَ : اسم ہے اور غیر کے معنی میں ہے، اس کے بعد أَنَّ لانا ضروری ہے، أَنَّ کی طرف یہ مضاف ہوتا ہے جیسے : فلان كثير المال، بَيْدَ أَنَّهُ بَخِيلٌ۔ اور کبھی کبھی "مِن أجل" کے معنی میں آتا ہے جیسے حدیث میں ہے : أَنَا أَفْصَحُ الْعَرَبِ، بَيْدَ أَنِّي مِنْ قُرَيْشٍ ، وَ نَشَأْتُ فِي بَنِي سَعْدٍ۔ یعنی میں افصح العرب ہوں اس لیے کہ میرا تعلق قریش سے ہے اور بنو سعد میں پلا بڑھا ہوں۔

تَلَوُّن : مصدر از تفعل، تَلَوَّنَ الشيءُ : رنگ والا ہونا۔ تَلَوَّنَ فُلَانٌ : ایک عادت اور ایک مزاج کا نہ ہونا بلکہ بدلتے رہنا۔ تلونت حاله : حالت کا تبدیل ہوتے رہنا۔ مجرد سے مستعمل نہیں۔

مِحاله : مِحال (بکسر المیم) مکروفریب، جھوٹ۔ ماحله - مُماحلة ، مِحالا : مکر کرنا، مجرد میں از فتح وسمع وکرم ، مَحَلَ المكان ـــ مَحْلًا ومَحالةً : قحط زدہ ہونا۔ و مَحَلَ به إلى الأمير (س) مَحْلًا : امیر سے چغلی کھانا۔

مُحال (بضم المیم) : باطل ، غیر ممکن ، اس کا مادہ "حَوْلٌ" ہے از نصر، حَالَ الشيءُ (ن) حَوْلًا : بدل جانا۔ یہاں دونوں مراد ہو سکتے ہیں لیکن اول معنی زیادہ بہتر ہیں۔

يَتَحَلّٰى بِرُوَاءٍ : يَتَحَلّٰى، از تفعل : مزین ہونا۔ وحَلَى المرأةَ (ض) حَلْيًا : عورت کو زیورات سے مزین کرنا۔ حَلِيَتِ الجاريةُ (س) حَلْيًا : زیورات والی ہونا۔

رُوَاء (بضم الراء) : خوبصورت منظر۔ اس کا مادہ (ر ء ی) ہے، رُوَاء اصل میں رُؤَاء تھا، ہمزہ مفتوحہ کو ماقبل ضمہ کی وجہ سے واو سے بدل دیا تو رُوَاء ہوگیا۔

مُدَارَاة : مصدر ہے، داراہ : رعایت کرنا، نرمی کرنا، خاطر و تواضع کرنا، خاطر و تواضع کرنا و دری الشئَ۔ وبه (ض) دَرْيًا، دِرَايَةً : جاننا، ودَرَى فلانًا : دھوکہ دینا۔ دِرَايَة : دانائی، عقلمندی۔

وبَلَاغَةٍ رَائِعَةٍ : تعجب میں ڈالنے والی بلاغت۔ رائع : شاندار، خوشنما۔ راعه (ن) رَوْعًا : ڈرانا، حسن کی وجہ سے تعجب میں ڈالنا۔ رَوْعٌ : حسن وجمال، شان وشوکت۔

وبديهةٍ مُطَاوِعَةٍ : موافقت کرنے والا فی البدیہہ کلام، فرمانبرداری کرنے والی بدیہہ گوئی۔

بديهة : اچانک، فی الفور، بغیر سوچے کہنا۔ جمع : بَدَائه۔ از فتح، بدهه (ف) بَدَاهَةً : اچانک جالیا۔ مُطَاوِعَة : اسم الفاعل از مفاعلة : موافقت۔ وطاع الرجلُ (ن) طَوْعًا : تابع فرمان ہونا۔

وآدابٍ بَارِعَةٍ : بلند ترین آداب۔ برع۔ بَرَاعَةً از سمع وکرم وفتح : ماہر ہونا، صاحبِ کمال ہونا۔

وقَدَمٍ لِأعلامِ العُلُومِ فارِعةٍ : فارعة : قدم کی صفت ہے، ایسے قدم جو علوم کے پہاڑوں پر چڑھنے والے ہیں۔ أعلام : عَلَم کی جمع ہے : پہاڑ، پہاڑ کی چوٹی۔ فارعة : از فتح، فرع (ف) فَرْعًا : بلندی پر چڑھنا۔ « لأعلام » میں « لام » زائدہ ہے۔

فكانَ لِمَحَاسِنِ آلَاتِهِ يُلْبَسُ عَلَى عِلَّاتِهِ : آلات : اس کا مفرد آلَةٌ ہے : وہ چیز جس کے ذریعہ سے کام لیا جائے، ہتھیار، اداۃ، اس کے حروفِ اصلیہ (أ و ل) ہیں۔ يُلْبَسُ : مضارع سے صیغہ مجہول ہے۔ لَبِسَ (س) لُبْسًا : پہننا۔ عِلَّات : عِلَّةٌ کی جمع ہے : مرض، دکھ، روگ۔

وَلِسَعَةِ رِوَايَتِهِ يُصْبٰى إِلٰى رُؤْيَتِهِ : سِعَةٌ بروزنِ عِدَةٌ یہ اصل میں وِسْعٌ تھا عِدَةٌ کے قانون سے ابتدا میں واو کو حذف کرکے آخر میں تاء لگا دی گئی، سِعَةٌ میں سین کو فتحہ بھی دے سکتے ہیں اور کسرہ بھی، بمعنی قدرت، طاقت۔ سورۃ الطلاق آیت ۷ میں ہے : « لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ » وَسِعَ (س) سِعَةً : وسیع ہونا، آیت الکرسی میں ہے : « وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ » يُصْبٰى : صیغہ واحد مذکر غائب مضارع مجہول، صَبَا إِلَى الشئِ (ن) صُبُوًّا، وصَبْوَةً : مائل ہونا، سورۃ یوسف آیت ۳۳ میں ہے : « وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ » ، ومِنْهُ الصَّبِيّ، لأنّه يَصْبُو ويَمِيلُ إلى أمّه۔

ولِخِلابةِ عارِضتهِ يُرغَبُ عن مُعارضتِهِ : خِلَابة : مصدر ہے، خلب(ن) خَلْباً، خِلابًا، خِلَابَةً : نرم کلامی سے دھوکہ دینا اور فریفتہ کرنا، ایک صحابی کو خرید وفروخت میں دھوکہ لگ گیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا «إذا بايعتَ. فقل: لاخِلابة» یعنی جب آپ بیع کریں تو کہہ دیا کریں کہ دھوکہ نہیں ہوگا۔ عارِضَة : قوتِ کلام، گفتگو پر قدرت، کہتے ہیں هُوَ قَوِيُّ العَارِضَة یعنی وہ کلام پر قادر ہے مُعَارَضَة : مقابلہ، عَارَضَ الكتابَ بالكتابِ : مقابلہ کیا، دونوں کا تقابل کرایا۔ يُرْغَب : مضارع مجہول، رَغِبَ عنه(س) رَغْبَةً : اعراض کرنا، سورۃ بقرہ آیت ۱۳۰ میں ہے : « وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ » رَغِبَ إِلَيْه : رغبت کرنا، شوق ظاہر کرنا۔

ولِعُذُوبةِ إيرادِه يُسْعَفُ بمُرادِه : عُذُوْبَة : شیرینی، خوشگواری، عَذُبَ (ك) عُذُوْبَةً : پاکیزہ ہونا، خوشگوار ہونا، سورۃ فاطر آیت ۱۲ میں ہے : « هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ » إيراد : مصدر از افعال، أَوْرَدَ: وارد کرنا، لانا۔ يُسْعَف : صیغہ مجہول مضارع، أسْعَفَ - إسْعَافًا، وسَعَفَ (ن) سَعْفًا : حاجت پوری کرنا۔

***

فَتَعَلَّقْتُ بأهْدَابِهِ، لِخَصَائِصِ آدَابِهِ، وَنَافَسْتُ فِي مُصَافَاتِهِ لِنَفَائِسِ صِفَاتِهِ.

۱ فَكُنْتُ بِهِ أَجْلُو هُمُومِي وَأَجْتَلِي زَمَانِيَ طَلْقَ الْوَجْهِ مُلْتَمِعَ الضِّيَا
۲ أَرَى قُرْبَهُ قُرْبَى وَمَغْنَاهُ غُنْيَةً وَرُؤْيَتَهُ رِيًّا، وَمَحْيَاهُ لِي حَيَا

اس لئے میں اس کے (ان) آداب کی خصوصیات (ادبی خصوصیات) کی وجہ سے اس کے دامن سے چمٹ گیا اور اس کی نفیس (وعمدہ) صفات کی وجہ سے اس کی دوستی میں بڑھنے کی خواہش کرنے لگا۔

(۱) میں اس کے ذریعے اپنے غموں کو دور کرتا تھا اور اپنے زمانے کو ہنس مکھ اور روشن دیکھتا تھا،

(۲) اور اس کی قربت و نزدیکی کو قرابت (رشتہ داری) اور اس کے گھر کو باعث استغناء، اس کے دیدار کو سیرابی اور اس کی زندگی کو اپنے لئے بارش (اور ترو تازگی) سمجھتا تھا۔

① (به) (أحلو) کے لئے متعلق مقدم ہے (هُمومی) (أحلو) کے لئے مفعول بہ ہے جملہ فعلیہ ہو کر یہ معطوف علیہ ہے (أجتلی) فعل، فاعل (زمانی) مفعول بہ ہے (طَلْقَ الوجه) اور (ملتمع الضیاء) دونوں (زمانی) مفعول بہ سے حال ہے، یہ پورا جملہ معطوفہ ہے، جملہ معطوف علیہ اور جملہ معطوف مل کر (کُنْتُ) کی خبر ہیں۔

② (قُربه) (أری) کے لئے مفعول بہ اول اور (قُربی) مفعول بہ ثانی ہے، اسی طرح آگے (مَغناہ) (أری) کے لئے مفعول بہ اول (غُنیة) مفعول بہ ثانی (رُؤیته) مفعول اول (رِیا) مفعول ثانی (محیا) مفعول اول (حَیا) مفعول ثانی ہے اور یہ تمام مفاعیل عطف کے ذریعے سے ہیں۔

***

فَتَعَلَّقْتُ بِأَهْدَابِهِ لِخَصَائِصِ آدَابِهِ : تَعَلُّقَہٗ، وتَعَلَّقَ بہ : پکڑنا، تعلق قائم کرنا

أَهْدَاب : اس کا مفرد هُدْب (دال کے سکون اور ضمہ دونوں کے ساتھ) ہے اور هُدْب کا مفرد هُدْبَة ہے : دامن، پھندنا، امرأة رفاعہ کی حدیث میں ہے «مَامَعَهٗ إِلَّا کَهُدْبَةِ الثَّوب» أَهْدَاب پلکوں کو بھی کہتے ہیں۔ مشہور جہادی ترانہ ہے :

ینامُ أخی علی زندی أُظَلِّلُهُ بأَهْدَابی
وفی قلبی فرشتُ له فهل یَدْری أخی مَا بی؟

(یعنی میرا بھائی شہید ہو کر میرے بازو پر سر رکھ کر سو رہا ہے، میں نے اپنی پلکوں سے اس پر سایہ کر رکھا ہے، میں نے اپنا دل فرشِ راہ کیا ہے اور اسے کیا معلوم کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے)

خَصَائص، خَاصِیَةٌ کی جمع ہے : خصوصیت، امتیاز۔

نَافَسْتُ فِی مُصَافَاتِهِ لِنَفَائِسِ صِفَاتِهِ : نَافَسَ فِی الشَّیْءِ۔ مُنَافَسَةً : مبالغہ کرنا، مقابلہ کرنا، بڑھنے کی خواہش کرنا ونَفِسَ بالشیء (س) نَفَسًا : بخل کرنا، ونَفِسَ الشیءَ وبہ علی فلان : حسد کرنا اور اہل نہ سمجھنا۔ مُصَافَاة : مصدر از مفاعلہ : خالص محبت اور دوستی۔ نَفَائِس : نفیس کی جمع ہے : عمدہ اور بہتر۔

أَجْلُو هُمُومِی وَأَجْتَلِی زَمَانِی طَلْقَ الوَجْهِ : جَلَاعنه الهَمَّ (ن) جَلْوًا : غم دور کرنا، جَلَا الأمر (ن) جلاء : واضح کرنا، واضح ہونا (لازم ومتعدی) جَلَا القومُ عن منازلهم۔ جلاء : جلا وطن کرنا، جلا وطن ہونا۔ ابن فارس معجم مقائیس اللغۃ (ج ا ص ۴۶۸) میں لکھتے ہیں :

« الجيم واللام والحرف المعتل أصل واحد، وهو انكشاف الشيء وبروزه »
یعنی جیم، لام اور حرفِ معتل کا مادہ کسی چیز کے واضح ہونے پر دلالت کرتا ہے۔
هُمُوم: هَمٌّ کی جمع ہے : غم، حدیث شریف کی مشہور دعا ہے «لَاتَدَعْ لِيْ ذَنْبًا إِلَّاغَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا إِلَّافَرَّجْتَه» اجتلی الشیءَ ۔ اجتلاءً : نظر إليها یعنی دیکھنا۔ طلق الوجه : ہنس مکھ چہرہ والا ۔طَلْقٌ، صیغہ صفت ہے، ضدّ العابس۔ طَلُقَ الوجه (ک) طُلُوْقَةً، طَلَاقَةً : ہنس مکھ ہونا۔ حدیث میں ہے : « إن من المعروف أَنْ تَلْقَ أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ » اس کی جمع أَطْلَاقٌ آتی ہے۔
مُلْتَمِعَ الضِيَاء : ملتمع : چمکدار، روشن، الضیاء : روشنی، جمع : أَضْوَاء ۔
قُرْبِه قُرْبَى : قُرْب : مکان کے اعتبار سے قریب ہونا، قُرْبَةٌ : مرتبہ کے اعتبار سے قریب ہونا۔ قُرْبٰی وقَرَابَة : رشتہ کے اعتبار سے قریب ہونا۔
مَغْنَاه غُنْيَة : مَغْنىً : گھر، جمع : مغانی۔ غنی بالمکان (س) غِنىً : رہنا، سورہ یونس، آیت ۲۴ میں ہے : « فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَأَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ » وغنی عنه (س) غُنْيَانًا : مستغنی ہونا۔ غُنْيَة : اسم مصدر ہے : استغناء، بے نیازی ۔

رُؤْيَتِه رِيًّا، مُحَيَّاه لِي حَيًا : ریّا : سیرابی، رَوِيَ مِنَ الْمَاءِ (س) رِيًّا، رَيًّا : سیراب ہونا مَحْيَا : زندگی۔ سورۃ انعام آیت ۱۶۲ میں ہے : « قُلْ إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ » حَيًا : عام بارش، تروتازگی۔

***

وَلَبِثْنَا عَلٰى ذٰلِكَ بُرْهَةً ، يُنْشِئُ لِي كُلَّ يَوْمٍ نُزْهَةً ، وَيَدْرَأُ عَنْ قَلْبِي شُبْهَةً ، إِلٰى أَنْ جَدَحَتْ لَهٗ يَدُ الْإِمْلَاقِ كَأْسَ الْفِرَاقِ، وَأَغْرَاهُ عَدَمُ الْعُرَاقِ بِتَطْلِيقِ الْعِرَاقِ ، وَلَفَظَتْهُ مَعَاوِزُ الْإِرْفَاقِ إِلٰى مَفَاوِزِ الْآفَاقِ ، وَنَظَمَهٗ فِي سِلْكِ الرِّفَاقِ خُفُوقُ رَايَةِ الْإِخْفَاقِ ،

ہم اس حالت پر ایک زمانے تک ٹھہرے رہے، وہ میرے لئے ہر دن تفریح (کا سامان) پیدا کرتا اور میرے دل سے شبہ دور کرتا تھا، یہاں تک کہ فقر و فاقہ کے ہاتھ نے جدائی کا گلاس اس کو تھمادیا اور گوشت سے خالی ہڈی کے نہ ہونے (یعنی فقر و فاقہ) نے عراق کے چھوڑنے پر اس کو آمادہ کیا، مدد کی نایابیوں نے اس کو پھینک دیا اطراف عالم کے بیابانوں کی طرف اور اس کو پرودیا ساتھیوں کی لڑی میں نامرادی کے جھنڈے کی حرکت نے۔

وَلَبِثَا بُرْهَةً : لَبِثَ (س) لَبْثًا، لُبْثًا : ٹھہرنا، اقامت اختیار کرنا، سورۃ النازعات آیت ۴۶ میں ہے: " لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا " بُرْهَةً : زمانہ خواہ کم ہو یا زیادہ، جمع : بُرَهٌ، بُرُهَاتٌ ۔ نُزْهَةٌ : تفریح، جمع : نُزَهٌ ۔ يَدْرَأُ : (ف) دَرْءًا : دور کرنا، دفع کرنا، سورۃ نور آیت ۸ میں ہے " وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ "

جَدَحَتْ لَهُ يَدُ الْإِمْلَاقِ كَأْسَ الْفِرَاقِ : جَدَحَ السَّوِيقَ (ف) جَدْحًا : ستو کو پانی میں ملانا، خلط ملط کرنا، گھولنا، کہتے ہیں جَدَحَ جُوَيْنٌ مِن سَوِيقِ غيره : دوسرے کے ستو کو جوین نے گھولا، جس طرح اردو میں کہتے ہیں " حلوائی کی دکان پر دادا جی کی فاتحہ " یہاں اس کا ترجمہ بعض نے " ملانے " اور بعض نے " تیار کرنے " کا کیا ہے یعنی فقر و فاقہ کے ہاتھ نے جدائی کا گلاس اس کے لیے تیار کیا یا ملایا ۔ كَأْس : گلاس، جمع : كُؤُوسٌ، أَكْؤُسٌ ، قال ابن الاعرابي : لاتسمى الكأس كأسا إلا وفيها الشراب ، وهي مؤنثة ۔ الإِمْلَاق : افلاس، فقر و فاقہ ۔ الفِرَاق ، باب مفاعلہ کا مصدر ہے فارق ۔ مفارقة ، فِرَاقًا : ایک دوسرے سے جدا ہونا۔

وَأَغْرَاهُ عَدَمُ الْعُرَاقِ بتطليق العِرَاقِ : أغرا ۔ إغراء : برانگیختہ کرنا، شوق و رغبت دلانا سورۃ مائدہ آیت ۱۴ میں ہے " فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ " وغَرِيَ (س) غِرًى ، غَرَاءً : لازم ہونا، چپکنا۔ عَدَم : ضدّ الوجود۔ عَدِمَ الشئَ (س) عَدَمًا : گم کرنا۔ العُرَاق: ائمہ لغت نے اس کے مختلف معانی بیان کیے ہیں :

امام خلیل فرماتے ہیں عُراق گوشت سے خالی ہڈی کو کہتے ہیں، گوشت والی ہڈی کو عَرق کہتے ہیں
ابن قتیبہ نے اس کے برعکس، گوشت والی ہڈی کو عُراق اور بغیر گوشت کی ہڈی کو عَرق کہا ہے
ابوعبیدہ کہتے ہیں عُراق گوشت کے ٹکڑے کو کہتے ہیں ۔

ابن الانباری نے ابوعبیدہ کے قول کو درست قرار دیا اس لیے کہ عرب أكلتُ العُرَاقَ کہتے ہیں لیکن أكلتُ العَظْمَ نہیں کہتے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ عراق گوشت والی ہڈی کو کہتے ہیں۔

یہ تفصیل شرح شریشی میں ہے اور اس کے مطابق عُراق لفظ مفرد ہے، جمع نہیں ہے لیکن یہ عَرْقٌ کے لیے بطورِ جمع بھی مستعمل ہے، حدیث میں ہے " أنّ النبيّ صلى الله عليه وسلم دخل على أمّ سلمة و تناول عَرْقًا ثم صلّى ولم يتوضأ " ابن الاثیر النہایہ (ج ۳ ص ۲۲۰) پر اس حدیث میں لفظِ عَرْق کی تشریح میں لکھتے ہیں :

" العَرْق بالسكون : العظم إذا أُخِذَ عنه مُعْظَمُ اللحم، وجمعه :
عُرَاق، وهو جمع نادر ، يقال : عَرَقْتُ العَظْمَ ، وَاعْتَرَقْتُهُ، وتَعَرَّقْتُهُ

إذا أخذتَ عنہ اللّحمَ بأسنانِكَ ۔"

یعنی عَرَق اس ہڈی کو کہتے ہیں جس سے اکثر گوشت لے لیا جائے، اس کی جمع عُراق آتی ہے اور یہ جمع نادر ہے (کیونکہ فَعَل کی جمع فُعَال کے وزن پر نہیں آتی)

عُراقۃٌ کی جمع بھی عُراق آتی ہے، عُراقۃ صاف وشفاف پانی اور تیز بارش کو کہتے ہیں

تطلیق: مصدر از تفعیل: طلقہ: چھوڑنا، آزاد کرنا۔

کچھ ملک عراق کے بارے میں

عراق مشہور اسلامی ملک ہے۔ کوفہ، بصرہ اور بغداد اس کے مشہور شہر ہیں دریائے دجلہ وفرات کے ساحل میں واقع ہے۔

عراق کی وجہ تسمیہ میں علامہ حموی نے معجم البلدان (ج ۴ ص ۹۳-۹۴) میں مختلف اقوال بیان کیے ہیں بعضوں نے کہا کہ عراق سمندر کے کنارے کو کہتے ہیں، چونکہ ملکِ عراق دریائے دجلہ وفرات کے کنارے واقع ہے اس لیے اس کو عراق کہتے ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ عراق کے معنی کلام میں برابری اور استواء کے ہیں چونکہ ملکِ عراق کی زمین بھی ہموار و مستوی ہے اس لیے اسے عراق کہتے ہیں۔ بعضوں نے کہا یہ فارسی لفظ "ایراہ" کو "عراق" بنا دیا ہے۔ حموی کہتے ہیں:

العِراق أعدلُ أرضِ اللهِ هَواءً وأصحّها مِزاجًا وماءً، فلذلك كَانَ أهلُ العِراقِ هُم أهلُ العقُول الصّحيحَة وَالآراءِ الرّاجحَة، والشمائل الظريفة، والبَراعَةِ فِي كُلِّ صَناعة مَعَ اعتِدَالِ الأعضَاءِ وسُمْرَةِ الألوَان۔

"عراق ہوا کے اعتبار سے بہت معتدل ہے اور آب ومزاج کے لحاظ سے بڑا صحتمند ملک ہے، اس لیے عراق کے لوگ سلیم عقل اور راجح رائے، اچھی خصلتوں اور ہر کام میں مہارت کے مالک ہوتے ہیں، معتدل الاعضاء اور گندمی رنگ کے ہوتے ہیں"

ولَفَظَتْه مَعاوِزُ الإرفاقِ إلى مَفاوِزِ الآفاق: لفظ (ض) لَفْظًا: پھینکنا، سورۃ ق آیت ۱۸ میں ہے "مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ" مَعاوِز: مِعْوَز کی جمع ہے، مِعْوَز پرانے کپڑے کو کہتے ہیں لیکن یہاں مِعْوَز عَوَز کے معنی میں ہے، عَوَز مصدر ہے بمعنی نایابی۔

عَوِزَ الشئُ (س) عَوَزًا : نایاب ہونا۔ عَوِزَ الرجلُ : فقیر ہونا، محتاج ہونا۔ الإرْفاق : باب افعال کا مصدر ہے بمعنی نفع، مدد۔ أرفَقَهُ : نفعَه۔ مَفَاوِز : مَفَازَةٌ کی جمع ہے : صحرا، بیابان۔

صاحب مختار الصحاح لکھتے ہیں :

"... قال ابن الاعرابی : سُمّیت بذلك لأنها مَهْلَكَة مِنْ (فَوَّزَ تفویزًا) أی هَلَكَ۔ وقال الأصمعی : سُمّیت بذلك تَفَاؤُلًا بالسَّلَامَة والفوز"

یعنی مفازة تفویز سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہلاکت کے ہیں چونکہ جنگل جائے ہلاکت ہے اس لیے اسے مفازة کہتے ہیں، لیکن اصمعی کہتے ہیں کہ یہ "فوز" سے ماخوذ ہے جس کے معنی کامیابی اور نجات کے ہیں، جنگل کو نیک شگونی اور تفاؤلاً مفازة کہتے ہیں (جیسے سانپ کے ڈسے ہوئے کو تفاؤلاً سلیم کہتے ہیں) شریشی نے بھی اس دوسرے قول کو اختیار کیا ہے، لکھتے ہیں "سُمّیت مفازة علی التفاؤل، لأن الرجل إذا قطعها، فاز ونجا۔"

مَفَازَة کے معنی جائے نجات کے بھی آتے ہیں، سورۃ آلِ عمران آیت ۱۸۸ میں ہے "فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ" أی بمَنْجَاة منه۔ الآفاق : اُفُق کی جمع ہے : کنارۂ آسمان۔

<u>ونَظَمَ فی سِلكِ الرِّفاقِ خُفُوقُ رَایَةِ الإخْفاقِ</u> : نظم (ض) نَظْمًا : پرونا۔ الرِّفاق : رُفْقَة کی جمع ہے : سفر کے ساتھیوں کی جماعت کو رفقة کہتے ہیں راء پر ضمہ اور کسرہ دونوں درست ہیں۔ وقیل : الرِّفاق جمعُ رفیقٍ مثل کریم وکرام۔ خُفُوق : حرکت، خَفَقَتِ الرایةُ (ض ن) خَفْقًا، خُفُوقًا، خَفَقَانًا : لہلہانا۔ خفق الشئُ : حرکت کرنا، طلوع ہونا، اضداد میں سے ہے۔ أخْفَقَ : مضطرب ہونا، طلبِ حاجت میں کامیاب نہ ہونا، محروم ہونا، الإخْفَاق : نامرادی، محرومی۔ ابن فارس معجم المقاییس (ج ۲ ص ۲۰۱) میں لکھتے ہیں :

"الخاء، والفاء، والقاف أصل واحد یرجع الیه فروعه، وهو الاضطراب فی الشئ" یعنی اس مادہ کے اصل معنی حرکت کے آتے ہیں۔

رایة : جھنڈا، جمع : رایات۔

***

فشَحَذَ لِلرِّحْلَةِ غِرَارَ عَزْمَتِهِ ، وَظَعَنَ يَقْتَادُ الْقَلْبَ بِأَزِمَّتِهِ .

①فَمَا رَاقَنِي مَنْ لَاقَنِي بَعْدَ بُعْدِهِ   وَلَا شَاقَنِي مَنْ سَاقَنِي لِوِصَالِهِ
②وَلَا لَاحَ لِي مُذْ نَدَّ نِدٌّ لِفَضْلِهِ   وَلَا ذُو خِلَالٍ حَازَ مِثْلَ خِلَالِهِ

چنانچہ اس نے سفر کے لئے اپنے ارادے کی دھار کو تیز کیا اور کوچ کیا اس حال میں کہ کھینچ رہا تھا (ہر ایک کے) دل کو اپنی لگاموں سے،

① سو مجھے بھلا (اور اچھا) معلوم نہیں ہوا اس کے بعد جو بھی شخص مجھ سے ملا اور نہ ہی (اس کے بعد) مجھے شوق دلایا کسی شخص نے جس نے مجھے اپنے وصال کی طرف ہنکایا،

② اور نہ ہی فضیلت میں اس کا کوئی ہم سر ظاہر ہوا جب سے وہ گیا اور نہ ہی کوئی ایسا دوست جس نے اس جیسی خصلتیں جمع کی ہوں۔

***

① (مَنْ) (راقنی) کے لئے فاعل ہے (بَعْدَ بُعْدِه) (لاقنی) کے لئے ظرف ہے (لاشاقنی) کا عطف (ما راقنی) پر ہے (لوصاله) (ساقنی) سے متعلق ہے۔

②(ولا لاح) کا عطف ما قبل میں (لا شاقنی) پر ہے (مُذْ) ظرفیہ مضاف ہے (نَدَّ) فعل فاعل جملہ فعلیہ بن کر مضاف الیہ ہے، مضاف، مضاف الیہ مل کر (لاح) فعل کے لئے ظرف زمان ہے (نِدٌّ) (لاح) کا فاعل ہے (لفضله) (نِدٌّ) سے متعلق ہے (ولا ذو خلال) میں واؤ عاطفہ ہے (لا) زائدہ ہے (ذو خلال) کا عطف (نِدٌّ) پر ہے جو (لاح) کا فاعل ہے (أی لا لاح ذو خلال) (حاز) جملہ فعلیہ (ذو خِلال) کی صفت ہے (مثلَ خلاله) مضاف، مضاف الیہ (حاز) کے لئے مفعول بہ ہے۔

***

فشَحَذَ للرّحلة غِرارَ عَزْمَته : شحذ (ف) شَحْذًا : تیز کرنا۔ رِحْلَة: کوچ، سفر، سورۃ قریش میں ہے «لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ» غِرار، دھار، جمع، أَغِرَّة۔ عَزْمَة : مصدر ہے : عزم وارادہ، عَزَمَ علیه (ض) عَزْمًا: مضبوط ارادہ کرنا۔

وظَعَنَ يَقْتَادُ الْقَلْبَ بِأَزِمَّتِه : ظعَن (ف) ظَعْنًا، ظَعَنًا : جانا، سفر کرنا۔ سورۂ نحل

آیت ۸۰ میں ہے « ... يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ » يَقْتَادُ: مضارع از افتعال۔ اقتاد الفَرَسَ ۔ اِقْتِيَادًا: کھینچنا۔ اَزِمَّة: زِمام کی جمع ہے: لگام۔

مَارَاقَنِي مَنْ لَاقَنِي بَعْدَ بُعْدِهِ: راق (ن) رَوْقًا: تعجب میں ڈالنا، بھلا معلوم ہونا لاق الشيءُ به (ض) لَيْقًا، لَيَاقًا: چمٹنا، لازم ہونا۔ لاق به الثوبُ: کپڑا اس کے مناسب ہے۔ کہتے ہیں هذا أمر لايليق بك: یہ کام آپ کے مناسب نہیں۔ بُعْد مصدر ہے: دوری، بَعُدَ (ک) بُعْدًا دور ہونا۔ شاق (ن) شَوْقًا: شوق پیدا کرنا ہیجان میں ڈالنا۔

لا لَاحَ مُذْ نَدَّ نِدٌّ لِفَضْلِه: لاح (ن) لَوْحًا: ظاہر ہونا۔ نَدَّ الإبلُ (ض) نَدًّا: بدک گیا، بھاگ گیا۔ نِدٌّ: نظیر، ہم سر، جمع: أنْدَاد، سورۂ بقرہ، آیت ۲۲ میں ہے "فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا ..." الفضل: ضد النقص۔

لا ذُوخِلَالٍ حَازَ مِثْلَ خِلَالِه: خِلَال: خُلَّةٌ کی جمع ہے بمعنی دوستی ومحبت، دوسرا خِلَال خَلَّةٌ کی جمع ہے بمعنی خصلت وعادت۔ حَازَ (ن) حَوْزًا: جمع کرنا۔

***

وَاستَسَرَّ عَنِّي حِيناً، لاَ أَعْرِفُ لَهُ عَرِيناً، وَلا أَجِدُ عَنْهُ مُبِيناً. فَلَمَّا أُبْتُ مِنْ غُرْبَتِي، إلى مَنْبِتِ شُعْبَتِي، حَضَرْتُ دَارَ كُتُبِهَا الَّتِي هِيَ مُنْتَدَى الْمُتَأَدِّبِينَ، وَمُلْتَقَى الْقَاطِنِينَ مِنْهُمْ وَالْمُتَغَرِّبِينَ، فَدَخَلَ ذُو لِحْيَةٍ كَثَّةٍ، وَهَيْئَةٍ رَثَّةٍ، فَسَلَّمَ عَلَى الْجُلَّاسِ، وَجَلَسَ فِي أُخْرَيَاتِ النَّاسِ.

وہ مجھ سے ایک زمانہ تک بالکل چھپا رہا، میں اس کا ٹھکانہ نہیں جانتا تھا اور نہیں پاتا تھا اس کے بارے میں کسی ظاہر کرنے (اور بتلانے) والے کو، چنانچہ جب میں لوٹ آیا اپنے سفر سے اپنی شاخ (قرابت) کے اگنے کی جگہ کی طرف (یعنی اپنے وطن اصلی کی طرف) تو میں اس کے اس کتب خانہ میں حاضر ہوا جو ادیبوں کے جمع ہونے کی جگہ اور ان میں سے مقیم، مسافر لوگوں کی ملاقات گاہ تھا تو ایک گھنی داڑھی اور بوسیدہ حالت والا شخص داخل ہوا، اس نے بیٹھنے والوں پر سلام کیا اور لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا۔

***

استَتَرَ : بابِ استفعال سے مذکر غائب کا صیغہ ہے، سِرٌ سے ماخوذ ہے، یہ مادہ جہاں کہیں ہوگا پوشیدگی اور خفا کے معنی اس میں پائے جائیں گے یعنی بہت زیادہ پوشیدہ ہوا، س ت مبالغہ کے لیے ہیں۔ عَرِیْن : بَیْتُ الأَسَد وہ جھاڑی جہاں شیر، بھیڑیے اور سانپ بچھو رہتے ہیں، جمع : عَرائِن مُبِیْن : بیان کرنے والا۔

أُبْتُ مِنْ غُرْبَتِي : اُبْتُ : بروزنِ قُلْتُ۔ آبَ (ن) أَوْبًا : لوٹنا غُرْبَةٌ : سفر، غَرُبَ عَن وطنه (ک) غَرَابَةً، غُرْبَةً : دور ہونا۔

مَنْبِتُ شُعْبَتِي : مَنْبِت : صیغہ ظرف، اگنے کی جگہ، شُعْبَة : شاخ، نوع، پہاڑ کی گھاٹی، جمع : شُعَبٌ، شِعَابٌ۔ مُنْتَدى : صیغہ ظرف از باب افتعال بمعنی مجلس۔

مُلْتَقَى القَاطِنِيْن : مُلْتَقى : موضع الملاقاة۔ القاطنين : وہ لوگ جو مقیم ہوں، مسافر نہ ہوں قطن (ن) قُطُونًا بالمكان : رہنا المُتَغَرِّبِيْن : اسم فاعل از تفعل، مسافر حضرات۔ تَغَرَّبَ : سفر کرنا

لِحْيَة كَثَّة : لِحْيَة : داڑھی، جمع لُحًى۔ كَثَّة : گھنی، جمع : كِثَاثٌ۔ كَثَّتِ اللِّحْيَةُ (ض) كَثًّا، كَثَاثَةً : داڑھی گھنی ہونا۔

هَيْئَة رَثَّة : بوسیدہ حالت هَيْئَة : حالت، جمع : هَيْئَات۔

آج کل تنظیم، جماعت، بورڈ، ادارہ، مجلس، سوسائٹی، باڈی اور کمیٹی کے لیے بھی هَيْئَةٌ کا لفظ مستعمل ہے۔ هَيْئَةُ الأُمَمِ المُتَّحِدَة : انجمن اقوام متحدہ، الهَيْئَة الانتخابية : الیکشن بورڈ، هيئة التحرير : ایڈیٹوریل اسٹاف، هَيْئَة دَوْلِية : بین الاقوامی ادارہ۔

رَثَّة : بوسیدہ، جمع : رِثَاث۔ رَثَّ (ض) رَثًّا : بوسیدہ ہونا۔

جُلَّاس : جالس کی جمع ہے۔ أُخْرَيَات : یہ أُخْرى کی جمع ہے، مراد پیچھے کے اطراف ہیں۔

***

ثُمَّ أَخَذَ يُبْدِي مَا فِي وِطَابِهِ، وَيُعْجِبُ الْحَاضِرِيْنَ بِفَصْلِ خِطَابِهِ، فَقَالَ لِمَنْ يَلِيهِ : مَا الكِتَابُ الَّذِي تَنْظُرُ فِيهِ ؟ فَقَالَ : دِيوَانُ أَبِي عُبَادَةَ، الْمَشْهُودِ لَهُ بِالإِجَادَةِ.

پھر اس نے ظاہر کرنا شروع کردیا اس چیز کو جو اس کے مشکیزے میں تھی اور حاضرین کو اپنے فصل خطاب سے تعجب میں ڈالنے لگا، چنانچہ اس نے اس شخص سے کہا جو اس کے نزدیک تھا "کون سی کتاب ہے جس میں آپ دیکھ رہے ہیں" وہ کہنے لگا "ابو عبادہ کا دیوان ہے جس کے لئے عمدگی کی گواہی دی گئی ہے"۔

أخذ يُبدي مافي وِطابه أخذ افعالِ مقاربہ میں سے ہے أی شرَعَ ۔ یُبْدی ۔إبْداء : ظاہر کرنا۔ بدا (ن) بُدُوًّا : ظاہر ہونا۔ وِطَاب : وَطْبٌ کی جمع ہے : مشکیزہ ۔

فصل الخِطاب : فصل : مصدر ہے ۔ فَصَلَ (ض) فَصْلاً : جدا کرنا ، الگ کرنا ، سورۃ الطارق آیت ۱۳ میں ہے « إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ » ، الخِطاب : الکلام المخاطب به یعنی وہ کلام جس سے خطاب کیا جائے ، فصل الخطاب میں فَصْل مصدر یا اسم فاعل کے معنی میں ہے أی الکلام الفاصل بین الحق والباطل ، والصّحیح والفاسد اور یا اسم مفعول کے معنی میں ہے ای الکلام المفصول یعنی وہ کلام جس کو الگ الگ اور واضح کرکے بیان کیا گیا ہو۔ دونوں صورتوں میں یہ ترکیب اضافة الصفة إلی الموصوف کی قبیل سے ہے۔ سورۃ ص آیت ۲۰ میں ہے « وَآتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ » اس کے مصداق میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں ، بعض نے کہا کہ اس کا مصداق مشہور حدیث « البیّنة علی المُدّعی والیمین علی المُدَّعٰی عَلَیه » ہے ، بعض نے أما بعد » کو اس کا مصداق قرار دیا اور بعض نے الکلام الفاصل بین الحق والباطل سے اس کی تفسیر کی ہے ، تفصیل کے لیے دیکھیے روح المعانی (ج ۱۱ ص ۱۷۰)۔

یَلِیْه : وَلِیَ فلانًا (ض) وَلْیًا : قریب ہونا ، کہتے ہیں تَبَاعَدَ بَعْدَ وَلْیٍ : قریب ہونے کے بعد دور ہوگیا اور حدیث میں ہے « کُلْ مِمَّا یَلِیْكَ » اپنے قریب یعنی اپنے سامنے سے کھائیں ۔

دیوان أبي عُبادة : ابوعبادہ ، مشہور شاعر بحتری کی کنیت ہے ، ان کا نام ولید بن عبید اللہ ہے اور عرب کے مشہور قبیلہ طیّ سے ان کا تعلق ہے ، ۲۰۶ھ کو حلب اور فرات کے درمیان واقع ایک بستی « مَنْبِج » میں پیدا ہوئے ، قبائل طیّ میں پروان چڑھے اور بلیغ اور ستھری زبان پائی ، پھر بغداد آئے ، وہاں قبیلہ طیّ ہی کے مشہور شاعر ابو تمام حبیب بن اوس کی خدمت میں رہے ، ان کی صحبت نے ادبی اور شاعرانہ صلاحیت کو جلا بخشی اور اسلوب و بدیع کی راہوں میں انہیں کے نقش قدم پر سفر کیا۔ ابو تمام نے ان کی ادبی صلاحیت دیکھ کر ان سے کہا تھا « أنتَ وَاللهِ یا بُنَیّ أمیرُ الشعراء غَدًا بَعْدِی » "بیٹے ! آپ میرے بعد شعراء کے بعد امیر ہوں گے اور واقعۃً ایسا ہی ہوا ، ابو تمام کے بعد بحتری سے بڑھ کر کوئی شاعر نہ تھا ، ان کے اخلاق و عادات کے متعلق احمد حسن زیات اپنی شہرۂ آفاق کتاب " تاریخ الادب العربی ص ۱۹۶ میں لکھتے ہیں

« کان البُحتری عَلَی أدَبِه وفَضْله ورقته أوسَخَ خَلْقِ اللهِ ثَوبًا وأبْخلهم علی نفسه وغیره ، وکان مِنْ أبغَضِ النّاس إنشادًا یَتَشَادَقُ ویتزاوَرُ فی مِشیته جانبا او القهقری ، ویَهُزّ رأسَه مرّة ومَنكِبَیه أخری ، ویقف عند کل بیت ویقول : أحْسَنْتَ واللهِ ، ثُمَّ یقبل علی المستمعین قائلاً : ما لکم لا

تقولون : أحْسَنْتَ .... ولكنه كان مُنْصِفاً يعترف بالفضل لأهله ، ولا يدعی مالیس له »

« یعنی بُحتری ادب میں فضل وتفوق کے باوجود انتہائی میلے کپڑے پہنتے تھے اور اپنے اور غیر سب کے لیے بخیل تھے ، ان کے شعر پڑھنے کا انداز بھی انتہائی ناپسندیدہ تھا ، وہ شعر پڑھتے ہوئے کبھی آگے کی جانب اور کبھی پیچھے کی طرف ٹہلتے ، سر ہلاتے ، کبھی کندھے ہلاتے ، ہر بیت پر ٹھہر کر کہتے « بہت اچھا ، بہت خوب » اور سامعین سے کہتے تم داد کیوں نہیں دیتے ہو .... لیکن ان سب کے باوجود دوسرے باصلاحیت لوگوں کے تفوق کا بھی اعتراف کرتے تھے اور اپنے لیے کسی ایسی بات کا دعویٰ نہیں کرتے تھے جو ان میں نہ ہو »

کسی نے ان سے کہا کہ آپ ابوتمام سے بھی بڑے ہیں ، کہنے لگے :

« ما ينفعنى هٰذا القولُ ، ولا يَضُرُّ أبا تمام .... نسيمى يركد عند هوائه و أرضى تنخفض عند سمائه »

« یہ قول میرے لیے مفید نہیں اور ابوتمام کے لیے مضر نہیں ، میری بادِ نسیم اس کی ہوا کے وقت رُک جاتی ہے اور میری زمین اس کے آسمان کے مقابلہ میں بڑی پست معلوم ہوتی ہے »

شریشی نے لکھا ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ بڑے شاعر ہیں یا ابوتمام ، کہنے لگے « جَيِّدُهُ خيرٌ مِن جَيِّدِىْ وَرَدِيئى خيرٌ من رديئه » ان کا اچھا شعر میرے اچھے شعر سے بہتر ہے اور میرا خراب شعر ان کے خراب شعر سے بہتر ہے »

بُحتری کے ویسے تو بہت قصائد اور مختلف صنفوں کے اشعار ہیں لیکن ان کے دو قصیدے ایسے ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اگر وہ ان کے علاوہ اور کچھ بھی نہ کہتا تب بھی وہ بحتری کی شاعرانہ عظمت کے لیے کافی تھے ، ان میں سے ایک " قصیدہ سینیہ " ہے جس میں کسریٰ کے ایوان کی منظر کشی کی گئی ہے اور کہا جاتا ہے کہ عربی ادب میں اس سے بہتر قصیدۂ سینیہ نہیں ہے ۔ اور دوسرا قصیدہ وہ ہے جس میں بحتری نے خلیفہ متوکل کے تالاب کی تصویر کشی کی ہے ، ایوانِ کسریٰ والے قصیدے کے یہ چند شعر ملاحظہ ہوں :

صُنْتُ نفسى عمّا يُدَنِّسُ نفسى ... وترَفَّعْتُ عن جَدا كُلِّ جِبْسِ ،
و تَماسَكْتُ حين زَعْزَعَنى الدّهـ ... رُ التماسًا مِنْه لِتَعْسى و نَكْسى
بُلَغٌ مِنْ صُبابَةِ العَيْش عندى ... طَفَّفَتْها الأيّام تطفيف بَخْس

لَو تَراه عَلِمتَ أنّ اللَّيالي جَعَلَتْ فيه مأتَما بعد عُرس
لَيسَ يَدري أصَنعَ إنسٍ لِجِنٍّ سكنوه أم صَنعَ جنٍّ لأنس
ذاكَ عِندي ولَيستِ الدارُ داري باقتراب منها ولا الجِنسُ جِنسي

متوکل کے تالاب کی منظر کشی میں جو قصیدہ کہا ہے اس کے بھی یہ چند شعر پڑھئے:

تُنصَب فيها وفود الماء مُعْجَلة كالخَيلِ خارجة من حبل مُجريها
كأنما الفضة البَيضاء سائلة مِنَ السبائك تجرى فى مَجاريها
فحاجب الشمس أحيانًا يضاحكها وريّق الغيث أحيانًا يُباكيها
اذا النجوم تراءت في جوانبها لَيلًا حَسِبتَ سماءً رُكِّبت فيها

خلیفہ متوکل کو عید الفطر کی مبارک باد دیتے ہوئے کہتے ہیں:

بالبرّ صُمتَ وأنت أفضل صائم وبسُنّة الله الرّضيّة تفطر
ذكروا بطَلعَتِك النبيَّ فهَلّلوا لمّا طلَعتَ منَ الصُّفوف وكبّروا
ومشيت مِشيَة خاشعٍ متواضع لله لا يُزهى ولا يتكبّر
فلو أنّ مشتاقًا تكلّفَ فوقَ ما في وسعه لَسَعى إليك المنبر
أبدَيتَ بفَصل الخِطاب بحكمة تُنبي عن الحقّ المبين، وتُخبر

المشهود له بالإجادة: المَشهُود: صیغہ اسم مفعول ہے، شهِد له (س) شَهَادَةً: گواہی دینا۔ الإجادة: عمدگی اور بہتری۔ أجادَ الشيءَ وفيه، عمدہ اور بہتر بنانا۔ جاد (ن) جُودة: عمدہ ہونا والمعنى: شهد الناس لأبي عُبادة أنه أجاد۔

***

فقالَ: هَلْ عَثَرْتَ لَهُ فِيمَا لَمَحْتَهُ، عَلَى بَدِيعٍ اسْتَمْلَحْتَهُ؟ قالَ: نَعَمْ، قَوْلُهُ:

① كأنَّما يَبسِمُ عَنْ لُؤلُؤٍ مُنَضَّدٍ أَوْ بَرَدٍ أَوْ أَقاحْ

فإنَّهُ أَبْدَعَ فِي التشبيهِ، الْمُودَعِ فِيهِ.

اس نے کہا کیا آپ اس کے لئے اس حصہ میں جو آپ نے دیکھا (اور مطالعہ کیا) کسی ایسی انوکھی بات پر مطلع ہوئے ہیں جس کو آپ نے عمدہ پایا ہو، کہنے لگا، جی ہاں، اس کا قول: "گویا کہ وہ مسکراتا ہے تہہ بہ تہہ موتی سے یا اولے سے یا گل بابونہ سے"۔ بے شک اس نے ایک انوکھی بات ایجاد کی ہے اس تشبیہ میں جو اس میں ودیعت رکھی گئی ہے۔

①(کَاَنَّما) (کَاَنَّ) حرف مشبہ بالفعل ہے (ما) کافہ ہے (یَبسم) فعل، فاعل (لُؤلُؤ) موصوف (منضد) صفت (برد) اور (أقاح) اس کے لئے معطوف ہے (عَنْ) (یبسم) سے متعلق ہے۔

***

عَثَرْتَ له فیما لَمَحْتَه : عَثَر (ن) عَثْرًا، عُثُوْرًا : مطلع ہونا۔ لَمَحَ الشئَ وإلیه (ف) لَمْحًا : اچٹتی ہوئی نگاہ سے دیکھنا، جلدی سے دیکھنا۔ لَمْحَة : سرسری نظر، جھپک بَدِیع : انوکھی بات عمدہ، اچھوتا، جمع : بَدَائع۔ اِسْتَمْلَح : از باب استفعال : عمدہ پانا، عمدہ سمجھنا۔ ومَلُح (ك) مَلَاحةً، مُلُوحَةً : خوبصورت ہونا

یَبْسِمُ عَنْ لُؤْلُؤِ : پاکستانی نسخوں میں "تبسم" ہے جو کہ غلط ہے، اصل شعر میں مذکر کا صیغہ ہے۔ بَسَم (ض) بَسْمًا : مسکرانا۔ لُؤْلُؤ : موتی، جمع : لآلی۔

مُنَضَّد أو بَرَد أو أقَاح : مُنَضَّد : تہ بر تہہ لپٹا ہوا، ترتیب سے رکھا ہوا۔ نضد (ض) نَضْدًا : ترتیب سے لگانا، تہ بہ تہہ رکھنا۔ آج کل کی اصطلاح میں تَنضِید اُحْرُف کمپوزنگ کو کہتے ہیں مُنَضِّدالحروف : کمپوزیٹر۔ بَرَد : بَرَدَةٌ کی جمع ہے : اولہ۔ بَرَّادَة : ریفریجریٹر، ٹھنڈا کرنے کی مشین، بَرَّادِیة : واٹرکولر۔ اَقَاح : اُقْحُوان کی جمع ہے، اُقْحُوان کا مفرد اُقحُوانة ہے : گل بابونہ، یہ ایک قسم کی گھاس ہے جس میں چھوٹے چھوٹے خوشنما سفید پھول ہوتے ہیں، دانتوں کو اس کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔ صاحب مختار الصحاح لکھتے ہیں :

الأُقْحُوان : البابونج علی أفْعُلَان، وهو نبتٌ طَیّب الرّیح حَوالیه
وَرَق أبیض، ووسطه أصفر، وجمعه : أقَاحی و أقَاح .

اس کے حروف اصلیہ ق ح ا ہیں۔

فانه أبْدَعَ فی التّشْبیه المُودَع فیه : أبْدَعَ ۔ إبْدَاعًا : کسی چیز کو بغیر سابقہ نمونہ کے ایجاد کرنا، کمال دکھانا۔ المُودَع : باب افعال سے صیغۂ اسم مفعول ہے۔ أودَعَ مَالاً : مال ودیعت کے طور پر اپنے پاس رکھنا، یا ودیعت کے طور پر کسی کو دینا، اضداد میں سے ہے۔ التشبیه المُودَع فیه : وہ تشبیہ جو اس میں ودیعت رکھی گئی۔ یہ شعر بحتری کے ایک قصیدہ کا ہے اس سے پہلے اور بعد کے اشعار یہ ہیں :

بات نَدیمًا لی حَتی الصَّبَاح أغْیَدُ مجدولُ مکانِ الوِشاح
فَبِتُّ أُفْدِیْه ولا أرْعَوی لنَهْیِ نَاهٍ عنه أو لَحْیِ لاحْ

أَمْزُجُ كَأسِي بجَنَى رِيقَــه، وإنَّمَا أَمْزَجُ رَاحًا بِرَاحْ
كَأَنَّمَا يَبْسِمُ عن لُؤْلُؤٍ مُنَضَّـدٍ أو بَرَدٍ أو أَقَاحْ
سِحرُ العُيُونِ النُّجلِ مُسْتَهلكٌ لَدَى وتوريد الخدودِ المِلَاحْ
قُل لِأبِي نوحٍ شقيقِ العُلَا ومَعْدِنِ الجُودِ وتِرْبِ السَّمَاحْ
أَعُوذُ بالفضل الجميل الذي عَوَّدتَنِي والنائِلِ المُسْتَمَاحْ
مِنْ أَنْ تَصُدَّ الطَّرفَ عَنِّي وأن أَخِيبَ مِنْ جَدْوَاكَ بَعْدَ النَّجاحْ

***

فَقَالَ لَهُ: يَا لَلْعَجَب، ولِضَيْعَةِ الأدَبِ! لَقَدِ اسْتَسْمَنْتَ ذَا وَرَمٍ، وَنَفَخْتَ فِي غَيْرِ ضَرَمٍ! أَيْنَ أَنْتَ مِنَ الْبَيْتِ النَّدْرِ، الجَامِعِ مُشَبَّهَاتِ الثَّغْرِ! وَأَنْشَدَ:

① نَفْسِي الفِدَاءُ لِثَغْرٍ رَاقَ مَبْسِمُهُ
وَزَانَهُ شَنَبٌ نَاهِيكَ مِنْ شَنَبِ
② يَفْتَرُّ عَنْ لُؤْلُؤٍ رَطْبٍ وَعَنْ بَرَدٍ
وَعَنْ أَقَاحٍ وَعَنْ طَلْعٍ وَعَنْ حَبَبِ

تو اس (مفلوک الحال شخص) نے اس سے کہا ہائے تعجب! ادب کے ضائع ہونے پر، بلاشبہ آپ نے ورم والے کو موٹا سمجھا اور تونے پھونکا (ایسی لکڑی میں) جس میں آگ بھڑکانے کے ریزے نہیں (تونے آگ کے ایندھن کے علاوہ میں پھونکا) کہاں ہیں آپ دانتوں کی تشبیہات کے جامع نادر شعر سے (یعنی ایسا شعر آپ جانتے ہی نہیں) اور یہ شعر پڑھے:

① میرا نفس فدا ہو ایسے دانت پر جس کا منہ اچھا (اور خوبصورت) ہے اور مزین کیا ہے اسے ایسی چمک نے کہ وہ آپ کے لئے (دوسری ہر) چمک سے کافی ہے۔

② وہ تر موتی سے، اولے سے، گل بابونہ سے، کلی سے اور (پانی کے) بلبلہ سے ہنستا ہے۔

***

① (نفسي) مبتدا ہے (الفداء) خبر ہے (لثغر) (الفداء) سے متعلق ہے (راق مبسمه) (ثغر) کے لئے صفت ہے (زانه) کا عطف (راق) پر ہے (شنب) (زان) کا فاعل ہے (ناهيك) قائم مقام مبتدا اور (مِنْ شنَب) (ثابت) سے متعلق ہو کر قائم مقام خبر ہے۔

② (لُو لُو رَطْب) موصوف صفت ہے اور (بَرَد) (أقاح) (طلع) اور (حَبَب) کا عطف حرف جار (عَنْ) کے تکرار کے ساتھ (لُو لُو) پر ہے جو (عَنْ) کے لئے مجرور ہو کر (یفتر) فعل سے متعلق ہے۔

***

یا للعجب : اس میں لام یا مفتوح ہے اور عجب مستغاث بہ ہے، اس صورت میں یا حرفِ ندا، اور عجب منادی ہوگا أی أحضر، فهٰذ وقتك اور یا لام مکسور ہے اور عجب مستغاث لہ ہے، اس صورت میں منادی محذوف ہوگا أی یا قوم احضروا لأجل العجب۔ ضیعة : مصدر ہے ضاع الشئُ (ض) ضِیاعًا وضَیْعَةً : ضائع ہونا۔

استَسْمَنْتَ ذاوَرَم : آپ نے ورم والے کو موٹا سمجھا یعنی اس کو عظیم سمجھا جو درحقیقت عظیم نہیں۔ استَسْمَنَ الشیءَ : موٹا سمجھنا وسَمِنَ (س) سَمَنًا : موٹا ہونا، سمین ہونا۔ وَرَم : سوجن وَرِمَ (ح) وَرَمًا : جسم کا پھول سوج جانا، ذَاوَرَم : ورم والا۔

نَفَخْتَ فی غَیْرِضَرَم : نَفَخَ (ن) نَفْخًا : پھونکنا۔ ضَرَم : ایندھن، آگ کا بھڑکاؤ، لکڑیوں کے وہ ریزے جن سے آگ بھڑکائی جاتی ہے، یہ ضرب المثل ہے، جب بے محل کسی چیز کو طلب کیا جائے اس وقت یہ استعمال ہوتا ہے۔

النَّدْر : مصدر بمعنی النَّادِر ہے۔ نَدَرَالشیءُ (ن) نَدْرًا، نُدُوْرًا : کمیاب ہونا۔ الثغر : آگے کے دانت، منہ، سرحد، جمع : ثُغُوْر۔

نفسی الفِدَاءِ لِثَغْرٍ رَاقَ مَبْسِمُه : الفِدَاء : مصدر، فَدَی (ض) فِدَاءً : قربان ہونا، فدا ہونا راق (ن) رَوْقًا خوشگوار ہونا مَبْسِم : صیغہ ظرف، مسکراہٹ کی جگہ یعنی منہ ترکیب میں "نفسی" مبتدا ہے "الفِدَاء" خبر ہے "ثغر" موصوف اور "راق مبسِمُه" صفت، موصوف صفت مجرور ہے اور یہ متعلق ہے "الفِدَاء" مصدر کے ساتھ۔

وزانه شَنَبٌ ناهيك مِنْ شَنَب : شَنَب : دانتوں کی چمک اور خوبصورتی۔ شَنِبَ (س) شَنَبًا : دانتوں کا چمکنا، خوبصورت ہونا۔ ناهيك، ای کافيك يعنی کافی ہے کسی اور کی ضرورت نہیں ، نَاهِی صیغۂ اسم فاعل ہے جمع : نُواهٍ ، نُهَاة ، کہتے ہیں هٰذا رجل ناهيك مِن رَجل ، يعنی أنه بجده وغنائه ينهاك عن تَطَلُّبُ غيره ، یعنی یہ آدمی اپنے فضل وغنا کی وجہ سے غیر کے طلب کرنے سے آپ کے لیے مانع ہے (اور خود آپ کے لئے کافی ہے) یہ کلمہ مقامِ مدح، تعجب اور استعظام میں بولا جاتا ہے۔

علامہ ابن عابدینؒ نے اپنے رسالہ " فوائد عجیبة فی اعراب کلمات غریبة " میں سید سند کے حوالہ سے اس لفظ کی جو ترکیب لکھی ہے، اس کے مطابق ناهی اسم فاعل قائم مقام مبتداء ، نَهْیٌ سے ماخوذ ہے اور کاف خطاب آئی ہے ۔ مِن ، زائدہ ہے شَنَب قائمقام خبر ہے، فانه مثل کافيك وَزنًا ومَعْنًى اور یہ بھی ممکن ہے کہ " ناهيك " کو خبر مقدم اور " شَنَب " کو مبتدا موخر بنادیا جائے۔

يَفْتَرُّ عَنْ لُؤْلُؤٍ رَطْب : اِفْتَرَّ۔ افترارًا از افتعال : مسکراتے ہوئے دانتوں کا ظاہر ہونا۔ فَرَّ (ض) فَرًّا، فِرَارٌ : بھاگنا۔ رَطْبٌ ورَطِيبٌ دونوں مبالغے کے صیغے ہیں: ضد اليابس یعنی تر، تر وتازہ۔ سورۃ انعام آیت ۵۹ میں ہے " وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ "
رَطُبَ (ک) رُطُوبَةً : تر ہونا۔

طَلْع ، حَبَب : طَلْع : پھول کی کلی، کھجور کا شگوفہ۔ سورہ قٓ آیت ۱۰ میں " لَهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ "
حَبَب : پانی کا بلبلہ۔

***

فاسْتَجَادَهُ مَنْ حَضَرَ واسْتَحْلَاهُ ، واسْتَعَادَهُ مِنْهُ واسْتَمْلَاهُ ، وَسُئِلَ لِمَنْ هٰذَا الْبَيت ، وَهَلْ حَيٌّ قَائِلُهُ أَوْ مَيتٌ؟ فقالَ: أَيمُ اللهِ ، لَلْحَقُّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبعَ ، وَلَلصِّدْقُ حَقِيقٌ بِأَنْ يُسْتَمَعَ ! إنَّهُ يا قَوْمُ ، لَنَجِيُّكُمْ مُنْذُ اليَوْمِ . قالَ : فَكَأَنَّ الْجَمَاعَةَ ارْتَابَتْ بِعَزْوَتِهِ ، وَأَبَتْ تَصْدِيقَ دِعْوَتِهِ .

چنانچہ حاضرین نے اس کو عمدہ سمجھا، اس کو شیریں سمجھا، اس سے دوبارہ (پڑھوانا) چاہا اور اس کو لکھنا چاہا اور اس سے پوچھا گیا کہ یہ شعر کس کا ہے؟ اور کیا اس کا کہنے والا زندہ ہے یا مردہ؟ تو اس نے کہا بخدا! حق بات زیادہ اس کی سزاوار ہے کہ اس کی اتباع کی جائے اور سچ مستحق ہے اس کا کہ سنا جائے، اے قوم! بے شک وہ (شعر کہنے والا) آج تم سے سرگوشی کرنے والا ہے، (یعنی وہ میں ہوں) راوی نے کہا گویا کہ جماعت نے اس کی اس نسبت کرنے پر شک کیا اور اس کے دعوی کی تصدیق کا انکار کیا۔

اسْتَجَاد: اچھا سمجھا اسْتَحْلَى : شیریں سمجھنا۔ اِسْتَمْلَى : س ت طلب کیلئے ہیں املاء کرانا چاہا۔
اسْتَعَاد : أى قال أعِدْه علىّ یعنی دوبارہ پڑھنے کا مطالبہ کیا۔
أَيْمُ اللهِ : اصل میں أيْمُنُ الله ہے ، نون کو تخفیفاً حذف کردیتے ہیں۔ أيمُ الله ، إيمُ الله ، أمُ الله..... یہ سب الفاظِ قسم ہیں ۔
حَقِيقٌ : لائق وسزاوار۔ سورہ اعراف آیت ۱۰۵ میں ہے «حَقِيقٌ عَلَى أَنْ لَا أَقُولَ عَلَى اللهِ إِلَّا الْحَقَّ»
نَجِي : ہم راز، سرگوشی کرنے والا، باتیں کرنے والا، جمع : أَنْجِيَة۔ سورۂ یوسف آیت ۸۰ میں ہے
فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا ۔ ارتابت فيه وبه : ازباب افتعال : شک کرنا راب (ض)
رَيْبًا : شک میں ڈالنا۔ أَبَتْ : (ض ف) إِبَاءً ، إِبَاءَةً : انکار کرنا بِعِزْوَتِهٖ : ای بنسبته۔ دعوته ،
ادعاؤه انه من قومه ، والدِّعوة بكسر الدال في النسب ، وبفتحها في الطعام ۔

***

فتوجَّسَ مَا هَجَسَ فى أفكَارِهِمْ ، وَفطَنَ لِمَا بطَنَ من استنكارِهِمْ ، وَحَاذرَ أنْ يَفرُطَ إلَيْهِ ذمٌّ ، أوْ يَلْحَقَهُ وَهْمٌ ، فقرأ ﴿ إنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إثْمٌ ﴾ . ثمَّ قال : يَا رُوَاةَ القَرِيضِ ، وَأُسَاةَ القَوْلِ المَرِيضِ ، إنَّ خُلَاصَةَ الجَوْهَرِ تَظهرُ بالسَّبْكِ ، وَيَدَ الحَقِّ تَصْدَعُ رِدَاءَ الشَّكِّ ، وَقَدْ قِيلَ فِيمَا غَبَرَ مِنَ الزَّمَانِ : عِنْدَ الامتِحَانِ يُكْرَمُ المَرْءُ أوْ يُهَانُ ، وها أنا قَدْ عَرَّضْتُ خَبِيَّتِي[1] للاختِبَارِ ، وَعَرَضْتُ حَقِيبَتِي على الاعْتِبَار .

چنانچہ اس نے محسوس کیا اس چیز کو جو ان کے افکار میں کھٹکی اور ان کی مخفی نکیر و ناگواری کو سمجھ گیا اور ڈرا اس سے کہ اس کی طرف مذمت سبقت کرجائے گی، تو اس نے (قرآنی آیت کا یہ حصہ) پڑھا ﴿ان بعض الظن اثم﴾ بے شک بعض گمان گناہ ہیں، پھر اس نے کہا، اے شعر کے راویو! اور مریض (وناکارہ) قول کے طبیبو! بلاشبہ جوہر کا خلاصہ ظاہر ہوتا ہے پگھلانے سے اور حق (ویقین) کا ہاتھ پھاڑ دیتا ہے شک کی چادر کو، تحقیق گذرے ہوئے زمانے میں کہا گیا عند الامتحان يكرم الرجل اويهان امتحان کے وقت آدمی کا اکرام کیا جاتا ہے یا اس کی توہین کی جاتی ہے" لیجئے میں نے اپنے باطن (کی صلاحیت) کو امتحان کے لئے اور اپنے تھیلہ کو آزمانے کے لئے پیش کردیا ہے۔

تَوَجَّسَ ماهَجَسَ: تَوَجَّسَ واَوْجَسَ: ہلکی آواز پر کان لگانا، محسوس کرنا، سننا۔ سورۃ ہود آیت میں ہے "وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً" وجس (ض) وَجْسًا: پوشیدہ ہونا۔ وَجَسَتِ الْاُذُنُ: کانوں کا آہٹ محسوس کرنا، سنی ہوئی بات سے ڈر محسوس کرنا۔ هَجَسَ فِي الْقَلْب (ض ن) هَجْسًا: گذرنا، کھٹکنا۔

وفَطِنَ لِمَا بَطَنَ مِنْ اسْتِنْكَارِهِمْ: فَطِنَ (س) فَطَانَةً: سمجھنا۔ بَطَنَ: (ن) بَطْنًا، بُطُونًا، پوشیدہ ہونا۔ بَطَنَ الأَمْرَ: تہہ تک پہنچنا۔ استنکار الشئ: کسی شی سے ناآشنا ہونا، ناواقف ہونا، منکر اور برا سمجھنا۔

وحَاذَرَ أَنْ يَفْرُطَ إليه ذَمٌّ: حَاذَرَ۔ محاذرة: وحَذِر (س) حَذَرًا: بچنا۔ سورۃ نور آیت ۶۳ میں ہے "فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ اَمْرِهِ" يَفْرُطُ: فرط فی الأمر (ن) فَرْطًا: کسی معاملہ میں کوتاہی کرکے اس کو ضائع کردینا۔ فَرَطَ عليه: جلد بازی کرنا، اسی معنی میں سورۃ طٰہٰ آیت ۴۵ میں یہ لفظ مستعمل ہے "اَنْ يَفْرُطَ عَلَيْنَا" فَرَطَ إليه: بڑھ جانا، سبقت کرنا، یہاں اسی معنی میں مستعمل ہے۔ ذَمٌّ: مذمت ذَمَّ (ن) ذَمًّا: مذمت کرنا۔

رُوَاةُ القَرِيضِ: رُوَاة: رَاوِیٌ کی جمع ہے۔ القَرِيض: شعر، قَرَضَ (ض) قَرْضًا: کاٹنا، شعر کہنا۔ أُسَاة: آسی کی جمع ہے بمعنی طبیب، علاج کرنے والا۔ السَّبْك: مصدر ہے، سَبَكَ الفضَّةَ (ن ض) سَبْكًا: چاندی کو پگھلا کر سانچے میں ڈھالنا، کھرا کھوٹا دیکھنا۔ تَصْدَع (ف) صَدْعًا: پھاڑنا۔ صَدَعَ بِالحق: ظاہر کرنا، سورۃ حجر آیت ۹۴ میں ہے "فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ" رِدَاء: چادر، جمع أَرْدِيَة۔ غَبَرَ (ن) غُبُورًا: گذرنا، باقی رہنا۔ اضداد میں سے ہے۔ يُهَان: صیغہ مجہول از باب افعال۔ أَهَان۔ إِهَانَةً: ذلیل کرنا۔ هان (ن) هُونًا، هَوَانًا: معمولی ہونا، ذلیل ہونا۔ ها أنا۔ اس میں ها کلمہ تنبیہ ہے اور أنا ضمیر متکلم ہے۔

عَرَضْتُ خَبِيئَتِي لِلاخْتِبَارِ، وعَرَضْتُ حَقِيبَتِي عَلَى الاعتِبَارِ: عَرَضَ۔ تَعْرِيضًا: پیش کرنا۔ عَرَضَ (ض) عَرْضًا: پیش کرنا۔ باب تفعیل سے جب ہو تو صلہ میں "لام" استعمال کرتے ہیں اور ضرب سے ہو تو صلہ میں "علیٰ" استعمال کرتے ہیں۔ عَرَضْتُ الشئَ عَلَى البَيْعِ وعَرَضْتُه للبيع، إن أتيتَ بعلىٰ خففتَ الراء، وإن أتيت باللام شَدَّدْتَهَا۔ خَبِيئَة: چھپی ہوئی چیز، جمع: خَبَايَا۔ وفی الحديث: "اُطْلُبُوا الرِّزْقَ فِي خَبَايَا الأَرْضِ" زمین کے چھپے ہوئے گوشوں اور خزانوں میں رزق تلاش کرو۔ خَبَأَ (ف) خَبْئًا: چھپانا۔ حَقِيبَة: تھیلہ، جمع: حقائب۔ الاعتبار: قال الشريشي: الاعتبار والاختبار واحد، یعنی اعتبار بمعنی امتحان ہے۔

فابْتَدَرَ أحَدُ مَنْ حضَرَ ، وقال : أعْرِفُ بَيتاً لَمْ يُنسَجْ عَلَى مِنْوَالِهِ، وَلاَ سَمحَتْ قَرِيحَةٌ بِمِثَالِهِ ، فإنْ آثَرْتَ اختِلاَبَ الْقُلوبِ ، فانْظِمْ على هَذَا الأسْلُوب :

① فأمْطَرَتْ لُؤْلُؤاً مِنْ نَرْجِسٍ وَسَقَتْ
وَرْداً وَعضَّتْ عَلَى الْعُنَّابِ بِالْبَرَدِ

تو حاضرین میں سے ایک آدمی جلدی سے بڑھا، اور کہا میں ایک ایسا شعر جانتا ہوں کہ اس کے طرز پر (کوئی شعر) نہیں بنا گیا اور نہ کسی طبیعت نے اس کے مثل لانے کی سخاوت کی (یعنی اس طرح کا شعر کسی نے بھی نہیں کہا ہے) پس اگر آپ دلوں کے فریفتہ کرنے کو ترجیح دیتے ہیں تو اس اسلوب پر شعر بنائیں۔

"پس اس نے موتی برسائے نرگس سے اور سیراب کیا گلاب کے
پھول کو اور اس نے عناب کو کاٹا اولے سے"

① (فَأمْطَرَتْ) فاء ابتدائیہ (أمطرتْ) فعل فاعل (لُو لُواً) مفعول بہ (مِنْ نرجس) جار مجرور (أمطرتْ) سے متعلق ہے (وَرْدا) (سَقَتْ) کے لئے مفعول بہ ہے (عَضَّتْ) کا عطف (سَقَتْ) پر ہے (علی العناب) اور (بالبرد) دونوں (عَضَّتْ) سے متعلق ہیں۔

ابتَدَرَ۔ ابتِدَارًا : جلدی کرنا، ایک دوسرے سے سبقت کرنا۔

لَمْ يُنْسَجْ عَلى مِنْوالِه : لَمْ يُنْسَج ، صیغہ مجہول (ن ض) نَسْجًا : بُننا۔ مِنْوال: جولاہے کی وہ لکڑی جس پر کپڑا بُنتے وقت لپیٹا جاتا ہے، کرگہ، لوم، کپڑا بننے کی مشین، ڈھنگ، طرز وطریقہ جمع : مَنَاوِل۔ سَمَحَ به (ف) سَمَاحًا، سَمَاحَةً : سخاوت کرنا۔

آثَرْتَ اختِلَابَ القُلُوب : آثر فلانًا على نفسه۔ إيثارًا : ترجیح دینا، اختیار کرنا۔ سورۂ یوسف آیت ۹۱ میں ہے "لَقَدْ آثَرَكَ اللهُ عَلَيْنَا" اختلاب : دھوکہ دینا، فریفتہ کرنا۔ خَلَبَ (ن ض) خَلْبًا : گرویدہ بنانا۔

أمطَرَتْ نرجس : أمْطَرَ : برسانا۔ سورۂ انفال، آیت ۳۲ میں ہے "اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ" مَطَرَتِ السَّمَاءُ (ن) مَطْرًا : بارش برسنا۔ مَطَر : بارش۔ نَرجِس: نون کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ، گلِ نرگس، اس کا پھول خوب صورت اور

خوشبو اچھی ہوتی ہے، اس کے ساتھ آنکھ کو تشبیہ دی جاتی ہے، اس کا مفرد نَرْجِسَةٌ ہے۔ سَقَتْ (ض) سَقْيًا : پلانا

عَضَّتْ : عَضَّه ، وعَضَّ بِهٖ ، وعَضَّ عَلَيْه : (ن س) عَضًّا : دانت سے کاٹنا ، دانت سے دبالینا

العُنَّاب : ایک درخت ہے جس کا پھل چھوٹے چھوٹے سرخ اور لذیذ دانوں کی شکل میں ہوتا ہے ، پشتو میں اس کو مرغڑنی کہتے ہیں

یہ شعر ابوالفرج غسانی دمشقی کا ہے جو " وأوا " سے مشہور ہیں ، کہہ رہے ہیں

" اس نے نرگس سے موتی برسا کر گلاب کو سیراب کیا اور منظر یہ تھا کہ عناب کو اس نے اولوں سے دبا رکھا تھا "

یعنی گل نرگس کی خوبصورت آنکھوں سے موتیوں کی طرح حسین آنسو بہائے ، وہ آنسو جو اس کے گلاب کی طرح رخساروں پر بہے اور اس نے عناب جیسے سرخ انگلیوں کے پوروں کو اولوں کی طرح سفید دانتوں سے دبایا تھا ۔

مطلب یہ ہے کہ محبوبہ نے شرم وحیا کی وجہ سے اپنی انگلیوں کو دانتوں میں دبا رکھا تھا ، اس حالت میں غم فراق کی وجہ سے اس کی خوبصورت آنکھوں سے حسین آنسو رواں ہوئے جو اس کے سرخ رخساروں پر بہتے چلے گئے ۔ آنکھوں کو "وأوا" نے گلِ نرگس کے ساتھ تشبیہ دی اور آنسوؤں کو موتی کے ساتھ اسی طرح رخسار کو گلاب ، انگلیوں کے پوروں کو عناب کے ساتھ اور دانتوں کو اولوں کے ساتھ تشبیہ دی ۔

اس طرح اس شعر میں حرف تشبیہ ذکر کیے بغیر پانچ تشبیہات جمع ہوگئیں ۔ اس شعر سے پہلے کے اشعار ہیں :

① إنسِيَّةٌ لو بَدَتْ لِلشَّمسِ ما طَلَعَتْ　　لِلناظِرِينَ ولم تَغْرُبْ عَلىٰ أَحَدِ
② نَالَتْ وقَدْ فَتَكَتْ فِينا لَوَاحِظُهَا　　ما إنْ أرَى لِقَتِيلِ الحُبِّ مِنْ قَوَدِ
③ فأَمْطَرَتْ لُؤْلُؤًا مِنْ نَرْجِسٍ وسَقَتْ　　وَرْدًا وعَضَّتْ عَلَى العُنَّابِ بالبَرَدِ
④ ثُمَّ اسْتَمَرَّتْ وقَالَتْ وهِيَ ضَاحِكَةٌ :　　قُومُوا وانظُرُوا كَيفَ فِعْلُ الظَّبيِ بالأسَدِ

① محبوبہ اگر سورج کے سامنے جلوہ گر ہو جائے تو سورج کی روشنی ماند پڑ جائے گی اور وہ ہی ہر کسی کو نظر آئے گی
② اس کی نظروں نے ہمارا خون کیا تو کہنے لگی قتیلِ محبت کا خون بہا نہیں ہوتا ۔
③ پھر اس نے نرگس سے موتی برسا کر گلاب کو سیراب کیا اور عناب کو اولوں سے دبالیا
④ پھر ٹھہر کر مسکراتے ہوئے کہنے لگی ، ذرا کھڑے ہو کر دیکھ تو لو ہرن نے شیر کی کیا حالت کر دی

اور اسی قصیدہ کا پہلا شعر ہے:

لَمَّا وَضَعْتُ عَلٰى صَدْرِي يَدًا لِيَدٍ　　وَصِحْتُ فِي اللَّيْلَةِ الظَّلْمَاءِ وَاكَبِدِي

میں نے جب اپنے سینہ پر ہاتھ رکھا اور تاریک رات میں چیخ پڑا کہ "ہائے میرے جگر!"

ابوالفرج کے یہ اشعار بھی بڑے مزے کے ہیں:

أَتَانِي زَائِرًا مَنْ كَانَ يُبْدِي　　لِيَ الْهَجْرَ الطَّوِيلَ وَلَا يَزُورُ

فَقَالَ النَّاسُ لَمَّا أَبْصَرُوهُ　　لِيَهْنِكَ زَارَكَ الْقَمَرُ الْمُنِيرُ

فَقُلْتُ لَهُمْ وَدَمْعُ الْعَيْنِ يَجْرِي　　عَلٰى خَدِّي لَهُ دُرٌّ نَثِيرٌ

وَلَوْ نَصَبُوا رَحًا بِإِزَاءِ عَيْنِي　　لَكَانَتْ مِنْ مَدَامِعِهَا تَدُورُ

وہ میرے پاس طویل فراق کے بعد جس میں وہ مجھ سے ملا نہیں تھا اب ملنے آیا
تو لوگوں نے اسے دیکھ کر مجھ سے کہا مبارک ہو روشن چاند تجھ سے ملنے آیا
میں نے ان سے کہا اور میری حالت یہ تھی کہ آنسو چہرے پر بکھرے موتی کی طرح اس قدر رواں تھے
کہ اگر وہ میری آنکھ کے سامنے چکی نصب کر دیتے تو ان آنسوؤں سے وہ گھومنے لگتی۔

***

فَلَمْ يَكُنْ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ، حَتّٰى أَنْشَدَ فَأَغْرَبَ:

① سَأَلْتُهَا حِينَ زَارَتْ نَضْوَ بُرْقُعِهَا الْ
قَانِي وَإِيدَاعَ سَمْعِي أَطْيَبَ الْخَبَرِ

② فَزَحْزَحَتْ شَفَقًا غَشَّى سَنَا قَمَرٍ
وَسَاقَطَتْ لُؤْلُؤًا مِنْ خَاتَمٍ عَطِرِ

پس نہیں تھا مگر آنکھ جھپکنے کے برابر یا اس سے بھی زیادہ قریب (اور کم وقت) یہاں تک کہ اس نے شعر پڑھا اور نادر چیز لایا۔

① میں نے اس سے مطالبہ کیا جس وقت اس نے زیارت کی اس کے سرخ برقعہ ہٹانے کا اور میرے کان میں اچھی خبر ودیعت رکھنے (اور ڈالنے) کا۔

② چنانچہ اس نے دور کیا ایسے شفق کو جس نے ڈھانکا تھا چاند کی روشنی کو اور اس نے گرائے موتی خوشبودار انگوٹھی سے"۔

①(حین) ظرفیہ مضاف ہے(زَارتْ) جملہ فعلیہ، مضاف الیہ ہے، مضاف مضاف الیہ مل کر (سالتھا) کے لئے ظرف ہے (نضوَ) (سالتھا) کے لئے مفعول بہ ہے(القانی) (برقعھا) کی صفت ہے (إیداع...) کا عطف (نضو) پر ہے (أطیب الخبر) (إیداع) کے لئے مفعول بہ ثانی ہے(سمعی) (إیداع) کے لئے مضاف الیہ ہے اور معنی کے لحاظ سے مفعول بہ اول ہے۔

② (ف) تفریعیہ ہے(زَحْزَحَتْ) فعل فاعل ہے،(شفقاً) اس کے لئے مفعول بہ ہے(غَشّی سنا قمر) (شفقا) کی صفت ہے(لُولُوا) (ساقَطَتْ) کے لئے مفعول بہ ہے (عَطِر) (خاتَم) کی صفت ہے اور یہ (مِنْ) کے لئے مجرور ہو کر (ساقطَتْ) سے متعلق ہے۔

***

أغرب : إغرابًا : جاءَ بشيءٍ غَريبٍ : نادر چیز لانا۔
زَارَتْ نَضْوَ بُرْقُعِها : زَارَہ (ن) زِیَارَۃً : ملاقات کرنا، زیارت کرنا۔ نَضْو : مصدر ہے نَضَا ثَوبَہ (ن) نَضْوًا : کپڑے اتارنا، نکالنا۔ البُرْقُعُ : بفتح القاف وضمها : برقعہ، سارے بدن کو ڈھانپنے کا پردہ۔ القانی : بہت سرخ۔ قنا الشیءُ (ن) قَنْوًا، قُنُوًّا : زیادہ سرخ ہونا۔
"القانی" "بُرْقُعِهَا" کی صفت ہے "إِیْدَاعِ سمعی" کا عطف "نَضْو" پر ہے اور یہ دونوں "سَأَلْتُهَا" کا مفعول ہیں۔
زَحْزَحَتْ شَفَقًا غَشّٰی سَنَا قمر : زَحْزَح : از باب بعثر: زائل کرنا، اٹھانا، سورۃ آل عمران آیت ۱۸۵ میں ہے "فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ" شَفَق : سورج کے غروب ہونے کے بعد آسمان کے کناروں میں جو سرخی نظر آتی ہے اسے شفق کہتے ہیں۔ غشّٰی ۔ تَغْشِیَةً : چھا جانا۔ سَنَا : چاند کی روشنی، چمک، آج کل تصویر کھینچتے وقت کیمرے کی روشنی کو بھی سَنَا کہتے ہیں، سورۃ النور، آیت ۴۳ میں ہے "یَکَادُ سَنَا بَرْقِهٖ یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ" سَنَا البَرْقُ (ن) سَنَاءً : بجلی چمکنا۔ سَاقَطَتْ۔ مُسَاقَطَةً : گرانا۔ سَقَطَ (ن) سُقُوطًا : گرنا۔ خَاتَم : انگشتری، انگوٹھی، مہر، جمع : خَوَاتِم۔ عَطِر : صیغہ صفت : عطر میں بسا ہوا، خوشبودار۔
حریری کہہ رہے ہیں کہ میں نے محبوبہ سے ملاقات کے وقت چہرہ سے برقعہ ہٹانے کو کہا اور

بات کرنے کی فرمائش کی تو اس نے چاند جیسے چہرہ کی چمک سے شفق جیسا سرخ پردہ سرکایا اور انگشتری کی طرح چھوٹے خوشبودار منہ سے موتیوں کی طرح الفاظ کہے۔

مطلب یہ ہے کہ محبوبہ سے ملاقات کے وقت چہرہ کھولنے اور بات کرنے کا مطالبہ کیا تو اس نے چہرہ سے پردہ ہٹا کر خوبصورت باتیں کیں

علامہ حریری کا یہ دوسرا شعر درحقیقت ابوالفرج کے شعر کے مقابلہ میں کہا گیا ہے اگرچہ ابوالفرج کے شعر میں تشبیہات کی تعداد پانچ ہے اور حریری کے شعر میں چار تاہم فنِ بدیع کے نقطۂ نظر سے حریری کا شعر فائق ہے۔ حریری نے سرخ برقعہ کو شفق کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور چہرے کو چاند کے ساتھ اسی طرح الفاظ وکلام کو موتی کے ساتھ اور منہ کو انگشتری کے ساتھ تشبیہ دی۔

موتی کے ساتھ دانتوں کو تشبیہ دیتے ہیں جیسا کہ گذر گیا:

كَأَنَّمَا يَبْسِمُ عَنْ لُؤْلُؤٍ مُنَضَّدٍ أَوْ بَرَدٍ أَوْ أَقَاحِ

کلام اور کلمات کو بھی موتی کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں جیسا کہ حریری کے اس شعر میں ہے۔

اور آنسوؤں کو بھی موتی کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں جیسا کہ ابوالفرج غسانی کے شعر میں ہے۔

کسی اور نے کہا:

ولَمَّا وَقَفْنَا لِلوِدَاعِ ودَمْعُهَا ودَمْعِي يُثِيرَانِ الصَّبَابَةَ والوَجْدَا

بَكَتْ لُؤْلُؤًا رَطْبًا فَفَاضَتْ مَدَامِعِي عَقِيقًا، وصَارَ الكُلُّ فِي نَحْرِهَا عِقْدَا

جب ہم دونوں الوداع کے لئے کھڑے ہوئے تو اس کے اور میرے آنسو عشق اور غم میں انگیخت پیدا کر رہے تھے۔
وہ تر موتی برسا کر روئی، میری آنکھوں نے عقیق بہایا اور یہ سب اس کے گلے میں ہار بن گیا۔

***

فحار الحاضرون لِبَدَاهَتِهِ، واعترفوا بِنَزَاهَتِهِ. فلمّا آنَسَ استئناسَهُمْ بكلامِهِ، وانصبابَهُمْ إلى شِعْبِ إكْرَامِهِ، أطْرَقَ كَطَرْفَةِ الْعَيْنِ، ثم قال: ودُونَكُمْ بيتَيْنِ آخَرَيْنِ، وأنشد:

حاضرین حیران ہوئے اس کی برجستگی سے اور انہوں نے اعتراف کیا اس کی پاکیزگی (کلام) کا / یا شک سے اس کے بری ہونے کا، چنانچہ جب اس نے لوگوں کے اپنے کلام کے ساتھ مانوس ہونے کو اور اپنے اکرام کی گھاٹی کی طرف ان کے میلان کو محسوس کیا تو سر جھکایا آنکھ کی جھپک کے برابر، پھر کہنے لگا دو شعر اور لو اور شعر پڑھے۔

***

حار : يَحَار (س) حَيْرَةً ، حَيْرًا : حیران ہونا۔ النَّزَاهَة : شر سے دوری، پاکدامنی۔ نـزه (س ك) نَزَاهَةً ، نَزَاهِيَةً : برائی سے دور ہونا، پاک دامن ہونا۔ یہاں اس سے شعر کا ذاتی صاف ستھرا ذوق مراد ہے جو شعری سرقہ اور دوسرے کے کلام کی چوری سے بالکل منزّہ اور پاک ہو۔

آنَسَ استِئناسَهُم : آنَسَهُ ۔ إينَاسًا : مانوس کرنا۔ آنَسَ الصَّوْتَ : آواز سننا۔ آنس الشئَ : دیکھنا اور اسی سے سورۃ قصص آیت ۲۹ میں ہے "آنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طور کی جانب آگ دیکھی۔ آنس الأمرَ : جاننا، سورۃ نساء آیت ۶ میں ہے "فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا" أَنِسَ (س) أُنْسًا، أَنَسَةً (ض) أُنْسًا : مانوس ہونا۔ اسْتَأْنَسَ بفلان : مانوس ہونا۔

انصبابهم إلى شِعْبِ إكرامه : انْصِبَاب : میلان۔ صَبَابَةٌ سے مشتق ہے۔ شِعْب : گھاٹی ، جمع : شِعَاب۔ أَطْرَقَ ۔ إطْرَاقًا : جھکانا۔ دُوْنَكُمْ : اسم فعل بمعنی خُذُوا۔

***

① وأَقْبَلَتْ يَوْمَ جَدَّ البَيْنُ فى حُلَلٍ
سُودٍ تَعَضُّ بنانَ النَّادِمِ الحَصِرِ

② فَلاَحَ لَيْلٌ عَلَى صُبْحٍ أَقَلَّهُمَا
غُصْنٌ وضرَّستِ البِلَّوْرَ بالدُّرَرِ

فحينئذٍ استَسْنَى القَوْمُ قِيمَتَهُ ، واستغْزَرُوا دِيمَتَهُ ، وأَجْمَلُوا عِشْرَتَه ، وجَمَّلُوا قِشْرَتَه .

① وہ سیاہ لباس میں سامنے آئی جس دن جدائی واقع ہوئی اس حال میں کہ وہ پشیمان، گفتگو سے عاجز آدمی کی طرح (شرمندگی کی حالت میں) انگلیوں کے پوروں کو کاٹ رہی تھی۔

② چنانچہ رات صبح پر ظاہر ہوئی، ان دونوں (رات و صبح) کو ایک ٹہنی نے اٹھایا ہوا تھا اور وہ بلور کو موتیوں سے کاٹ رہی تھی۔

پس اس وقت قوم نے اس کی قیمت کو بلند سمجھا، اس کی بارش کو زیادہ سمجھا، اس کی معاشرت کو عمدہ کیا اور اس کے لباس کو خوبصورت (اور مزین) کیا،

① واو مستانفہ ہے (أَقْبَلَتْ) فعل فاعل جملہ فعلیہ ہے (یوم) مضاف ہے (جَدَّ) فعل (البَیْن) اس کا فاعل ہے، فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ (یوم) مضاف کے لئے اور پھر یہ (أقبلتْ) فعل کے لئے ظرف ہے (حلل سود) موصوف صفت مل کر مجرور (فی) کے لئے جو کہ (أَقْبَلَتْ) سے متعلق ہے (تعض) (أقبلَتْ) کی ضمیر فاعل سے حال ہے (بنان) (تعض) کے لئے مفعول ہے۔

② فاء تفصیلیہ ہے (لیل) (لاح) کا فاعل ہے (عنی صبح) (لاح) سے متعلق ہے (أقلهما) (لیل) سے حال ہے (غُصْنٌ) (أَقَلّ) کا فاعل ہے (البلّور) (ضَرَّسَتْ) کے لئے مفعول بہ ہے (بالدُّرر) (ضَرَّسَتْ) سے متعلق ہے۔

***

أَقْبَلَتْ یَوْمَ جَدَّ البَیْنُ فِی حُلَلٍ : أَقْبَلَتْ ۔ إِقْبَالاً : سامنے آنا، سورۂ ذٰریات آیت ۲۹ میں ہے « فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِی صَرَّةٍ » جَدَّ (ض) جِدًّا : سنجیدہ ہونا۔ یہاں جَدَّ بمعنی تحقّقَ ہے۔ البَیْن : جدائی، وصال، اضداد میں سے ہے۔ بَانَ (ض) بَیْنًا : جدا ہونا، ملنا۔ حُلَل : حُلَّةٌ کی جمع ہے : کپڑوں کا جوڑا۔ سُوْد : أَسْوَد کی جمع ہے : سیاہ۔ بَنَان : بَنَانَةٌ کی جمع ہے : انگلیوں کا پورا، سرا۔ الحَصِر : صیغۂ صفت جو بولتے ہوئے بند ہو جائے اور مزید نہ بول سکے۔ لاح : (ن) لَوْحًا : ظاہر ہونا۔ أَقَلَّ ۔ إِقْلَالاً : اٹھانا ضَرَّسَتْ ۔ تَضْرِیْسًا وضرس (ض) ضَرْسًا : دانتوں سے کاٹنا۔ البِلَّوْر والبَلُّوْر (بفتح الباء وضم اللام او بکسر الباء وبفتح اللام) ایک قسم کا شیشہ، ایک قسم کا صاف وشفاف سفید جوہر۔ اس کے حروف اصلیہ (ب ل ر) ہیں۔

حریری کہہ رہے ہیں کہ محبوبہ جدائی کے دن سوگ اور غم کے سیاہ کپڑوں میں ملبوس ہو کر سامنے آئی انگلیاں منہ میں دبائے ہوئی، بالکل خاموش کھڑی رہی ؛ اس کی سیاہ زلفیں اس کے چمکتے چہرے پر لہلہا رہی تھیں اور درخت کی شاخ کی طرح نرم ونازک اور لمبا قد لئے وہ اس حال میں کھڑی رہی کہ بلور کی طرح سفید انگلیوں کو اس نے موتی کی طرح حسین دانتوں میں دبائے رکھا تھا۔

آخری شعر میں سیاہ زلفوں کو رات کے ساتھ تشبیہ دی، چہرے کو صبح کے ساتھ اور قد کو شاخ کے ساتھ، اسی طرح انگلیوں کے پوروں کو بلور کے ساتھ اور دانتوں کو موتی کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ اس کی زلفیں رات کی طرح تاریک اور اس کا چہرہ صبح کی طرح درخشاں تھا۔

ابوالفرج غسانی کا شعر ہے

فأمطرت لؤلؤًا من نرجسٍ وسقت وردًا وعضّت على العنّاب بالبرد

حریری نے اس کے مقابلہ میں کہا :

فزحزحت شفقًا غشّى سنا قمر وساقطت لؤلؤًا من خاتم عطر

حریری « أمطرت » کے مقابلہ میں « ساقطت » لائے « لؤلؤ » کے مقابلہ میں « لؤلؤ » لائے وہاں اس سے آنسو مراد تھے اور یہاں کلام « نرجس » کے مقابلہ میں « خاتم » استعمال کیا اور « وردًا » کے عوض میں « سنا قمر » کی تعبیر اختیار کی، وہاں گلاب سے تشبیہ دے کر رخسار کی سرخی بتانا تھا یہاں چاند سے تشبیہ دے کر چہرے کی سفیدی بتلائی۔ تاہم « وعضت على العناب بالبرد » کے مقابلہ میں کچھ نہیں کہا۔ اس لئے مزید دو شعر کہہ کر اس معنی کو « وضرست البلور بالدرر » کے الفاظ میں ادا کر دیا۔

استسنیٰ : از استفعال : بلند مرتبہ سمجھنا۔ سنی (س) سناءً : بلند رتبہ ہونا۔

استغزروا دیمته : استغزر : زیادہ سمجھنا۔ غزر المطر (ك) غزارةً : زیادہ ہونا۔ دیمةٌ : بارش، جس میں بجلی و کڑک نہ ہوں، جمع : دِیَم ، دُیُوم، حروف اصلیہ (دوم) ہیں، وأصل الديمة المطرُ الدائمُ۔

أجملوا عشرته : أجمل ۔ إجمالاً : خوبصورت بنانا۔ جمُل الشئُ (ك) جمالاً : خوبصورت ہونا۔ عِشرة : اسم للمعاشرة ، اسم مصدر ہے، میل جول، صحبت۔ قِشرة : چھلکا، جمع : قشور۔ جمّلوا قشرته : أی حسّنوها۔ جمّلوا تجميلاً : مزین کیا، جمال سے ماخوذ ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ جمّلت الحساب سے ماخوذ ہو جس کے معنی ہیں میں نے حساب جمع کیا تب جمّلوا قشرته کے معنی ہوں گے ان لوگوں نے اس کے لئے کپڑے جمع کئے۔ قشرة سے اس صورت میں کپڑے مراد ہوں گے، پہلے گزر چکا کہ اس کی ظاہری ہیئت بڑی خراب تھی اس لئے لوگوں نے اس کو عمدہ لباس پہنایا۔

❋

قال المخبِرُ بهذه الحكايةِ : فلمّا رأيتُ تلهُّبَ جذوَتِهِ ، وتألُّقَ جَلوَتِهِ ، أمعنتُ النظرَ في توسُّمِهِ ، وسرَّحتُ الطرْفَ في مِيسَمِهِ ، فإذا هُوَ شيخُنا السَّروجيّ ، وقد أقمرَ ليلُهُ الدَّجوجيّ ، فهنَّأتُ نفسي بِمَورِدِهِ ، وابتدرتُ استلامَ يدِهِ ، وقلتُ لهُ : ما الَّذي أحالَ صفتَكَ، حتَّى جهِلتُ معرفتَكَ ، وأيُّ شيءٍ شيَّبَ لحيتَكَ ، حتَّى أنكرتُ حِليتَكَ ! فأنشأ يقول :

اس حکایت کی خبر دینے والے نے کہا، جب میں نے اس کی چنگاری کے بھڑکنے کو اور اس کے جلوے کے چمکنے کو دیکھا تو میں نے غور سے نظر ڈالی اس کے پہچاننے میں اور نگاہ دوڑائی اس کی علامت میں تو (کیا دیکھتا ہوں کہ) وہ ہمارے شیخ سروجی ہیں اور اس کی تاریک رات میں چاندنی آگئی تھی (یعنی اس کے سیاہ بال سفید ہوگئے تھے) تو میں نے اپنے آپ کو اس کی آمد پر مبارکباد دی اور اس کے ہاتھ چومنے کے لئے جلدی سے آگے بڑھا، میں نے اس سے کہا کس چیز نے آپ کی حالت بدل دی ہے؟ یہاں تک کہ میں آپ کی پہچان سے جاہل رہا اور کونسی شے ہے؟ جس نے آپ کی داڑھی سفید کردی حتی کہ میں نے آپ کے حلیہ کو ناآشنا سمجھا، تو وہ کہنے لگا:

***

تَلَهُّبَ جَذْوَتِهِ وتَألُّقَ جَلْوَتِه : تلهّب ، ولَهِبَ (س) لَهَبًا : آگ کا بھڑکنا ۔ جَذْوَةٌ : دہکتی ہوئی چنگاری، جمع : جُذًى ۔ تألّق : از تفعل وألَقَ (ض) ألَقًا : چمکنا۔ جَلْوَةٌ : مصدر ہے، خلوت کی ضد ہے، جَلَوَتِ العروسَ (ن) جِلْوَةً : جب نقاب ہٹا کر اس کا چہرہ ظاہر کردیا جائے ، یہاں "تألّق جلوته" سے چہرے کی چمک اور رونق مراد ہے ۔

أمْعَنْتُ النظرَ في توسُّمه : أمعن في الأرض إمعانًا : زمین میں دور تک جانا ۔ أمْعَن في الطلب : ڈھونڈنے میں مبالغہ کرنا ۔ أمعَنَ الفرسُ : گھوڑے کا دوڑنے میں دور تک چلا جانا ۔ أمْعَنْتُ النظَرَ في الأمر : کسی معاملہ پر غور کرنا ۔ توسّم : از باب تفعل ، علامات کے ذریعہ کسی شی کو معلوم کرنا ، فراست سے معلوم کرنا ۔ شریشی لکھتے ہیں :

توسمه : نظرسماته ، وهي علامته التي يُعرف بها، ويُريد أنه أدام النظر في نعوته

یعنی توسمہ کے معنی ہیں اس کے اس علامت کی طرف نظر کی جو اس کی پہچان ہے ، مطلب یہ ہے کہ اس کی صفات میں اچھی طرح دیر تک سوچتا رہا۔

وَسَرَّحتُ الطَّرفَ فِي مِيسَمِه : سرّح ۔ تسریحًا : جانوروں کو صبح کے وقت چرانے کے لئے لے جانا۔ یہاں سَرَّحتُ بمعنی أَرسَلتُ ہے۔ الطَّرف : آنکھ، سورۃ ابراھیم، آیت ۴۳ میں ہے "لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ" مِیْسَم : علامت، وہ آلہ جس سے جانوروں پر نشان لگاتے ہیں، و "المِيسَم" أيضًا: الجمال، وأصلُ الياء فيه واو، وجمعه مياسِم على اللفظ، ومَوَاسِم على الأصل.

أَقمَرَ لَيلُه الدَّجُوجِي : أقمرَ الليلُ : رات کا چاند والی ہونا۔ الدَّجُوجِي : صیغۂ صفت، بمعنی سخت تاریک۔ دج (ن ض) دَجًّا، دَجِيجًا : رینگنا، جلدی کرنا، تجارت کرنا، کہتے ہیں : ما حَجَّ ولكن دَجَّ یعنی اس نے حج نہیں کیا بلکہ وہ تجارت کے ارادے سے گیا۔ دَجَّ الليلُ : رات کا تاریک ہونا، (حروفِ اصلیہ (د ج ج) ہیں۔

ترجمہ ہے، اس کی تاریک رات پر چاندنی چھا چکی تھی یعنی اس کے سیاہ بالوں میں سفیدی آگئی تھی۔

هَنَأْتُ : تَهنِئَةً : مبارکباد دینا۔ مَورِد : مصدر میمی ہے، ورد علیہ (ض) وُرُودًا، مَورِدًا : آنا۔ اِستِلَام : یہ افتعال کا مصدر ہے۔ اِستَلَمَ الحَجَرَ : پتھر کو ہاتھ یا منہ سے بوسہ دینا۔ حروفِ اصلیہ (س ل م) ہیں۔ دوسرا قول ہے کہ یہ باب استفعال کا مصدر ہے۔ اِستَلْأَمَ ۔ اِستِلْآمًا : بوسہ دینا، اس صورت میں اس کے حروفِ اصلیہ (ل أ م) ہوں گے۔ أَحَالَ ۔ إِحَالَةً : تبدیل کردینا۔ حال (ن) حَوْلًا : تبدیل ہونا۔ شَيَّبَ ۔ تَشْيِيبًا : سفید کرنا، بوڑھا کرنا۔ شَابَ (ض) شَيْبَةً، شَيْبًا : سفید ہونا۔ حِلْيَة : ظاہری ہیئت وحالت، جمع : حُلى۔

***

① وَقعُ الشَّوائِبِ شَيَّبْ　　وَالدَّهْرُ بالنَّاسِ قُلَّبْ

② إِنْ دَانَ يَوْمًا لِشَخْصٍ　　فِي غَدٍ يَتَغَلَّبْ

③ فَلا تَثِقْ بِوَمِيضٍ　　مِنْ بَرْقِهِ فَهْوَ خُلَّبْ

④ وَاصْبِرْ إِذَا هُوَ أَضْرَى　　بِكَ الْخُطُوبَ وَأَلَّبْ

⑤ فَمَا عَلَى التِّبْرِ عَارٌ　　فِي النَّارِ حِينَ يُقَلَّبْ

ثُمَّ نَهَضَ مُفَارِقًا مَوْضِعَهُ، وَمُسْتَصْحِبًا الْقُلُوبَ مَعَهُ.

① مصائب کے وقوع نے (مجھے) بوڑھا کردیا اور زمانہ لوگوں کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔
② اگر کسی دن زمانہ کسی شخص کا تابع بن جائے تو اگلے دن اس پر پھر غلبہ حاصل کرلیتا ہے۔
③ اس لئے تو اس کی بجلی کی چمک پر اعتماد نہ کر کہ وہ دھوکہ دینے والی ہے۔
④ اور صبر کر جب وہ تجھ پر حوادث بھڑکائے اور جمع کرے۔
⑤ کیونکہ سونے کی ڈلی کے لئے یہ عیب کی بات نہیں کہ اسے آگ میں لوٹا پوٹا جائے۔

پھر وہ اپنی جگہ سے جدا ہوتے ہوئے اور دلوں کو اپنے ساتھ لیتے ہوئے اٹھا۔

***

① (وَقْعُ الشوائب) مبتدا ہے (شَيَّب) خبر ہے (الدهر) مبتدا ہے (قُلّب) خبر ہے (بالناس) (قلب) کے لئے متعلق مقدم ہے۔

② (إنْ دان) شرط ہے (یوما) فعل (دان) کے لئے ظرف ہے (لشخص) (دان) سے متعلق ہے (ففي غد...) ظرف مقدم ہے (یتغلب) کے لئے، یہ جزا ہے۔

③ فاء تفریعیہ ہے (لاتثق) فعل نہی، ضمیر اس میں فاعل (بومیض) فعل نہی سے متعلق ہے (مِنْ برقه) بھی اسی سے متعلق ہے (هو) مبتدا ہے اور (خلّب) خبر ہے اور فاء اس میں جواب نہی کی وجہ سے آئی ہے۔

④ (إذا) ظرفیہ ہے (هو) مبتدا اور (أضرى) خبر ہے (الخطوب) (أضرى) کا مفعول ہے (ألب) کا عطف (أضرى) پر ہے اور یہ پورا جملہ معطوفہ (اصبر) کے لئے ظرف ہے۔

⑤ فاء تفریعیہ ہے، (ما) مشبہ بلیس ہے (علی التبر) (ثابتا) محذوف سے متعلق ہو کر (ما) مشبہ بلیس کے لئے خبر مقدم اور (عار) اسم مؤخر ہے (فی النار) جار مجرور (عار) سے متعلق ہے (حین) ظرفیہ مضاف ہے (یُقَلّب) صیغہ مجہول، ضمیر اس میں نائب فاعل یہ مضاف الیہ، مضاف با مضاف الیہ ماقبل پورے جملہ کے لئے ظرف ہے۔

***

وقع الشوائب : وَقَعَ (ف) وَقعًا وُقُوعًا، واقع ہونا۔ الشَّوَائِب : شَائِبَةٌ کی جمع ہے : آلودگی، مصیبت، آمیزش۔ شَابَ (ن) شَوْبًا : خلط کرنا، ملانا۔ دان (ن) دَوْنًا، دُوْنًا: ذلیل ہونا، حقیر ہونا۔ دَانَ لَه : مطیع وفرمانبردار ہونا۔ یہاں اسی معنی میں ہے۔ یَتَغَلَّبُ : از تفعل تَغَلَّبَ عَلَی البَلَد : زبردستی قبضہ کرنا۔ وغَلَبَ (ض) غَلْبًا، غَلَبَةً : غالب ہونا، غلبہ پانا۔

لاتَثِقْ بِوَمِيضٍ وَثِقَ بِه (ح) ثِقَةً : اعتماد کرنا۔ وَمِيض : مصدر ہے ومض البَرقُ (ض) ومِيضًا : بجلی کا چمکنا۔ خُلَّب : ابرِ بے باراں جس میں بجلی چمکے اور بارش نہ ہو۔ خَلَبَ (ن) خَلَابَة : دھوکہ دینا، ایسے بادل سے بھی چونکہ آدمی دھوکہ میں مبتلا ہوتا ہے اس لئے اسے خُلَّب کہتے ہیں۔

أَضْرَى بِكَ الخُطُوب وأَلَّبَ : أَضْرَى - إِضْرَاءً : بھڑکانا۔ أَضْرَى الكَلْبَ بالصَّيد : شکار پر کتے کو بھڑکانا۔ ضَرِيَ بِالشئ (س) ضَرَاوَةً : حریص ہونا، خوگر ہونا۔ الخُطُوب : خَطْبٌ کی جمع ہے : امرعظیم، مہم۔ أَلَّبَ، از باب تفعیل أَلَّبَ القَومَ - تَأْلِيبًا - جمع کرنا۔ أَلَبَ القَومُ (ن) أَلْبًا : جمع ہونا۔ التِّبْر : مفردہ تِبْرَةٌ : سونے کی ڈلی۔ عَـار : عیب، جمع : أَعيَار۔ نَهَضَ (ف) نَهْضًا، نُهُوضًا : اٹھنا، کھڑا ہونا، ترقی کرنا۔ نَهَضَ بالأَعبَاء : ذمہ داریاں اٹھانا۔ نَهْضَة : بیداری، ترقی، نشأۃ ثانیہ، جمع : نَهَضَات۔ مُستَصْحِبًا : اسم فاعل از باب استفعال۔ اسْتَصْحَبَه : ساتھی بنانا، کسی کو ساتھ کرنا، ساتھی بننا (لازم و متعدی)، مُستَصْحِب : ساتھی بنانے والا، ساتھ کرنے والا۔

المَقَامَة الثّالِثة الدِّينارِيَة

تیسرے مقامہ میں حریری نے اشعار میں **دینار** کی بڑے خوبصورت انداز میں تعریف بھی کی ہے اور مذمت بھی، دینار کی تعریف ومذمت ہی اس مقامہ کی ادبی خصوصیت اور مقصد ہے، قصہ کو یوں ترتیب دیا گیا ہے کہ حارث چند دوستوں کے ساتھ شعروشاعری کی مجلس میں بیٹھا ہوتا ہے، اتنے میں بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس ایک لنگڑا شخص آتا ہے اور بڑے پردرد اور فصیح اسلوب میں اپنی بدحالی اور مصائب زمانہ کا تذکرہ کرتا ہے، حارث اس کے بلیغ اسلوب سے بڑا متاثر ہوتا ہے اور ایک درہم نکال کر اسے کہتا ہے کہ تم نظم میں اس کی تعریف اگر کردو تو یہ تمہیں دیدیا جائے گا، وہ برجستہ گیارہ شعروں میں اس کی تعریف کردیتا ہے، حارث ایک دوسرا درہم نکال کر کہتا ہے کہ اس کی مذمت بیان کردو تو یہ بھی تمہیں مل جائے گا، وہ فی البدیہہ نو شعروں میں اس کی مذمت وبرائی بیان کرتا ہے اور اس طرح دونوں درہم وصول کرلیتا ہے، حارث کو اندازہ ہوجاتا ہے کہ یہ ابوزید ہے اور اس کا لنگڑاپنا مکر وفریب ہے، اس کے پاس جاکر کہتا ہے "صحیح چال چلو، میں نے تمہیں پہچان لیا کہ تم کون ہو اور کیوں لنگڑا بنے ہو" ابوزید تین شعروں میں اپنی اس حرکت کی وجہ بیان کردیتے ہیں، اس مقامہ میں کل ۲۲ اشعار ہیں۔

المقامة الثالثة وهي الدّينارية

رَوَى الحارثُ بن همّامٍ قال : نَظَمَنِي وأخدانًا لي نادٍ ، لَمْ يَخِبْ فِيهِ منادٍ ، ولا كَبَا قَدْحُ زنادٍ ، وَلاَ ذَكَتْ نارُ عِنادٍ ؛ فَبَيْنَا نَحْنُ نتجاذَبُ أطْرَافَ الأناشِيدِ ، ونتوارَدُ طُرَفَ الأسانيدِ ، إذ وقف بنا شَخْصٌ عَلَيْهِ سَمَلٌ ، وفِي مِشْيَتِهِ قَزَلٌ .

حارث بن ہمام نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اور میرے دوستوں کو ایک ایسی مجلس نے پرویا جس میں پکارنے والا (سائل) محروم نہیں رہتا اور نہ اس میں چقماق کی رگڑ بے آگ رہتی (یعنی کوئی کام اس میں بے فائدہ نہیں رہتا) اور نہ ہی عناد کی آگ اس میں بڑھکتی، اسی دوران کہ ہم ترانوں کے اطرف کو کھینچ رہے تھے اور دلچسپ مستند واقعات پر ہم پے درپے وارد ہو رہے تھے، اچانک ہمارے ساتھ ایک ایسا شخص کھڑا ہوا جس پر پرانی چادر تھی اور اس کی چال میں لنگڑا پن تھا۔

***

وجہ تسمیہ

یہ مقامہ اس لحاظ سے بڑا دلچسپ ہے کہ اس میں دینار کی بڑی شاندار تعریف کی گئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی مذمت بھی بڑے اچھے انداز سے کی ہے، جس طرح اس کی تعریف اور مذمت اس مقامہ میں کی گئی ہے شاید ہی ادب کی کسی اور کتاب میں ایسی تعریف و مذمت آپ کو ملے۔

نَظَمَنِي : نَظَمَ اللُّؤْلُؤَ (ض) نَظْمًا : پرونا، دھاگے میں جمع کرنا، جدید اصطلاح میں اس مادہ سے "المُنَظَّمَة" کا لفظ ادارے کے لئے استعمال ہوتا ہے، مُنَظَّمَةُ الإغاثَة : امدادی ادارہ۔ پارٹی اور تنظیم کو بھی "مُنَظَّمَة" کہتے ہیں، مُنَظَّمَةُ التحريرِ الفلسطينيةِ : تنظیم آزادیٔ فلسطین۔

أَخْدَانا : خِدْنٌ کی جمع ہے خِدْن کے معنی دوست اور ساتھی کے آتے ہیں۔ سورۃ النساء آیت ۲۵ میں ہے : " مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ "

نادٍ : مجلس، جمع : أَنْدِيَةٌ، أَنْدِيَاتٌ، سورۃ عنکبوت آیت ۲۹ میں ہے : " وَتَأْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ "

لَمْ يَخِبْ فِيهِ مُنَادٍ : خاب (ض) خَيْبَةً : نامراد ہونا، ناکام ہونا۔
مُنَادٍ : باب مفاعلہ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ پکارنے والا، آواز دینے والا، نادیٰ بالأمر : اعلان کرنا۔ یہاں مُنَادٍ سے سائل مراد ہے۔
كَبَا : كَبَا الزَّنْدُ (ن) كَبْوًا : چقماق سے آگ نہ نکلنا، روشن نہ ہونا۔ كَبَا لِوَجْهِهِ : ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گرنا، كَبْوَةٌ : ٹھوکر کو کہتے ہیں، مثل مشہور ہے : لِكُلِّ جَوَادٍ كَبْوَةٌ و لِكُلِّ عَالِمٍ هَفْوَةٌ، وَلِكُلِّ سَيْفٍ نَبْوَةٌ۔
قَدْحُ زِنَاد : قَدَحَ النَّارَ بِالزَّنْدِ (ف) قَدْحًا : چقماق سے آگ نکالنا، قَدْحُ زِنَادٍ : چقماق کی رگڑ۔ قَدَحَ فِيْهِ : عیب لگانا، مذمت کرنا، قَدَحٌ (بفتح الدال) پیالہ کو کہتے ہیں اسکی جمع أَقْدَاح آتی ہے۔
زِنَاد یہ زَنْد کی جمع ہے چقماق کو کہتے ہیں، یہ ایک خاص قسم کا پتھر ہوتا ہے جس سے قدیم زمانہ میں آگ نکالتے تھے۔ علامہ شریشیؒ نے لکھا ہے کہ عرب کے یہاں اس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ ایک خاص قسم کی دو لکڑیاں لے کر ایک لکڑی میں غیر منفذ سوراخ کر دیا جاتا اور دوسری لکڑی کے سرے کو باریک کر کے اس سوراخ میں ڈال لیتے پھر اس کو گھماتے تو اس سے آگ نکلتی، اوپر والی لکڑی کو زَنْد اور نیچے والی کو زَنْدَة کہتے تھے، زَنْدٌ کی جمع أَزْنَادٌ، زُنُودٌ بھی آتی ہے۔ زَنَدَ (ن) زَنْدًا : چقماق سے آگ نکالنا۔ زَنِدَ الرجلُ (س) زَنَدًا : سخت پیاسا ہونا۔
ذَكَتْ : ذَكَتِ النَّارُ (ن) ذُكُوًّا : آگ کا تیز ہونا، مشتعل ہونا۔ وذکا الرجلُ (ن) ذَكَاءً : ذہین، ذکی اور سریع الفہم ہونا۔ ذَكِيَ الرَّجُلُ (س) ذَكَاوَةً کے بھی یہی معنی آتے ہیں۔
عِنَاد : باب مفاعلہ کا مصدر ہے بمعنی حسد، کینہ۔ وعَنَدَ الرَّجُلُ (ن ض) عَنْدًا وعُنُودًا : عناد کرنا، ضد و حسد کرنا، حق بات کو رد کرنا۔ کہا جاتا ہے : عَنَدَ عَنِ الطَّرِيقِ : راستے سے ہٹ گیا، اسی سے عَنِيدٌ ہے۔ سورۃ ابراہیم آیت ۱۵ میں ہے : "وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ" عَنِيد کی جمع عُنُدٌ ہے امام راغب اصفہانیؒ کہتے ہیں : اپنی ہر چیز پر تعجب کرنے والے کو عَنِيد اور اپنی چیز پر فخر کرنے والے کو مُعَانِد کہتے ہیں۔
نَتَجَاذَبُ أَطْرَافَ الأَنَاشِيد : نَتَجَاذَبُ باب مفاعلہ سے جمع متکلم مضارع کا صیغہ ہے مل کر کسی چیز کو اس طرح کھینچنا کہ ایک آدمی ایک طرف سے اور دوسرا دوسری طرف سے کھینچے، باہم کشمکش کرنا۔ یہاں نَتَجَاذَبُ سے نزاع کرنا، بحث و مباحثہ کرنا مراد ہے۔ جَذَبَ الشَّيْءَ (ض) جَذْبًا : کھینچنا، مائل کرنا، شَخْصِيَّةٌ جَذَّابَةٌ : پرکشش شخصیت، أُسْلُوبٌ جَذَّابٌ : دل

موہ لینے والا اسلوب۔
أَطْرَاف: طَرَفٌ کی جمع ہے: کنارہ، اس کی جمع الجمع أَطَارِیفُ آتی ہے۔
أَنَاشِیْدُ: أُنْشُوْدَةٌ کی جمع ہے: ترانہ، گیت۔
نَتَوَارَدُ طُرَفَ الأَسَانِیْدِ: تَوَارُدٌ پے درپے وارد ہونا، توارد کے اصل معنی ہیں: اونٹوں کا کسی گھاٹ پر پانی پینے کے لئے جمع ہوتے وقت پانی پینے میں سبقت کی وجہ سے ہجوم و مزاحمت کرنا۔ یہاں نَتَوَارَدُ سے مراد ہے کہ ہم ایک دوسرے سے بڑھ بڑھ کر اشعار پڑھ رہے تھے۔ طُرَف طَرْفَة کی جمع ہے: دلچسپ بات، اچھوتی بات۔ طَرِیْفَةٌ بھی دلچسپ بات کو کہتے ہیں۔
أَسَانِید: إِسْنَادٌ کی جمع ہے۔ أَسْنَدَ الحدیثَ إلی فلانٍ: کسی کی طرف بات منسوب کرنا۔ یہاں طُرَفَ الأَسَانِیدِ سے وہ دلچسپ واقعات مراد ہیں جو کہنے والوں کے حوالہ اور سند سے بیان کئے گئے ہوں۔ وَقَفَ الرَّجُلُ (ض) وُقُوفًا: کھڑا ہونا، امرؤ القیس کے معرکۃ الآراء معلقہ کا مطلع ہے: ؎ قِفَا نَبْكِ مِن ذِكْرَىٰ حَبِیبٍ وَمَنْزِلِ
بِسِقْطِ اللِّوَىٰ بین الـدَّخُولِ فَحَوْمَلِ
سَمَلٌ: پرانا کپڑا، جمع: أَسْمَالٌ، سَمَلَ الثَّوبُ (ن) سُمُولاً، وسُمُولَةً وسَمُلَ (ک) سَمَالَةً: کپڑے کا بوسیدہ اور پرانا ہونا
قَزَلٌ: لنگڑاپن۔ قَزِلَ (س) قَزَلاً: لنگڑا ہونا۔ مِشْیَة: چال۔

***

فقال: یا أخایرَ الذخائرِ، وبشائرَ العشائرِ، عِموا صباحًا، وأَنْعِمُوا اصْطِباحًا، وَانظرُوا إلی مَنْ کانَ ذا ندیّ وَنَدَی، وَجِدَةٍ وَجَدًا، وَعقَارٍ وَقُرَی، وَمَقَارٍ وَقِرَی، فَمَا زالَ به قُطُوبُ الخُطوبِ، وَحُرُوبُ الکُرُوبِ، وَشَرَرُ شرِّ الحَسُودِ، وانتیاب النُّوَبِ السُّودِ،

اور کہنے لگا: اے بہترین ذخیرو! اور قبیلوں کو خوشخبری دینے والو! صبح کو تم خوشگوار رہو اور صبح کی شراب نوشی سے خوشحال رہو، ذرا دیکھو اس شخص کی طرف جو مجلس و سخاوت والا تھا، مال و دولت اور بخشش والا تھا، زمین اور بستیوں والا تھا، پیالوں، حوضوں اور مہمان نوازی والا تھا، حوادثات کی ترش روئی، غموں کی لڑائیاں، حاسد کے شر کی چنگاریاں اور سیاہ مصیبتوں کا باری باری آنا مسلسل اس کے ساتھ رہا۔

أَخَائِرِ الذَّخَائِرِ : أَخَائِر أَخْيَرُ کی جمع ہے أَخْيَرَ اسم تفضیل کا صیغہ ہے، أَخْيَرُ اور أَشَرُّ کی بجائے خَيْرٌ اور شَرٌّ استعمال کرتے ہیں، استعمال کے وقت عام طور پر أَخْيَر اور أَشَرّ کا ہمزہ گرادیتے ہیں البتہ جمع اصل کے مطابق لاتے ہیں لأنه يَرُدُّ الشَّئَ إِلٰى أَصْلِه۔ ذَخَائِر : ذَخِيْرَةٌ کی جمع ہے۔ ذَخَرَ (ف) ذَخْرًا و ذُخْرًا : کسی نفیس چیز کو جمع کرنا، ذخیرہ کرنا۔

بَشَائِرُ الْعَشَائِرِ : بَشَائِر : بِشَارَةٌ (بکسر الباء وضمہا) کی جمع ہے : خوشخبری، خوش کر دینے والی بات۔ العَشَائِر : قبائل، جماعتیں۔

عِمُوْا صَبَاحًا : تمہاری صبح خوشگوار ہو، یہ جملہ دعا کے طور پر کہتے ہیں۔ عِمُوْا باب ضرب سے صیغۂ امر ہے۔ نَعِمَ يَنْعَمُ کے معنی میں ہے، وَعَمَ (ض) وَعْمًا : خوشگوار ہونا۔

اَنْعِمُوْا اصْطِبَاحًا : تمہاری صبح کی شراب اچھی ہو۔ ترکیب میں اصْطِبَاحًا، اَنْعِمُوْا کے ابہام نسبت سے تمییز ہے۔ اصْطَبَاحَ الرجلُ : صبح کے وقت شراب پینا، صبح کے وقت پی جانے والی شراب کو صَبُوْحٌ اور شام کے وقت کی شراب کو غَبُوق کہتے ہیں۔

نَدِيّ : مجلس۔ نَدَا الْقَوْمُ (ن) نَدْوًا : جمع ہونا، نَادِيَةٌ اور نَدِيٌّ مجلس کو کہتے ہیں۔

نَدٰى : سخاوت، مصدر ہے۔ نَدِيَ الرجلُ (س) نَدًى و نَدَاوَةً و نُدُوَّةً : سخاوت کرنا، اصل میں اس کے معنی ہیں تر ہونا، نَدِيَتِ الْأَرْضُ : زمین تر ہوگئی، نَدِيَ الرَّجُلُ : آدمی نے سخاوت کی، اس لئے کہ سخاوت میں بھی انسان دوسرے کی خشکی کو اپنے مال کی تری سے تر کرتا ہے۔

ذَا جِدَةٍ : جِدَة بروزن عِدَة : مال و دولت۔ وَجَدَ (ض) جِدَةً : مال والا ہونا، وجد (ض) وَجْدًا : غمگین ہونا، وَجَدَ عَلَيه (ض) مَوْجِدَةً : غصہ ہونا، وَجَدَ (ض) وَجْدًا و وُجْدَانًا : پانا ، ذَاجِدَةٍ : مال والا۔ جَدًا : عطیہ، بخشش۔ جَدَا عليه (ن) جَدْوًا : بخشش دینا، عطا کرنا۔ عَقَار : غیر منقولہ جائیداد، جاگیر، زمین گھر وغیرہ، ج عقارات۔

قُرٰى : قَرْيَة کی جمع ہے بستی۔ قَرَا (ن) قَرْوًا : قصد کرنا، ارادہ کرنا، قَرْيَة کو بھی قریة اس لئے کہتے ہیں کہ لوگ اس کا قصد کرتے ہیں۔

مَقَارٍ : مِقْرَاة کی جمع ہے : بڑا پیالہ، حوض۔ قَرٰى (ض) قَرْيًا : جمع کرنا، قَرَى الماءَ فى الْحَوْض : پانی کو حوض میں جمع کرنا۔ پیالہ اور حوض کو " مِقْرَاة " اسی مناسبت سے کہتے ہیں کہ اس میں پانی وغیرہ جمع کیا جاتا ہے۔ یہاں مَقَارٍ سے بڑے بڑے پیالے مراد ہیں۔

قِرىٰ : وہ چیز جو مہمان کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ قَرَى الضَّيْفَ (ض) قِرًى : مہمان نوازی کرنا۔

قُطُوبُ الخُطُوْب : قُطُوب : مصدر ہے، قَطَبَ الرَّجُلُ (ن) قُطُوبًا : ترش رو ہونا، چیں بجبیں ہونا۔ الخُطُوْب : خَطْبٌ کی جمع ہے : حالت، معاملہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا : عموماً بڑے اور ناپسندیدہ معاملہ کے لئے مستعمل ہے، مہم۔ سورۃ ذاریات آیت ۳۱ میں ہے " قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ " یہاں الخُطُوْب سے مصائب مراد ہیں۔

حُرُوْبُ الكُرُوْب : حُرُوْب حَرْبٌ کی جمع ہے : جنگ، محرابِ مسجد کو اسی لئے محراب کہتے ہیں کہ وہاں شیطان سے جنگ و محاربہ ہوتا ہے۔ الکُرُوْب : غم، مفرد : کَرْب، سورۃ انبیاء آیت ۷۶ میں ہے : " فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ "

شَرَرُ الحَسُوْد : شَرَر : شَرَرَةٌ کی جمع ہے : چنگاری۔ شَرَّ الرجلُ (ض ن) شَرًّا، شَرَارَةً : شریر ہونا، برائی کرنا۔ حَسُود : اس شخص کو کہتے ہیں جو طبعاً حاسد ہو، جمع : حُسُدٌ حَسَدَ الرَّجُلُ (ن ض) حَسَدًا وحَسَادَةً : حَسَدْتُ فُلَانًا نِعْمَتَهٗ وَعَلٰى نِعْمَتِهٖ : زوالِ نعمت کی تمنا کرنا یا دوسرے سے نعمت کے زوال اور اپنے لئے حصول کی تمنا کرنا۔ قرآن کریم میں یہ مادہ ۴ جگہ استعمال ہوا ہے، سورۃ الفلق آیت ۵، سورہ فتح آیت ۱۵، سورۃ النساء آیت ۵۴، اور سورۃ بقرۃ آیت ۱۰۹ میں۔

اِنْتِيَابُ النُّوَبِ السُّوْد : اِنْتِيَاب : باب افتعال کا مصدر ہے، اِنْتَابَ الرَّجُلُ : نوبت بنوبت آنا، مرّۃ بعد مرّۃ آنا، باری باری آنا۔ النُّوَب : نَوْبَة کی جمع ہے : باری، بیماری کا حملہ، دورہ، مصیبت۔ نَوْبَةٌ عَصَبِيَّةٌ : اعصابی دورہ، نَوْبَةٌ قَلْبِيَّةٌ : دل کا دورہ۔ یہاں النُّوَب سے مصیبتیں مراد ہیں۔

السُّوْد : سَوْدَاء کی جمع ہے : سیاہ، کالا، ضِدّ البیاض۔ سَوِدَ يَسْوَدُ (س) سَوَادًا : کالا ہونا، سیاہ ہونا۔

***

حتّٰی صَفِرَتِ الرَّاحَةُ ، وَقَرِعت السَّاحَةُ ، وغارَ المنبعُ ، وَنَبا الْمَرْبعُ ، وَأَقْوَی الْمَجْمَعُ ، وَأَقَضَّ الْمَضْجَعُ ، وَاسْتَحَالَتِ الْحَالُ ، وَأَعْوَلَ الْعِيالُ ، وَخَلَتِ الْمَرَابِطُ ، وَرَحِمَ الْغَابِطُ ، وَأَودَى النَاطِقُ وَالصَّامِتُ ، وَرَثٰی لَنَا الْحَاسِدُ وَالشَّامِتُ .

حتی کہ ہتھیلی خالی ہوگئی، صحن فارغ ہوگیا، چشمہ خشک ہوگیا، گھر ناموافق ہوگیا، محفل اجڑ گئی، خوابگاہ سخت ہوگئی، حالت بدل گئی، اھل و عیال آہ و بکاہ کرنے لگے، اصطبل خالی ہوگئے، (پہلے) رشک کرنے والا (اب) رحم کرنے لگا، بولنے والا اور خاموش رہنے والا (دونوں طرح کا مال) ہلاک ہوگیا، حسد کرنیوالا اور مصیبت پر خوش ہونیوالا (بھی) رحم کھانے لگا۔

***

صَفِرَتِ الرَّاحَة : صَفِرَتِ الدَّارُ (س) صُفُورًا وصَفرًا : خالی ہونا، الرَّاحة: ہتھیلی جمع : رَاح، رَاحَات .

قَرِعَتِ السَّاحَة : قَرِعَ الشَّئُ (س) قَرَعًا : خالی ہونا ، قَرَعَ البَابَ (ف) قَرْعًا ، مارنا ، کھٹکھٹانا ، السَّاحَة : میدان ، گھر کا صحن جمع : سَاحٌ ، سُوحٌ ، سَاحَاتٌ

غَارَ الْمَنْبَع : غَارَ المَاءُ (ن) غَوْرًا : پانی کا خشک ہوجانا ۔ المَنْبَع : چشمہ، جمع : مَنَابِع ، نَبَعَ المَاءُ (ف) نَبْعًا ، نُبُوْعًا ، نَبَعَانًا : چشمہ سے پانی نکلنا ۔

نَبَا الْمَرْبَع : نَبَتِ الدَّارُ والمَرْبَعُ بِفلان (ن) نَبْوًا : گھر کا ناموافق ہونا۔ مَرْبَع : وہ مکان جہاں عرب موسم ربیع یعنی بہار گزارتے تھے ، مطلقاً گھر کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں۔

أَقْوٰى : إِقْوَاءً : خالی ہونا ، وقَوِيَ المَكَانُ (س) قَيًّا ، قَوَايَةً : خالی ہونا ، وَقَوِيَ الرَّجُلُ (س) قُوَّةً : قوی اور طاقتور ہونا۔

أَقَضَّ الْمَضْجَع : خوابگاہ کا سخت ہونا ، چھوٹی چھوٹی کنکریوں والا ہونا۔ قَضَّ المَكَانُ (س) قَضَضًا : مکان میں چھوٹی چھوٹی کنکریوں کا گرنا ، القَضُّ اور القَضَض چھوٹی کنکریوں اور ان کے ریزوں کو کہتے ہیں۔ المَضْجَع : سونے کی جگہ ، خوابگاہ ، جمع : مَضَاجِع بستر کو بھی مضجع کہتے ہیں اس لئے کہ اس پر سویا جاتا ہے ، ضَجَعَ الرَّجُلُ (ف) ضَجْعًا ، ضُجُوعًا : پہلو کو زمین پر رکھنا۔

استحالت الحال : ایک حالت یا صفت سے دوسری حالت یا صفت میں منتقل ہونا ، بدل جانا ،

حَالَ الشَّئُ (ن) حَوْلًا ، بدل جانا ، کسی شئ پر سال گذرنا ۔

أَعْوَلَ الْعِيَال : أَعْوَلَ ۔ إِعْوَالاً : شور کرنا، آہ و بکا کرنا، وَعَالَ عِيَالَه (ن) عِيالۃً : کفالت کرنا، عَالَ فِي حُكْمِه (ن) عَوْلاً : ظلم کرنا، وَعَالَه الشَّيْءُ : چیز کا غالب آنا، وَعَالَ الأَمْرُ : سخت ہونا۔ لازم اور متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔ مِعْوَل : کدال کو کہتے ہیں اس کی جمع مَعَاوِل آتی ہے۔ العِيَال : اہل خانہ، جن کی معیشت کا آدمی انتظام کرتا ہے۔ مفرد : عَيِّل۔

الـمَرَابِط : مَرْبَطٌ کی جمع ہے، مِرْبَط ظرف مکان ہے اصطبل کو کہتے ہیں۔ جہاں جانور وغیرہ باندھے جاتے ہیں۔ رَبَط به (ن ض) رَبْطاً : باندھنا۔

رَحِمَ الْغَابِطُ : رَحِمَ (س) رَحْمًا : رحم کرنا، الغَابِط : غبطہ کرنے والا، رشک کرنے والا غَبَطَهُ بِالنِّعْمَةِ (ض) غَبْطاً، غِبْطَةً : رشک کرنا۔ ایک ہوتا ہے حسد اور ایک ہوتا ہے غبطہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ حسد میں دوسرے سے زوالِ نعمت کا جذبہ دل میں ہوتا ہے، جبکہ غبطہ میں دوسرے سے زوالِ نعمت کی خواہش دل میں نہیں ہوتی، بلکہ دوسرے کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر یہ تمنا ہوتی ہے کہ مجھے بھی اس طرح کی نعمت حاصل ہو۔ حسد ناجائز اور غبطہ جائز ہے۔

أُودِيَ النَّاطِقُ وَالصَّامِتُ : أُودِيَ : باب افعال سے ہے : ہلاک کرنا، وَدَى (ض) دِيَةً : دیت ادا کرنا۔

لکھا ہے کہ جس ترتیب سے بھی یہ مادہ پایا جائیگا ہلاکت کے معنی اس میں ملحوظ ہوں گے۔ دِيَةٌ کو بھی دِيَة اس لئے کہتے ہیں کہ انسان دیت دے کر ہلاکت سے بچ جاتا ہے اسی طرح دَوَاء کو بھی دواء اس لئے کہتے ہیں کہ انسان دوا کھا کر ہلاکت سے بچ جاتا ہے۔ النَّاطِق : بولنے والا، نَطَقَ (ض) نُطْقًا : بولنا۔ ناطق سے وہ مال مراد ہیں جو بولتے ہیں، گھوڑا، گائے، بھینس اور اونٹ وغیرہ۔ الصَّامِت : خاموش رہنے والا۔ صمت (ن) صُمُوتًا، صَمْتًا : خاموش رہنا۔ صَامِت سے درہم و دنانیر وغیرہ مراد ہیں جو بول نہیں سکتے۔

رَثَى لَنَا : باب نصر سے، اس کا مصدر "رَثْوًا" استعمال ہوتا ہے اور باب ضرب سے اس کے کئی مصادر آتے ہیں، رَثْيًا، رِثَاءً، رِثَايَةً، مَرْثَاةً، مَرْثِيَةً۔ رَثَى المَيتَ : مردہ کے محاسن بیان کر کے رونا۔ رَثَى کے صلہ میں جب لام آئے تو اس کے معنی رحم کرنے کے آتے ہیں، رَثَى له : رحم کرنا، يُرْثَى لَهُ : قابلِ رحم۔

مرثیہ اس قصیدہ اور اشعار کو کہتے ہیں جن میں مرنے والے کے محاسن بیان کئے گئے ہوں۔

عربی زبان کا بے مثال مرثیہ گو شاعر

عربی زبان کے بے مثال مرثیہ گو شاعر متمم بن نویرہ ہیں، عربی ادب کی تاریخ نے آج تک ان جیسا مرثیہ خوان پیدا نہیں کیا، ان کی ساری شاعری اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے گرد گھومتی ہے مالک بڑے بہادر انسان تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لاتے تھے، جب تک مالک زندہ رہے، متمم کو کوئی فکر نہ تھی، نہ معاش کی، نہ گھر کی، لیکن مالک حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں غلطی سے مارے گئے، مالک کے چلے جانے کے بعد متمم نے پوری زندگی بھائی کے غم میں مرثیے کہنے کے لئے وقف کر دی اور حقیقت یہ ہے کہ مالک کے غم نے متمم سے وہ دردناک مرثیے کہلوائے جنہیں پڑھ کر آج بھی دل غمگین اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں، ذرا پڑھئے اور دیکھئے کہ کس قیامت کے عالم میں انھوں نے یہ اشعار کہے ہیں

① لَقَدْ لَامَنِي عِنْدَ الْقُبُوْرِ عَلَى الْبُكَاءِ رَفِيْقِي لِتَذْرَافِ الدُّمُوْعِ السَّوَافِكِ
② فَقَالَ : أَتَبْكِي كُلَّ قَبْرٍ رَأَيْتَهُ لِقَبْرٍ ثَوَى بَيْنَ اللِّوَى فَالدَّكَادِكِ
③ فَقُلْتُ لَهُ : إِنَّ الشَّجَا يَبْعَثُ الشَّجَا فَدَعْنِي فَهٰذَا كُلُّهُ قَبْرُ مَالِكِ

① قبروں کے پاس میرے اشکہائے غم کا سیلاب رواں دیکھ کر میرے رفیق نے مجھے ملامت کرتے ہوئے کہا،
② آپ مقام ثوی، لوی، دکادک کی ہر قبر کو دیکھ کر کیوں روتے ہیں ؟
③ میں نے کہا ایک غم کا منظر دوسرے غم کی یاد تازہ کرتا ہے، لہذا مجھے رونے دیں، میرے لئے تو یہ تمام قبریں مالک کی ہیں۔

حضرت عمرؓ اپنے لطیف ادبی ذوق کی بنا پر متمم کو بلاتے اور ان سے ان کے اشعار سنتے، ایک روز حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا "متمم! تم اپنے بھائی کی یاد میں مرثیے پڑھ کر دنیا بھر کو رلاتے ہو، آخر تمہارے بھائی میں کیا بات تھی ؟" صاحب نزہۃ الابصار نے متمم کا جو جواب نقل کیا وہ کچھ اس طرح ہے :

"كَانَ وَاللهِ أَخِي فِي اللَّيْلَةِ ذَاتِ الْأَزِيْزِ، وَالْقِرِّ يَرْكَبُ الْجَمَلَ الثِّقَالَ، وَيَجْنُبُ الْفَرَسَ الْجَرُوْرَ، وَيَحْمِلُ الرُّمْحَ الطَّوِيْلَ وَعَلَيْهِ الشَّمْلَةُ الْفَلُوْتُ وَهُوَ بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ، فَيُصْبِحُ وَهُوَ مُتَبَسِّمٌ"

"خدا کی قسم! میرا بھائی جاڑے کی ٹھٹھری ہوئی رات میں سرکش اونٹوں پر سوار ہوتا، منہ زور گھوڑے دوڑاتا، لمبے نیزے اٹھاتا، اس پر

صرف ایک تنگ چادر ہوتی، وہ دو مشکیزوں کے درمیان ہوتا اس
حال میں صبح ہوتی تو وہ مسکرا رہا ہوتا "

اردو زبان کے سب سے اچھے مرثیہ گو انیس ہیں ان کے اکثر مرثیے کربلا کے ارد گرد گھومتے ہیں، روانی، سلاست میں ان کے اشعار بے نظیر ہیں، ان کی ایک نظم کا بند دیکھئے :

ہے زیر زمیں صاحب علم وتخت وتاج — جو صاحب نوبت تھے نشان ان کے نہیں آج
وہ شاہ کہ لیتے رہے شاہوں سے سدا باج — بعد فنا آپ ہوئے وہ کفن کے بھی محتاج

درویش وغنی سب رہے اس کے شاکی
بتلاؤ کہ دنیا نے کسی سے بھی وفا کی

الشَّامِت : شَمِتَ (س) شَمَاتًا و شَمَاتَةً : کسی کی مصیبت پر خوش ہونا۔ حدیث شریف میں ہے : " اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ "

***

وآل بنا الدهرُ الْموقِعُ، وَالْفقرُ الْمدْقِعُ، إلى أنِ احْتَذَيْنَا الْوَجَى، وَاغتَذَيْنَا الشَّجَا، وَاستَبْطَنَّا الجَوى، وَطَوَيْنَا الْأَحْشَاءَ عَلَى الطَّوَى، وَاكْتحَلْنَا السُّهادَ، وَاستَوْطَنَّا الوِهَادَ، وَاستوطأْنَا الْقَتَادَ، وَتَنَاسَيْنَا الأَقْتَادَ، وَاستَطَبْنَا الْحَيْنَ الْمجتاحَ، وَاستَبْطأْنَا الْيومَ الْمُتَاحَ، فَهَلْ مِنْ حُرٍّ آسٍ، أَوْ سَمْحٍ مواسٍ! فوالذى اسْتَخْرَجَنِى مِنْ قَيْلَةَ، لَقَدْ أَمْسَيْتُ أَخَا عَيْلَةٍ، لا أَمْلِكُ بِيتَ لَيْلَةٍ.

ہلاک کرنے والا زمانہ اور خاک میں ملانے والا فقر ہم پر لوٹ آیا۔ یہاں تک کہ ہم نے برہنہ پائی کو جوتہ اور حلق میں اٹکنے والی ہڈی کو غذا بنایا، سوزش غم سے پیٹ بھرا، آنتوں کو بھوک پر لپیٹا، بیداری کا سرمہ لگایا، گڑھوں کو وطن بنایا، خاردار درخت کو نرم سمجھا، کجاؤں کو ہم بھول گئے اور ہلاک کرنے والی ہلاکت (اور موت) کو ہم نے اچھا سمجھا اور (موت کے لئے) مقرر شدہ دن کو سست پایا، پس کیا علاج کرنے والا کوئی شریف آدمی یا ہمدردی کرنے والا کوئی سخی آدمی ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے قیلہ سے پیدا کیا ہے یقیناً میں فقیر ہو گیا ہوں، نان شبینہ کا بھی مالک نہیں ہوں۔

آلَ بِنَا الدَّهْرُ الْمُوْقِعُ : آلَ: نصر سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے: آلَ الشَّئُ (ن) أَوْلاً: لوٹنا۔ الموقع : واقع کرنے والا، ہلاک کرنے والا، أَوْقَعَ الدَّهْرُ بِه : ہلاک کیا، اَلدَّهْرُ الْمُوْقِعُ: ہلاک کرنے والا زمانہ۔

اَلْفَقْرُ الْمُدْقِعُ : فَقْر اور فُقْر (فا کے فتحہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ) : غربت، احتیاج۔ المُدْقِع : باب افعال سے صیغہ اسم فاعل ہے : مٹی میں ملانے والا، ذلیل کرنے والا۔ و دَقِعَ (س) دَقَعًا و دَقْعَةً : مٹی میں ملنا، الدَّقْعَاء : مٹی کو کہتے ہیں۔

احْتَذَيْنَا الْوَجٰى : اِحْتَذَيْنَا باب افتعال سے ہے، حِذَاءٌ سے ماخوذ ہے: جوتا پہننا احتذٰى مِثَالَه : اقتدا کرنا، وحَذَا (ن) حَذْوًا : پیروی کرنا، نقل کرنا۔ حَذَا النَّعْلَ بِالنَّعْلِ: ایک جوتے کو دوسرے جوتے کے نمونے پر بنانا۔ الوجٰی : وَجِیَ (س) وَجًى : زیادہ چلنے کی وجہ سے پاؤں کا گھس جانا، رقیق ہوجانا۔ یہاں الوجٰی سے برہنہ پائی یعنی پاؤں کا ننگا ہونا مراد ہے۔ شریشیؒ نے اس کا ترجمہ کیا ہے : "تَوَجُّعُ بَاطِنِ الْقَدَمَيْنِ مِنَ الْحُفَا" برہنہ پائی کی وجہ سے پاؤں کے تلووں میں تکلیف۔

اِغْتَذَيْنَا الشَّجٰى : اِغْتَذَيْنَا : باب افتعال سے ہے۔ اِغْتَذَا الشَّئَ۔ اِغْتِذَاءً: غذا بنانا۔ الشَّجٰی : حلق میں اٹک جانے والی ہڈی۔ شَجِیَ (س) شَجًى : غمگین ہونا، شجا (ن) شَجْوًا : غمگین کرنا۔

احْتَذَيْنَا الْوَجٰى وَاغْتَذَيْنَا الشَّجٰى : ہم نے پاؤں کے ننگا ہونے کو جوتا بنایا اور ہم نے حلق میں اٹکنے والی ہڈی کو غذا بنایا حالانکہ ننگے پاؤں کو جوتا اور حلق میں اٹکنے والی ہڈی کو غذا نہیں بنایا جاسکتا اس لئے وجٰی اور شجٰی یہ دونوں برے حال سے کنایہ ہیں یعنی جو چیز جوتا بنانے کے قابل نہیں ہم نے اس کو مجبورا جوتا بنایا اور جو چیز غذا بنانے کے قابل نہیں ہم نے اسے بھی فقر و فاقہ کی وجہ سے غذا بنا دیا۔

اِسْتَبْطَنَّا الْجَوٰى : اسْتَبْطَنَّا : باب استفعال سے جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ اِسْتَبْطَنَّا أَیْ جَعَلْنَا فِیْ بُطُوْنِنَا : ہم نے اس کو اپنے پیٹ میں کر دیا۔ بَطَنَ الشَّئُ (ن) بُطُوْنًا : مخفی ہونا۔ الجوٰی : سوزش جو عشق یا غم کی وجہ سے ہو۔ جَوِیَ (س) جَوًى : سوزش غم میں مبتلا ہونا، سوزش عشق میں مبتلا ہونا۔

طَوَيْنَا الْأَحْشَاءَ عَلَى الطَّوٰى : طَوٰی (ض) طَیًّا : لپیٹنا سورۃ انبیاء آیت ۱۰۴ میں ہے : "يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ"۔ الأَحْشَاء : آنتیں، مفرد: الحشا الطَّوٰی : بھوک۔ طَوِیَ (س) طَوًى : بھوکا ہونا۔

اِكْتَحَلْنَا السُّهَادَ : اِكْتَحَلَ وكَحَلَ (ف ن) كَحْلًا : سُرمہ لگانا۔ السُّهاد : بیداری۔ سَهِدَ (س) سَهَدًا : بیدار ہونا۔

اسْتَوْطَنَّا الْوِهَادَ : اسْتَوْطَنَّا : استفعال سے جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ استوطن الرجلُ البَلَدَ : وطن بنایا، ٹھکانا بنایا۔ الوِهَاد : وَهْدَةٌ کی جمع ہے۔ وَهْدَة گڑھے اور نشیبی زمین کو کہتے ہیں۔

اِسْتَوْطَأْنَا الْقَتَادَ : استوطأنا : استفعال سے جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ اسْتَوْطَأَ الشئَ : سہل پانا، روندا ہوا پانا و وَطُأَتِ الأرضُ (ک) وَطَاءَةً و وَطُوءَةً : زمین کا ہموار ہونا۔ القَتَاد : قَتَادَةٌ کی جمع ہے : خاردار درخت، کہا جاتا ہے : «مِنْ دُوْنِهِ خَرْطُ القَتَاد» یعنی یہ کام بڑی مشقت سے ہی ہوسکتا ہے، اس کے مقابلہ میں درخت قتاد کے کانٹے چھیلنا زیادہ آسان ہے۔

وَتَنَاسَيْنَا الْأَقْتَاد : تَنَاسَيْنَا : تفاعل سے جمع متکلم کا صیغہ ہے : بھلانے کی کوشش کرنا، بھولنے کا بہانہ۔ اَلْأَقْتَاد : یہ قَتَدٌ کی جمع ہے قَتَد کجاوے اور سواری کی اس لکڑی کو کہتے ہیں جس پر انسان بیٹھتا ہے۔ قَتَدٌ کی جمع اَقْتَاد اور قُتُوْد بھی آتی ہے۔

اِسْتَطَبْنَا الْحَيْنَ الْمُجْتَاحَ : اِسْتَطَاب : اچھا پانا، طیب سمجھنا۔ طَابَ الشَّئُ (ض) طِيْبًا : خوشگوار ہونا، خوش ہونا۔ الحَيْن : ہلاکت، ضرب سے ہے۔ حَانَ (ض) حِيْنًا : وقت کا آنا۔ قَدْحَانَ مَوْعِدُ الأذَان : اذان کا وقت قریب ہوگیا، قدحان مَوْعِدُ الأَنْبَاء : خبروں کا وقت ہوا چاہتا ہے۔ وحان (ض) حَيْنًا : ہلاک ہونا۔ اَلْمُجْتَاح : أَي المُهْلِك : ہلاک کرنے والا، یہ باب افتعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، اِجْتَاح وجَاح (ن) جَوْحًا : ہلاک کرنا۔ الحَيْن المُجْتَاح : صفحۂ ہستی سے مٹانے والی موت۔

اِسْتَبْطَأْنَا : اسْتَبْطَأَ الشَّئَ : کسی چیز کو بہت ہی آہستہ سمجھنا یا پانا۔ یہ بَطِيْءٌ ضِدُّ السَّرِيْع سے ماخوذ ہے۔ بَطُؤَ الشَّئُ (ک) بُطْئًا و بِطَاءً و بُطُوْءًا : آہستہ ہونا۔

المُتَاح : باب اِفعال سے صیغۂ اسم مفعول ہے بمعنی مقدر، حاصل شدہ، ممکن الحصول۔

أَتَاحَ لَهُ : مقرر کرنا أَتَاحَ لَهُ الفُرْصَةَ : موقع دینا۔ اَلْيَوْمُ المُتَاحُ : وہ دن جس میں موت مقرر کی گئی ہو، المَوْتُ المُتَاح : مرگِ مقررہ۔ و تاح (ن) تَوْحًا، و تَاحَ (ض) تَيْحًا : تیار ہونا مقدر ہونا۔

حُرٌّ آس : حُرٌّ : آزاد، جمع : أَحْرَار۔ حَرِرَ (س) حَرَارًا : آزاد ہونا، حَرَّ (س) حُرِّيَّةً : شریف الاصل ہونا۔ آس : طبیب، ڈاکٹر، جمع : أُسَاة۔

سَمْحٍ مُوَاسٍ : سَمْح : سخی، جمع : سِمَاح۔ مُوَاس : باب مفاعلہ سے صیغۂ اسم فاعل ہے : ہمدردی کرنے والا۔ آسَاهُ۔ مُوَاسَاةً : اظہارِ ہمدردی۔

اسْتَخْرَجَنِی قَیْلَةَ : اسْتَخْرَجَنِی : بابِ استفعال سے ہے اسْتَخْرَجَ الشَّئَ : پیدا کرنا نکالنا، قَیْلَةَ : یہ ارقم غسانی کی بیٹی کا نام ہے جہاں اوس اور خزرج کا نسب جاکر ملتا ہے، اوس وخزرج انصارِ مدینہ کے مشہور دو قبیلے ہیں، اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ تھے اور خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ تھے۔ فَوَالَّذِی اسْتَخْرَجَنِی مِنْ قَیْلَةَ سے اپنے خالص عربی النسل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

أَخَا عَیْلَةَ : أَخَا : صاحب کے معنی میں ہے۔ أخُوالعِلم : صاحبِ علم، علم والا۔ عَیْلَةَ : فقروفاقہ، عالَ (ض)، عَیْلًا وعَیْلَةً : غریب ہونا، فقیر ہونا، أَمْسَیْتُ أَخَا عَیْلَةَ : میں فقروفاقہ والا ہوگیا۔ سورۂ توبہ آیت ۲۸ میں ہے "وَإِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللهُ"

بِیْتِ لَیْلَةٍ : بِیْت : اتنا کھانا جس سے آدمی رات گزار سکے۔ نانِ شبینہ۔

***

قال الحارث بن همّام : فَأَوَیتُ لِمَفَاقِرِهِ، وَلَوَیتُ إلى استنباطِ فِقَرِهِ، فَأَبْرَزْتُ دیناراً، وَقُلْتُ له اختباراً : إن مَدَحْتَهُ نظماً، فَهُوَ لَكَ حَتْماً، فانبرى یُنْشِدُ فی الحالِ، مِنْ غَیْرِ انتِحَالٍ.

حارث بن ہمام نے کہا، اس کے فقر کی وجہ سے مجھے رحم آیا اور اس کے فقروں (جملوں) کے استنباط کی طرف میں مائل ہوا، چنانچہ میں نے ایک دینار نکالا اور امتحان کے طور پر اس سے کہا "اگر آپ نظم میں اس کی مدح کردیں گے تو یقیناً یہ آپ کا ہوجائے گا" تو وہ فی الفور آگے آکر کسی دوسرے کے کلام کو اپنی طرف منسوب کئے بغیر یہ شعر پڑھنے لگا:

***

أَوَیْتُ لِمَفَاقِرِهِ : أَوَى إِلَیْهِ (ض)، أُوِیًّا وإِوَاءً : ٹھکانا پکڑنا، پناہ لینا، سورۂ ھود آیت ۴۳ میں ہے "قَالَ سَآوِیْ إِلَى جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَاءِ" وأَوَى لَهُ (ض) إِیَةً و مَأْوِیَةً : رحم کرنا، شفقت کرنا۔ یہاں اس کے یہی معنی مراد ہیں، صلہ میں لام ہے۔ مَفَاقِر : خلافِ قیاس فَقْر کی جمع ہے، جیسے حُسْنٌ کی جمع مَحَاسِن ہے۔

لَوَيتُ إلى اِستِنبَاطِ فِقَرِه : لَوَیٰ إلیه (ض) (ض) لَیًّا ولَیَانًا : مڑنا، مائل ہونا۔ سورۃ آل عمران آیت ۵۳ میں ہے : " إذ تُصْعِدُوْنَ وَلَاتَلْوُوْنَ عَلَیٰ اَحَدٍ " لَوَی الحَبلَ : رسی بٹنا۔ لَوَیٰ سِرَّہ : راز چھپانا۔ لازم اور متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔ اِستِنبَاط : نکالنا۔ ونَبَطَ (ن ض) نَبطًا، نُبُوْطًا : کنویں سے پانی نکلنا، پانی کا نکلنا۔ لازم اور متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔ فِقَر : جملے، فقرے، مفرد : فِقرَةٌ۔

حَتمًا : یقینی طور پر، لازمی طور پر۔ حَتَمَ الشَّئَ (ض) حَتمًا : مضبوط کرنا۔ حَتَمَ عَلَیه : لازم اور واجب کرنا۔

اِنبَرَیٰ : باب انفعال سے ہے : سامنے آنا، آگے آنا، مقابلے پر آنا۔ وبَرَیٰ القَلَمَ (ض) بَرْیًا : قلم تراشنا، چھیلنا، اَلْمِبْرَاۃُ : قلم تراش۔ اَلْمُبَارَاۃ : مقابلہ، ٹورنامنٹ، اَلْمُبَارَاۃُ النِهَائِیَّةُ : فائنل میچ۔

اِنتِحَال : باب افتعال سے ہے اِنتَحَلَ : کسی دوسرے کے کلام کو اپنی طرف منسوب کرلینا مجرد میں باب فتح سے اس کا مصدر نُحلاً (بضم النون اور نَحلاً بفتح نون) آتا ہے معنی میں فرق ہے، نَحَلَ الرجلُ (ف) نُحلاً : کسی کو کوئی چیز دینا، ونَحَلَ الرجلَ القَولَ (ف) نَحلاً، دوسرے کے قول کو اپنی طرف منسوب کرنا۔

***

① أَكرِمْ بِهِ أَصفَرَ رَاقَتْ صُفرَتُه　　جَوَّابَ آفاقٍ تَرَامَتْ سَفرَتُه

② مَأثورَةً سُمعَتُهُ وَشُهرَتُهُ　　قَدْ أُودِعَتْ سِرَّ الْغِنَی أَسِرَّتُه

③ وَقَارَنَتْ نُجحَ المَساعِي خَطرَتُهُ　　وَحُبِّبَتْ إلَی الأَنَامِ غُرَّتُهُ

④ كَأَنَّمَا مِنَ الْقُلُوبِ نُقرَتُهُ　　بِهِ يَصُولُ مَنْ حَوَتْهُ صُرَّتُهُ

① یہ دینار کس قدر اکرام والا (اور عمدہ) ہے، اس حال میں کہ زرد ہے جس کی زردی بھلی لگتی ہے اطراف عالم کا چکر لگانے والا ہے، جس کا سفر لمبا اور مسلسل ہے۔

② اس کا آوازہ اور شہرت منقول (اور معروف) ہے　　اس کی لکیریں ودیعت رکھی گئی ہیں مالداری کے راز میں۔

③ اور کوششوں کی کامیابی اس کی حرکت کے ساتھ ملی ہوئی ہے، لوگوں کو اسکی پیشانی کی چمک محبوب ہے۔

④ گویا کہ اس کی ڈلی دلوں سے ہے (یعنی اس کی ڈلی دل کے ٹکڑے کی طرح لوگوں کو عزیز ہے)، اسی کے ذریعے وہ شخص حملہ کرتا ہے جس کی تھیلی نے اس کو جمع کیا

① (أکرِمْ به) فعل تعجب ہے (به) میں باء زائدہ ہے اور ضمیر اس کا فاعل ذوالحال ہے جو لفظاً مجرور اور محلاً مرفوع ہے (أصفَرَ) حال ہے اور موصوف ہے (راقَتْ سفرته) جملہ فعلیہ صفت ہے (جوّاب آفاق) حال ثانی ہے اور موصوف ہے (ترامت سُفرته) جملہ فعلیہ صفت ہے۔

② (مأثورة) خبر مقدم (سمعته) اور (شهرته) معطوف، معطوف علیہ بن کر مبتدا مؤخر ہے (أُودِعَتْ) ماضی مجہول، (أسِرته) نائب فاعل اور (سرّ الغنی) مفعول بہ ہے۔

③ (نَجح المساعی) (قارَنَتْ) کا مفعول ہے (خَطَرته) اس کا فاعل ہے (غرته) (حُبِّبَتْ) کے لئے نائب فاعل ہے (إلی الأنام) (حُبِّبَتْ) سے متعلق ہے۔

④ (کأنّما) میں (ما) کافہ ہے (نفرته) مبتدا مؤخر ہے (من القلوب) (ثابت) سے متعلق ہو کر خبر مقدم ہے (به) (یصول) کے لئے متعلق مقدم ہے (مَنْ) (یصول) کا فاعل ہے (صرته) (حَوَتْ) کا فاعل ہے۔

***

أکْرِمْ بِهِ: یہ صیغہ تعجب ہے، تعجب کے لئے دو صیغے استعمال ہوتے ہیں ① مَا أفْعَلَ ② وأفْعِلْ بِهِ جیسے مَا أحْسَنَ العِلْمُ، أکْرِمْ بِدِیْنَارٍ ان دو صیغوں کے وزن پر فعل تعجب بنانے کے لئے چند شرطیں ہیں ① وہ فعل ثلاثی مجرد ہو، مزید سے نہیں آئے گا، ② مثبت ہو، منفی سے فعل تعجب نہیں بنتا ③ معلوم ہو، مجہول سے نہیں آتا ④ تام ہو، ناقص سے نہیں آتا ⑤ اس فعل سے صفت مشبہ کا صیغہ "أفْعَل" کے وزن پر نہ آتا ہو جیسے أحْمَر، أکْحَل یہ شرطیں پائی جائیں گی تو مذکورہ دو وزنوں پر صیغہ تعجب بنایا جاسکتا ہے بصورت دیگر معنی تعجب کی تعبیر کا طریقہ یہ ہے کہ "أشَدّ" یا "أکْثَر" کے بعد اس فعل کا مصدر منصوب لایا جائے جیسے: مَا أشَدَّ إیْمَانَهُ، مَا أکْثَرَ ابْتِهَاجَهُ یا "أفْعِل" کے بعد اس مصدر کو با زائدہ کے ساتھ مجرور لایا جائے جیسے "أبْلِغْ بِعَوَرِهِ، أشْدِدْ بِکُحْلِهِ"

مَا أحْسَنَ زَیْدٌ۔ مَا بمعنی أيُّ شَيْءٍ مبتدا ہے، أحْسَنَ زَیْدٌ خبر ہے لفظی ترجمہ ہے کس چیز نے زید کو حسین بنایا۔ یہ ترکیب لغت کی بنا پر کی جاتی ہے، انشاء تعجب میں یہ اعراب مقصود نہیں ہوتا چنانچہ ترجمہ اس ترکیب کے مطابق نہ ہوگا بلکہ ہر زبان میں تعجب کے لئے جو صیغہ استعمال ہوگا اسی سے اس کا ترجمہ کیا جائے گا چنانچہ ما أحْسَنَ العلم کا ترجمہ ہوگا کیا

ہی اچھا ہے علم! سوال بظاہر سببِ حسن سے ہے لیکن مقصود نہ سوال ہے اور نہ ہی جواب کی طلب ہے۔

أَكْرِمْ بِدِينَارٍ میں أَكْرِمْ صیغہ امر بمعنی فعل تعجب، أَنْتَ ضمیر مستتر فاعل، با زائدہ ہے دِینار، أَكْرِمْ کے لئے مفعول بہ ہے، یہ ترکیب علامہ زمخشری اور فرّاء وغیرہ حضرات کرتے ہیں لیکن جمہور کہتے ہیں کہ أکرم صیغہ امر کی صورت میں فعل ماضی ہے، با زائدہ ہے اور دینار أَكْرِمْ کے لئے فاعل ہے۔ جمہور کے نزدیک أَكْرِمْ کا مابعد لفظاً مجرور اور محلاً فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوتا ہے جبکہ علامہ زمخشریؒ کے نزدیک أكْرِمْ کا مابعد لفظاً مجرور اور محلاً مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے۔ ثمرۂ اختلاف ضرورت شعری کی وجہ سے أکرم کے مابعد با۔ کے حذف کرنے کی صورت میں ظاہر ہوگا کہ جمہور کے نزدیک مرفوع اور زمخشری کے نزدیک منصوب پڑھا جائے گا۔

بہرکیف ترکیب میں أَكْرِمْ چاہے فعل ماضی ہو یا فعل امر ہو تاہم مقصود یہ دونوں نہیں، مقصود انشاء تعجب ہے۔

أَصْفَرَ : زرد، صَفِرَ (س) صَفَرًا وصُفُورًا: خالی ہونا، صَفَرَ (ض) صَفِيرًا: سیٹی بجانا۔ صَفِيْرٌ: سیٹی۔

رَاقَتْ صُفْرَتُهُ : رَاقَهُ (ن) رَوْقًا: پسند آنا، بھلا لگنا، صاف ہونا، تعجب میں ڈالنا۔ صُفْرَةٌ: زردی۔

جَوَّابٌ : فَعَّال کے وزن پر نصر سے مبالغہ کا صیغہ ہے: بہت زیادہ کاٹنے والا، چکر لگانے والا۔ یہ حال واقع ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ آفاق: آسمان کے کنارے، مفرد: أُفُق

سُفْرَةٌ : سَفَرَ (ض) سُفُورًا: واضح ہونا، منکشف ہونا، وسَفَرَ (ض) سَفَرًا: سفر کرنا سُفْرَةٌ سے مراد یہاں سفر ہے۔ سفر کو سفر اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں انسان کے اخلاق وعادات ظاہر ہو جاتی ہیں۔ کہتے ہیں: السَّفَرُ مِيزَانُ السَّفَرِ۔ أی أنه يُسْفِرُ عَنْ أَخْلَاقِ الْمُسَافِرِينَ۔ سُمْعَةٌ اور شُهْرَةٌ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔

سِرٌّ : راز، جمع: أَسْرَارٌ۔ أَسِرَّة: لکیریں، مفرد: سِرَار، سُرّ۔

قَارَنَتْ : یہ باب مفاعلہ سے ہے: متصل ہونا۔ وقَرَنَ الشَّيْءَ بِالشَّيْءِ (ض) قَرْنًا: ایک چیز کو دوسری چیز سے ملانا۔

نَجَحَ الْمَسَاعِي : نَجَحَ (ف) نَجَاحًا: کامیاب ہونا۔ الْمَسَاعِي: مَسْعٰى کی جمع ہے، کوشش سَعَى (ف) سَعْيًا: کوشش کرنا، سورۂ نجم آیت ۳۹ میں ہے: " وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ

اِلَّا مَاسَعٰی » خَطْـرَةٌ : حرکت، خَطَرَالشَّیْءُ (ض) خَطَرَانًا : حرکت کرنا۔
غُرَّةٌ : گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی، ہر چیز کا اول حصہ، سفیدی، جمع : غُرَرٌ۔ غَرَّ وَجْهُهٗ (س) غَرَرًا، وغَرَارَةٌ : سفید ہونا، چمکنا، غَرَّ (ض) غِرَّةٌ : ناتجربہ کار ہونا، بھولا بھالا ہونا، حدیث میں ہے : « المُؤمِنُ غِرٌّ کَرِیْمٌ » : مومن سیدھا سادہ ہوتا ہے وغَرَّہٗ (ن) غُرُوْرًا : دھوکہ دینا۔ سورۃ الانفطار آیت ۶ میں ہے « یَآاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ »
نُقْرَةٌ : سونے چاندی کو پگھلانے کے بعد کا ٹکڑا اور ڈلی، جمع : نُقَرٌ ونِقَارٌ۔ یَصُوْلُ (ن) صَوْلًا : حملہ کرنا۔ حَوَتْ (ض) حَوَایَةً : جمع کرنا۔ صُرَّۃٌ : تھیلی، جمع : صُرَرٌ۔ صَرَّالدَّرَاهِمَ (ن) صَرًّا : دراہم کو تھیلی میں جمع کرنا۔

***

⑤ وَاِنْ تَفَانَتْ اَوْ تَوَانَتْ عِتْرَتُهٗ　　یَا حَبَّذَا نُضَارُہٗ وَنَضْرَتُهٗ
⑥ وَحَبَّذَا مَغْنَاتُهٗ وَنُصْرَتُهٗ　　کَمْ آمِرٍ بِهٖ اسْتَتَبَّتْ اِمْرَتُهٗ
⑦ وَمُتْرَفٍ لَوْلَاهُ دَامَتْ حَسْرَتُهٗ　　وَجَيْشِ هَمٍّ هَزَمَتْهُ كَرَّتُهٗ
⑧ وَبَدْرِ تَمٍّ اَنْزَلَتْهُ بَدْرَتُهٗ　　وَمُسْتَشِيْطٍ تَتَلَظّٰی جَمْرَتُهٗ
⑨ اَسَرَّ نَجْوَاهُ فَلَانَتْ شِرَّتُهٗ　　وَكَمْ اَسِیْرٍ اَسْلَمَتْهُ اُسْرَتُهٗ
⑩ اَنْقَذَهٗ حَتّٰی صَفَتْ مَسَرَّتُهٗ　　وَحَقِّ مَوْلًی اَبْدَعَتْهُ فِطْرَتُهٗ

* لَوْلَا التُّقٰی لَقُلْتُ جَلَّتْ قُدْرَتُهٗ

⑤ اگرچہ اس کا خاندان ختم، یا کمزور ہو جائے، اس کا سونا اور اس کی شادابی کس قدر اچھی ہے۔
⑥ اور کیا ہی اچھی ہے اس کی مالداری اور نصرت! کتنے ہی حاکم ہیں جن کی حکومت اس کی وجہ سے قائم رہی۔
⑦ اور کتنے ہی خوشحال لوگ ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتا ان کی حسرت ہمیشہ رہتی، کتنے ہی غم کے لشکر ہیں کہ اس کے حملے نے انہیں شکست دی۔
⑧ کتنے ہی ماہ کامل ہیں جن کو اس کی تھیلی نے اتارا، کتنے ہی ایسے غضبناک ہیں جن کا انگارہ بھڑکتا ہے۔

⑨ اس نے چپکے سے سرگوشی کی تو ان کی تیزی نرم ہوگئی (اور غصہ ختم ہوگیا) بہت سے ایسے قیدی ہیں جنہیں ان کے خاندان نے بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔

⑩ اس نے انہیں بچایا، یہاں تک کہ ان کی خوشی خالص ہوگئی اس مولیٰ کے حق کی قسم! جس کی فطرت نے اس کو پیدا کیا۔

⑪ اگر ڈر نہ ہوتا تو میں کہہ دیتا حلت قدرته "اس کی قدرت بڑی ہے"

***

⑤(وإنْ) وصلیہ ہے(عزته) میں تنازع فعلین ہے(تفانَتْ) اور(توانت) دونوں اس کے فاعل ہونے کا تقاضہ کررہے ہیں بصریین کے نزدیک(عزة) فعل ثانی(توَانَت) کا فاعل ہے اور(تفانَت) میں ضمیر اس کا فاعل ہوگی جبکہ کوفیوں کے نزدیک (عَزة) (تفانَت) کا فاعل ہے اور (توانت) کا فاعل اس میں ضمیر ہے(یا حبّذا) یا حرف نداء ہے، منادیٰ (قوم) محذوف ہے(حبّذا) میں(حَبَّ) فعل ہے اور(ذا) اسم اشارہ فاعل ہے(نضارہ) مخصوص بالمدح ہے یہ سب مل کر جواب ندا ہے(نضرته) کا عطف (نضارہ) پر ہے۔

⑥ (مَغْناته ونصرته) (حبذا) مخصوص بالمدح ہے(کَمْ) خبریہ ممیز ہے(آسر) تمیز ہے، ممیز تمیز مبتدا،(استبَّت إمرته) خبر ہے(به) (استبت) سے متعلق ہے۔

⑦ (ومتزف) میں واؤ بمعنی رُبَّ ہے(متزف) لفظاً مجرور اور محلاً مرفوع مبتدا ہے (لولا) حرف شرط ہے(ہ) ضمیر اس کا اسم ہے اور اس کی خبر(موجود) محذوف ہے، (لولا) کی خبر جب عام یعنی(موجود ثابت) وغیرہ ہو تو واجب الحذف ہوتی ہے، مبتدا خبر مل کر شرط ہے(دَامَت حَسرتُه) فعل، فاعل مل کر جزا ہے، شرط جزا جملہ شرطیہ ہوکر (متزف) مبتدا کے لئے خبر ہے،(وجیش هَمٍّ) میں بھی واؤ بمعنی رُبَّ ہے اور یہ محلا مرفوع مبتدا ہے(هزَمَته) خبر ہے (کَرَّته) (هزَمَت) کا فاعل ہے۔

⑧ (وبدر تم) میں بھی واؤ بمعنی رُبَّ ہے(بدر) مضاف ہے(تم) مضاف الیہ ہے، یہ اضافۃ الموصوف الی الصفۃ کی قبیل سے ہے، یہ مبتدا ہے(أنزلته) اس کی خبر ہے (بَدرتُه) (أنزلَت) کا فاعل ہے (ومستشیط) میں واؤ بمعنی رب ہے (مستشیط)

موصوف (تتلظى جمرته) جملہ فعلیہ صفت، موصوف باصفت لفظاً مجرور، محلاً مبتدا مرفوع ہے۔

⑨ (أسر) پہلے شعر میں (مستشيط) مبتدا کے لئے صفت ثانیہ ہے (بجواه) (أسر) کا مفعول بہ ہے (فلانت شرته) جملہ فعلیہ (مستشيط) مبتدا کے لئے خبر ہے۔

(كم أسير) مبتدا موصوف ہے (أسلمته) صفت ہے (أسرته) (أسْلَمتْ) کا فاعل ہے۔

⑩ (أنقذه) پہلے شعر میں (كم أسير) مبتدا کے لئے خبر ہے (حتى) عاطفہ ہے (صَفَت مسرته) جملہ فعلیہ معطوفہ ہے۔ (وحق مولى) میں واؤ قسمیہ ہے (حق مولى) مضاف بامضاف الیہ مقسم بہ ہے (أبدعته) (مولى) کی صفت ہے (فطرته) (أبدعَت) کا فاعل ہے (لولا التقى) میں (التقى) مبتدا ہے اور خبر (موجود) محذوف ہے اور یہ شرط ہے (لقلتُ: حلَّت قدرته) جزا ہے (حلَّت) مقولہ ہے (قدرته) اس کا فاعل ہے، شرط جزا جملہ شرطیہ بن کر قسم کے لئے جواب قسم ہے۔

***

<u>تَفَانَتْ</u> : تَفَانِيًا : فانی ہونا۔ فَنِيَ الشَّئُ (س) فَنَاءً : فنا ہونا، ختم ہونا۔

<u>تَوَانَتْ</u> : تَوَانِيًا از تفاعل: سست پڑنا، کمزور ہونا وَوَنَىٰ (ض) وَنْيًا وَوَنِيَ (س) وَنًىٰ : سست ہوجانا۔ عِتْرَة : خاندان، قریبی رشتہ دار۔

<u>يا حَبَّذا انُضَاره ونُضْرَته</u> : حَبَّذا : افعالِ مدح میں سے ہے، حبّ باب کرم سے فعل ماضی ہے، "ذا" اسم اشارہ اس کے لئے فاعل ہے اور نضارہ مخصوص بالمدح ہے۔ نُضَار : نَضْرَةٌ کی جمع ہے : خالص سونا۔ نُضْرَةٌ : شادابی۔ نَضِرَ (ن س ک) نَضْرَةً، نُضُورًا، نَضَرَةً ونَضَارَةً : شاداب ہونا۔

<u>مُغْنَاة</u> : یہ میم کے فتحہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ ہے بمعنی غنی کر دینا، قائم مقام ہونا، کہتے ہیں : أَغْنَيْتُ مَغْنَاةَ فلان : میں فلاں کا قائم مقام بنا۔

<u>اسْتَتَبَّتْ إِمرَتُه</u> : استَتَبَّ الأَمْرُ : کام کا درست ہونا، قائم رہنا۔ تَبَّ (ض) تَبًّا وتَبَبًا : ہلاک ہونا، ہلاک کرنا، لازم اور متعدی۔ سورۃ اللّٰہب آیت ۱ میں ہے : "تَبَّتْ يَدَآ اَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ" إِمْرَةٌ اور إِمَارَةٌ کے ایک ہی معنی ہیں، کہتے ہیں تَأَمَّرَ فلانٌ علينا، فحَسُنَتْ إِمرَتُه : فلاں نے ہم پر حکومت کی اور اس کی حکومت اچھی رہی۔

مُتْرَفٍ : خوشحال آدمی، مالدار آدمی۔ باب افعال سے صیغہ اسم مفعول ہے، أَتْرَفَ الرَّجُلَ: مال کا کسی آدمی کو سرکش بنانا۔ مجرد میں از سمع تَرِفَ۔ تَرَفًا: خوش عیش ہونا، خوش حال ہونا۔

دَامَتْ حَسْرَتُهُ : دَامَ (ن) دَوَامًا: ہمیشہ ہونا حَسْرَةً: شدید ندامت، جمع: حَسَرَات، سورۃ یٰسٓ آیت ۳۰ میں ہے: "يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ" اور سورۃ فاطر آیت ۸ میں ہے فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ" حَسِرَ عَلَى الشَّيْءِ (س) حَسَرًا وحَسْرَةً: حسرت کرنا۔

جیش: لشکر، جمع جُيُوش۔

هَزِمَتْهُ كَرَّتُهُ : هَزَمَ (ض) هَزْمًا: شکست دینا۔ هَزِيمَة نَكْرَاء: سخت ناکامی، هَزِيمَة مَاحِقَة: زبردست شکست، كَرَّة: حملہ، كَرَّ (ن) كُرُورًا لوٹنا، پیچھے ہٹنا، كَرَّ عليه: حملہ کرنا، ٹوٹ پڑنا۔ سورۃ ملک آیت میں ہے " ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ "

بَدْرُ تَمٍّ أَنْزَلَتْهُ بَدْرَتُهُ : بَدْر: چودھویں رات کا چاند، جمع: بُدُور۔ بَدْرُ تَمٍّ: ماہِ تمام۔ بَدْرَة: اس تھیلے کو کہتے ہیں جس میں دس ہزار درہم سما سکیں، جمع: بِدَر۔

مُسْتَشِيط : باب استفعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، اسْتِشَاط: بھڑکنا، یہاں غصہ سے بھڑک اٹھنے والا مراد ہے وَشَاطَ (ض) شَيْطًا و شِيَاطَةً: جلنا، مشتعل ہونا۔

تَتَلَظَّى جَمْرَتُهُ : تَتَلَظَّى: باب تفعل سے مؤنث غائب مضارع کا صیغہ ہے: بھڑکنا، و لَظِيَ (س) لَظًى کے بھی یہی معنی ہیں۔ جَمْرَة: انگارہ، جمع: جُمُر، جَمْر۔ مِجْمَرَة: انگیٹھی، آتش دان۔

نَجْوَى : سرگوشی، جمع: نَجَاوِي۔ نَجَا (ن) نَجَاةً: نجات پانا، خلاصی پانا و نَجَا (ن) نَجْوًا: سرگوشی کرنا، سورۃ نساء آیت ۱۱۴ میں ہے "لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ" قرآن کریم میں یہ لفظ گیارہ جگہ استعمال ہوا ہے۔

لَانَتْ شِرَّتُهُ : لَانَ (ض) لِينًا: نرم ہونا، شِرَّة: تیزی۔ کہتے ہیں: اَعُوذُ بِاللهِ مِن شِرَّةِ الغضب۔

أَسِير : قیدی جمع: أَسْرَى، أُسَرَاء، أُسَارَى۔ أَسَرَهُ (ض) أَسْرًا و إِسَارَةً: رسی سے باندھنا۔ أُسْرَة: خاندان، جمع: أُسَر، أُسْرَةُ التَّحْرِير: ادارۂ تحریر۔

أَنْقَذَ : باب افعال سے ہے: نجات دلانا، بچانا، سورۃ النساء آیت ۱۰۳ میں ہے: "وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا" نَقَذَ (ن) نَقْذًا: نجات دلانا۔ و نَقِذَ (س) نَقَذًا: نجات پانا۔ أَنْقَذَ الأَزْمَةَ: بحران ختم کرنا۔ أَنْقَذَ حَيَاةَ الرهائن

یرغمالیوں کو چھڑانا۔ أَنْقَذَ المَوقِفَ : پوزیشن سنبھالنا، صورت حال درست کرنا۔ مُنْقِذ: نجات دہندہ۔ صَفَتْ (ن) صُفُوًّا : صفا ہونا۔

مَولیٰ : مولیٰ کے بہت سارے معنی آتے ہیں مثلاً رب، مالک، سید، مدد کرنیوالا، معتِق (غلام آزاد کرنے والا) مُعتَق (آزاد شدہ)، محبت کرنے والا، پڑوسی۔ جمع : مَوَالٍ یہاں اللہ جل شانہ کی ذات مبارکہ مراد ہے۔

التُّقیٰ : تُقیٰ اور تقویٰ کے ایک ہی معنی ہیں۔ تَقَیٰ (ض) تُقًی، و تِقَاءً و تَقِیَّةً : ڈرنا، پرہیزگار ہونا۔ اس کا مادہ "وَقَیٰ" ہے "واو" کو "تا" سے بدل دیتے ہیں۔ جَلَّ (ض) جَلاًّ وجَلاَلاً : عظیم ہونا، جلیل ہونا۔

***

ثُمَّ بَسَطَ يَدَهُ ، بَعْدَ مَا أَنْشَدَهُ ، وَقَالَ : أَنْجَزَ حُرٌّ مَا وَعَدَ ، وَسَحَّ خَالٌ إِذَا رَعَدَ. فَنَبَذْتُ الدِّينَارَ إِلَيْهِ ، وَقُلْتُ : خُذْهُ غَيْرَ مَأْسُوفٍ عَلَيْهِ ، فَوَضَعَهُ فِي فِيهِ ، وَقَالَ : بَارِكِ اللَّهُمَّ فِيهِ ، ثُمَّ شَمَّرَ لِلانْثِنَاءِ ، بَعْدَ تَوْفِيَةِ الثَّنَاءِ .

اشعار پڑھنے کے بعد اس نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور کہا شریف آدمی جس کا وعدہ کرتا ہے پورا کرتا ہے اور بادل برستا ہے جب گرجتا ہے، چنانچہ میں نے اس کی طرف دینار پھینکا اور کہا، لے لو اس حال میں کہ اس پر کوئی افسوس نہیں، پس اس نے وہ دینار اپنے منہ میں رکھا اور کہا "اے اللہ! تو اس میں برکت دے" ثناء مکمل کرنے کے بعد پھر وہ لوٹنے کے لئے تیار ہوا۔

***

بَسَطَ (ن) بَسْطاً : پھیلانا، کشادہ کرنا۔ بَسُطَ (ک) بَسَاطَةً : چہرہ کھل جانا۔

أَنْجَزَ حُرٌّ مَا وَعَدَ : أَنْجَزَ الوَعْدَ : وعدہ پورا کرنا و نَجَزَ (ن) نَجْزاً کے بھی یہی معنی ہیں۔ نَجِزَ (س) نَجَزاً : پورا ہونا۔ إِنْجَاز : کامیابی، تکمیل۔ جمع : إِنْجَازَات، إِنْجَازَاتُ خُطَطِ التَّنْمِيَةِ : ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل۔ إِنْجَازُ المَشَارِيعِ المُخَطَّطَةِ : منصوبہ بند کاموں کی تکمیل۔ حُرٌّ : شریف۔ جمع : أَحْرَار۔ وَعَدَ (ض) عِدَةً : وعدہ کرنا۔ علامہ سیوطی نے الکنز المدفون (ص ۳۱۰) میں وعدہ کی تعریف لکھی ہے : "الوعد : الإِخْبَارُ بِإِيصَالِ الخَيْرِ فِي المُسْتَقْبَلِ" یعنی مستقبل میں خیر پہنچانے کی خبر دینا"

أَنْجَزَ حُرٌّ مَا وَعَدَ : شریف آدمی پورا کرتا ہے جو وعدہ کرتا ہے۔ یہ محاورہ ہے۔ صاحب جمہرۃ الامثال نے (ج ۱ ص ۳۰) میں لکھا ہے کہ اس کو سب سے پہلے حارث نے استعمال کیا۔ کہا جاتا ہے کہ: عرب میں حارث نامی ایک شخص تھا، اس نے عرب کے مشہور شاعر امرؤ القیس کے دادا صخر بن نہشل بن دارم سے کہا کہ: میں ایک ایسے قبیلے کو جانتا ہوں جن کے پاس مال تو بہت زیادہ ہے لیکن قوت کے اعتبار سے کمزور ہے آپ ان پر حملہ کریں اور مال چھین کر آئیں، وہ قبیلہ میں اس شرط پر بتاتا ہوں کہ آپ جو کچھ چھین کر لائیں گے مجھے اس میں سے خمس (پانچواں حصہ) دیں گے اس نے شرط منظور کر لی، حارث نے قبیلہ بتا دیا چنانچہ وہ گئے اور حملہ کر کے تمام کا تمام مال ان سے چھین لیا۔ جب وہ واپس آئے تو حارث نے کہا: أَنْجَزَ حُرٌّ مَا وَعَدَ، بعد میں یہ ضرب المثل بن گیا۔ اگر کسی کو اس کا وعدہ یاد دلانا ہو تو یہ جملہ کہا جاتا ہے۔

وَسَحَّ خَالٌ إِذَا رَعَدَ : سَحَّ (ن) سَحًّا وسُحُوحًا : بہت زیادہ برسنا۔ خال: اس بادل کو کہتے ہیں جس کو دیکھ کر بارش کا گمان ہونے لگے، اس کی جمع خِیلَان آتی ہے۔ خَالَ (س) خَیْلًا خَیْلَةً، خَیَلَانًا، مَخَالَةً، مَخِیلَةً، خَیْلُولَةً : خیال کرنا، گمان کرنا۔ بادل کے مختلف مراحل اور مختلف حالات کے لئے مختلف نام استعمال ہوتے ہیں، علامہ ثعالبی نے فقہ اللغہ (ص ۲۷۹-۲۸۰) میں اس کی تفصیل نقل کی ہے: ① النَّشْءُ: جب بالکل ابتدائی مراحل میں بادل ہو ② السَّحَاب: جب ہوائیں چلنے لگے ③ العَارِض: جب اس کا سایہ چھانے لگے ④ العَرَّاض: جب گرجنے چمکنے لگے ⑤ القَزَع: جب بادل کے ٹکڑے متفرق ہوں ⑥ الكِنْهِفُ المُكَفْهِر: جب گھنا ہو ⑦ طَخْيَاءُ: جب سیاہ ہو ⑧ المُزْنُ: جب سفید ہو ⑨ خَال، مُخِيْلَة: جب دیکھ کر بارش کا گمان ہونے لگے ⑩ الصُّرَّاد: جب اس میں ٹھنڈک ہو لیکن بارش نہ ہو ⑪ أَجَش جب اس کی گرج کی آواز تیز ہو۔

رَعَدَ (ن) رَعْدًا : آسمان کا کڑکنا، آسمان کے کڑکنے کے لئے بھی مختلف الفاظ استعمال کرتے ہیں تیز ہونے کے لحاظ سے اس کو بتدریج پانچ مراحل میں تقسیم کیا گیا ہے ① رَعَدَت السَّمَاء ② اِرْتَجَسَت ③ أَرْزَمَت ودَوَّت ④ قَصَفَت وقَعْقَعَت ⑤ جَلْجَلَت و هَدْهَدَت۔

نَبَذَتْ : نَبَذَ (ض) نَبْذًا : پھینکنا۔ نَبِیذ کو بھی اسی لئے نبیذ کہا جاتا ہے کہ اسے مٹکے میں پھینکا جاتا ہے۔ سورۃ آل عمران آیت ۱۸۷ میں ہے: « فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ »

غَيْرَ مَأْسُوْفٍ عَلَيْهِ : ناقابلِ افسوس، اس پر کوئی افسوس نہیں ہے۔ أَسِفَ عَلَيْهِ (س) أَسَفًا : کسی چیز پر افسوس کرنا۔

فِيْ فِيْهِ : پہلا فِيْ جارّہ ہے اور دوسرا فَمٌ کے معنی میں ہے فم منہ کو کہتے ہیں۔

شَمَّرَ لِلْإِنْثِنَاءِ بَعْدَ تَوْفِيَةِ الثَّنَاءِ : شَمَّرَ، بابِ تفعیل سے ہے : تیار کرنا، اس کے اصل معنی ہیں : آستین چڑھانا، پائنچے اٹھانا، چونکہ آدمی جب کسی چیز کی تیاری کرتا ہے تو وہ عام طور پر پائنچے اٹھاتا ہے اسی لئے اس کے معنی تیاری کرنے کے بھی آتے ہیں۔ وشَمَرَ (ن) شَمْرًا : تیز چلنا، متکبرانہ چال چلنا۔ الإِنْثِنَاء : واپس ہو جانا، لوٹنا۔ و ثَنَىٰ (ض) ثَنْيًا : لپیٹنا، موڑنا، ثَنَىٰ صَدْرَهٗ : اپنے سینے پر کپڑا ڈالنا، چھپانا۔ سورۃ ھود آیت ۵ میں ہے «اَلَا اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ»

تَوْفِيَة : بابِ تفعیل کا مصدر ہے، فَعَّلَ کا مصدر "تَفْعِيْل" کے علاوہ پانچ دوسرے اوزان پر بھی آتا ہے، چنانچہ فصولِ اکبری (ص ۳۱) میں ہے : «وَيَجِيْءُ مَصْدَرُهٗ عَلٰى تَفْعِلَة وفِعَّال وفِعَال وفِعَّال وتَفْعَال» جیسے تَعْزِيَة، كِذَاب، سَلَام، كِذَّاب اور تَكْرَار ہے۔ ان میں دو وزن قیاسی ہیں تَفْعِيْل اور تَفْعِلَة اور باقی سماعی، چنانچہ رضی شرح شافیہ (ج ۱ ص ۱۶۴) میں لکھتے ہیں :

> " فَعَّلَ میں ناقص واوی اور یائی کے علاوہ باقی تمام افعال کا مصدر تَفْعِيْل کے وزن پر قیاسًا آتا ہے، اور جو افعال ناقص واوی یا یائی ہیں، ان کا مصدر اس باب سے "تَفْعِلَة" کے وزن پر آتا ہے، ناقص کے علاوہ باقی افعال خصوصًا مہموز اللام میں بھی تَفْعِلَة کے وزن پر مصدر بکثرت آتا ہے لیکن وہ سماعی ہوتا ہے، جیسے تَخْطِيْئًا وَتَخْطِئَةً و تَهْنِيْئًا وَتَهْنِئَةً، لیکن سیبویہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ناقص کی طرح مہموز اللام میں بھی "تَفْعِلَة" ہی کا وزن مصدر کے لئے لازمی ہے لہذا ان کے نزدیک تَخْطِيْئًا اور تَهْنِيْئًا درست نہیں "

حاصل کلام یہ کہ فَعَّلَ میں عام افعال کے مصدر کے لئے "تَفْعِيْل" کا وزن اور ناقص کے لئے "تَفْعِلَة" کا وزن قیاسًا مقرر ہے، سیبویہ کے نزدیک مہموز اللام کے لئے بھی یہی وزن قیاسًا مستعمل ہے۔ ان دونوں کے علاوہ باقی اوزان فِعَّال، [illegible] تَفْعَال سماعی ہیں۔

وَفٰی چونکہ ناقص یائی ہے اس لئے تفعیل سے اس کا مصدر « تَوْفِیَۃ » تَفْعِلَۃ کے وزن پر آتا ہے وَفَّاہ۔ تَوْفِیَۃً: پورا کرنا۔ سورۃ نور آیت ۳۹ میں ہے: « فَوَفَّاہُ حِسَابَہ » مجرد میں از ضرب وَفَی الشَّیْئُ۔ وَفْیًا: پورا ہونا، مکمل ہونا۔ وَفٰی بِکَذا۔ وَفَاءً: پورا کرنا۔ الثَّنَاءُ: تعریف۔ جمع أَثْنِیَۃٌ آتی ہے۔

***

فَنَشَأَتْ لِي مِنْ فُكَاهَتِهِ نَشْوَةُ غَرَامٍ، سَهَّلَتْ عَلَيَّ ائْتِنَافَ اغْتِرَامٍ، فَجَرَّدْتُ دِينَارًا آخَرَ وَقُلْتُ لَهُ: هَلْ لَكَ فِي أَنْ تَذُمَّهُ، ثُمَّ تَضُمَّهُ؟ فَأَنْشَدَ مُرْتَجِلاً، وَشَدَا عَجِلاً:

اس کی خوش طبعی سے میرے لئے عشق کا سا کیف و سرور پیدا ہوگیا، جس نے مجھ پر از سر نو نقصان اٹھانا آسان کردیا، اس لئے میں نے ایک دوسرا دینار اس کے لئے نکالا اور اس سے کہا "کیا آپ کو اس بات میں رغبت ہے کہ اس کی مذمت کردیں پھر اس کو بھی (پہلے دینار کے ساتھ) ملالیں" تو اس نے برجستہ یہ اشعار پڑھے اور جلدی میں ترنم سے گانے لگا۔

***

نَشْوَۃَ غَرَامٍ: نَشْوَۃ: مستی، مدہوشی، کیف وسرور نَشِیَ (س) نَشْوًا ونِشْوَۃً: (نون کے ضمے، فتحے، کسرے کے ساتھ) نشہ میں ہونا، نَشْوَانٌ: جو نشے میں مدہوش ہو۔ غَرَام: عشق، فریفتگی۔ نَشْوَۃ غَرَام: عشق کا سا نشہ، کیف وسرور۔

سَهَّلَتْ: باب تفعیل سے واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے: آسان کردینا، آسان بنادینا۔ وسَهُلَ (ک) سَهْلاً وسُهُوْلَۃً: آسان ہونا۔

اِئْتِنَاف اغْتِرَام: اِئْتِنَاف اور اِسْتِئْنَاف کے ایک ہی معنی ہیں: از سر نو کرنا وأَنِفَ مِنْہُ (س) أَنَفًا: نفرت کرنا۔ اِغْتِرَام: تاوان۔ اِغْتَرَمَ الرَّجُلُ: اپنے اوپر نقصان ڈالنا، اٹھانا۔ غَرِمَ (س) غَرَامَۃً: نقصان اٹھانا، تاوان دینا۔

جَرَّدْتُ: باب تفعیل سے واحد متکلم کا صیغہ ہے: نکالنا۔ وجَرَدَ (ن) جَرْدًا، جُرُوْدًا: چھیلنا، ننگا کرنا، خول اتارنا۔ آج کل عامی زبان میں بولتے ہیں، جَرَدَ البَضَائِعَ: اسٹاک کرنا۔

تَذُمُّہ ثُمَّ تَضُمُّہ: ذَمَّہ (ن) ذَمًّا: مذمت کرنا۔ ضَمَّہ (ن) ضَمًّا: ملانا۔

وَشَدَا عَجِلاً: شَدَا (ن) شَدْوًا: ترنم سے گانا عَجِلاً: عَجِلَ (س) عَجَلاً وعَجَلَۃً: جلدی کرنا۔ عَجِل: صیغہ صفت ہے

① تبًّا لَهُ مِنْ خادعٍ مُماذقِ أَصفرَ ذِي وَجْهَيْنِ كَالْمُنَافِقِ
② يبدو بِوَصْفَيْنِ لِعَيْنِ الرَّامِقِ زينةِ مَعْشُوقٍ وَلَوْنِ عَاشِقِ
③ وَحُبُّهُ عِنْدَ ذَوِي الحقائقِ يَدْعُو إِلَى ارْتِكَابِ سُخْطِ الخالقِ
④ لَوْلَاهُ لَمْ تُقْطَعْ يَمِينُ سارقٍ وَلاَ بَدَتْ مَظْلِمَةٌ مِنْ فَاسِقِ
⑤ وَلا اشمأزَّ باخِلٌ من طارِقِ وَلا شكا المطول مَطْلَ العائقِ
⑥ وَلا استُعِيذَ مِن حسودٍ راشِقِ وَشَرُّ مَا فِيهِ مِنَ الْخَلاَئقِ
⑦ أَنْ لَيْسَ يُغْنِي عَنْكَ فِي الْمَضَايِقِ إِلَّا إِذَا فَرَّ فِرَارَ الآبقِ
⑧ واهًا لِمَنْ يَقْذِفُهُ من حَالقِ وَمَنْ إِذَا نَاجَاهُ نَجْوَى الْوَامِقِ
⑨ قَالَ لَهُ قَوْلَ المحقِّ الصَّادِقِ : لاَ رأيَ فِي وَصِلكَ لِي فَفَارِقِ

① ہلاکت ہو اس کے لئے جو کہ دھوکہ باز، منافق ہے، زرد ہے منافق کی طرح دو چہروں والا ہے (کہ اس کے دونوں طرف نقش و نگار مختلف ہیں)

② عاشق کی آنکھ کے لئے دو وصفوں کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے یعنی معشوق کی زینت اور عاشق کے رنگ کے ساتھ (مطلب یہ ہے کہ یہ نقش و نگار سے معشوق کی طرح مزین بھی ہے لیکن رنگ اس کا عاشق کی طرح زرد ہے)

③ حقیقت والوں کے نزدیک اس کی محبت خالق کی ناراضگی کے ارتکاب کی طرف دعوت دیتی ہے۔

④ اگر یہ نہ ہوتا تو چور کا دایاں ہاتھ نہ کاٹا جاتا اور نہ فاسق سے ظلم ظاہر ہوتا۔

⑤ نہ بخیل آدمی رات کو آنے والے مہمان سے ناگواری کا اظہار کرتا اور نہ ہی منع کرنے والے کے ٹال مٹول کی وہ شخص شکایت کرتا جس کے ساتھ ٹال مٹول کیا جاتا ہے۔

⑥ اور نہ گھور کر دیکھنے والے حاسد سے پناہ مانگی جاتی، اس کی خصلتوں میں سب سے بری خصلت یہ ہے۔

⑦ کہ یہ تنگیوں میں آپ کو فائدہ نہیں دے گا مگر اس وقت جب وہ بھگوڑے غلام کی طرح بھاگ جائے۔

⑧ وہ شخص کیا ہی اچھا ہے جو اس کو بے آب و گیاہ پہاڑ سے پھینک دے اور کس قدر اچھا ہے وہ بھی کہ جب یہ دینار اس کے ساتھ عاشق کی طرح سرگوشی کرے۔

⑨ تو وہ اس سے حق کہنے والے سچے آدمی جیسا قول کہے کہ "میری رائے تجھ سے ملنے کی نہیں، مجھ سے الگ ہوجا"۔

***

① (تَبًّا له) (تَبًّا) فعل محذوف (تَبَّ) کے لئے مفعول مطلق یا (أطلُبُ) فعل محذوف کے لئے مفعول بہ ہے (له) میں ضمیر لفظاً مجرور اور محلاً مرفوع فاعل ہے (مِنْ) ضمیر مجرور کے لئے بیان ہے (خادع مماذق) موصوف صفت ہے (أصفر) (له) ضمیر فاعل سے حال اول ہے (ذی وجهين) موصوف (كالمنافق) (ثابتا) محذوف سے متعلق ہو کر صفت موصوف صفت مل کر حال ثانی ہے۔

② (يبدو) فعل فاعل ہے (بوصفين) اور (لِعَين) جار مجرور (يبدو) سے متعلق ہے (زينة معشوق) اور (لون عاشق) دونوں (وَصفين) سے بدل ہیں۔

③ (حبه) مبتدا ہے (عند ذوی...) ظرف ہے (يدعو) خبر ہے (إلى ارتكاب...) (يدعو) سے متعلق ہے۔

④ (لولا) حرف شرط ہے (ہ) ضمیر اسم اور (موجود) محذوف خبر ہے، یہ جملہ شرط ہے (لم تقطع يمين) جزا ہے (لا بَدَت) کا عطف (لم تُقطع) پر ہے (مَظلمة) (بَدَت) کا فاعل ہے (مِن فاسق) (بَدَت) سے متعلق ہے۔

⑤ (لا اشمأزّ باخل) جملہ فعلیہ کا عطف پہلے شعر میں (لا بدَت) پر ہے (مِن طارق) (اشمأزّ) سے متعلق ہے (لا شكا) کا عطف (لا اشمأزّ) پر ہے (الممطول) (لا شكا) کا فاعل ہے (مَطلَ العائق) مفعول بہ ہے۔

⑥ (لا استعيذ) کا عطف پہلے شعر میں (لا شكا) پر ہے (مِنْ) (استعيذ) سے متعلق ہے (شر ما فيه) مبتدا ہے (مِنْ الخلائق) (ما) کا بیان ہے اور یہ (شرٌّ) مبتدا سے متعلق ہے۔

⑦ (أنْ ليس...) پہلے شعر میں مبتدا کے لئے خبر ہے (ليس) میں ضمیر اس کا اسم اور (يُغنى) خبر ہے (فی المضائق) (يُغنى) سے متعلق ہے (إلا) حرف استثناء مفرغ ہے (إذا) ظرفیہ ہے (فرار الآبق) (فرّ) کے لئے مفعول مطلق ہے۔

⑧ (واهاً) اسم فعل بمعنی أعجبُ مبنی بر سکون ہے لا محل له من الإعراب ضمیر مستتر (أنا) اس میں فاعل (لِمَنْ) (واهاً) اسم فعل سے متعلق ہے (یقذفه) (مَن) موصول کے لئے صلہ ہے (مِن حالق) (یقذفه) سے متعلق ہے، واؤ عاطفہ ہے (مَن إذا ناجاه) کا عطف (مَن یقذفه) پر ہے (نَجوی الوامق) (ناجاه) کے لئے مفعول مطلق ہے۔

⑨ (قال) فعل فاعل (قَوْلَ المحق) (قال) کے لئے مفعول بہ ہے (الصادق) (المحق) کی صفت ہے اور یہ پورا جملہ قول ہے (لا رأی) لا نفی جنس ہے (رأی) اسم ہے (فی وصلك) (رأی) سے متعلق ہے (لی) جار مجرور (ثابت) سے متعلق ہو کر (لا) نفی جنس کی خبر ہے اور یہ پورا جملہ قول کے لئے مقولہ ہے۔

***

تَبًّا لَہٗ مِنْ خَادِعٍ : تَبًّا فعل محذوف کے لئے مفعولِ مطلق ہے یعنی تَبَّ تَبًّا۔ خادِع دھوکہ باز۔ خَدَعَه (ف) خَدْعًا، وخِدْعًا : دھوکہ دینا، فریب دینا، چال چلنا۔ خُدْعَة : چال، دھوکہ، خِدَاعُ البَصَر : فریب نظر، خَيْدَع : سراب۔ خَدَعَ کے اصل معنی چھپنے کے آتے ہیں۔ خَدَعَ الضَّبُّ فی جُحْرِہٖ : یعنی گوہ اپنے بل میں داخل ہوا۔ ایک آدمی حضرت عمرؓ کے پاس آکر بارش نہ ہونے کی شکایت کرتے ہوئے کہنے لگے : قَحَطَتِ السَّمَاءُ وَخَدَعَتِ الضِّبَابُ وَجَاعَتِ الأَعْرَابِ۔

مُمَاذِق : یہ باب مفاعلہ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جو محبت میں مخلص نہ ہو منافق ہو، اس کو "مُمَاذِق" کہتے ہیں۔ و مَذَقَ اللَّبَنَ بالمَاءِ : دودھ میں پانی ملانا، آمیزش کرنا۔ مَذَّاق : ملاوٹ کرنے والا۔ باب نصر سے مستعمل ہے۔

المُنَافِق : جو عداوت کو چھپائے اور دوستی و محبت کو ظاہر کرے۔ نَفَقَ الشَّیْءُ (ن) نَفقًا : ختم ہونا۔

الوَامِق : محبت کرنے والا۔ باب حسب سے مستعمل ہے۔ وَمِقَ يَمِقُ (ح) وَمْقًا ومِقَةً : محبت کرنا، وَمْقٌ : محبت، چاہت معشوق : جس کے ساتھ عشق ہو، عَشِقَ (س) عَشْقًا، عِشقًا : عاشق ہونا، فریفتہ ہونا۔ سُخْطٌ : ناراضگی، سَخِطَہٗ وعَلَیه (س) سَخَطًا وسُخْطًا : ناراض ہونا۔

يَمِينُ سَارِقٍ : يَمِينٌ : دایاں ہاتھ، جمع : أَيْمَان ۔ سورۃ الاعراف آیت ۱٦ میں ہے " ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ " سارق : چور، جمع : سَرَقَة، سُرَّاق ۔ سَرَقَ الشَّيْءَ (ض) سَرَقًا : چوری کرنا۔ مَظْلِمَة : ظلم، جمع مَظَالِم ۔

وَلَا اشْمَأَزَّ بَاخِلٌ مِنْ طَارِقٍ : اشْمَأَزَّ : باب اِقْشَعَرَّ سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے : نفرت کرنا، ناگواری کا اظہار کرنا۔ سورۃ زمر آیت ۴۵ میں ہے " وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ " وشَمَزَتْ نَفْسُهُ مِنْهُ (ن) شَمْزًا : نفرت کرنا، متنفر ہونا، مکروہ سمجھنا ۔ بَاخِل : بَخِيل، جمع : بُخَّالٌ جبکہ بَخِيل کی جمع بُخَلَاء آتی ہے بَخَلَ (ک) بُخْلًا و بَخِلَ (س) بَخَلًا و بُخُولًا : کنجوس ہونا ۔ طَارِق : طَرَقَ (ن) طَرْقًا : رات کو دروازہ کھٹکھٹانا، بعد میں مطلق رات کے آنے والے کو طارق کہا جانے لگا۔ جمع : أَطْرَاق ۔

شَكَا الْمَمْطُولُ مَطْلَ الْعَائِقِ : شَكَا (ن) شَكْوًا وشَكْوَى و شِكَاةً وشِكَاوَةً، و شِكَايَةً : شکایت کرنا۔ الْمَمْطُول : وہ شخص جس کے ساتھ ٹال مٹول کیا جاتا ہے ۔مَطَلَ فلانًا حَقَّهُ و بِحَقِّهِ (ن) مَطْلًا : کسی کا حق دینے میں ٹال مٹول کرنا۔ العَائِق : روکنے والا، رکاوٹ بننے والا۔ جمع عَوَائِق ۔

رَاشِقٌ : رَشَقَهُ بِبَصَرِهِ (ن) رَشْقًا : تیز نگاہ سے دیکھنا، گھور کر دیکھنا ۔ رَشَقَهُ بِالسَّهْمِ : تیر مارنا، رَشَقَ بِلِسَانِهِ : طعن و تشنیع کرنا، ورَشُقَ (ک) رَشَاقَةً : خوش قامت ہونا، پھرتیلا اور چابکدست ہونا، رَشَاقَة : خوبصورتی، سجیلا پن۔ خَلَائِق : عادت، مفرد : خَلِيقَة ۔ المَضَائِق : تنگیاں، مفرد : مَضِيقَةٌ ۔ ضَاقَ الشَّيْءُ (ض) ضِيقًا وضَيْقًا : تنگ ہونا ۔

الْآبِقُ : بھگوڑا غلام أَبَقَ (ض) أَبْقًا، وأَبَاقًا : غلام کا بھاگنا ۔ مطلب یہ ہے کہ دینار سے اس وقت تک فائدہ نہیں حاصل کیا جاسکتا ہے جب تک اس کو خرچ کرکے اپنے سے الگ نہ کیا جائے، اس کے فائدہ کا وصال اس کے فراق کے بغیر ممکن نہیں، ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء (ج ۲ ص ۱۵۵) میں حضرت حسن بصری کا قول نقل کیا ہے :

" بِئْسَ الرَّفِيقَانِ : الدِّرْهَمُ وَالدِّينَارُ، لَا يَنْفَعَانِكَ حَتّٰى يُفَارِقَانِكَ "

" درہم اور دینار بہت بُرے رفیق ہیں جب تک آپ سے جدا نہ ہوں اس وقت تک نفع نہیں دیں گے "

اخطل کا شعر ہے :

وَمَعْشُوقٌ يَرْفُضُ كُلَّ يَوْمٍ تَرَىٰ فِي وَجْهِهِ أَبَدًا كَلَامَا
إِذَا فَارَقْتَهُ أَجْدَاكَ خَيْرًا وَلَا يُجْدِي عَلَيْكَ إِذَا أَقَامَا

علامہ ماوردی نے ادب الدنیا والدین (۱۲۱) میں حدیث نقل کی ہے، آپ نے فرمایا:

" يَقُولُ ابْنُ آدَمَ : مَالِي، مَالِي ! وَهَلْ لَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ، أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ أَوْ أَعْطَيْتَ فَأَمْضَيْتَ "

" ابن آدم کہتا ہے کہ میرا مال، میرا مال ! حالانکہ آپ کے مال کی حقیقت سوائے اس کے اور کیا ہے کہ جو آپ نے کھایا، اس کو ختم کر دیا جو پہنا اسے بوسیدہ کر دیا اور جو کسی کو دیا اس کو اپنے پاس سے گزار دیا "

وَاهًا لِمَنْ يَقْذِفُهُ مِنْ حَالِقٍ : وَاهًا، یہ کلمہ تعجب ہے، کہتے ہیں : وَاهًا لَهُ، وَبِهِ : یعنی مَا أَطْيَبَهُ ! کتنا ہی اچھا ہے، حسرت کے موقع پر بھی بولتے ہیں : وَاهًا عَلَى مَا فَاتَ۔ افسوس مافات پر۔ يَقْذِفُ : قَذَفَ (ض) قَذْفًا : پھینکنا۔ سورۃ طٰہٰ آیت ۳۹ میں ہے " فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ ۔ قرآن کریم میں یہ مادہ تقریباً نو مقامات پر استعمال ہوا ہے۔

حَالِق : وہ پہاڑ جس پر درخت اور گھاس وغیرہ نہ ہو جمع : حَلَقَةٌ ۔

قَوْلُ الْمُحِقِّ الصَّادِقِ لَا رَأْيَ فِي وَصْلِكَ لِي فَفَارِقْ : " میری رائے تجھ سے ملنے کی نہیں، مجھ سے الگ ہو" مُحِق : حق کہنے والا، اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں، یہ ان کا قول ہے علامہ حریری نے غالباً اس سے ضرار بن ضمرہ کے اس خطبہ کی طرف اشارہ کیا ہے جو انھوں نے حضرت معاویہؓ کے سامنے ان کے کہنے پر حضرت علیؓ کی مدح میں کہا تھا، ابونعیم اصفہانی رحمہ اللہ نے حلیۃ الاولیاء (ج ۱ ص ۸۴ - ۸۵) اور علامہ ابن الجوزی نے صفوۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۳۱۵ - ۳۱۶) میں ضرار بن ضمرہ کے وہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے ان سے کہا : صِفْ لِي عَلِيًّا، حضرت علیؓ کے اوصاف بیان کریں تو انھوں نے کہا :

" فَإِنَّهُ وَاللهِ كَانَ بَعِيدَ الْمَدَىٰ، شَدِيدَ الْقُوَىٰ، يَقُولُ فَصْلًا، وَيَحْكُمُ عَدْلًا، يَتَفَجَّرُ الْعِلْمُ مِنْ جَوَانِبِهِ، وَتَنْطِقُ الْحِكْمَةُ مِنْ نَوَاحِيهِ، يَسْتَوْحِشُ مِنَ الدُّنْيَا وَزَهْرَتِهَا، وَ

يَستَأنِسُ بِاللَّيلِ وَظُلمَتِهٖ ، كَانَ وَاللّٰهِ غَزِيرَ الدَّمعَةِ طَوِيلَ
الفِكرَةِ ، يُقَلِّبُ كَفَّهُ وَ يُخَاطِبُ نَفسَهُ ، يُعجِبُهُ مِنَ اللِّبَاسِ مَا
خَشُنَ ، وَمِنَ الطَّعَامِ مَاجَشُبَ ، كَانَ وَاللّٰهِ كَأَحَدِنَا يُجِيبُنَا
إِذَا سَأَلنَاهُ ، وَ يَأتِينَا إِذَا دَعَونَاهُ ، وَنَحنُ وَاللّٰهِ مَعَ تَقرِيبِهٖ
لَنَا ، وَقُربِهٖ مِنَّا لَا نُكَلِّمُهُ هَيبَةً .... يُعَظِّمُ أَهلَ الدِّينِ ،
وَيُحِبُّ المَسَاكِينَ ، وَأَشهَدُ بِاللّٰهِ لَقَد رَأَيتُهُ فِي بَعضِ مَوَاقِفِهٖ
وَقَد أَرخَى اللَّيلُ سُدُولَهُ وَغَارَت نُجُومُهُ ، يَمِيلُ فِي مِحرَابِهٖ
قَابِضًا عَلَى لِحيَتِهٖ يَتَمَلمَلُ تَمَلمُلَ السَّلِيمِ ، وَيَبكِي بُكَاءَ الحَزِينِ
فَكَأَنِّي أَسمَعُهُ الآنَ ، وَهُوَ يَقُولُ : يَا دُنيَا ، يَا دُنيَا ، أَبِي
تَعَرَّضتِ أَم لِي تَشَوَّقتِ ؟ هَيهَاتَ ! هَيهَاتَ ! غُرِّي
غَيرِي ، قَد بَتَتُّكِ ثَلَاثًا ، لَا رَجعَةَ لِي فِيكِ ، نَعُمرُكِ قَصِيرٌ ،
وَعَيشُكِ حَقِيرٌ ، وَخَطَرُكِ كَبِيرٌ . آه ! آه ! مِن قِلَّةِ الزَّادِ
وَبُعدِ السَّفَرِ ، وَوَحشَةِ الطَّرِيقِ !!!۔"

" واللہ وہ بڑے بلند ہمت اور مضبوط اعصاب کے مالک تھے ، آپ کی بات قولِ فیصل اور آپ کا فیصلہ انصاف پر مبنی ہوتا ، آپ کے ہر پہلو سے علم کا چشمہ اُبلتا تھا ، آپ کو دنیا اور اس کی زیب وزینت سے وحشت رہتی تھی ، رات کی تنہائی اور تاریکی سے آپ بہت مانوس تھے ، خدا کی قسم ! آپ بہت ہی رونے والے ، طویل غور وفکر میں رہنے والے تھے آپ اپنی ہتھیلی کو پلٹ کر اپنے آپ سے مخاطب ہوتے اور اپنا محاسبہ کرتے ، آپ کو موٹا جھوٹا لباس اور روکھا پیکھا کھانا پسند تھا ، وہ ہم میں ہمارے ہی طرح رہتے تھے ، جب ہم کوئی بات پوچھتے تو بشاشت سے جواب دیتے اور جب ہم ان کو بلاتے تو ہمارے پاس آتے لیکن ان کی شفقت اور اپنی نیازمندی اور بے تکلفی کے باوجود ہم رعب کے مارے زیادہ گفتگو نہ کرتے ، وہ دینداروں کی تعظیم کرتے اور مسکینوں سے محبت رکھتے تھے ، میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے انہیں کبھی کبھی اس حال میں بھی دیکھا ہے کہ رات ڈھل چکی ہے اور ستارے ڈوبنے لگے ہیں اور آپ اپنی

محراب میں سانپ کاٹے ہوئے شخص کی طرح بے چین ہیں اور کسی
غمزدہ کی طرح رو رہے ہیں اور میں انھیں یہ کہتے ہوئے سن رہا ہوں:
اے دنیا! کیا تو مجھے نشانہ بنانا چاہتی ہے اور میرے لئے
بن سنور کر آتی ہے؟ دور رہو، دور رہو!!! اور میرے علاوہ کسی
اور کو دھوکہ دے، میں نے بغیر رجعت کے تجھے تین طلاقیں دیں،
تیری عمر مختصر اور تیرا عیش حقیر اور تیرا خطرہ بہت بھاری ہے، آہ! زادِ
سفر کم، سفر لمبا اور راستہ وحشت ناک ہے"

حضرت معاویہؓ یہ سن کر رونے لگے، یہاں تک کہ آپ کی داڑھی تر ہوگئی اور فرمانے لگے: رَحِمَ اللهُ أَبَا الحَسَنِ، كَانَ وَاللهِ كَذٰلِكَ۔ پھر ضرار سے پوچھنے لگے، حضرت علیؓ کے چلے جانے کے بعد آپ کے غم کی کیا کیفیت ہے؟ ضرار نے کہا "میں اس عورت کی طرح غمگین ہوں جس کا بچہ اس کی گود میں ذبح کر دیا گیا ہو کہ ایسی عورت کے نہ آنسو تھمتے ہیں اور نہ غم ماند پڑتا ہے"

***

فَقُلْتَ لَهُ: ما أَغْزَرَ وَبْلَكَ! فَقَالَ: وَالشَّرْطُ أَمْلَكُ، فَنَفَحْتُه بالدِّينَارِ الثَّانِي، وقُلْتُ لَهُ: عَوِّذْهُمَا بالْمَثَانِي، فَأَلْقَاهُ فِي فَمِهِ، وَقَرَنَهُ بِتَوْءَمِهِ، وَانْكَفَأَ يَحْمَدُ مَغْدَاه، وَيَمْدَحُ النَّادِي وَنَدَاهُ.

میں نے اس سے کہا آپ کی بارش کس قدر زیادہ ہے وہ کہنے لگا "شرط پوری کرنا زیادہ ضروری ہے" چنانچہ میں نے اس کو دوسرا دینار دیدیا اور کہا "دونوں کو سورہ فاتحہ کے ساتھ تعویذ بنادو" (یعنی سورۃ فاتحہ پڑھ کر شکر ادا کرو تاکہ وہ اس کی حفاظت اور تعویذ کا ذریعہ بن جائے) پس وہ اس نے اپنے منہ میں ڈالا، اپنے جڑوے (پہلے دینار) کے ساتھ ملایا اور اپنے صبح کے وقت نکلنے کی تعریف کرتے ہوئے اور مجلس اور اس کی سخاوت کی مدح کرتے ہوئے وہ واپس ہوا۔

***

مَا أَغْزَرَ وَبْلَكَ: مَا أَغْزَرَ تعجب کا صیغہ ہے: کس قدر زیادہ ہے آپ کی بارش! از کرم غَزُرَ (ک) غَزَارَةً: بہت ہونا۔ المَطَرُ الغَزِيرُ: موسلا دھار بارش۔ وَبْلٌ اور وَابِلٌ تیز بارش کو کہتے ہیں۔ سورۃ بقرۃ آیت ۲۶۵ میں ہے: "فَإِنْ لَمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ" بارش

ابتداء میں عام طور سے ہلکی اور پھر تدریجاً بڑھتی ہے، ان تدریجی مراحل میں بارش کے نام ثعالبی نے فقہ اللغہ (ص ۲۸۱) میں یوں نقل کئے ہیں: ① أَوَّلُ المَطَرِ رَشٌّ وطَشٌّ ② ثُمَّ الطَّلُّ ③ ثُمَّ الرَّذَاذُ ④ ثُمَّ نَضْحٌ ⑤ ثُمَّ هَطْلٌ ⑥ ثُمَّ وَابِلٌ۔

مَا أَغْزَرَ وَبْلَكَ: کیا ہی تیز ہے آپ کی بارش۔ یہاں اس کی مراد ہے کہ آپ کا علم کتنا ہی زیادہ ہے

وَالشَّرْطُ أَمْلَكُ: یہ ضرب المثل ہے، اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی کو اس کی شرط پر عمل کرانے کی یاد دہانی کروانی ہو۔ میدانی نے کتاب الامثال (ج ا ص ۳۶۷) میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے اس محاورے کو أفعی جرہمی نے استعمال کیا چونکہ وہ عرب کے حکیم تھے اس لئے ان کے پاس دو آدمی آئے ان میں سے ایک نے کوئی شرط لگائی تھی لیکن اب وہ اسے پورا نہیں کرنا چاہتا تھا اس پر افعی جرہمی نے کہا: الشرط أملك، تقدیری عبارت ہے الشَّرْطُ أَمْلَكُ لِأَمْرِكَ مِنْكَ: آپ کے معاملہ کے لئے شرط آپ سے زیادہ مالک ہے یعنی شرط پوری کرنا ضروری ہے۔

نَفَحْتُهُ: ماضی واحد متکلم کا صیغہ ہے نَفَحَتِ الرِّيحُ (ف) نَفْحاً ونُفُوحًا: ہوا کا چلنا، نَفَحَ فُلَانًا بِالْمَالِ: عطا کرنا، دینا۔

عَوِّذْهُمَا بِالْمَثَانِي: عَوَّذَ - تَعْوِيذًا، تعویذ بنانا۔ المَثَانِي: مَثْنَاةٌ یا مَثْنًى کی جمع ہے: سورہ فاتحہ کا نام ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے الإتقان فی علوم القرآن (ج ا ص ۷۰-۷۱) میں سورۃ فاتحہ کے پچیس نام نقل کئے ہیں۔ فاتحہ کو مثانی یا تو اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا نزول دو مرتبہ ہوا ہے۔ ایک مرتبہ مکہ میں اور دوسری مرتبہ مدینہ میں اور یا اس لئے کہ یہ نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہے۔

اِنْكَفَأَ: باب انفعال سے ہے: واپس ہونا، لوٹنا كَفَأَ (ف) كَفْأً: لوٹنا، مڑنا۔

مَغْدَا: مصدر میمی ہے، صبح کے وقت نکلنا، چلنا اور ظرف بھی ہو سکتا ہے بمعنی صبح کے آنے کا وقت یا جگہ۔ غدا (ن) غُدُوًّا: صبح ہونا۔ یہاں مَغْدَا سے صبح کے وقت نکلنا مراد ہے۔

***

قَالَ الْحَارِثُ بْنُ هَمَّامٍ: فَنَاجَانِي قَلْبِي بِأَنَّهُ أَبُو زَيْدٍ، وَأَنَّ تَعَارُجَهُ لِكَيْدٍ. فَاسْتَمَدتُهُ وَقُلْتُ لَهُ: قَدْ عُرِفْتَ بِوَشْيِكَ، فَاسْتَقِمْ فِي مَشْيِكَ.

حارث بن ہمام نے کہا، میرے دل نے مجھ سے سرگوشی کی کہ یہ ابوزید ہے اور اس کا بتکلف لنگڑا بنا مکرو فریب ہے، چنانچہ میں نے اس کو واپس لوٹانا چاہا اور اس سے کہا، میں نے آپ کو آپ کے مزین کلام سے پہچان لیا اس لئے اپنی چال میں سیدھے ہو جائیں،

تَعَارُجُهُ لِكَيْدٍ : تَعَارُجَ : بتکلف لنگڑا بننا۔ عَرِجَ (س)، عَرَجًا وعَرَجَ (ن) عُرُوجًا : چڑھنا، بلند ہونا۔ کَیْد : مکروفریب، چالبازی، وھومن الخلق : اَلْحِیْلَۃُ السَّیِّئَۃُ، وَمِنَ اللّٰہ: التَّدْبِیْرُ بِالْحَقِّ لِمُجَازَاۃِ أَعْمَالِ الْخَلْقِ ۔سورۃ طارق آیت ۱۵-۱۶ میں ہے : اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا وَّاَكِيْدُ كَيْدًا " کَیْدٌ کی جمع کُیُوْدٌ ہے۔

اسْتَعَدْتُهُ : س، ت طلب کے لئے ہیں عَوْدٌ سے ماخوذ ہے، لوٹنے اور واپس ہونے کی خواہش کرنا۔

عَرَفْتُ بِوَشْيِكَ : عَرَفْتُ یا متکلم کا صیغہ ہے : میں پہچان گیا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مخاطب کا صیغہ ہو عُرِفْتَ آپ پہچانے گئے۔ وَشْی : مزین کلام، کپڑے کے نقش ونگار، وَشَی الثَّوبَ (ض) وَشْيًا : کپڑے کو مزین کرنا، کپڑے پر نقش ونگار کرنا۔ وَشَی الکَلامَ : جھوٹ بولا۔

***

ــــــــ فقال: إن كُنْتَ ابنَ هَمَّامٍ، فحُيِّيتَ بِإكْرامٍ، وَحَيِيتَ بَيْنَ كِرَامٍ. فقلت : أنا الحارث، فكيفَ حالُكَ وَالْحَوادِثِ؟ فقال : أَتَقَلَّبُ فِي الْحَالَيْنِ : بُؤْسٍ وَرَخَاءٍ، وَأَنْقَلِبُ مَعَ الرِّيحَيْنِ : زَعْزَعٍ وَرُخَاءٍ. فقلتُ : كَيفَ ادَّعَيْتَ الْقَزَلَ، وَمَامِثْلُكَ مَنْ هَزَلَ! فاسْتَتَرَ بِشْرُهُ الَّذِي كَانَ تَجَلَّى، ثُمَّ أَنْشَدَ حِينَ وَلَّى :

تو وہ کہنے لگا "اگر آپ حارث بن ہمام ہیں تو عزت و اکرام کے ساتھ سلامت رہیں اور شریفوں کے درمیان زندہ رہیں" میں نے کہا "میں حارث ہوں، حوادث کے ساتھ آپ کا کیا حال ہے؟" کہنے لگا "میں دو حالتوں تنگی و فراخی میں پلٹتا ہوں اور دو ہواؤں آندھی اور نسیم کے ساتھ بدلتا (اور پھرتا) ہوں" میں نے کہا "آپ نے لنگڑا پن کا کیسے دعویٰ کردیا حالانکہ آپ جیسا آدمی مذاق نہیں کرتا"۔ چنانچہ اس (کے چہرے) کی وہ رونق چھپ گئی جو ظاہر تھی (یعنی اس سوال سے اس کے چہرے کی رونق غائب ہوگئی) پھر یہ شعر پڑھنے لگا جس وقت جانے لگا۔

***

حُيِّيتَ بِإكْرامٍ وحُيِيتَ بَيْنَ كِرامٍ : حُيِّيتَ باب تفعیل سے ہے : حَيَّاكَ اللّٰہ کہنا، تحیہ کہنا، حُيِّيتَ بِإكْرامٍ : آپ سلامت رہیں اکرام کے ساتھ۔ حییت : صیغہ مجہول از حَیِیَ (س) حَیًّا وحَیَاۃً : زندہ ہونا۔ کِرَامٌ کَرِیْمٌ کی جمع ہے اس کی جمع کُرَمَاء بھی آتی ہے بمعنی شریف۔

بُؤْسٌ : تنگی، فقر وفاقہ، باب سمع سے استعمال ہوتا ہے بَئِسَ (س) بُؤْسًا : بہت ہی زیادہ فقیر ہونا، حاجت مند ہونا۔

***

① تَعَارَجْتُ لاَ رَغْبَةً فِي الْعَرَجْ وَلٰكِنْ لِأَقْرَعَ بَابَ الْفَرَجْ

② وَأُلْقِيَ حَبْلِي عَلَى غَارِبِي وَأَسْلُكَ مَسْلَكَ مَنْ قَدْ مَرَجْ

③ فَإِنْ لاَمَنِي الْقَوْمُ قُلْتُ اعْذِرُوا فَلَيْسَ عَلَى أَعْرَجٍ مِنْ حَرَجْ

① میں لنگڑا بنا حالانکہ لنگڑا پن میں مجھے رغبت نہیں لیکن (یہ اس لئے) تاکہ کشادگی (اور آسودہ حالی) کا دروازہ کھٹکھٹا سکوں۔

② میں اپنی رسی اپنے کاندھے پر ڈالتا ہوں (آزاد پھرتا ہوں جہاں چاہوں جاتا ہوں) اور اس شخص کے راستہ پر چلتا ہوں جس نے خلط ملط کیا (یعنی جو شخص زندگی میں بھیس بدل بدل کر چلتا ہے میں نے اسی کا طریقہ اختیار کیا ہے)

③ چنانچہ اگر لوگ مجھے ملامت کریں تو میں کہتا ہوں، عذر قبول کرو (اور مجھے معذور سمجھو) اس لئے کہ لنگڑے پر کوئی گناہ اور حرج نہیں (وہ معذور ہوتا ہے)

***

① (تعارجت) فعل ہے اور ضمیر بارز متکلم اس میں فاعل ذوالحال ہے (لا رغبة) میں (لا) نافیہ ہے (رَغْبَةً) مفعول مطلق ہے فعل محذوف (رَغِبْتُ) کے لئے (في العرج) (رغبةً) سے متعلق ہے یہ پورا جملہ حال ہے (تعارجت) میں ضمیر متکلم سے اور دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ (لا رغبة) کو (تعارجت) کے لئے مفعول لہ بنادیا جائے (لكِنْ) حرف استدراک غیر عامل ہے (لأقرَعَ) میں لام کئی ہے جس کے بعد (أنْ) ناصبہ مقدر ہوتا ہے (أقرَعَ) جملہ فعلیہ بتاویل مصدر ہو کر مجرور لام کئی جارہ کے لئے، جار مجرور (تعارجتُ) فعل سے متعلق ہے (باب الفرج) (أقرَع) کے لئے مفعول بہ ہے۔

② (ألقي) کا عطف (أقرَع) پر ہے، اسی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ (أقرع) (أنْ) ناصبہ مقدرہ کی وجہ سے منصوب ہے (حَبْلي) (ألقي) کے لئے مفعول بہ ہے (على غاربي) (أُلقي) سے متعلق ہے (أسلُكَ) فعل مضارع منصوب ہے کیونکہ اس کا عطف

(أُلقِيَ) پر ہے(مَسلَك) مضاف ہے اور مفعول بہ ہے(أسلُك) کے لئے(مَنْ) (مَسْلَك) کے لئے مضاف الیہ ہے(قد مَرَج) جملہ فعلیہ (مَنْ) موصولہ کے لئے صلہ ہے۔

③ فاء تفریعیہ ہے(إنْ لامنی القومُ) فعل مفعول بہ اور فاعل مل کر شرط ہے (قلت اعذروا) جزا ہے(قُلْتُ) فعل فاعل مل کر قول ہے(اعذروا) مقولہ ہے(فلیس) میں فاء تعلیلیہ ہے(لَیس) فعل ناقص ہے(مِنْ حَرَج) میں(مِنْ) زائدہ ہے اور(حَرَج) اس کا اسم مؤخر ہے (علی أعرج) (ثابتا) محذوف سے متعلق ہو کر خبر مقدم ہے۔

المَقَامَةُ الرَّابِعَةُ الدِّمياطِيَّةُ

چوتھے مقامہ میں علامہ حریری نے ایسے دو آدمیوں کی فصیح گفتگو بیان کی ہے جن کا رویہ اور برتاؤ ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے، ایک کا برتاؤ اور معاملہ یہ ہے کہ اس نے اچھائی اور دوسروں کے ساتھ نیکی اور احسان کا وطیرہ اختیار کیا ہے، وہ ہر برائی کا بدلہ نیکی اور اچھائی سے دیتا ہے جبکہ دوسرے آدمی کا مزاج ترکی بہ ترکی ہے، اچھائی کا بدلہ اچھائی اور برائی کے عوض میں برائی اس کا شیوہ ہے، کہانی کی ترتیب یوں ہے کہ حارث اپنے ساتھیوں کے ساتھ سفر کرتے ہوئے اخیر رات میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالتے ہیں، لوگ سو جاتے ہیں تو دو آدمیوں کی آواز سنائی دیتی ہے، حارث کان لگاتے ہیں، ایک آدمی دوسرے سے پوچھتا ہے کہ لوگوں کے ساتھ آپ کے برتاؤ کی کیا نوعیت ہے؟ وہ بڑے فصیح انداز میں جواب دیتا ہے کہ میں برائی کا جواب بھی اچھائی سے دیتا ہوں، وہ اپنی گفتگو ختم کرتا ہے تو دوسرا کہتا ہے کہ میں تو برابری کا معاملہ کرتا ہوں، اچھائی کا بدلہ اچھائی اور برائی کا جواب برائی! گفتگو ختم ہوتی ہے اور صبح ہونے لگتی ہے تو حارث ان کی فصاحت سے بڑا متاثر ہوتا ہے، جا کے ان سے ملتا ہے تو وہاں ابوزید سروجی اور اس کا بیٹا ہوتا ہے دونوں بڑی خستہ حالت میں ہوتے ہیں، اس لیے حارث اصحاب خیر سے ان کے لیے تعاون کرنے کے لیے کہتا ہے اور ہم سفر ان کی حسب مدد کرتے ہیں، لوگوں سے پیسے بٹورنے کے بعد ابوزید حارث سے اجازت لیتا ہے کہ میں ذرا قریبی بستی میں غسل کر کے ابھی آتا ہوں، بیٹے کو لے کر وہ، نو دو گیارہ ہو جاتا ہے، قافلہ سفر کافی انتظار کرتا ہے اور بالآخر سمجھ جاتا ہے کہ آدمی نے دھوکہ دیا، حارث اپنا کجاوہ کستا ہے تو پالان کی لکڑی پر ابوزید کے تین شعر لکھے ہوئے پاتا ہے جن میں حارث کے احسان اور اپنے فرار کا ذکر ہوتا ہے۔ اس مقامہ میں کل تیرہ اشعار ہیں۔

المقامة الرابعة وهي الدمياطية

أَخبَرَ الحارثُ بنُ همّامٍ قال: ظَعَنتُ إلى دِمياط، عامَ هياطٍ ومياطٍ؛ وأنا يومئذٍ مرموقُ الرّخاء، موموقُ الإخاء، أسحَبُ مطارفَ الثّراء، وأجتلي معارفَ السّرّاء. فرافقتُ صحْباً قد شقّوا عصا الشّقاق، وارتضعوا أفاويقَ الوفاق؛ حتّى لاحُوا كأسنان المُشطِ في الاستواء، وكالنّفسِ الواحدة في التئامِ الأهواء.

حارث بن ہمام نے خبر دی ہے یہ کہتے ہوئے کہ میں نے سختی اور قحط والے سال دمیاط کی طرف کوچ کیا، اس وقت میں خوشحالی میں منظور نظر، بھائی چارے کے لئے محبوب تھا، مالداری کی منقش چادروں کو کھینچتا اور مسرت کے چہرے کے محاسن (اور خوبیوں) کو دیکھتا تھا، چنانچہ میں نے ایسے ساتھیوں کی رفاقت کی جنہوں نے مخالفت کی لاٹھی پھاڑ دی تھی (کسی قسم کی مخالفت و بغاوت ان میں نہ تھی) اور انہوں نے موافقت کا دودھ پیا تھا، یہاں تک کہ وہ برابری میں کنگھی کے دندانوں کی طرح، خواہشات کے ملنے میں ایک جان کی طرح ظاہر ہوگئے تھے (یعنی پسند و ناپسند کا معیار سب کا ایک جیسا تھا)

***

یہ مقامہ مصر سے تیس فرسخ کے فاصلہ پر واقع ایک قدیم شہر "دمیاط" کی طرف منسوب ہے، علامہ حموی نے معجم البلدان (ج ۲ ص ۴۷۳) میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"یا عُمَرُ، إنّهُ سیُفتَحُ علی یدیكَ بمصرَ ثُغرانِ، الاسكندریةُ ودِمیاطُ، فأمّا الاسكندریةُ فخرابُها منَ البربرِ، وأمّا دِمیاطُ فهُم صفوةٌ منْ شُهداءَ، منْ رابطَها لیلةً كانَ معی فی حظیرةِ القُدسِ معَ النّبیّینَ والشُّهداءِ"

لیکن علامہ حموی شہروں کے متعلق عام طور پر ضعیف بلکہ موضوع احادیث نقل کرتے ہیں، معلوم نہیں یہ حدیث سنداً کس درجہ کی ہے، خلیفہ متوکل کے زمانہ میں رومیوں نے ۲۳۸ھ کو

دمیاط پر ایک زبردست حملہ کیا، اہل شہر کا قتل عام کیا، عورتوں اور بچوں کو قید کیا، اس وقت کا والیٔ مصر عنبسہ بن اسحاق ایک بڑا لشکر لے کر رومیوں کے مقابلہ کے لئے نکلا لیکن رومی نکل گئے تھے اور عنبسہ نے ان کا پیچھا کرنا مناسب نہیں سمجھا، اس پر یحیی بن الفضل نے خلیفہ متوکل کو مخاطب کرکے یہ شعر پڑھے :

أَتَرْضَىٰ أَنْ يُوطَأَ حَرِيمُكَ عَنْوَةً ۔۔۔ وأَنْ يستباح المسلمون ويُحربوا
حِمَارُ أَتَىٰ دِمياط، والروم رُتَّب ۔۔۔ بتنّيس، منه رَأْيُ عَيْنٍ وأَقْرَب
فمارَامَ مِن دمياط سَيْرا، ولا دَرَىٰ ۔۔۔ مِنَ العَجزِ مَا يَأْتِي ومَا يَتَجَنَّب
فَلا تَنْسَنا، إِنَّا بِدَارِ مضيعة ۔۔۔ بمِصر، وإِنَّ الدِّيْنَ قدكَادَ يَذْهَب

یہ اشعار سن کر متوکل نے دمیاط میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا، ۶۱۴ھ تک یہ شہر مسلمانوں کے پاس رہا، اس کے بعد فرنگیوں نے حملہ کرکے اس پر قبضہ کیا لیکن ۶۱۸ھ میں دوبارہ مسلمانوں نے اس پر قبضہ کیا۔

ظَعَنْتُ : ظَعَنَ إِلَيْهِ (ف) ظَعْنًا : اس کی طرف نکلنا. ظَعَنَ مِنْه : اس سے نکلنا، کوچ کرنا۔

عَامُ هِيَاطٍ وَّمِيَاطٍ : عام: سال. جمع: أَعْوَامٌ. عَامَ فِي المَاءِ (ن) عَوْمًا : تیرنا.
هِيَاط مصدر از مفاعلہ شور، ہنگامہ. هَايَطَ۔ هِيَاطًا وهَاطَ (ض) هَيْطًا : شور کرنا، ہنگامہ مچانا۔ مِيَاط: یہ بھی باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ مايط۔ مِيَاطًا : ومَاطَ (ض) مَيْطًا ومَيْطَانًا : دفع کرنا، ہٹانا۔ عرب کہتے ہیں : هُمْ فِي هِيَاطٍ وَّمِيَاطٍ : وہ اضطراب اور آنے جانے میں ہیں.
عَامُ هِيَاطٍ ومِيَاط : سختی اور اضطراب و قحط والا سال ۔

مَرْمُوقُ الرَّخَاء : مَرْمُوقٌ باب نصر سے صیغۂ اسم مفعول ہے، رَمَقَهُ (ن)، رَمْقًا : دیکھنا، صلہ میں إلی بھی استعمال کرتے ہیں، رمق إليه : ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا، دیر تک دیکھنا۔ مرموق : قابلِ لحاظ، ممتاز، جس کی طرف دیکھا جائے۔ الرَّخَاء : آسودگی، خوشحالی، آسائش۔

امام احمد بن حنبلؒ نے مسند احمد (ج ۲ ص ۳۴۲) میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے

لَيَأْتِيَنَّ عَلَى الْمَدِيْنَةِ زَمَانٌ، يَنْطَلِقُ النَّاسُ فِيْهَا إِلَى الآفَاقِ
يَلْتَمِسُوْنَ الرَّخَاءَ، فَيَجِدُوْنَ رَخَاءً، ثُمَّ يَأْتُوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ
بِأَهْلِيْهِمْ إِلَى الرَّخَاءِ، وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ، لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ .

" مدینہ منورہ پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ لوگ اس سے دوسرے

اطراف کی جانب آسودگی وخوشحالی تلاش کرنے کے لئے چلے جائیں گے
وہاں آسودگی وخوشحالی پاکر مدینہ آئیں گے اور اپنے اہل وعیال کو
اس آسودگی کی طرف منتقل کردیں گے حالانکہ مدینہ منورہ ان کے لئے
بہتر ہوگا، لیکن کاش کہ وہ جانتے بھی!"

اور امام احمدؒ ہی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مسند (ج ۱ ص ۱۴۰) میں حدیث نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَأْتِي عَلَى النَّاسِ مِائَةُ سَنَةٍ ، وَعَلَى الْأَرْضِ عَيْنٌ تطرف مِمَّنْ
هُوَ الْيَوْمَ حَيٌّ، وَإِنَّمَا رَخَاءُ هٰذِهِ وَفَرَجُهَا بَعْدَ الْمِائَةِ .

رَخَا الْعَيْشُ (ن) رَخَاءً ، وَرَخِيَ (س) رَخًا و رَخَاءً ، وَرَخُوَ (ک) رَخَاوَة و رِخْوَةً : زندگی کا آسودہ ہونا۔ مَرْمُوقُ الرَّخَاء : فراخیٔ عیش میں منظورِ نظر اور ممتاز ہونا۔

مَرْمُوقُ الْإِخَاء : مَرْمُوق باب حسب یحسب سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، بمعنی محبوب وَمِقَ يَمِقُ (ح) ، وَمْقًا و مِقَةً : محبت کرنا۔ الْإِخَاء، باب مفاعلہ کا مصدر ہے: بھائی چارہ آخَى فُلَانًا۔ مُؤَاخَاةً، وإِخَاءً : وأَخَا (ن) أُخُوَّةً، و إِخَاوَةً : بھائی بنانا، بھائی چارہ قائم کرنا۔

أَسْحَبُ مَطَارِفَ الثَّرَاءِ : أَسْحَبُ باب فتح سے واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ سَحَبَهُ (ف) سَحْبًا : کھینچنا، بادل کو سحاب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ پانی کو کھینچتا ہے۔ سورۃ قمر، آیت ۴۸ میں ہے: " يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ..." مَطَارِف ، مُطْرَفٌ کی جمع ہے، میم کے ضمہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ درست ہے، اس چادر اور کپڑے کو کہتے ہیں جس پر نقش ونگار کا کام ہوا ہو۔ الثَّرَاء : مالداری، دولت، ثَرِيَ الرَّجُلُ (س) ثَرَاءً ، مالدار ہونا، دولت مند ہونا۔ ثَرِيٌّ ، مُثْرٍ ، ثَرْوَانٌ : دولت مند، مالدار۔

مَعَارِفَ السَّرَّاءِ : مَعَارِف ، مَعرِف (را کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ) کی جمع ہے، چہرے کے محاسن کو کہتے ہیں۔ السَّرَّاء : خوشی، مسرت

فَرَافَقْتُ صَحْبًا : رَافَقْتُ، باب مفاعلہ سے واحد متکلم کا صیغہ ہے، رَافَقَهُ۔ مُرَافَقَةً : ساتھ ہونا، کسی کی معیت میں ہونا۔ صَحْبًا : صَاحِبٌ کی جمع ہے۔

شَقُّوا عَصَا الشِّقَاق : شَقَّهُ (ن) شَقًّا : پھاڑنا۔ عصا : لاٹھی، جمع : عُصِيٌّ ، عِصِيٌّ ، أَعْصٍ ، أَعْصَاء ۔ عَصَا الرَّجُلُ (ن) عَصْوًا : لاٹھی سے کسی کو مارنا۔ عَصِيَ الرَّجُلُ (س) عَصًا : لاٹھی اٹھانا۔ عَصَى (ض) عِصْيَانًا : نافرمانی کرنا، گناہ کرنا۔ الشِّقَاق : مصدر از مفاعلہ۔ اتفاق کی ضد

ہے : مخالفت، دشمنی اور عداوت۔ شَاقَّہٗ۔ شِقَاقًا : مخالفت کرنا، دشمنی کرنا۔ عرب کہتے ہیں شَقَّ فُلَانٌ العصَا : یعنی اس نے اطاعت چھوڑدی اور بغاوت اختیار کرلی، عصا سے وحدت وجمعیت مراد ہے اور شق ہونے سے اس وحدت کا ختم ہوجانا اور شیرازے کا بکھر جانا مراد ہے۔

وَاِنْ تَضَعُوْا أَفَاوِيْقَ الوِفَاقِ : اِنْ تَضَعُوْا، باب افتعال سے جمع غائب کا صیغہ ہے، ارتضاع کے معنی دودھ پینے کے آتے ہیں، مجرد میں سمع سے استعمال ہوتا ہے۔ رَضِعَ الصَّبِيُّ أُمَّهٗ (س)، رَضَاعًا : بچے کا دودھ پینا، صاحب مختار الصحاح نے لکھا ہے کہ اہل نجد اس کو باب ضرب سے استعمال کرتے ہیں۔ اور مولانا وحید الزمان کیرانوی نے "القاموس الجدید" میں فتح سے بھی لکھا ہے۔

أَفَاوِيْق : مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ حاشیہ میں لکھتے ہیں : "جَمْعُ فِيْقَةٍ، وَهُوَ اِسْمُ اللَّبَنِ الَّذِيْ يَجْتَمِعُ فِي الضَّرْعِ بَيْنَ الْحَلْبَتَيْنِ" یعنی أَفَاوِيْق، فِيْقَةٌ کی جمع ہے اور فِيْقَة اس دودھ کا نام ہے جو تھن کو ایک مرتبہ دوہنے کے بعد اس میں جمع ہوجاتا ہے۔ لیکن علامہ شریشیؒ نے لکھا ہے کہ أَفَاوِيْق، أَفْوَاق کی جمع ہے اور أَفْوَاق، فُوَاق کی جمع ہے۔ علامہ طاہر پٹنی رحمہ اللہ نے مجمع بحار الانوار (ج ۴ ص ۱۸۲) میں فُوَاق کے چار معانی بیان کئے ہیں :

① ایک یہ کہ دودھ صبح دوھا جائے اور پھر شام کو دوھا جائے تو صبح وشام کے درمیانی وقفے کو فواق کہا جاتا ہے۔

② دوسرے یہ کہ دودھ دوہتے ہوئے ایک برتن بھر جانے کے بعد دوسرا برتن اٹھانے تک کے درمیانی وقفے کو فُوَاق کہتے ہیں۔

③ تیسرے یہ کہ دودھ دوہتے ہوئے بچے کو تھنوں سے لگا دیتے ہیں اور جب دودھ اتر آتا ہے تو دوبارہ دوہتے ہیں اس وقفہ کا نام فُوَاق ہے۔

④ اور چوتھے معنی یہ ہیں کہ ایک مرتبہ تھن سے دودھ کھینچنے کے بعد دوبارہ تھن کھینچنے کے درمیانی وقفہ کو فُوَاق کہتے ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا ہے کہ فُوَاق اُس وقت کو کہتے ہیں جو دودھ دوہنے کے درمیان ہوتا ہے اس لئے علامہ شریشی کا یہ قول کہ أَفَاوِيْق، أَفْوَاق کی اور أفواق، فُوَاق کی جمع ہے درست نہیں ہے کیونکہ فُوَاق کے معنی یہاں درست نہیں بیٹھتے ہیں، صحیح بات وہی ہے جو حاشیہ میں منجد کے حوالے سے لکھی ہے کہ یہ فِيْقَة کی جمع ہے اور وہ دودھ کا نام ہے، المعجم الوسیط نے بھی یہی لکھا ہے۔

الوِفَاق : باب مفاعلہ سے مصدر ہے، وَافَقَهٗ۔ مُوَافَقَةً : موافقت کرنا، مجرّد میں

حسب سے ہے۔ وَفِقَ (ح) وَفقًا: موافق ہونا وافقَ علیٰ: منظور کرنا۔ وافقَ علی مشروعِ قانونٍ: بل پاس کرنا۔ وَافَقَ علَى الطَّلَبِ: درخواست منظور کرنا۔ وَافقَ علی اقتراحٍ: تجویز منظور کرنا۔
أسْنانُ المشْطِ فِی الْإسْتِوَاءِ: أسنان: سِنٌّ کی جمع ہے، دانت کو کہتے ہیں، سَنَّ السِّکِّیْنَ (ن) سَنًّا: چھری تیز کرنا۔ المِشْط: کنگھی، جمع: أمْشَاط، مَشَطَ (ن ض) مَشْطًا: کنگھی کرنا۔ الإِسْتِوَاء: برابری۔ المستوی: معیار۔ المُسْتَوَی التَّعْلِیْمِیّ: تعلیمی معیار۔
التِئَامُ الأهْوَاءِ: اِلْتِئام: باب افتعال سے ہے۔ اِلْتَأمَ الشَّیْءُ: ملنا، درست ہونا، اِلْتَأمَ الجُرْحُ: زخم کا بھر جانا، مشہور شعر ہے:

جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الْتِئَامٌ   وَلَا يَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ

وَلَأمَ (ف) لَأمًا: جوڑنا، ملانا، درست کرنا۔ الأهْوَاء، هَوَی کی جمع ہے: خواہش محبت۔

***

وَكُنَّا مَعَ ذَلِكَ نَسِيرُ النَّجَاءَ، وَلَا نَرْحَلُ إِلَّا كُلَّ هَوْجَاءَ، وَإِذَا نَزَلْنَا مَنْزِلًا، أَوْ وَرَدْنَا مَنْهَلًا، اخْتَلَسْنَا اللَّبْثَ، وَلَمْ نُطِلِ الْمُكْثَ. فَعَنَّ لَنَا إِعْمَالُ الرِّكَابِ، فِي لَيْلَةٍ فَتِيَّةِ الشَّبَابِ، غُدَافِيَّةِ الإِهَابِ. فَأَسْرَيْنَا إِلَى أَنْ نَضَا اللَّيْلُ شَبَابَهُ، وَسَلَتَ الصُّبْحُ خِضَابَهُ.

ہم اس کے ساتھ تیز چل رہے تھے اور سفر نہیں کرتے تھے مگر ہر تیز اونٹنی پر، جب ہم کسی منزل پر اترتے، یا کسی گھاٹ پر آتے تو ہم رہائش کو اچک لیتے اور ٹھہرنے کو طویل نہ کرتے چنانچہ ہمیں ایک ابتدائی جوانی والی، سیاہ کوے کی کھال کی طرح (سیاہ) رات میں سواریوں کو کام میں لانا درپیش ہوا، تو ہم رات کو چلے یہاں تک کہ رات نے اپنی جوانی کو کھینچ لیا اور صبح نے رات کے خضاب کو زائل کردیا،

***

نَسِيرُ النَّجَاءَ: نَسِیْرُ: جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ سَارَ الرَّجُلُ (ض) سَیْرًا: چلنا۔ وسار (ض) سُرًی: رات کو چلنا۔ النَّجَاء: مصدر ہے۔ نَجَا (ن) نَجَاءً: تیز رفتار چلنا۔ نَجَا (ن) نَجْوَی سرگوشی کرنا۔ نَجَا (ن) نَجَاةً: نجات پانا۔ هَوْجَاء: تیز رفتار اونٹنی، جمع: هُوْج۔ هَوِجَ (س) هَوَجًا: احمق ہونا، تیز ہونا۔
مَنْهَل: ظرف کا صیغہ ہے، گھاٹ، پانی پینے کی جگہ، چشمہ۔ جمع: مَنَاهِل۔ نَهِلَ (س)

نَهَلاً : پہلی مرتبہ پانی پینا، پیاسا ہونا۔ یہ اضداد میں سے ہے، لیکن زیادہ تر پہلے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

اِخْتَلَسْنَا اللُّبْثَ : اِخْتَلَسَ الشَّیْءَ : اُچک لینا، جلدی سے لے لینا۔ وخَلَسَ الشَّیْءَ (ض) خَلْسًا : اچک لینا۔ اللُّبْث : اقامت، رہائش۔ لَبِثَ (س) لُبْثًا : ٹھہرنا۔ المُکْثُ : مصدر، مَکَثَ الرَّجُلُ (ن) مَکْثًا، مُکْثًا، مُکُوْثًا : کسی مکان میں ٹھہرنا۔

فَعَنَّ لَنَا إعْمَالُ الرِّکَابِ : عَنَّ الشَّیْءُ (ن ض) عَنًّا، عُنُوْنًا : سامنے آنا، ظاہر ہونا، پیش آنا۔ إعْمَال: کسی چیز کو کام میں لانا۔ الرِّکَاب : یہ راحلۃ کی جمع ہے من غیر لفظہ، سواری اور اونٹنی کو کہتے ہیں زین میں لگے ہوئے لوہے کے اس حلقہ کو بھی رکاب کہتے ہیں جس میں سوار پاؤں رکھتا ہے۔ رِکَابٌ کی جمع رُکُبٌ اور رَکَائِبُ آتی ہے۔

فَتِیَّةَ الشَّبَابِ : ابتدائی جوانی، کم عمری، فَتِیٌّ : طاقتور جوان، ہر شی کا اول۔ مؤنث فَتِیَّةٌ ہے۔ فَتِیٌّ کی جمع فِتَاءٌ، أفْتَاءٌ آتی ہے۔ لَیْلَۃٌ فَتِیَّۃِ الشَّبَابِ : ایسی رات جو ابتدائی جوانی والی تھی یعنی خوب تاریک تھی، اس میں چاند نہ تھا جیسا کہ جوانی کے بال خوب سیاہ ہوتے ہیں اور یہ مہینہ کی ابتدائی راتوں میں ہوتا ہے۔

غُدَافِیَّةُ الإهَابِ : غُدَافِیَّةٌ : غُدَافٌ کی طرف منسوب ہے جس کے معنی سیاہ کوے کے ہیں۔ غُدَافٌ کی جمع غِدْفَانٌ آتی ہے۔ الإهَابُ : جلد، کھال۔ جمع : أُهُبٌ و أَهَبٌ۔

نَضَا اللَّیْلُ شَبَابَهُ : رات نے اپنی جوانی کو کھینچ لیا۔ نَضَا الشَّیْءَ (ن) نَضْوًا : کھینچنا۔ شَبَابٌ : مصدر ہے، بمعنی جوانی۔ شَبَّ الغُلَامُ (ض) شَبَابًا : جوان ہونا۔ شَابٌّ کی جمع بھی شَبَابٌ آتی ہے، یہاں مصدر ہے، جمع نہیں۔

وَسَلَتَ الصُّبْحُ خِضَابَهُ : سَلَتَ الشَّیْءَ (ض) سَلْتًا : زائل کرنا، ختم کرنا۔ خِضَابَهُ کی ضمیر "لَیْلٌ" کی طرف راجع ہے۔ صبح نے رات کے خضاب کو زائل کر دیا یعنی صبح نمودار ہوگئی۔

***

فحين مَلِلْنَا السُّرَى ، وَمِلْنَا إلى الكَرَى ، صَادَفْنَا أرضًا مُخضلَّةَ الرُّبَا ، مُعتلَّةَ الصَّبَا ، فتخيَّرْنَاهَا مُنَاخًا للعِيس ، ومَحَطًّا للتَّعْرِيس ، فلَمَّا حَلَّهَا الخَلِيطُ ، وهَدَأ بِهَا الأطيطُ والغطيطُ ، سَمِعْتُ صَيِّتًا مِنَ الرِّجَالِ ، يَقُولُ لِسَمِيرِهِ فِي الرِّحَالِ : كَيْفَ حُكْمُ سِيرَتِكَ ، مَعَ جِيلِكَ وَجِيرَتِكَ ؟

پس جس وقت رات کے چلنے سے ہم اکتا گئے اور اونگھنے کی طرف مائل ہوگئے تو ہم نے اچانک ایک سرسبز و شاداب ٹیلوں والی اور بھینی بھینی خوشگوار باد صبا والی زمین پائی، اس لئے ہم نے اس زمین کو اونٹوں کی جائے قیام کے لئے اور آخر رات میں آرام کے واسطے پڑاؤ ڈالنے کے لئے پسند کیا چنانچہ جب ساتھی وہاں اتر گئے اور اونٹوں کی آواز اور آدمیوں کے خراٹے اس میں ٹھہر گئے تو میں نے لوگوں میں ایک بلند آواز والے شخص کو سنا کہ وہ کجاوہ میں اپنے رات کے قصہ گو ساتھی سے کہہ رہا ہے "اپنے قبیلہ اور پڑوسیوں کے ساتھ آپ کی سیرت کا کیا حکم ہے؟"

❋❋❋

مَلِلْنَا السُّرٰی : مَلِلْنَا : جمع متکلم ماضی کا صیغہ ہے۔ مَلَّ الرَّجُلُ (س) مَلَلًا و مَلَالَةً : اُکتا جانا۔ السُّرٰی : رات کو چلنا۔ الکَرٰی : نیند، اونگھ۔ کَرِیَ الرَّجُلُ (س) کَرًی : اونگھنا۔ مِلْنَا : جمع متکلم ماضی کا صیغہ ہے۔ مال : (ض) مَیلًا و مَیلانًا : ایک طرف مائل ہونا، جھکنا۔

نیند کے مختلف مراتب ہوتے ہیں، علامہ ثعالبی نے فقہ اللغہ (ص ۱٦۵) میں ان کی تفصیل نقل کی ہے : ① النُّعَاس ② الوَسَن ③ التَّرْنِیق ④ الکَرٰی ⑤ التَّغْفِیق ⑥ الإغفَاء ⑦ التَّهْوِیم ⑧ الرُّقَاد ⑨ الهُجُود ⑩ الهُجُوع ⑪ الهُبُوع ⑫ التَّسْبِیخ۔

صادفنا : باب مفاعلہ سے ماضی کا صیغہ ہے۔ صَادَفَهٗ۔ مُصَادَفَةً : اچانک ملنا، بغیر توقع کے پانا۔ عمر بن ابی ربیعہ کا شعر ہے

أَتَانِي هَوَاهَا قَبْلَ أَنْ أَعْرِفَ الهَوٰى
فَصَادَفَ قَلْبًا خَالِيًا فَتَمَكَّنَا

صَدَفَ عَنْهُ (ض) صَدْفًا و صُدُوفًا : اعراض کرنا۔ صَدَفَ فُلَانًا عَنِ الشَّئِ : روکنا، پھیر دینا۔ سورۃ انعام آیت ۱۵۷ میں ہے : « سَنَجْزِی الَّذِیْنَ یَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰیٰتِنَا سُوْٓءَ العَذَابِ »۔ مُصَادَفَةً : اتفاقًا۔ بِالصَّدْفَةِ : اچانک، اتفاقًا، کبھی، بہت کم۔

مُخْضَلَّةَ الرُّبٰی : مُخْضَرَّۃ : یہ ثلاثی مزید فیہ باہمزہ وصل کے باب ششم احمرار سے صیغہ اسم مفعول ہے ۔ اخْضَلَّتِ الاَرْضُ : زمین کا تر ہونا ، سرسبز و شاداب ہونا ۔ خَضِلَ (س) خَضَلاً کے بھی یہی معنی آتے ہیں ۔ الرُّبٰی : رَبْوَۃٌ کی جمع ہے ، ٹیلے کو کہتے ہیں ۔ اَرْضًا مُخْضَلَّۃَ الرُّبٰی : سرسبز و شاداب ٹیلوں والی زمین ۔

مُعْتَلَّةَ الصَّبَا : مُعْتَلَّۃ : یہ بھی باب احمرار سے ہے اور صیغہ اسم فاعل یا اسم مفعول ہے ۔ اس باب سے اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں ایک ہی وزن پر آتے ہیں ۔ اِعْتَلَّتِ الرِّیْحُ : ہوا کا دھیمی دھیمی ہونا ، بھینی بھینی ہونا ، خوشگوار ہونا ۔ الصَّبَا : اس ہوا کو کہتے ہیں جو مشرق کی جانب سے چلتی ہے ، یہ مونث استعمال ہوتی ہے ۔ جمع : صَبَوَاتٌ ، أَصْبَاء ۔ اس کے بالمقابل مغرب کی طرف سے چلنے والی ہوا کو دَبُوْرٌ کہتے ہیں ۔

مُنَاخًا لِلْعِيْسِ : مُنَاخ : اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ ، جائے قیام ۔ أَنَاخَ الْإِبِلَ : اونٹ کو بٹھانا ۔ مجرد سے استعمال نہیں ہوتا ہے ۔ العِيْس ، أَعْيَس کی جمع ہے ، اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کے رنگ میں سرخی اور سفیدی دونوں ہوں ۔

و مَحَطًّا لِلتَّعْرِيْسِ : مَحَطًّا : جائے نزول ، قیامگاہ ۔ حَطَّ الرَّجُلُ (ن) حَطًّا : اترنا ۔ حَطَّ مِنْ قَدْرِہٖ : کسی کے رتبے کو کم کرنا ۔ آج کل کی اصطلاح میں اسٹیشن کو المحطۃ کہتے ہیں مَحَطَّۃُ القِطَار : ریلوے اسٹیشن ، مَحَطَّۃُ الطَّیَرَان : ایئر پورٹ ۔ مَحَطَّۃُ الْإِذَاعَۃ : ریڈیو اسٹیشن مَحَطَّۃُ البِنْزِیْن : پٹرول پمپ ۔

التَّعْرِیْسُ : سفر کرتے ہوئے رات کے آخری حصہ میں آرام کرنے کے لئے پڑاؤ ڈالنے کو کہتے ہیں ۔

شریشی نے لکھا ہے کہ پڑاؤ کے لئے اس طرح کی زمین منتخب کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ماخوذ ہے :

" إِذَا كَانَتْ أَرْضٌ مُخْصِبَةٌ ، فَتَقَصَّدُوْا فِي السَّيْرِ ، وَأَعْطُوا الرِّكَابَ حَقَّهَا ، فَإِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ ، وَإِذَا كَانَتْ مُجْدِبَةً فَأَلِحُّوْا عَلَيْهَا ، وَعَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ ، فَإِنَّ الْأَرْضَ تُطْوٰى بِاللَّيْلِ وَإِيَّاكُمْ وَالتَّعْرِيْسَ عَلٰى ظَهْرِ الطَّرِيْقِ ، فَإِنَّهٗ مَأْوَى الْحَيَّاتِ وَمَدَارِجُ السِّبَاعِ "

یعنی جب زمین شاداب ہو تو درمیانی چال چلو اور سواریوں کو ان کا

حق دو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والے ہیں، نرمی کو پسند کرتے ہیں، اور اگر زمین قحط والی ہو تو پھر سواریوں کو تیز چلاؤ اور رات کی تاریکی میں سفر کرو کیونکہ رات کو زمین لپیٹ دی جاتی ہے (اور مسافت جلد طے ہوتی ہے) اور سرِ راہ رات کے آخری حصہ میں پڑاؤ سے بچو کیونکہ اس وقت وہاں سانپوں کا ٹھکانہ ہوتا ہے اور درندوں کی گذرگاہ ہوتی ہے۔"

ان الفاظ کے ساتھ حدیث مجھے نہیں ملی۔ البتہ امام ابوداودؒ نے سنن ابی داود (ج ۲ ص ۲۸، کتاب الجہاد) میں روایت نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں: " إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ فَأَعْطُوا الْإِبِلَ حَقَّهَا، وَإِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْجَدْبِ فَأَسْرِعُوا السَّيْرَ، وَإِذَا أَرَدْتُمُ التَّعْرِيسَ فَتَنَكَّبُوا عَنِ الطَّرِيقِ " اور امام ابن ماجہؒ نے سنن (ج ۱ ص ۱۱۹، کتاب الطهارة) میں روایت نقل کی ہے اس کے الفاظ ہیں " إِيَّاكُمْ وَالتَّعْرِيسَ عَلَى جَوَادِ الطَّرِيقِ وَالصَّلَاةَ عَلَيْهَا، فَإِنَّهَا مَأْوَى الْحَيَّاتِ وَالسِّبَاعِ " البتہ علامہ دینوری نے عیون الأخبار (ج ۲ ص ۱۴۰) میں مذکورہ الفاظ کے قریب الفاظ نقل کئے ہیں۔

الخَلِيطُ: شریک اور ساتھی۔ جمع خُلَطَاء و خُلْطٌ، سورۃ ص، آیت ۲۴ میں ہے: وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ "۔

وهَدَأَ أَبُهَا الأَطِيطُ وَالْغَطِيطُ: هَدَأَ (ف) هُدُوءًا: ساکن ہونا، ٹھہرنا۔ الأَطِيط: اس آواز کو کہتے ہیں جو اونٹ پر کجاوہ رکھتے یا کجاوہ اتارتے ہوئے پیدا ہوتی ہے، چاہے وہ آواز کجاوے کی چرمراہٹ کی ہو یا اونٹ کی بلبلاہٹ کی ہو۔ أَطَّتِ الْإِبِلُ (ض) أَطِيطًا: آواز نکلنا۔ الغَطِيط: سوتے ہوئے انسان کی سانس کے ساتھ نکلنے والی آواز، خراٹے۔ غَطَّ (ض) غَطًّا وغَطِيطًا: خراٹے بھرنا صَيِّتًا: بلند آواز والا شخص، صَاتَ (ن) صَوْتًا: پکارنا، آواز لگانا سَمِير: رات کے وقت قصہ گو ساتھی، سَمَرَ (ن) سَمَرًا، سُمُورًا: رات کو قصہ گوئی کرنا۔

جِيلٌ، جِيرَة: جِيلٌ: قبیلہ، خاندان، نسل، طبقہ، ہم عصر، زمانہ، صدی۔ الْجِيلُ الصَّاعِدُ: ابھرتی ہوئی نسل۔ جمع: أَجْيَال۔

جِيرَة: جَارٌ کی جمع ہے۔ اس کی جمع أَجْوَار اور جِيرَان بھی آتی ہے۔

* * *

فقال : أَرْعَى الْجَارَ ، وَلَوْ جَارَ ، وَأَبْذُلُ الوِصَالَ ، لِمَنْ صَالَ ، وأحتمِلُ الْخَلِيطَ ، وَلَوْ أَبْدَى التَّخْلِيطَ ، وَأَوَدُّ الْحَمِيمَ ، وَلَوْ جَرَّعَنِي الْحَمِيمَ ، وَأُفَضِّلُ الشَّفِيقَ ، عَلَى الشَّقِيقِ ، وأَفِي لِلْعَشِيرِ ، وَإِنْ لَمْ يُكَافِئْ بِالْعَشِيرِ ، وَأَسْتَقِلُّ الْجَزِيلَ ، لِلنَّزِيلِ ، وَأَغْمُرُ الزَّمِيلَ ، بِالْجَمِيلِ.

تو وہ کہنے لگا "میں اپنے پڑوسی کی رعایت کرتا ہوں اگرچہ وہ ظلم کرے اور میں اس شخص کو بھی وصال (محبت) عطا کرتا ہوں جو (مجھ پر) حملہ کرے، ساتھی برداشت کرتا ہوں، اگرچہ وہ گڑ بڑ ظاہر کرے، میں دوست سے محبت کرتا ہوں اگرچہ وہ مجھے گرم پانی گھونٹ گھونٹ کر پلائے، میں دوست کو سگے بھائی پر ترجیح دیتا ہوں، معاشرت اختیار کرنے والے کو پورا حق دیتا ہوں اگرچہ وہ دسواں حصہ بھی نہ دے، بڑا عطیہ بھی مہمان کے لئے کم سمجھتا ہوں، میں ساتھی کو خوبصورت تحفہ کے ساتھ ڈھانپتا ہوں،

***

أَرْعَى الْجَارَ وَلَوْ جَارَ : أَرْعٰی واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ رَعَى الْأَمْرَ (ف) رِعَايَةً : رعایت کرنا الجار : پڑوسی۔ جَارَ : (ن) جَوْرًا : ظلم کرنا۔ السُّلْطَانُ الجَائِرُ : ظالم بادشاہ۔

أَبْذُلُ الْوِصَالَ لِمَنْ صَالَ : بَذَلَ (ن ض) بَذْلًا خرچ کرنا، عطا کرنا۔ وِصَال : فراق کی ضد ہے ، صَالَ (ن) صَوْلًا ، صَوْلَةً ، صِيَالًا ، صَوَلَانًا : حملہ کرنا۔

أَوَدُّ الْحَمِيمَ وَلَوْ جَرَّعَنِي الْحَمِيمُ : وَدَّ الرَّجُلُ فلانًا (س) وَدًّا، وُدًّا، وِدًّا، وَدَادَةً، وِدَادًا، وَدَادًا، مَوَدَّةً : محبت کرنا۔ الحَمِيم : مخلص اور گہرا دوست۔ جمع : أَحِمَّاء۔ جیسے خَلِيلٌ کی جمع أَخِلَّاء آتی ہے۔ سورۃ حٰم السجدۃ آیت ۳۴ میں ہے : " كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ "

جَرَّعَ۔ تَجْرِيعًا : گھونٹ گھونٹ کرکے پلانا۔ الحَمِيمُ : گرم پانی، جمع : حَمَائِم۔

الشَّفِيق۔ الشَّقِيق : الشَّفِيق : شفقت کرنے والا دوست، مہربان ساتھی۔ شَفِقَ عليه (س) شَفَقًا : اس کی بھلائی کے لئے بے تاب ہوا۔ الشَّقِيق : ٹکڑا، آدھا، سگا بھائی، نظیر شَقَّ الشئَ (ن) شَقًّا : چیرنا، پھاڑنا، ٹکڑے کرنا، سگا بھائی بھی قرابت کی بناء پر انسان کا ایک ٹکڑا اور حصہ ہوتا ہے اس لیے اسے شقیق کہتے ہیں۔

وَأَفِي لِلْعَشِيرِ : أَفِي : باب ضرب سے واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ وَفَى (ض) وَفَاءً : پورا کرنا۔ العشير : ساتھ رہنے والا، معاشرت اختیار کرنے والا، جمع : عُشَرَاء۔ اور عَشِير

کے معنی دسویں حصے کے بھی آتے ہیں جیساکہ اگلے جملہ میں ہے، اس وقت اس کی جمع أعْشِرَاء آتی ہے۔

وإن لم يكافئ بالعشير : كَافَأَهُ عَلَى الشَّئِ - مُكَافَاةً وكِفَاءً : بدلہ دینا، بدلہ پورا کرنا، وكَفَأَ الإنَاءَ (ف) كَفْئًا : برتن کو اوندھا کرنا، وكَفُوَ (ک) كَفَاءَةً : اہل ہونا، ہم پلّہ ہونا۔ الكَفَاءَةُ : صلاحیت۔ اس معنی کے لئے چند لفظ اور بھی استعمال کرتے ہیں : الصَّلَاحِيَّة، المَوهِبَة، المُؤَهِّلَة ان کی جمع الكَفَاءَات، الصَّلَاحِيَات، المَوَاهِب اور المُؤَهِّلَات آتی ہیں۔ المُكَافَأَةُ : وظیفہ، فیس، معاوضہ۔ مُكَافَأَةٌ سَنَوِيَّة : سالانہ وظیفہ۔ مُكَافَأَةُ أعضاءِ مجلسِ الإدَارَة : ڈائرکٹرس فیس، مجلس انتظامی کے ارکان کا الاؤنس۔

وأستقل الجزيل للنزيل : أَسْتَقِلُّ : باب استفعال سے واحد متکلم مضارع کا صیغہ ہے۔ اِسْتَقَلَّ الشَّئَ : کسی چیز کو کم سمجھنا، قلیل سمجھنا۔ اور یہ لازم بھی استعمال ہوتا ہے، استقل الرجل : مستقل ہونا، خود مختار ہونا۔ الْاِسْتِقْلَالُ : خود مختاری، آزادی۔ يَوْمُ اسْتِقْلَالِ البَاكِسْتَانِ، اِسْتِقْلَالُ البَاكِسْتَانِ اليَوْمِيّ : پاکستان کا یوم آزادی۔

الجَزِيْل : بڑا عطیہ۔ جمع : أجْزَال، جِزَال۔ جَزُلَ الشَّئُ (ک) جَزَالَةً : بڑا ہونا۔

النَّزِيْل : آنے والا مہمان۔

***

أُنَزِّلُ سَمِيرِي، مَنْزِلَةَ أَمِيرِي، وَأُحِلُّ أَنِيسِي، مَحَلَّ رَئِيسِي، وَأُودِعُ مَعَارِفِي، عَوَارِفِي، وَأُولِي مُرَافِقِي، مَرَافِقِي، وَأُلِينُ مَقَالِي، لِلقَالِي، وَأُدِيمُ تَسْآلِي، عَنِ السَّالِي، وَأَرْضَى مِنَ الوَفَاءِ، بِاللَّفَاءِ، وَأَقْنَعُ مِنَ الْجَزَاءِ، بِأَقَلِّ الأَجْزَاءِ، وَلاَ أَتَظَلَّمُ، حِينَ أُظْلَمُ، وَلاَ أَنْقَمُ، وَلَوْ لَدَغَنِي الأَرْقَمُ.

اپنے قصہ گو ساتھی کو اپنے امیر کی جگہ اتارتا ہوں، انس رکھنے والے کو اپنے سردار کے مقام پر اتارتا ہوں، اپنے عطایا کو اپنے پہچان والوں کے پاس ودیعت رکھتا ہوں، اپنے رفیقوں کو اپنے فوائد کا مالک بناتا ہوں، دشمن کے لئے بھی اپنی بات نرم کرتا ہوں، بھولنے والے کے بارے میں بھی میں اپنے سوال (اور خبرگیری) کو ہمیشہ برقرار رکھتا ہوں، وفا کے بارے میں تھوڑی سی چیز پر راضی ہوجاتا ہوں اور بدلہ میں کم تر جزء (اور حصہ پر بھی) قناعت کرلیتا ہوں، میں ظلم کی شکایت نہیں کرتا جب مجھ پر ظلم کیا جائے اور عیب نہیں لگاتا اگرچہ مجھے ارقم (چت کبرا) سانپ ڈس جائے،

مَعَارِفِي عَوَارِفِي : مَعَارِف : یہ لفظ اس مقامہ کے شروع میں بھی گزرا ہے مَعْرَف کی جمع ہے۔ مَعَارِفُ الْوَجْهِ : چہرے کے محاسن ، مَعَارِفُ الرَّجُل : آدمی کے ساتھی اور پہچاننے والے دوست۔ عَوَارِف : عارِفَۃٌ کی جمع ہے ، عطیہ ، بخشش ، مَعَارِفِي " أُوْدِعُ " کے لئے مفعول اول ہے اور عَوَارِفِي مفعولِ ثانی ہے۔

وَ أُوْلِي مُرَافِقِي مَرَافِقِي : أُوْلِي : باب افعال سے واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ أَوْلَاہُ - إِيْلَاءً : والی بنانا ، مالک بنانا۔ مُرَافِقِي : مُرَافِق باب مفاعلہ سے صیغۂ اسم فاعل ہے ، رفاقت اختیار کرنے والا۔ مَرَافِقِي : مَرَافِق (بفتح المیم وکسر الفاء) مِرْفَق کی جمع ہے بمعنی نفع ، فائدہ اور ضرورت کی چیز ، سورۃ کہف ، آیت ۱۶ میں ہے : " وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّرْفَقًا " مِرْفَق کے معنی کہنی کے بھی آتے ہیں۔ سورۃ مائدہ ، آیت ۶ میں ہے : " فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ " مَرَافِقُ الْحَيَاة : ضروریاتِ زندگی ، مَرَافِقُ الْمَنْزِل : ضروریاتِ خانہ ، مَرَافِقُ عَامَّة : عوامی ضروریات۔ رَفَقَ (ن) رَفْقًا : نفع پہنچانا۔ ورَفَقَ بِهٖ ، و لہ ، و علیہ (ن) رِفْقًا : نرمی کا معاملہ کرنا۔ و رَفُقَ (ک) رَفَاقَةً : رفیق اور ساتھی ہونا۔

وَأُلِيْنُ مَقَالِيْ لِلْقَالِي : أُلِيْنُ : باب افعال سے واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ أَلَانَ الشَّيْءَ : نرم کرنا۔ مجرد میں ضرب سے ہے لَانَ الشَّيْءُ (ض) لَيْنًا و لَيَانًا : نرم ہونا۔ سورۃ آل عمران آیت ۱۵۹ میں ہے " فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ " القَالِي : بغض رکھنے والا دشمن۔ قَلَاہُ (ض) قَلًى وقِلَاءً : دشمنی کرنا۔ سورۃ ضحٰی آیت ۳ میں ہے : " مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى "

أُدِيْمُ تَسَآلِي عَنِ السَّالِي : أُدِيْم : باب افعال سے واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ أَدَامَهٗ - إِدَامَةً : ہمیشہ برقرار رکھنا۔ مجرد میں نصر اور سمع دونوں سے استعمال ہوتا ہے۔ دَامَ الشَّيْءُ يَدُوْمُ (ن) و يَدَامُ (س) دَوْمًا و دَوَامًا : ہمیشہ ہونا۔ تَسَآل : باب فتح کا مصدر ہے سُؤَال ، مَسْأَلَة اور تَسَآل تینوں مصدر ہیں۔ ثلاثی مجرد کے مصادر کے لئے علماء نے کچھ قیاسی قواعد بنائے ہیں لیکن بعض مصادر ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ان قواعد کے تحت نہیں آتے۔ تَسَآل ان ہی میں سے ایک ہے۔ اس کی پوری تفصیل ہم مقدمہ میں لکھ چکے ہیں۔ السَّالِي : صیغۂ اسم فاعل ہے۔ بھولنے والا۔ سَلَاهُ و سَلَا عَنْهُ (ن) سَلْوًا ، سُلُوًّا و سُلْوَانًا : بھول جانا و سَلِيَه (س) سُلِيًّا : ناپسند کرنا ، کہتے ہیں : مَا سَلَيْتُ أَنْ أَقُوْلَ كَذَا : میں اس طرح کہنا بھولا نہیں بلکہ میں نے قصداً چھوڑا۔

اللَّفَاء : یہ باب فتح کا مصدر ہے ، لَفَأَ الرَّجُلُ حَقَّهٗ (ف) لَفْئًا و لَفَاءً : آدمی نے اس کا حق

پورا پورا ادا کردیا، پورا پورا ادا نہیں کیا۔ اضداد میں سے ہے۔ اللَّفَاء : شئ قلیل۔ کہتے ہیں : فُلَانٌ لَا یَرْضٰی مِنَ الْوَفَاءِ بِاللَّفَاءِ : یعنی وہ ناقص اور تھوڑی سی وفا پر راضی نہیں ہوتا۔

اَقْنَعُ : باب سمع سے واحد متکلم کا صیغہ ہے، قَنِعَ (س) قَنَعًا و قَنَاعَةً : تھوڑی سی چیز پر راضی ہونا۔

وَلَا أَنْقَمُ وَلَوْ لَدَغَنِي الْأَرْقَمُ : نَقَمَ (ض) نَقْمًا، و نُقُوْمًا : عیب لگانا، ناپسند سمجھنا، سورۃ بروج آیت ۸ میں ہے : " وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ " لَدَغَ (ف) لَدْغًا : ڈسنا۔ الْأَرْقَم : اس سانپ کو کہتے ہیں جس میں سیاہ سفید نشانات ہوں، جمع : أَرَاقِم۔ رَقَمَ الثوبَ (ن) رَقْمًا : کپڑے کو منقش کرنا۔

***

فَقَالَ لَهُ صاحِبُه : وَيْكَ يا بُنَيَّ ! إنَّمَا يُضَنُّ بِالضَّنِيْنِ ، وَيُنَافَسُ فِى الثَّمِيْنِ ؛ لَكِنْ أنَا لَا آتِى ، غَيْرَ الْمُوَاتِى، وَلَا أَسِمُ الْعَاتِى، بِرَعَاتِى، وَلَا أُصَافِى ، مَنْ يَأْبَى إنْصَافِى ، وَلَا أُوَاخِى ، مَنْ يُلْغِى الْأَوَاخِيَ ، وَلَا أُمَالِى ، مَنْ يُخَيِّبُ آمَالِى ، وَلَا أُبَالِى ، بِمَنْ صَرَمَ حِبَالِى ،

اس کے ساتھی نے اس سے کہا، عجب ہے بیٹے! بلاشبہ بخیل کے ساتھ بخل کیا جاتا ہے اور قیمتی چیز میں رغبت کی جاتی ہے لیکن میں تو ناموافق آدمی کے پاس نہیں آتا، اور سرکش پر اپنی رعایتوں کے نشان نہیں لگاتا، اس شخص کے ساتھ خالص دوستی نہیں کرتا جو میرے انصاف کرنے کا انکار کرے، اس شخص کے ساتھ بھائی بندی قائم نہیں کرتا جو اسباب محبت کو لغو قرار دے، اس شخص کی مدد نہیں کرتا جو میری امیدوں کو نامراد بنادے، اس کی پروا نہیں کرتا جو میری رسیوں کو کاٹ ڈالے،

***

وَيْكَ يَا بُنَيَّ : وَيْكَ یہ کلمہ تعجب ہے، حسرت اور ندامت کے موقع پر بولتے ہیں " ك " ضمیر خطاب کی ہے۔ شیخ غلائینی نے جامع الدروس العربیہ (ج ۱ ص ۱۵۸) میں " وی " کو اسماء افعال میں شمار کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں " وَمِنْ أَسْمَاءِ الافعال وَيْ بمعنى : أَعْجَبُ " بعض کہتے ہیں " وَيْ " اصل میں " وَيْلٌ " یا " وَيْحٌ " تھا، لام یا حاء کو حذف کر کے اس کے عوض ضمیر خطاب لے آئے، یہ " كأن " مخففہ اور مشددہ پر بھی داخل ہوتا ہے، سورۃ قصص، آیت ۸۲ میں ہے :

"وَيْكَأَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ" بُنَيَّ : یہ اِبْنٌ کی تصغیر ہے، صاحب مختار الصحاح لکھتے ہیں : " الِابْنُ أَصْلُهُ بَنَوٌ، فَالذَّاهِبُ مِنْهُ وَاوٌ... وتَصْغِيرُهُ بُنَيٌّ، و يَا بُنَيَّ و يَا بُنَيِّ لُغَتَان، مثل يا أَبَتَ، و يا أَبَتِ"

إِنَّمَا يُضَنُّ بِالضَّنِيْنِ : يُضَنُّ باب سمع سے صیغہ مجہول ہے، ضَنَّ بِالشَّئِ (س) ضَنًّا، و مَضَنَّةً : بخل کرنا۔ الضَّنِيْن : بخیل، ترجمہ ہے : بے شک بخل کیا جاتا ہے بخیل کے ساتھ۔ یا ضَنِيْن سے وہ قیمتی اور نفیس چیز مراد ہے جس کی نفاست کی بناء پر اس کے ساتھ بخل کیا جاتا ہے اس صورت میں مطلب ہوگا "بیشک قیمتی اور نفیس چیز دوسروں کو نہیں دی جاتی، اس کے ساتھ بخل کیا جاتا ہے"

وَيُنَافَسُ فِي الثَّمِيْنِ : نَافَسَ - مُنَافَسَةً : کسی چیز میں رغبت اختیار کرنا۔ نَفُسَ الشَّئُ (ک) نَفَاسَةً : نفیس ہونا۔ الثَّمِيْن : قیمتی۔ ثَمَنٌ : قیمت، جمع : أَثْمَان، أَثْمُنٌ۔

لَا آتِي غَيْرَ الْمُوَاتِي : آتی : باب ضرب سے واحد متکلم فعل مضارع معلوم کا صیغہ ہے۔ أَتَى (ض) إِتْيَانًا : آنا۔ الْمُوَاتِي : اسی مادہ سے باب مفاعلہ کا صیغہ اسم فاعل ہے : موافقت کرنے والا۔ آتَاهُ عَلَى الشَّئِ - مُوَاتَاةً : موافقت کرنا۔

وَلَا أَسِمُ الْعَاتِي بِمُرَاعَاتِي : أَسِمُ، باب ضرب سے، واحد متکلم مضارع کا صیغہ ہے۔ وَسَمَ (ض) وَسْمًا : علامت لگانا۔ الْعَاتِي : نصر سے صیغہ اسم فاعل ہے، تکبر کرنے والا۔ عَتَا (ن) عُتُوًّا و عِتِيًّا : تکبر کرنا، سورۃ فرقان آیت ۲۱ میں ہے : " وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيْرًا " مُرَاعَاتِي : مصدر ہے۔ رَاعَى الرَّجُلَ - مُرَاعَاةً، ورَعَى (ف) رِعَايَةً : خیال رکھنا، لحاظ رکھنا۔

وَلَا أُصَافِي مَنْ يَأْبَى إِنْصَافِي : أُصَافِي : باب مفاعلہ سے واحد متکلم کا صیغہ ہے، صَافَاهُ و تَصَافَاهُ : خالص محبت کرنا۔ وصَفَا الشَّئُ (ن) صَفْوًا وصَفَاءً، وصُفُوًّا : صاف ہونا، خالص ہونا مشہور مقولہ ہے : "خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدَرَ" يَأْبَى : أَبَى (ف) إِبَاءً : انکار کرنا۔ إِنْصَافِي : باب افعال سے مصدر ہے، أَنْصَفَ - إِنْصَافًا : انصاف کرنا۔ و نَصَفَ (ن) نَصْفًا، نِصَافًا، نَصَافًا : نصف کرنا۔

وَلَا أُوَاخِي مَنْ يُلْغِي الْأَوَاخِي : أُوَاخِي : باب مفاعلہ سے واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ آخَى الرَّجُلَ - مُوَاخَاةً، و إِخَاءً : بھائی بندی قائم کرنا۔ حدیث میں آتا ہے : " آخَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرِيْنَ " يُلْغِي : باب افعال سے واحد مذکر غائب مضارع کا صیغہ ہے۔ أَلْغَى الشَّئَ - إِلْغَاءً : باطل اور لغو قرار دینا، و لَغَى

الشَّئُ (ن) لَغْوًا : لغو ہونا۔ الْأَوَاخِي : یہ أَخِيَّةٌ یا آخِيَّةٌ کی جمع ہے، اس رسّی کو کہتے ہیں جس سے جانور وغیرہ باندھے جاتے ہیں، یہاں اس سے اسباب محبت مراد ہیں۔

وَلَا أُمَالِي مَنْ يُخَيِّبُ آمَالِي : أُمَالِي : باب مفاعلہ سے واحد متکلم مضارع کا صیغہ ہے اصل میں ہمزہ ہے، أُمَالِئُ، ہمزہ کو "آمالی" کی مناسبت سے حذف کردیا۔ مَالَأَهُ عَلَى الْأَمْرِ مُمَالَأَةً و مِلَاءً : تعاون کرنا، امداد کرنا۔ لَا أُمَالِي : میں تعاون نہیں کرتا ہوں، و مَلَأَ الشَّئَ (ف) مَلْئًا : بھرنا، يُخَيِّبُ : باب تفعیل سے ہے، خَيَّبَه : محروم کردینا، خَابَ (ض) خَيْبًا : نامراد ہونا۔ آمَال : أَمَلٌ کی جمع ہے : امید، تمنّا، آرزو۔

صَرَمَ حِبَالِي : صَرَمَ الشَّئَ (ض) صَرْمًا : کاٹنا۔ حِبَالٌ : حَبْلٌ کی جمع ہے : رسّی۔

***

وَلَا أُدَارِي ، مَنْ جَهِلَ مِقْدَارِي ، وَلَا أُعْطِي زِمَامِي ، مَنْ يُخْفِرُ ذِمَامِي ، وَلَا أَبْذُلُ وِدَادِي ، لِأَضْدَادِي ، وَلَا أَدَعُ إِيعَادِي ، لِلْمُعَادِي ، وَلَا أَغْرِسُ الْأَيَادِي ، فِي أَرْضِ الْأَعَادِي ، وَلَا أَسْمَحُ بِمُوَاسَاتِي ، لِمَنْ يَفْرَحُ بِمَسَاآتِي ، وَلَا أَرَى الْتِفَاتِي ، إِلَى مَنْ يَشْمَتُ بِوَفَاتِي ،

اس کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتا جو میری قدر سے جاہل ہو، اپنی لگام اس کو نہیں دیتا جو میرے عہد و پیمان کی خلاف ورزی کرلے، اپنی محبت سے اپنے مخالفوں کو نہیں نوازتا، دشمن کے لئے اپنی دھمکی کو نہیں چھوڑتا (دشمن کو دھمکی دیتا رہتا ہوں) دشمنوں کی زمین میں نعمتوں (کے درخت) کو نہیں لگاتا، اپنی ہمدردی کی سخاوت اس شخص کے لئے نہیں کرتا جو میری برائیوں سے خوش ہو، اس کے ساتھ توجہ کو مناسب نہیں سمجھتا جو میری موت پر خوش ہو،

***

زِمَامِي مَنْ يُخْفِرُ ذِمَامِي : زِمَامٌ : لگام۔ جمع : أَزِمَّةٌ، يُخْفِرُ : باب افعال سے واحد مذکر غائب مضارع کا صیغہ ہے : وعدہ پورا نہ کرنا، وعدہ کی خلاف ورزی کرنا، وخَفَرَ العَهْدَ، و بِالعَهْدِ (ض) خَفْرًا، خُفُورًا : وعدہ توڑنا۔ خَفَرَ (ض) خِفَارَةً : حفاظت کرنا خَفَرَ بِالْعَهْدِ : وعدہ پورا کرنا۔ اضداد میں سے ہے۔ ذِمَام : عہد و پیمان۔ جمع : أَذِمَّةٌ ذَمَائِم ۔

أَضْدَادِي : ضِدٌّ کی جمع ہے ، مخالف ، خلاف ۔ مُؤَامَرَاتُ الْیَھُوْدِ ضِدَّ الْمُسْلِمِیْنَ : مسلمانوں کے خلاف یہودیوں کی سازشیں ۔

لَا أَدَعُ إِیْعَادِیْ لِلْمُعَادِیْ : لَا أَدَعُ : باب فتح سے ہے ، وَدَعَ الرَّجُلُ الشَّیْءَ (ف) وَدْعًا : چھوڑ دینا ، إِیْعَادٌ : دھمکی ۔ أَوْعَدَهٗ ۔ إِیْعَادًا : دھمکی دینا ۔ کعب بن زہیر کا شعر ہے :

نُبِّئْتُ أَنَّ الرَّسُوْلَ أَوْعَدَنِیْ
وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مَأْمُوْلُ

وَعَدَ (ض) عِدَةً : وعدہ کرنا ۔ الْمُعَادِیْ : مفاعلہ سے صیغۂ اسم فاعل ہے ، دشمنی کرنے والا ، اس کا مادہ "عَدُوٌّ" ہے ۔

وَلَا أَغْرِسُ الْأَیَادِیْ فِیْ أَرْضِ الْأَعَادِیْ : أَغْرِسُ : باب ضرب سے واحد متکلم کا صیغہ ہے ۔ غَرَسَ (ض) غَرْسًا : درخت لگانا ۔ الْأَیَادِیْ یَدٌ کی جمع ہے ، یَد کے معنی ہاتھ کے بھی آتے ہیں ۔ اس وقت اس کی جمع أَیْدِیْ آتی ہے اور نعمت کے بھی آتے ہیں ، تب اس کی جمع أَیَادِیْ آتی ہے ، یہاں نعمت کے معنی میں ہے ۔ الْأَعَادِیْ : أَعْدَاء کی جمع ہے ، أَعْدَاء ، عَدُوٌّ کی جمع ہے ، دشمن کو کہتے ہیں ۔

وَلَا أَسْمَحُ بِمُؤَاسَاتِیْ لِمَنْ یَفْرَحُ بِمَسَاءَاتِیْ : سَمَحَ بِکَذَا (ف) سَمْحًا وَسَمَاحًا : بخشش کرنا ، اجازت دینا ۔ سَمَحَ بِالْأَمْرِ : جائز قرار دینا ، روا رکھنا ۔ سَمَاحَةٌ : سخاوت ، رواداری ، عالی ظرفی ۔ صَاحِبُ السَّمَاحَةِ : عالی جناب ۔ بطور اعزاز کہتے ہیں اور عام طور سے بڑی شخصیت کے لئے استعمال کرتے ہیں ۔ مُؤَاسَاتِیْ : باب مفاعلہ کا مصدر ہے : ہمدردی ، تسلی ۔ وَاسَاهُ ۔ مُوَاسَاةً : اظہارِ ہمدردی کرنا ، تسلی دینا ، اس معنی میں "واو" کے ساتھ اس لفظ کا استعمال ضعیف ، ہمزہ کے ساتھ اس کا اکثر استعمال کرتے ہیں ۔ آسَاهُ ۔ مُؤَاسَاةً ۔ صاحب مختار الصحاح لکھتے ہیں : "وَاسَاہ" لُغَةٌ ضَعِیْفَةٌ فِیْ "آسَاہُ" مَسَاءَات : مَسَاءَةٌ کی جمع ہے : برائی ۔ سَاءَ الشَّیْءُ (ن) سَوْءًا وَمَسَاءَةً : برا ہونا ۔

یَشْمَتُ : شَمِتَ بِهٖ (س) شَمَاتَةً : کسی کے غم پر خوش ہونا ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول مشہور دعا ہے : "اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ وَ دَرْكِ الشَّقَاءِ ، وَسُوْءِ الْقَضَاءِ ، وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ ۔"

***

ولاَ أَخُصُّ بِحبَائِي، إلاّ أَحِبَّائِي، ولاَ أَسْتَطِبُّ لِدَائِي، غَيْرَ أَوِدَّائِي، ولاَ أُمَلِّكُ خُلَّتِي، مَنْ لاَ يَسُدُّ خَلَّتِي، ولاَ أُصَفِّي نِيَّتِي، لِمَن يَتَمَنَّى مَنِيَّتِي، ولاَ أُخْلِصُ دُعَائِي، لِمَنْ لاَ يُفْعِمُ وِعَائِي، ولاَ أُفْرِغُ ثَنَائِي، عَلَى مَنْ يُفَرِّغُ إنَائِي.

اپنے عطایا کے ساتھ خاص نہیں کرتا مگر اپنے دوستوں کو، اپنے احباب کے غیر سے اپنی بیماری کا علاج طلب نہیں کرتا، اپنی محبت کا مالک اس شخص کو نہیں بناتا جو میری حاجت کو پورا نہ کرے، اس کے لئے اپنی نیت کو صاف نہیں کرتا ہوں جو میری موت کی تمنا کرے، اپنی دعا کو اس کے لئے خالص نہیں کرتا جو میرے برتن کو نہ بھرے، اپنی تعریف اس کے حق میں نہیں بہاتا جو میرے برتن کو خالی کردے۔

***

<u>وَلَا أَخُصُّ بِحِبَائِي إلَّا أَحِبَّائِي</u> : حِباء : بخشش، عطیہ، جمع : أَحْبِيَة۔ أَحِبَّاء : حَبِيْبٌ کی جمع ہے۔

<u>وَلَا أَسْتَطِبُّ لِدَائِي غَيْرَ أَوِدَّائِي</u> : أَسْتَطِبُّ : علاج طلب کرنا، علاج کرانا۔ وطَبَّ (ض) طَبًّا : علاج کرنا۔ دَاء : بیماری، جمع : أَدْوَاء۔ أَوِدَّاء : وَدِيْدٌ کی جمع ہے، یہ وَدَّ يَوَدُّ (س) وُدًّا سے فعیل کے وزن پر صفت کا صیغہ ہے بمعنی محبت کرنے والا۔

<u>خُلَّتِي مَنْ لَا يَسُدُّ خَلَّتِي</u> : خُلَّةٌ (بضم الخاء) : دوستی، محبت۔ مصدر ہے، جمع : خِلَالٌ کقُلَّة وقِلَال۔ اس کے معنی دوست کے بھی آتے ہیں، اس وقت اس میں مذکر، مؤنث، مفرد اور جمع سب برابر ہوتے ہیں۔ خَلَّةٌ (بفتح الخاء) حاجت وضرورت، فقر وفاقہ۔ کوئی مرجائے تو کہتے ہیں: "اَللّٰهُمَّ اسْدُدْ خَلَّتَهٗ" اے اللہ! آپ اس کی خلاء کو پُر کیجئے"۔ اس کی جمع بھی "خِلَالٌ" آتی ہے۔ خِلَّة (بکسر الخاء) دانتوں کے درمیان کھانے کے بچے ہوئے ریزے کو کہتے ہیں، اس کی جمع خِلَلٌ آتی ہے۔ لَا يَسُدُّ : سَدَّ (ن) سَدًّا : بند کرنا۔ واز سمع وضرب سَدَّ الشَّيْءُ سَدِيْدًا وسُدُوْدًا: درست ہونا۔ القَوْلُ السَّدِيْد : صحیح اور درست قول۔ یہاں باب نصر سے ہے۔

<u>لَا يُفْعِمُ وِعَائِي</u> : أَفْعَمَ۔ إِفْعَامًا و فَعَمَ الْإِنَاءَ (ف) فَعْمًا : برتن کو لبالب بھرنا۔ و فَعُمَ (ک) فُعُوْمَةً وفَعَامَةً : کسی چیز کا بھرجانا۔ وِعَاء : برتن، جمع : أَوْعِيَة :

وَلَا أُفْرِغُ ثَنَائِيْ عَلٰى مَنْ يُفَرِّغُ إِنَائِيْ : أُفْرِغُ : باب افعال سے واحد متکلم مضارع کا صیغہ ہے، أُفْرِغُ - إِفْرَاغًا : بہانا، اور باب تفعیل سے فَرَّغَ الإِنَاءَ - تَفْرِيْغًا کے معنی ہیں : خالی کرنا. فرغ (س ن) فَرَاغًا وفُرُوْغًا : خالی ہونا۔ فَرِغَ الْمَاءُ : پانی کا بہنا۔ ابن فارس نے معجم مقاییس اللغۃ (ج ۴ ص ۴۹۳) میں لکھا ہے کہ فاء، راء، غین کا مادہ کسی چیز کے خالی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ بہکر بھی چیز خالی ہوجاتی ہے اس لئے، اس کے لئے "فَرَغَ" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ إِنَاء : برتن. جمع : آنية، جمع الجمع : أَوَانٍ .

***

وَمَنْ حَكَمَ بِأَنْ أَبْذُلَ وَتَخْزُنَ ، وَأَلِينَ وَتَخْشُنَ ، وَأَذُوبَ وَتَجْمُدَ ، وَأَذْكُوَ وَتَخْمُدَ ! لَا وَاللهِ ، بَلْ نَتَوَازَنُ فِي الْمَقَالِ ، وَزْنَ الْمِثْقَالِ ، وَنَتَحَاذَى فِي الْفَعَالِ ، حَذْوَ النِّعَالِ ، حَتّٰى نَأْمَنَ التَّغَابُنَ ، وَنُكْفَى التَّضَاغُنَ ؛

کس نے یہ فیصلہ کیا کہ میں خرچ کرتا رہوں اور تو جمع کرتا رہے، میں نرم ہوتا رہوں اور تو سخت ہوتا رہے، میں پگھلتا رہوں اور تو جمارہے، میں بھڑکتا رہوں اور تو بجھتا رہے، نہیں، خدا کی قسم! ہم ایک دوسرے کے ساتھ بات (اور طرز تکلم) میں مثقال کے وزن کی مانند برابری کریں گے، جوتوں کی برابری کی طرح کام کرنے میں ہم برابر تقسیم کریں گے، یہاں تک کہ ہم ایک دوسرے کو دھوکہ دینے سے محفوظ ہوجائیں اور ایک دوسرے کے ساتھ حسد رکھنے سے کفایت کردیئے جائیں

***

تَخْزُنُ، تَخْشُنُ، أَذُوْبُ : خَزَنَ الشَّيْءَ (ن) خَزْنًا : جمع کرنا، ذخیرہ کرنا۔ وخَشُنَ الشَّيْءُ (ک) - خُشُوْنَةً، خَشَانَةً : سخت ہونا، کھردرا ہونا۔ ذَابَ الشَّيْءُ (ن) ذَوْبًا، ذَوَبَانًا : پگھلنا۔ نَتَحَاذَى فِي الْفَعَالِ : نَتَحَاذَى : باب تفاعل سے جمع متکلم مضارع کا صیغہ ہے۔ تَحَاذَى الْقَوْمُ الشَّيْءَ : برابر برابر تقسیم کرنا۔ تحاذیا ایک دوسرے کے سامنے ہونا، مقابل ہونا، حَذَا النَّعْلَ بِالنَّعْلِ (ن) حَذْوًا : ایک جوتے کو دوسرے کے برابر قطع کرنا۔ حَذَا حَذْوَهُ : پیروی کرنا، نقل کرنا، شریشی نے نَتَحَاذَى کا ترجمہ کیا ہے "نَتَشَابَهُ" الفَعَال : اچھے یا برے فعل کا نام ہے۔

التَّغَابُن/التَّضَاغُن : التَّغَابُن : ایک دوسرے کو دھوکہ دینا۔ غَبَنَ (ن) غَبْنًا وغَبَنًا : دھوکہ دینا۔ التَّضَاغُن : ایک دوسرے کے ساتھ حسد وکینہ رکھنا، ضَغِنَ عَلَيْهِ (س) ضِغْنًا : حسد کرنا۔ ضَغِنَ إِلَيهِ : مائل ہونا۔

***

ـــــــــــ وَإِلاَّ فَلِمَ أُعِلُّكَ وَتُعِلُّنِي، وَأُقِلُّكَ وَتَسْتَقِلُّنِي، وَأَجْتَرِحُ لَكَ وَتَجْرَحُنِي، وَأَسْرَحُ إِلَيْكَ وَتُسَرِّحُنِي. وَكَيْفَ يُجْتَلَب إِنْصَافٌ بِضَيْمٍ، وَأَنَّى تُشْرِقُ شَمْسٌ مَعَ غَيْمٍ! وَمَتَى أُصْحِبَ وُدٌّ بِعَسْفٍ، وَأَيُّ حُرٍّ رَضِيَ بِخُطَّةِ خَسْفٍ! وَلِلّٰهِ أَبُوكَ حَيْثُ يَقُولُ:

ورنہ کیوں میں تم کو سیراب کرتا رہوں اور تو مجھے بیمار کرتا رہے، میں تجھے بلند کرتا رہوں اور تو مجھے حقیر سمجھتا رہے، میں تیرے لئے کماتا رہوں، اور تو مجھے زخمی کرتا رہے، میں تیری طرف آتا رہوں اور تو مجھے چھوڑتا رہے، اور انصاف ظلم کے ساتھ کیوں کر حاصل کیا جاسکتا ہے، سورج بادل کے ساتھ کیسے نکل سکتا ہے، کب محبت ظلم کو ساتھ لے سکتی ہے اور وہ کونسا شریف آدمی ہے جو ذلت کے معاملہ پر راضی ہوا ہو، اللہ ہی کے لئے ہے تیرے ابا (کی خوبی) جس وقت اس نے یہ شعر کہے۔

***

أُعِلُّكَ وتُعِلُّنِي : أُعِلُّكَ : باب نصر سے صیغہ متکلم ہے۔ عَلَّ (ن) عَلًّا وعَلَلاً : سیراب کرنا، سیراب ہونا۔ تُعِلُّنِي : باب افعال سے واحد مخاطب کا صیغہ ہے، أَعَلَّهُ - إِعْلاَلاً : بیمار کرنا، مریض بنانا۔

أُقِلُّكَ وَتَسْتَقِلُّنِي : أَقَلَّهُ - إِقْلاَلاً : بلند کرنا، اٹھانا۔ سورۃ اعراف آیت ۵۷ میں ہے۔ " حَتّٰى إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالاً سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَيِّتٍ " قَلَّ (ن) قِلَّةً : کم ہونا۔ تَسْتَقِلُّنِي : اسْتَقَلَّ الشَّئَ : کسی چیز کو حقیر سمجھنا۔

وأَجْتَرِحُ لَكَ وَتَجْرَحُنِي : اجْتَرَحَ : کمانا۔ جَرَحَ (ف) جَرْحًا : زخمی کرنا۔ واز سمع جَرِحَ (س) جَرَحًا : زخمی ہونا۔

أَسْرَحُ إِلَيْكَ وَتُسَرِّحُنِي : أَسْرَحُ باب سمع سے متکلم کا صیغہ ہے، سَرِحَ (س) سَرَحًا : اپنے کام کاج کے لئے نکلنا۔ تُسَرِّحُنِي : باب تفعیل سے ہے۔ سَرَّحَهُ تَسْرِيحًا : چھوڑنا۔ سورۃ

بقرہ، آیت ۲۳۱ میں ہے " فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ "

ضَيْم : ظلم، جمع : ضُيُوم۔ ضَامَ (ض) ضَيْمًا : ظلم کرنا۔

وَأَنَّى تُشْرِقُ شَمْسٌ مَعَ غَيْمٍ : أَنّی کی دو قسمیں ہیں ① شرطیہ ② استفہامیہ۔ شرطیہ أین کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے يٰمَرْيَمُ أَنّٰى لَكِ هٰذَا۔ وبمعنی مَتٰى جیسے أَنّٰى جئت؛ وبمعنی کیفَ جیسے أَنّٰى يُحْيِي هٰذِهِ اللهُ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ اَنّٰى جب مَتٰى اور کیف کے معنی میں ہو تو اس کا فعل پر آنا ضروری ہے۔ یہاں اَنّٰى کیف کے معنی میں ہے۔

تُشْرِقُ : اَشْرَقَ - إِشْرَاقًا وشَرَقَ (ن) شَرْقًا : نکلنا، ظاہر ہونا، أَشْرَقَتِ الشَّمْسُ : سورج نکلنا۔ شمس : سورج، جمع : شُمُوس۔ غَيْمٌ : بادل، جمع : غُيُوم و غِيَام۔ عَسْف : ظلم، موت۔ عسف (ض) عَسْفًا : ظلم کرنا۔

أَيُّ حُرٍّ رَضِيَ بِخُطَّةِ خَسْفٍ : اَىّ کبھی شرطیہ ہوتا ہے جیسے أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ، کبھی استفہامیہ ہوتا ہے، جیسے اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖ إِيمَانًا۔ کبھی موصولہ ہوتا ہے جیسے : ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا اور کبھی موصوفہ ہوتا ہے، جیسے : محمد رجل أی رجل۔

ابن عقیل نے شرح الفیہ (ج ا ص ۱۶۱) میں أَيّ کی چار حالتیں لکھی ہیں، تین حالتوں میں یہ معرب اور ایک حالت میں مبنی ہوتا ہے، معرب ہونے کی حالتیں یہ ہیں :

① مضاف ہو اور اس کا صدر صلہ مذکور ہو جیسے : يُعْجِبُنِي أَيُّهُمْ هُوَ قَائِمٌ یہاں هو صدر صلہ مذکور ہے

② نہ مضاف ہو اور نہ ہی صدر صلہ مذکور ہو، جیسے : يُعْجِبُنِي أَيٌّ قَائِمٌ

③ مضاف نہ ہو اور اس کا صدر صلہ مذکور ہو، جیسے : يُعْجِبُنِي أَيٌّ هُوَ قَائِمٌ

④ مضاف ہو اور اس کا صدر صلہ محذوف ہو، جیسے : يُعْجِبُنِي أَيُّهُمْ قَائِمٌ۔ اس صورت میں أَيّ مبنی بر ضم ہوتا ہے۔

یہاں مقامات میں "أیّ" استفہامیہ ہے، أَيُّ حُرٍّ مضاف، مضاف الیہ مل کر مبتدا، اور رَضِيَ بِخُطَّةِ خَسْفٍ اس کی خبر ہے۔

خُطَّة : خصلت، عادت، معاملہ۔ شریشی نے اس کا ترجمہ کیا ہے : المنزلة والرتبة جمع خُطَط۔ آج کل خُطَّة پروگرام، لائحہ عمل، اسکیم، نقشہ اور منصوبہ کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں، خُطَّةُ التَّدْرِيس : اسباق کا تعلیمی نقشہ۔ خُطَّةُ الْخَمْسِ سنوات/خَمْسِيَّة : پنج سالہ منصوبہ۔ خُطَّةُ الدِّفَاع : دفاعی پلان۔

خَسف : ذلت ۔ خَسَفَ الْقَمَرُ (ض) خُسُوْفًا : چاندگرہن ہونا ۔ خَسَفَ الْمَکَانُ (ض) خُسُوْفًا : کسی جگہ کا دھنس جانا ۔ خَسَفَہ (ض) خَسْفًا : ذلیل کرنا ۔ سورۃ قصص آیت ۸۲ میں ہے : " لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰہُ عَلَیْنَا لَخَسَفَ بِنَا " حضرت علی کی حدیث میں ہے : " مَنْ تَرَکَ الْجِھَادَ اَلْبَسَہُ اللّٰہُ الذِّلَّةَ وَسِیْمَ الْخَسْفَ " ۔ قرآن کریم میں یہ مادہ آٹھ جگہ استعمال ہوا ہے سورۃ قصص آیت ۸۱ ، ۸۲ ، سورۃ قیامۃ آیت ۸ ، سورۃ عنکبوت آیت ۴۰ ، سورۂ سبا آیت ۹ سورۃ نحل آیت ۴۵ ، سورۃ اسراء آیت ۶۸ ۔ اور سورۃ ملک ، آیت ۱۶ میں ۔

لِلّٰہِ اَبُوْکَ : یہ بطور تعجب کہا جاتا ہے ۔

***

① جَزَیْتُ مَنْ أَعْلَقَ بِی وُدَّہُ   جَزَاءَ مَنْ یَبْنِی عَلَی أُسِّہِ

② وَکِلْتُ لِلْخِلِّ کَمَا کَالَ لِی   عَلٰی وَفَاءِ الْکَیْلِ أَوْ بَخْسِہِ

③ وَلَمْ أُخَسِّرْہُ وَشَرُّ الْوَرٰی   مَنْ یَوْمُہُ أَخْسَرُ مِنْ أَمْسِہِ

④ وَکُلُّ مَنْ یَطْلُبُ عِنْدِی جَنًی   فَمَا لَہُ إِلَّا جَنٰی غَرْسِہِ

⑤ لا أَبْتَغِی الْغَبْنَ ، وَلا أَنْثَنِی   بِصَفْقَةِ الْمَغْبُونِ فِی حِسِّہِ

⑥ وَلَسْتُ بِالْمُوجِبِ حَقًّا لِمَنْ   لَا یُوجِبُ الْحَقَّ عَلٰی نَفْسِہِ

① میں نے اس شخص کو جس نے اپنی محبت کا تعلق میرے ساتھ قائم کیا اس آدمی جیسا بدلہ دیا جو عمارت کو اپنی بنیاد پر بناتا ہے ،

② میں نے اپنے دوست کو اسی طرح وزن وکیل کرکے دیا جس طرح اس نے مجھے پورا پورا یا کم کرنے کے ساتھ کیل کرکے دیا ۔

③ حالانکہ میں نے اس کو خسارہ میں نہیں ڈالا ، بدترین خلائق ہے وہ شخص جس کا آج اس کے کل سے زیادہ خسارہ والا ہو ،

④ اور جو شخص میرے پاس موجود پھل طلب کرے تو اس کے لئے اس کے اپنے بوئے ہوئے درخت کے پھل کے سوا (میرے پاس) کچھ نہیں ،

⑤ میں دھوکہ نہیں چاہتا اور احساس میں فریب خوردہ شخص کے معاملہ کے ساتھ نہیں لوٹتا (یعنی عقل و فہم کے لحاظ سے ناتجربہ کار لوگوں کی طرح میں دھوکہ نہیں کھاتا)

⑥ اور میں اس شخص کا حق اپنے اوپر واجب کرنے والا نہیں جو میرا حق اپنے اوپر واجب نہ کرے ،

① (حَزَيتُ) فعل فاعل ہیں (مَنْ) اسم موصول مفعول بہ ہے (أعلَقَ) صلہ ہے (بی) (أَعلَقَ) سے متعلق ہے (وُدَّہ) (أَعْلَقَ) کے لئے مفعول بہ ہے (حزاء مَن) (حزیتُ) کے لئے مفعول مطلق ہے (مَنْ) اسم موصول (حَزَاء) کے لئے مضاف الیہ ہے (یبنی) (مَن) موصولہ کے لئے صلہ ہے (علی اسه) جار مجرور (یبنی) فعل سے متعلق ہے۔

② (للبخل) جار مجرور (كِلتُ) کے متعلق ہے (كما) میں کاف تشبیہ کا ہے اور (ما) مصدریہ ہے (لی) (كَالَ) سے متعلق ہے، یہ جملہ فعلیہ بتاویل مصدر ہو کر کاف کے لئے مجرور، جار مجرور (كلت) کے لئے متعلق ثانی ہے (علی وفاء......) جار مجرور متعلق ثالث ہے (بخسه) کا عطف (وفاء الكيل) پر ہے۔

③ (ولم أخسره) جملہ فعلیہ کا عطف پہلے شعر میں (وكلت) پر ہے (شرالوری) مبتدا ہے (مَنْ) موصولہ خبر ہے (یومه) مبتدا ہے (أخسر) خبر ہے، مبتدا خبر مل کر صلہ ہے (مَنْ) موصولہ کے لئے (من أمسه) (أخسر) سے متعلق ہے۔

④ (كلُّ مَن) مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا متضمن معنی شرط ہے (يطلب) فعل، فاعل (جَنیً) اس کے لئے مفعول بہ ہے اور (عندی) اس کے لئے ظرف ہے، یہ پورا جملہ (مَن) موصولہ کے لئے صلہ ہے (فماله) یہ خبر ہے جس پر فاء داخل ہے (ما) مشبہ بلیس ہے (له) (ثابت) محذوف سے متعلق ہو کر خبر مقدم (إلا) حرف استثناء مفرغ ہے (جنی غرسه) مضاف، مضاف الیہ مل کر (ما) کے لئے اسم مؤخر ہے۔

⑤ (لاأبتغی) فعل ضمیر متکلم فاعل (الغَبن) مفعول بہ ہے (بصفقة المغبون) مضاف بامضاف الیہ، مجرور ہے اور (لاأنثنی) سے متعلق ہے (فی حسه) جار مجرور (المغبون) سے متعلق ہے۔

⑥ (بالمُوجِب) میں باء زائدہ ہے اور (لَستُ) کے لئے خبر ہے (حَقاً) (الموجب) اسم فاعل کے لئے مفعول بہ ہے (لِمَن) جار مجرور (الموجب) سے متعلق ہے (الحق) (لایوجب) کے لئے مفعول بہ ہے (علی نفسه) (لایوجب) سے متعلق ہے اور یہ پورا جملہ (من) موصولہ کے لئے صلہ ہے۔

أَعْلَقَ : باب افعال سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ أَعْلَقَ بہ : تعلق قائم کرنا، عَلِقَ (س) عَلَقًا : متعلق ہونا۔ أُسّہ : ہمزہ پر تینوں حرکات پڑھ سکتے ہیں، بمعنی : بنیاد، جمع : أساس۔

وَكِلْتَ لِلْخُلِّ : كَالَ الطَّعَامَ (ض) كَيْلًا، و مَكِيْلًا : وزن کرنا، کیل کرنا۔ الخِلُّ (خاء کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ) دوست۔ جمع : أَخْلَال۔ مذکر ومؤنث دونوں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

بَخْسِہ : بَخَسَ (ف) بَخْسًا : ظلم کرنا۔ بَخَسَ الحَقَّ : کم کرنا۔ سورۃ یوسف، آیت ۲۰ میں ہے : " وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ "

لَمْ أُخْسِرْهُ : باب افعال سے واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ أَخْسَرَہ : کسی کو خسارے اور نقصان میں ڈالنا مجرد میں از ضرب۔ خَسَرَ الشَّيْءَ (ض) خَسْرًا، وخُسْرَانًا : کم کرنا۔ وخَسِرَ الرَّجُلُ (س) خَسَارَةً : نقصان اٹھانا، ضائع ہونا۔

وشَرُّ الوَرٰى مَنْ يَوْمُهُ أَخْسَرُ مِنْ أَمْسِہ : الوَرٰى : مخلوق۔ أَمْس : گذشتہ کل، کبھی مطلقًا ماضی کے لئے بھی بولتے ہیں، کہتے ہیں : أَمْسِ الدَّابِرُ لَا يَعُوْدُ : گذشتہ کل لوٹ نہیں سکتا، یہ مبنی علی الکسر استعمال ہوتا ہے، لیکن جب یہ نکرہ ہو یعنی گذشتہ کل مراد نہ ہو مطلقًا ماضی کا زمانہ مراد ہو، یا اس کو کسی کی طرف مضاف کیا جائے، یا اس پر الف لام داخل ہو تو پھر اس کو معرب استعمال کرتے ہیں، چنانچہ کہتے ہیں : كُلُّ غَدٍ صَائِرٌ أَمْسًا، وكَانَ أَمْسُنَا طَيِّبًا، وكَانَ الأَمْسُ طَيِّبًا۔

یہاں پر بھی "أمسہ" مضاف ہے اس لئے معرب ہے، جمع : أُمُوْس، آمُس، آمَاس۔

علامہ حریری کہتے ہیں بدترین خلائق وہ شخص ہے جس کا آج اس کے کل سے زیادہ خسارہ اور نقصان والا ہو۔ مولانا ادریس کاندھلوی نے اس مفہوم کی ایک حدیث بھی نقل کی ہے " مَغْبُوْنٌ مَنْ كَانَ غَدُهُ شَرًّا مِنْ أَمْسِہ " مقصد یہ ہے جو شخص نقصان اور خسارے کی طرف بڑھ رہا ہو اور اس کا مستقبل اس کے ماضی سے زیادہ تاریک ہو تو وہ بڑے تنزل اور خسارے میں ہے۔ علامہ ماوردی نے اپنی مشہور کتاب "أدَبُ الدُّنْيَا وَالدِّيْن" (ص ۱۶) میں اوقات سے فائدہ اٹھانے، لمحاتِ زندگی کو غنیمت جاننے اور حسنات میں رغبت اختیار کرنے کے متعلق بڑی سبق آموز عبارت لکھی ہے۔ چنانچہ کسی کا قول ہے :

إِنَّ الدُّنْيَا تُقْبِلُ إِقْبَالَ الطَّالِبِ، وَتُدْبِرُ إِدْبَارَ الْهَارِبِ،
وَتَصِلُ وِصَالَ الْمَلُوْلِ، وَتُفَارِقُ فِرَاقَ الْعَجُوْلِ، فَخَيْرُهَا يَسِيْرٌ
وَعَيْشُهَا قَصِيْرٌ، وَإِقْبَالُهَا خَدِيْعَةٌ، وَلَذَّاتُهَا فَانِيَةٌ، وَتَبِعَاتُهَا
بَاقِيَةٌ، فَاغْتَنِمْ غَفْوَةَ الزَّمَانِ، وَانْتَهِزْ فُرْصَةَ الْإِمْكَانِ

وَخُذْ مِنْ نَفْسِكَ لِنَفْسِكَ ، وَتَزَوَّدْ مِنْ يَوْمِكَ لِغَدِكَ .

" دنیا طلب کرنے والے کی طرح آتی ہے اور بھاگنے والے کی طرح پیٹھ دکھا کر واپس جاتی ہے، اکتائے ہوئے شخص کی طرح ملتی ہے اور حیران وجلد باز شخص کی طرح فراق اختیار کرتی ہے، اس کی بھلائی کم ہے، اس کا عیش مختصر ہے، اس کا اقبال و شکوہ دھوکہ ہے اس کی لذتیں فانی ہیں اور اس کے انجامہائے بد باقی رہتے ہیں لہذا زمانہ کی اور اپنے وجود کی فرصت کو غنیمت سمجھئے اپنے لئے اپنے نفس سے کچھ حاصل کیجئے اور اپنے آئندہ کل کے لئے اپنے آج سے زادِ راہ لیجئے "

کسی اور نے کہا :

كُلُّ امْرِئٍ يَجْرِي مِنْ عُمْرِهِ إِلَى غَايَةٍ تَنْتَهِي إِلَيْهَا مُدَّةُ أَجَلِهِ، وَتَنْطَوِي عَلَيْهَا صَحِيفَةُ عَمَلِهِ . فَخُذْ مِنْ نَفْسِكَ ، وَقِسْ يَوْمَكَ بِأَمْسِكَ، وَكُفَّ عَنْ سَيِّئَاتِكَ، وَزِدْ فِي حَسَنَاتِكَ قَبْلَ أَنْ تَسْتَوْفِيَ مُدَّةَ الْأَجَلِ، وَتَقْصُرَ عَنِ الزِّيَادَةِ فِي السَّعْيِ وَالْعَمَلِ .

" ہر آدمی اپنی زندگی میں اس ہدف کی طرف رواں ہے جہاں اس کی مدت زندگی ختم ہوتی ہے اور اس کے عمل کا صحیفہ لپیٹ دیا جاتا ہے اس لئے اپنے لیے نفس سے کچھ حاصل کیجئے، اپنے کل کو اپنے آج پر قیاس کریں اور عمر کی مدت کے پورا ہونے اور سعی وعمل میں کوتاہی و تقصیر سے پہلے پہلے برائیوں سے رک جائیں اور بھلائیوں میں اضافہ کریں "

حضرت حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے :

أَمْسِ أَجَلٌ، وَالْيَوْمَ عَمَلٌ، وَغَدًا أَمَلٌ : کل تو فوت ہو چکا، آئندہ کی تو صرف امید ہے ، عمل صرف آج ہی ہو سکتا ہے ۔

محمد بن بشیر رحمہ اللہ کے اشعار ہیں :

مَضَى أَمْسُكَ الْأَدْنَى شَهِيدًا مُعَدِّلًا ۔ وَيَوْمُكَ هٰذَا بِالْفِعَالِ شَهِيدٌ
فَإِنْ تَكُ بِالْأَمْسِ اقْتَرَفْتَ إِسَاءَةً ۔ فَثَنِّ بِإِحْسَانٍ وَ أَنْتَ حَمِيدٌ
وَلَا تُرْجِ فِعْلَ الْخَيْرِ مِنْكَ إِلَى غَدٍ ۔ لَعَلَّ غَدًا يَأْتِي، وَ أَنْتَ فَقِيدٌ

" آپ کا قریبی کل گواہِ عادل بن کر گذر گیا اور آپ کے آج کا دن آپ کے عمل کا گواہ ہے

اگر آپ نے گذشتہ کل سے بُری حالت میں جدائی اختیار کی ہے تو آج سے اچھائی اختیار کرلیں تو بھی قابلِ تعریف ہیں۔
اور اپنے آپ کل تک نیکی کا کام ملتوی کرکے اس کو انجام دینے کی توقع نہ رکھیں، کیا معلوم کہ کل آئے اور آپ نہ ہوں "

جَنَیَ غَرْسه : جَنَی : مصدر ہے۔ جَنیٰ ثَمَرًا (ض) جَنًی : میوہ چننا۔ وجَنیٰ (ض) جِنَایَةً : گناہ کرنا، جرم کرنا۔ غَرْس : وہ درخت جس کو بویا جاتا ہے۔ جمع : أَغْرَاسٌ وغِرَاسٌ۔

صَفْقَةُ الْمَغْبُوْنِ : صَفْقَة : معاملہ۔ صَفَقَ (ن ض) صَفْقًا : ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر اس طرح مارنا کہ جس سے آواز نکلے، تالی بجانا۔ عرب معاملہ کرتے وقت ہاتھ پر ہاتھ مارتے تھے جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ معاملہ مکمل ہوگیا، بعد میں مطلقاً معاملہ کے لئے صفقہ کا لفظ استعمال ہونے لگا۔ المغبون: وہ شخص جس کے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہو۔ حِسُّه : مصدر ہے، حَسَّ بِالشَّيْءِ (ض) حَسًّا : محسوس کرنا۔

***

⑦ وَرُبَّ مَذَّاقِ الهوى خالَنِي ۔۔۔ أَصْدُقُهُ الْوُدَّ عَلَى لَبْسِهِ
⑧ وَمَا دَرَى مِنْ جَهْلِهِ أَنَّنِي ۔۔۔ أَقضِي غَرِيمِي الدَّيْنَ مِنْ جِنْسِهِ
⑨ فَاهْجُرْ مَنِ اسْتَغْبَاكَ هَجْرَ الْقِلَى ۔۔۔ وَهَبْهُ كَالْمَلْحُودِ فِي رَمْسِهِ
⑩ وَالْبَسْ لِمَنْ فِي وَصْلِهِ لُبْسَةٌ ۔۔۔ لِبَاسَ مَنْ يُرْغَبُ عَنْ أُنْسِهِ
⑪ وَلا تُرَجِّ الْوُدَّ مِمَّنْ يَرَى ۔۔۔ أَنَّكَ مُحْتَاجٌ إِلَى فَلْسِهِ

⑦ بہت سے دوستی میں ملاوٹ کرنے والے (منافق) مجھے سمجھتے ہیں کہ میں ان کے خلط ملط (اور گڑبڑ) کے باوجود ان سے سچی محبت کرتا ہوں،

⑧ حالانکہ وہ اپنی جہالت کی وجہ سے یہ نہیں جانتے کہ میں قرض خواہ کو قرض اسی جنس سے ادا کرتا ہوں۔

⑨ اس شخص کو چھوڑ جو تجھے احمق سمجھے جس طرح دشمنی (رکھنے والے) کو چھوڑا جاتا ہے، اس کو اپنی قبر میں مدفون آدمی کی طرح خیال کر،

⑩ جس شخص کے ملنے میں گڑبڑ ہو اس کے لئے اس شخص کا سا لباس پہن جس کی محبت سے اعراض کیا جاتا ہے۔

⑪ اور اس شخص سے دوستی کی امید نہ کر جو یہ سمجھتا ہے کہ تو اس کے پیسے کا محتاج ہے۔

⑦ (رب) جارہ ہے اور کسی سے متعلق نہیں ہوتا (مذاق الهوى) مضاف بامضاف الیہ مبتدا (خالنی) خبر ہے (أصدقه) (خالنی) کی ضمیر متکلم مفعول بہ سے حال ہے (الود) (أصدقه) کے لئے مفعول بہ ثانی ہے (على لبسه) (أصدقه) سے متعلق ہے۔

⑧ (ومادری) یہ جملہ مستانفہ بھی ہو سکتا ہے اور (خالنی) کی ضمیر فاعل سے حال بھی بن سکتا ہے (مِن جهله) (دری) سے متعلق ہے (أننی أقضی) یہ پورا جملہ (مادری) کے لئے مفعول بہ ہے (غریمی) مفعول بہ اول اور (الدین) (أقضی) کے لئے مفعول بہ ثانی ہے (مِن حسنه) (أقضی) سے بھی متعلق ہو سکتا ہے اور اس کو (الثابت) محذوف سے متعلق کر کے (الدین) کے لئے صفت بھی بنا سکتے ہیں۔

⑨ فاء تفریعیہ ہے (مَنْ) (اهجر) کے لئے مفعول بہ ہے (استغباك) (مَنْ) موصولہ کے لئے صلہ ہے (هَجْرَ القلی) (اهجر) کے لئے مفعول مطلق ہے (هَبْه) کا عطف (فاهجر) پر ہے (كالملحود) جار مجرور (وهبه) کے متعلق ہے (فی رمسه) بھی اسی سے متعلق ہے۔

⑩ (البس) فعل امر (لباسَ مَنْ.....) مضاف بامضاف الیہ صیغہ امر کے لئے مفعول بہ ہے (لِمَن) میں لام جارہ اور (مَنْ) مجرور موصولہ ہے اور یہ (البس) سے متعلق ہے (فی وصله) جار مجرور (ثابت) سے متعلق ہو کر خبر مقدم (وصلهِ) مبتدا مؤخر ہے، مبتدا خبر مل کر (مَنْ) کے لئے صلہ ہے (عن أنسه) (یرغب) سے متعلق ہے۔

⑪ (الود) (لاترج) کے لئے مفعول بہ ہے (مِمَّن) اصل میں (مِنْ مَنْ) ہے نون جارہ کا میم مَن میں ادغام کر دیا، یہ جار مجرور (لا ترج) سے متعلق ہے (یری.....) (مَنْ) کے لئے صلہ ہے (أنّك محتاج...) یہ پورا جملہ (یری) کے لئے مفعول بہ ہے (إلی فلسه) (محتاج) سے متعلق ہے۔ (محتاج) (أنك) کی خبر ہے۔

***

مَذَّاقُ الْهَوٰى خَالَنِیْ : مَذَّاق : ملاوٹ کرنے والا، منافق از نصر۔ مَذَقَ (ن) مَذْقاً : آمیزش کرنا، ملانا۔ خَالَ (س) خِيَالاً : خیال کرنا۔

غَرِیْمٌ : قرضدار کو بھی کہتے ہیں اور قرض خواہ کو بھی کہتے ہیں، جمع : غُرَماء۔

فَاهْجُرْ مَنِ اسْتَغْبَاكَ هَجْرَ الْقِلٰى : هَجَرَ (ن) هَجْرًا وهِجْرَانًا : ترک کرنا، چھوڑنا۔ اسْتَغْبَاكَ : از استفعال جو آپ کو غبی، احمق اور نادان سمجھے، وغَبِیَ (س) غَبَاً وغَبَاوَةً : کند ذہن ہونا۔ القِلٰى : مصدر بمعنی بغض، حسد۔ قَلٰى (ض) قِلًى : بغض و دشمنی کرنا۔

وهَبْهُ كَالْمَلْحُوْدِ فِی رَمْسِه : هَبْ : اسم فعل بمعنی احسِب، یعنی آپ سمجھئے۔ المَلْحُوْد : جو لحد میں رکھا گیا ہو، مدفون۔ لحد (ف) لَحْدًا : قبر کھودنا، رَمْس : قبر، جمع : أَرْمَاس، رُمُوس۔ رمسه (ن ض) رَمْسًا : کسی چیز کے آثار مٹا دینا۔

اِلْبَسْ فِی وَصْلِه لُبْسَةً : اِلْبَسْ : باب سمع سے صیغۂ امر ہے، پہننا اور لُبْسَةً باب ضرب سے مصدر ہے، لَبَسَ (ض) لُبْسًا ولُبْسَةً : خلط ملط کرنا۔

لا تُرَجِّ : باب تفعیل سے نہی مخاطب کا صیغہ ہے یعنی آپ امید نہ رکھیں۔ رَجَاهُ۔ تَرْجِيَةً ورَجَاهُ (ن) رَجْوًا ورِجَاءً : امید رکھنا۔ فَلْس : پیسہ، جمع : فُلُوس۔

***

قَالَ الْحَارِثُ بْنُ هَمَّامٍ: فَلَمَّا وَعَيْتُ مَادَار بينهما، تُقْتُ إِلَى أَنْ أَعْرِفَ عينهما، فَلَمَّا لَاحَ ابْنُ ذُكَاء، وَأَلْحَفَ الْجَوَّ الضِّيَاء، غَدَوْتُ قَبْلَ اسْتِقْلَالِ الرِّكَابِ، وَلَا اغْتِدَاءِ الْغُرَابِ، وَجَعَلْتُ أَسْتَقْرِی صَوْبَ الصَّوْتِ اللَّيْلِيِّ، وَأَتَوَسَّمُ الْوُجُوهَ بِالنَّظَرِ الْجَلِيِّ، إِلَى أَنْ لَمَحْتُ أَبَا زَيْدٍ وابنَهُ يَتَحَادَثَانِ، وَعَلَيْهِمَا بُرْدَانِ رَثَّانِ، فَعَلِمْتُ أَنَّهُمَا نَجِيَّا لَيْلَتِی، وَصَاحِبَا رِوَايَتِی۔

حارث بن ہمام نے کہا کہ جب میں نے وہ باتیں محفوظ کرلیں جو ان دونوں کے درمیان چلیں تو میں اس بات کا مشتاق ہوا کہ ان دونوں کی شخصیت کو پہچان لوں، چنانچہ جب صبح طلوع ہوئی اور اس نے فضا کو روشنی پہنادی تو سواریوں کے اٹھنے اور کوے کے صبح کے وقت چلنے سے پہلے میں چل نکلا اور رات والی آواز کی جہت کو تلاش کرنے لگا اور

ظاہری نگاہ سے چہروں میں غور کرنے لگا یہاں تک کہ میں نے ابوزید اور اس کے بیٹے کو باتیں کرتے ہوئے اس حال میں دیکھا کہ دونوں پر دو پرانی چادریں تھیں تو میں نے جان لیا کہ بلاشبہ یہ دونوں میری رات کے سرگوشی کرنے والے اور میری قصہ گوئی والے ہیں،

***

مَادَارَ بَيْنَهُمَا : دَارَ (ن) دَوْرًا : گھومنا، چکر لگانا۔ دَوْر : کردار کے لئے استعمال ہوتا ہے، دَوْرُ الشَّبَاب : نوجوانوں کا کردار۔

تُقْتُ : باب نصر سے واحد متکلم کا صیغہ ہے، تَاقَ إِلَيْهِ (ن) تَوْقًا : مشتاق ہونا۔ عَيْنَهُمَا: عین سے مراد شخص ہے۔ ذُکَاء : سورج، ابن ذُکاء : صبح۔

أَلْحَفَ الثَّوْبَ۔ إِلْحَافًا : کپڑا پہنانا۔ ولَحَفَ الثَّوْبَ (ن) لَحْفًا : لحاف وغیرہ سے ڈھکنا، کپڑا پہنانا ڈھانپنا۔ إِسْتِقْلَالُ الرِّكَابِ : سواریوں کا کوچ کرنا۔

الغُرَاب : کوا، جمع : أَغْرُب، غُرْب، غِرْبَانٌ وغَرَابِيْب۔ سورۃ فاطر آیت ۲۷ میں ہے "وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ"۔

أَسْتَقْرِي صَوْب : أَسْتَقْرِي : باب استفعال سے ہے بمعنی تلاش کرنا، تتبع کرنا۔ قَرَى (ض) قَرْيًا : قصد کرنا۔ قَرَى الْبِلَادَ : شہروں میں گھومنا۔ صَوْب : جہت، بارش۔ أَتَوَسَّمُ : باب تفعل سے واحد متکلم کا صیغہ ہے : کسی چیز کو علامت سے پہچاننا، دیکھنا، تلاش کرنا۔

بُرْدَانِ رَثَّانِ : بُرْدَانِ : بُرْدٌ کا تثنیہ ہے : چادر، رَثَّانِ : رَثٌّ کا تثنیہ ہے : پرانا، بوسیدہ۔

***

فَقَصَدْتُهُمَا قَصْدَ كَلِفٍ بِدَمَاثَتِهِمَا، رَاثٍ لِرَثَاثَتِهِمَا، وَأَبَحْتُهُمَا التَّحَوُّلَ إِلَى رَحْلِي، وَالتَّحَكُّمَ فِي كُثْرِي وَقُلِّي، وَطَفِقْتُ أُسَيِّرُ بَيْنَ السَّيَّارَةِ فَضْلَهُمَا، وَأَهُزُّ الأَعْوَادَ الْمُثْمِرَةَ لَهُمَا، إِلَى أَنْ غَمَرَا بِالنُّخْلَانِ، وَاتُّخِذَا مِنَ الْخُلَّانِ وَكُنَّا بِمُعَرَّسٍ نَتَبَيَّنُ مِنْهُ بُنْيَانَ الْقُرَى، وَنَتَنَوَّرُ نِيرَانَ الْقِرَى۔

چنانچہ میں نے ان دونوں کی خوش اخلاقی پر عاشق سا ارادہ لے کر ان کا قصد کیا ان دونوں کی بوسیدہ حالت پر رحم کرتے ہوئے، میں نے ان کے لئے اپنے پڑاؤ (اور کجاوے) کی طرف منتقل ہونے کو اور اپنے زیادہ و کم مال میں تصرف کرنے کو مباح کردیا، ان کی فضیلت کو

قافلہ میں مشہور کرنے لگا اور پھل دار ٹہنیوں کو ان کے لئے حرکت دینے لگا (یعنی اغنیاء اور سخیوں کو ان کی مدد کی طرف متوجہ کرنے لگا) یہاں تک کہ وہ دونوں بخششوں سے ڈھانپ دیے گئے اور دوستوں میں سے بنالئے گئے۔ ہم ایک ایسی قیام گاہ میں تھے جہاں سے ہم بستیوں کی عمارتیں دیکھ سکتے تھے اور ضیافت کی آگ دور سے دیکھ سکتے تھے،

***

كَلِفٌ بِدَمَاثَتِهِمَا : كَلِفَ الْوَجْهُ (س) كَلَفًا : چہرے پر جھائیں پڑنا، كَلِفَ بِالشَّيْءِ : عاشق ہونا، فریفتہ ہونا۔ دَمَاثَة : مصدر بمعنی خوش خلقی ۔ دَمُثَ خُلُقُهُ (ک) دَمَاثَةً و دُمُوثَةً : خوش خلق ہونا، نرم اخلاق والا ہونا۔ دَمَاثَةُ الْأَخْلَاقِ : خوش اخلاقی۔ ودَمِثَتِ الارْضُ (س) دَمَثًا : زمین کا نرم ہونا، ہموار ہونا۔ كَلِفٌ : صیغہ صفت بمعنی عاشق۔

رَاثٍ لِرَثَاثَتِهَا : رَاثٍ : باب ضرب سے اسم فاعل ہے اور ناقص یائی ہے، رَثَىٰ لَهُ (ض) رَثْيًا : رحم کرنا۔ رَثَى الْمَيِّتَ (ض) مَرْثِيَةً : میت پر مرثیہ پڑھنا۔ رَثَاثَة : بوسیدگی رَثٌّ (بالکسر) پرانا، جمع : رِثَاث، اس کا مادہ "رث ث" ہے۔

أَبَحْتُهُمَا : إِبَاحَةٌ : مباح کرنا، ظاہر کرنا، بَاحَ (ن) بَوْحًا : مباح ہونا، ظاہر ہونا۔

كُثْرِيْ وقُلِّيْ : كُثْر (بالضم) بمعنی کثیر۔ اسی طرح قُلّ بمعنی قلیل۔ أُسَيِّرُ : باب تفعیل سے متکلم کا صیغہ ہے، سَيَّرَه : چلانا، مشہور کرنا۔

أَهُزُّ الْأَعْوَادَ الْمُثْمِرَة : هَزَّ (ن) هَزًّا : حرکت دینا، ہلانا۔ الْأَعْوَاد : عُوْد کی جمع ہے لکڑی۔ الْمُثْمِرَة : ذات ثمر، پھل والی۔

النُّحْلَان : ہر وہ چیز جو بغیر کسی عوض کے کسی کو دی جائے، عطیہ، تحفہ، ہدیہ۔ جمع : نِحَل، نُحَلٌ از فتح نَحَلَهُ (ف) نَحْلًا : ہبہ کر دینا۔

الْخُلَّان : خَلِيْل کی جمع ہے، بمعنی دوست۔ مُعَرَّس : وہ جگہ جہاں قافلے والے رات کا آخری حصہ گزارتے ہیں۔

نَتَنَوَّرُ نِيْرَانَ الْقِرَىٰ : نَتَنَوَّرُ : باب تفعل سے جمع متکلم کا صیغہ ہے، اس کے اصل معنی ہیں : آگ دیکھنا، بعد میں یہ مطلق دیکھنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ آج کل بولتے ہیں، تَنَوَّرَ : روشن ہونا، روشن ضمیر ہونا، روشن خیال بننا۔ تَنَوُّر : روشن خیالی۔ اَلْمُتَنَوِّرُوْن : روشن خیال لوگ۔ نِيْرَان : نَار کی جمع ہے : آگ۔ الْقِرَىٰ : مہمان نوازی۔ كِيْسٌ : تھیلی، جمع : أَكْيَاس۔

***

فَلَمَّا رَأَى أَبُو زَيدٍ امْتِلَاءَ كِيسِهِ ، وَانْجِلَاءَ بُوسِهِ ، قَالَ لِي : إِنَّ بَدَنِي قَدِ اتَّسَخَ ، وَدَرَنِي قَدْ رَسَخَ ، أَفَتَأْذَنُ لِي فِي قَصْدِ قَرْيَةٍ لِأَسْتَحِمَّ ؛ وَأَقْضِيَ هَـٰذَا المُهِمَّ ؟ فَقُلْتُ : إِذَا شِئْتَ فَالسُّرْعَةَ السُّرْعَةَ ، وَالرَّجْعَةَ الرَّجْعَةَ ، فَقَالَ : سَتَجِدُ مَطْلَعِي عَلَيْكَ ، أَسْرَعَ مِنَ ارْتِدَادِ طَرْفِكَ إِلَيْكَ .

جب ابوزید نے اپنے تھیلہ کے بھرجانے اور اپنی تنگی کے دور ہوجانے کو دیکھا تو مجھ سے کہنے لگا، میرا بدن میلا ہوچکا ہے اور میرا میل جم چکا ہے کیا آپ مجھے بستی کی طرف جانے کی اجازت دیں گے تاکہ غسل کروں اور اس اہم کام کو نمٹا آؤں، میں نے کہا "جلدی جلدی جائیں اور جلد لوٹیں" تو اس نے کہا آپ اپنے پاس میری آمد اپنی آنکھ جھپکنے سے بھی زیادہ تیز پائیں گے۔

***

اتَّسَخَ : از افتعال : میلا ہونا وَسِخَ الثوبُ (س) وَسَخًا : کپڑے کا میلا ہونا۔ دَرَن : میل، جمع : أَدْرَان۔ رَسَخَ : (ن) رُسُوخًا : مستحکم ہونا۔ تَأْذَنَ : أَذِنَ لَه بكذا (س) إِذْنًا : اجازت دینا۔ اسْتَحَمَّ۔ اسْتِحْمَامًا : گرم پانی سے نہانا، حمام میں داخل ہونا۔ وحَمَّ (ن) حَمًّا : گرم ہونا۔ السُّرْعَةَ السُّرْعَةَ، الرَّجْعَةَ الرَّجْعَةَ : یہ فعل محذوف "اُلزم" وغیرہ کی وجہ سے منصوب ہے۔

***

ثُمَّ اسْتَنَّ اسْتِنَانَ الْجَوَادِ فِي الْمِضْمَارِ ، وَقَالَ لِابْنِهِ : بَدَارِ بَدَارِ ! وَلَمْ نَخَلْ أَنَّهُ غَرَّ ، وَطَلَبَ الْمَفَرَّ . فَلَبِثْنَا نَرْقُبُهُ رِقْبَةَ الْأَعْيَادِ ، وَنَسْتَطْلِعُهُ بِالطَّلَائِعِ وَالرُّوَّادِ ، إِلَى أَنْ هَرِمَ النَّهَارُ ، وَكَادَ جُرُفُ النَّهَارِ يَنْهَارُ .

۔ پھر وہ میدان میں عمدہ گھوڑے کے دوڑنے کی طرح دوڑا اور اپنے بیٹے سے کہا "جلدی کر" اور ہم نے یہ خیال نہیں کیا کہ اس نے دھوکہ دیا اور فرار تلاش کیا، چنانچہ عید کے انتظار کی طرح ہم اس کا انتظار کرتے ہوئے ٹھہرے رہے اور ہم اس کو دریافت کررہے تھے آگے جانے والوں اور گھاس پانی تلاش کرنے والوں سے، یہاں تک کہ دن بوڑھا ہوگیا، دن کا کنارہ گرنے کے قریب ہوگیا، (یعنی دن ختم ہونے لگا)

ثُمَّ اسْتَنَّ اسْتِنَانَ الجَوَادِ فِی الْمِضْمَارِ : استَنَّ باب افتعال سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے ، اسْتَنَّ الفَرَسُ : گھوڑے کا آگے پیچھے تیز دوڑنا۔ وسَنَّ السِّکِّینَ (ن) سَنًّا : تیز کرنا۔ الجَوَاد : تیز گھوڑا ، جمع : أجْوَاد ، جمع الجمع : أجَاوِيد۔ مِضْمَار : گھڑدوڑ کا میدان۔ ضَمَرَ (ن) ضُمُوْرًا وضَمُرَ (ک) ، ضُمْرًا : دبلا ہوجانا ، میدان کو مضمار اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں دوڑ کر گھوڑے دبلے ہوجاتے ہیں ۔

بَدَارِ بَدَارِ : یہ اسم فعل « بادِر » کے معنی میں ہے ، اسم فعل کی تعریف ہے :

كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلَى مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ الْفِعْلُ ، غَيْرَ أَنَّهَا لَا تَقْبَلُ عَلَامَتَهُ

یعنی" اسم فعل اس کلمہ کو کہتے ہیں جو معنیٰ فعل پر دلالت کرے لیکن فعل کی علامت کو قبول نہ کرے "

اسم فعل کبھی ماضی کے معنی میں ہوتا ہے جیسے « هَيْهَاتَ » « بَعُدَ » کے معنی میں ہے ، کبھی فعل مضارع کے معنی میں ہوتا ہے ، جیسے « أُفٍّ » « أتَضَجَّرُ » کے معنی میں ہے یعنی جھڑکی دیتا ہوں اور کبھی امر حاضر کے معنی میں ہوتا ہے ، جیسے « صَهْ » بمعنی « اُسْكُتْ » خاموش ہوجاؤ۔

علمائے نحو کے نزدیک اسم فعل کی دو قسمیں ہیں ① سماعی ② قیاسی . سماعی کا مطلب یہ ہے کہ اس کا استعمال عرب سے سننے پر موقوف ہو ، اس کے لئے کوئی قیاس اور قاعدہ مقرر نہ ہو۔ اسم فعل سماعی کی پھر دو قسمیں ہیں ① مرتجل ② اور منقول۔ مرتجل وہ کلمہ ہے جس کو ابتداء ہی سے اسم فعل کے لئے وضع کیا گیا ہو جیسے هَيْهَاتَ ، أُفٍّ ، آمِيْن ۔ اور منقول اس کو کہتے ہیں جو اسم فعل کے معنی کے لئے وضع نہ ہو کسی اور معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو لیکن پھر اسم فعل کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا ہو ، پھر یہ منقول کبھی تو جار مجرور سے ہوتا ہے جیسے : عَلَيْكَ نَفْسَكَ بمعنی أَلْزِمْهَا۔ کبھی یہ منقول عن الظرف ہوتا ہے ، جیسے : دُوْنَكَ الْكِتَابَ : یعنی خُذْهُ ، کبھی منقول عن المصدر ہوتا ہے ، جیسے رُوَيْدَ أخَاكَ بمعنی أَمْهِلْهُ ، اور کبھی حرف تنبیہ سے منقول ہوتا ہے ، جیسے : ها لکتاب . ای : خُذْهُ۔

دوسری قسم قیاسی ہے یعنی اس کے بنانے اور استعمال کرنے کے لئے قاعدہ مقرر ہے اس کو معدول بھی کہتے ہیں ، اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ فعل ثلاثی مجرد سے « فَعَال » کے وزن پر اس کو بنایا جائے جیسے : قَتَال ، ضَرَاب ، نَزَال ، اُقْتُلْ ، اِضْرِب ، انْزِل کے معنی میں ہے اور اس سے معدول ہے اسی طرح « بَدَار » بادِرْ کے معنی میں ہے لیکن یہ شاذ ہے کیونکہ « بَادِرْ » ثلاثی مجرد سے نہیں بلکہ مفاعلہ سے صیغہ امر ہے۔

اسم فعل منقول اور معدول (قیاسی) صرف امر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ، جبکہ مرتجل ماضی ، مضارع اور امر سب معنوں میں استعمال ہوتا ہے ۔

إِنَّهٗ غَرَّ : غَرَّهٗ (ن) غَرًّا، وغُرُوْرًا وغِرَّةً : دھوکہ دینا۔ سورۂ انفطار، آیت ۶ میں ہے "یٰاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ"

نَرْقُبُهٗ رِقْبَةَ الْأَعْيَادِ : رَقَبَهٗ (ن) رَقْبَةً ورِقْبَةً ورِقَابَةً : انتظار کرنا، دیکھنا، نگرانی کرنا۔

آج کل رِقابة، نگرانی، کنٹرول اور سنسرشپ کے لئے بولتے ہیں۔ رِقابةٌ حُكُومِيَّةٌ : سرکاری نگرانی۔ رِقابةٌ علَى الصُّحُفِ وَالمجلَّات : اخبارات وجرائد پر سنسر و پابندی۔ المُرَاقَبة : کنٹرول، نگرانی۔ المُرَاقبة الادارية : انتظامی کنٹرول، مُراقَبَةُ الحُضُوْر : حاضری کی نگرانی۔ للمُرَاقِب : مبصر، نگران۔ مُرَاقِبُوا الأُمَم : بین الاقوامی نگران ومبصرین۔

الأَعْيَاد : عِيْدٌ کی جمع ہے، حریری کہتے ہیں کہ ہم عید کی طرح اس کا انتظار کر رہے تھے۔

وَنَسْتَطْلِعُهٗ بِالطَّلَائِعِ وَالرُّوَّادِ : الطَّلَائِع : طَلِيْعَةٌ کی جمع ہے۔ طَلِيْعَة مقدمة الجيش کو بھی کہتے ہیں اور اس آدمی کو بھی کہتے ہیں جس کو دشمن کے حالات جاننے کی غرض سے روانہ کیا ہو۔

الرُّوَّاد : رَائِدٌ کی جمع ہے، اس شخص کو کہتے ہیں جو گھاس اور پانی کی تلاش کے لئے روانہ ہوا ہو۔ ترجمہ ہے : "اور ہم اس کو دریافت کر رہے تھے آگے جانے والوں اور گھاس پانی تلاش کرنے والوں سے" بعض نسخوں میں "بِعُيُوْنِ الطَّلَائِعِ وَالرُّوَّاد" ہے، اس صورت میں ترجمہ ہوگا "ہم اس کو مقدمۃ الجیش اور گھاس پانی تلاش کرنے والوں کی آنکھوں سے دریافت کر رہے تھے"

هَرِمَ النَّهَارُ وَكَادَ جُرُفُ الْيَوْمِ يَنْهَارُ : هَرِمَ (س) هَرَمًا : بہت زیادہ بوڑھا ہونا لنہار : طلوعِ فجر سے غروبِ شمس تک کی روشنی کو کہتے ہیں، جمع : أَنْهُرٌ و نُهُرٌ۔ جُرُفٌ : نہر ورنالہ وغیرہ کے اس کنارہ کو کہتے ہیں جس کو پانی نے کاٹ کر گرنے کے قریب کر دیا ہو۔ جمع : أَجْرُفٌ جُرُوْفٌ۔ يَنْهَارُ : باب انفعال سے واحد مذکر غائب مضارع کا صیغہ ہے، اِنْهَارَ : منہدم ہو جانا، گر پڑنا، وھَارَ الْبِنَاءُ (ن) هَوْرًا وهُوُوْرًا : گرنا، گرانا، لازم اور متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔ حاشیہ میں ضرب سے ھار (ض) هَيْرًا لکھا ہے، اس کے بھی یہی معنی ہیں

ـــــــــ فَلَمَّا طَالَ أَمَدُ الانْتِظَارِ ، وَلاَحَتِ الشَّمْسُ فِي الأَطْمَارِ ، قُلْتُ لأَصْحَابِي : قَدْ تَنَاهَيْنَا فِي الْمُهْلَةِ ، وَتَمَادَيْنَا فِي الرِّحْلَةِ ، إِلَى أَنْ أَضَعْنَا الزَّمَانَ ، وَبَانَ أَنَّ الرَّجُلَ قَدْ مَانَ ، فَتَأَهَّبُوا لِلظَّعَنِ ، وَلاَ تَلْوُوا عَلَى خَضْرَاءِ الدِّمَنِ .

وَنَهَضْتُ لِأُحْدِجَ رَاحِلَتِي ، وَأَتَحَمَّلَ لِرِحْلَتِي ، فَوَجَدْتُ أَبَا زَيْدٍ قَدْ كَتَبَ ، عَلَى الْقَتَبِ حِينَ شَمَّرَ لِلْهَرَبِ :

پس جب انتظار کی مدت لمبی ہوگئی اور سورج پرانے کپڑوں میں ظاہر ہوگیا تو میں نے ، اپنے ساتھیوں سے کہا ہم مہلت میں انتہاء کو پہنچ گئے اور کوچ کرنے میں ہم نے تاخیر کردی، یہاں تک کہ ہم نے وقت ضائع کردیا اور ظاہر ہوگیا کہ آدمی نے جھوٹ بولا ہے لہذا کوچ کرنے کی تیاری کرو اور کچرے کے سبزہ کی طرف مت مائل ہو،

چنانچہ میں اٹھا تاکہ اپنی اونٹنی پر کجاوہ باندھوں اور کوچ کے لئے سامان لادوں۔ تو میں نے ابوزید کو پایا، اس نے پالان کی لکڑی پر لکھا تھا، جس وقت اس نے بھاگنے کی تیاری کی،

***

الأَطْمَار : پرانے کپڑے ، مفرد : طِمْرٌ .

قَدْ مَانَ : مَانَ الرَّجُلُ (ض) مَيْنًا : جھوٹ بولنا۔ فتأهبُوا للظَّعَنِ : تَأَهَّبَ : تیار ہونا۔ الظَّعَن مصدر از فتح : سفر کرنا۔

وَلَا تَلْوُوا عَلَى خَضْرَاءِ الدِّمَن : لاتَلْووا : باب ضرب سے جمع حاضر نہی کا صیغہ ہے لَوَى عَلَيْهِ (ض) لَيًّا ولَوْيًا : موڑنا ، انتظار کرنا، کہتے ہیں : مَرَّ لَايَلْوِيْ عَلَى أَحَدٍ : وہ کسی کا انتظار کئے بغیر چلا گیا۔ لَوِيَ (س) لَوًى : ٹیڑھا ہونا، مُڑنا۔

خَضْرَاء : أَخْضَر کا مؤنث ہے ، اس کی جمع خَضْرَاوات ہے ، خَضِرَ (س) خَضَرًا : سبز ہونا۔ الدِّمَن ، دِمْنَةٌ کی جمع ہے کوڑا ، غلاظت کی جگہ۔ خَضْرَاء الدِّمَن : گندے نالے اور غلاظت کے ڈھیر پر اُگنے والا سبزہ جو بظاہر خوشنما معلوم ہوتا ہے ، ظاہری خوبصورتی اور باطنی گندگی۔ حدیث میں ہے :

• إِيَّاكُمْ وَخَضْرَاءَ الدِّمَنِ، فَقِيلَ: وَمَا خَضْرَاءُ الدِّمَنِ؟
قَالَ: الْمَرْأَةُ الْحَسْنَاءُ فِي الْمَنْبِتِ السُّوْءِ •
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا • تم خضراء الدمن سے بچو، دریافت کیا گیا خضراء الدمن کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا: برے حسب نسب کی خوبصورت عورت •

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم (ج ۲ ص ۳۸) میں یہ حدیث نقل کی ہے لیکن مشہور محدث ناصر الدین البانی نے سلسلۃ الأحادیث الضعیفہ (ج ۱ ص ۲۴) میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

و نَهَضَت لأُحْدِج : نهض (ف) نُهُوضًا: اٹھنا، ترقی کرنا، نهضة: حرکت، عمل، ترقی، بیداری، نشاتِ ثانیہ۔ جمع: نَهَضَات۔ حدج (ض) حَدْجًا: اونٹ پر کجاوہ کسنا۔ القَتَب: پالان، کجاوے کی لکڑی، آنت۔ جمع: أقْتاب۔ الهَرَب: مصدر ہے۔ هرب الرجلُ (ن) هَرَبًا: بھاگنا۔ سَاعد، بازو۔ جمع: سَوَاعِد۔

***

① يَا مَنْ غدَا لِي سَاعِدًا وَمُسَاعِدًا دُونَ الْبَشَرْ
② لا تَحْسِبَنْ أَنِّي نَأَيْتُ لَكَ عَنْ مَلَالٍ أَوْ أَشَرْ
③ لَكِنَّنِي مُذْ لَمْ أَزَلْ مِمَّنْ إِذَا طَعِمَ انْتَشَرْ

قالَ: فأَقْرَأْتُ الْجَماعَةَ الْقَتَبَ، لِيَعْذِرَهُ مَنْ كانَ عَتَبَ فأُعْجِبُوا بِخُرَافَتِهِ، وَتَعَوَّذُوا مِنْ آفَتِهِ.
ثُمَّ إِنَّا ظَعَنَّا، وَلَمْ نَدْرِ مَنِ اعْتَاضَ عَنَّا.

① اے وہ شخص! جو تمام مخلوق کے برخلاف میرے لئے بازو اور مددگار بن گیا،
② ہرگز یہ نہ سوچنا کہ میں کسی رنج یا تکبر کی وجہ سے آپ سے دور ہوا،
③ بلکہ میں ہمیشہ ان لوگوں میں سے ہوں جو کھاپی کر منتشر ہوجاتے ہیں۔

حارث بن ہمام نے کہا میں نے جماعت کو وہ پالان پڑھوایا تاکہ جو لوگ ناراض ہوگئے تھے وہ اسے معذور سمجھیں، چنانچہ لوگ اس کے خرافات سے تعجب میں پڑ گئے اور اس کی آفت سے پناہ مانگنے لگے، پھر ہم نے کوچ کیا اور نہیں معلوم ہماری طرف سے کون بدل بنا

(یعنی معلوم نہیں ہمارے بعد اور کس کو اس نے دھوکہ دیا) یا ترجمہ ہے اور نہیں معلوم ہماری طرف سے کس نے (اس سے) بدلہ لیا۔

***

① (یا مَنْ غدالی...) یاء حرف ندا قائم مقام (أدعو) (مَنْ) منادی مفعول بہ ہے (غدا) فعل ناقص (مَنْ) کا صلہ ہے (لی) جار مجرور (ساعدا) کے لئے متعلق مقدم ہے (ساعدا) (غدا) فعل ناقص کی خبر ہے (ومساعدا) کا عطف (ساعدا) پر ہے (دون البشر) مضاف، مضاف الیہ مل کر، ماقبل جملہ کے لئے ظرف ہے۔

② (لا تَحْسَبَنْ) یہ پورا جملہ جواب ندا ہے (أنی نأیتك...) پورا جملہ (لا تحسبَنْ) کے لئے مفعول بہ ہے (نأیتك) (أنی) کے لئے خبر ہے (عَنْ ملال) جار مجرور (نأیتك) سے متعلق ہے (أشَر) کا عطف (مَلال) پر ہے۔

③ (لکنّنی...) میں (لکن) حرف مشبہ بالفعل (ی) ضمیر متکلم اس کا اسم (مُذْ لم أزَلْ) (لکن) کی خبر ہے (مذ) ظرفیہ مضاف اور (لم أزل) جملہ فعلیہ مضاف الیہ (مِمَّنْ) (مِنْ) حرف جار (مَنْ) موصولہ مجرور، جار مجرور (لَمْ أزل) سے متعلق ہے (إذا طعم) شرط ہے (انتشر) جزا ہے، شرط جزا مل کر (مَنْ) موصولہ کے لئے صلہ ہے۔

***

نَأیتُكَ عَنْ مَلَالٍ أوْ أشَرٍ : نای عنه (ف) نَأیًا : دور ہونا، ملال : اکتاہٹ۔ مل (س) مَلَلاً و مَلَالاً : اکتانا۔ أشَر : باب سمع سے مصدر ہے۔ أشِرَ الرجلُ (س) أشَرًا : اکڑنا اترانا، تکبر کرنا۔ أشِر (بکسر الشین) متکبر۔ سورۃ قمر آیت ۲۵ میں ہے " أَأُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ "

بخرافه : خرافة : جھوٹی بات، افسانہ۔ جمع : خُرافات۔ خَرِفَ الرجلُ (س) خَرَفًا، و خَرُفَ (ک) خَرَافَةً : بڑھاپے یا بیماری سے سٹھیا جانا، کم عقل ہونا، مخبوط الحواس ہونا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے شمائل ترمذی (ص ۱۳۹ مع خصائل نبوی) میں حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرافہ قبیلہ بنی عذرہ کا ایک شخص تھا جس کو جنات پکڑ کر لے گئے تھے، ایک عرصہ تک اپنے پاس رکھ کر چھوڑ دیا، وہاں کے زمانۂ قیام کے عجائبات وہ لوگوں سے نقل کرتا تھا تو لوگ حیران ہوتے تھے، اس کے بعد ہر حیرت انگیز اور عجیب قصہ

کو لوگ "حدیث خرافہ" کہنے لگے۔

میدانی نے کتاب الأمثال (ج ا ص ۱۳۱) میں اس کی تفصیل یوں نقل کی ہے کہ خرافہ کو تین جنّوں نے گرفتار کیا، ان میں ایک کی رائے اس کو معاف کرنے، دوسرے کی رائے قتل کرنے اور تیسرے کی رائے اس کو غلام بنانے کی تھی، ابھی یہ مشورہ کر رہے تھے کہ ایک آدمی نے آکر پوچھا "تم کون ہو؟" بولے "جنّات ہیں، اس آدمی کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں" نو وارد نے کہا "میں اگر تمہیں عجیب قصہ سناؤں تو تم مجھے ملا لوگے؟" بولے، "ہاں" کہنے لگا: میں بڑا مالدار تھا پھر غربت نے آلیا، مقروض ہوا تو بھاگ نکلا، راستہ میں سخت پیاس لگی، ایک کنویں کے پاس پانی پینے گیا تو کنویں سے منع کرنے کی آواز آئی، میں پانی نہ پی سکا لیکن جب پیاس کی شدت ہوئی تو اس آواز کی پرواہ کئے بغیر میں نے پانی پی لیا، تب آواز آئی "اے اللہ اگر یہ مرد ہے تو آپ اس کو عورت بنا دیں اور اگر عورت ہے تو آپ اس کو مرد بنا دیں" جس کے اثر سے میں عورت بن گیا اور آکر شہر میں ایک آدمی سے شادی کی، اس سے میرے دو بچے پیدا ہوئے، ایک عرصہ بعد اپنے شہر کی طرف میرا سفر ہوا تو دوبارہ اس کنویں سے پانی پیا، وہی آواز دوبارہ آئی تو میں پھر سے مرد بن گیا، اپنے شہر میں، میں نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس سے مرے دو بچے پیدا ہوئے، اس طرح اب میں دو بچوں کی ماں اور دو بچوں کا باپ ہوں" جنّات بولے "ہاں، واقعہ تو بڑا عجیب ہے"

اس دوران ایک بیل فضا میں اُڑتا نظر آیا، تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ ایک آدمی ہاتھ میں لکڑی لئے اس بیل کے پیچھے دوڑتا چلا آرہا ہے، راستہ میں ان جنّات سے گفتگو اور ملاقات ہوئی اور کہا کہ میں تم کو اس سے بھی عجیب واقعہ سُناتا ہوں، ہمارے چچا کی ایک حسین لڑکی تھی اور ہم سات بھائی تھے، چچا نے ایک بچھڑا پال رکھا تھا، ایک دن وہ بدک گیا، چچا نے کہا، تم میں جو بھی اس بچھڑے کو پکڑ کر لے آئے گا اپنی بیٹی میں اس کو دوں گا، اس وقت میں لڑکا تھا بچھڑے کے پیچھے چل نکلا، اب تک مسلسل سفر جاری ہے، میں بوڑھا ہو چکا ہوں لیکن اب تک نہ وہ بچھڑا جو بیل بن چکا ہے ہاتھ آیا ہے اور نہ ہی میں اکتایا ہوں" جنّات بولے، ہاں واقعہ تو یہ بھی بڑا عجیب ہے۔

اس کے بعد سب نے اتفاق کر کے خرافہ کو آزاد کر دیا، خرافہ لوگوں میں آکر اس قسم کے واقعات سُناتا تو لوگ تعجب کرتے، اس کے بعد ہر حیرت انگیز واقعہ کے لئے "حدیث خرافہ" کا لفظ ضرب المثل بن گیا۔

***

المَقَامَةُ الخَامِسَةُ الكُوفِيَّةُ

پانچویں مقامہ میں علامہ حریری نے اشعار میں فقیر کی صدا لگائی ہے، کہانی کی ترتیب یوں ہے کہ حارث بن ہمام کوفہ میں چند ساتھیوں کے ساتھ رات کو قصہ گوئی میں مشغول تھا کہ ایک فقیر دروازہ پر آکر صدا لگانے لگا اور ان سے ٹھکانہ اور کھانا طلب کیا، انھوں نے دروازہ کھولا، فقیر کو کھانا کھلایا تو دیکھا کہ وہ ابوزید سروجی تھا، اس سے مطالبہ کیا کہ ہمیں اپنا کوئی قصہ بیان کر دیجئے، سروجی نے اپنا ایک عجیب واقعہ سنایا کہ کل رات میں ایک گھر کے پاس جاکر اشعار میں صدا لگانے لگا تو ایک بچہ نکلا اور اس نے اشعار ہی میں جواب دیا کہ ہمارے پاس خود کھانے کے لیے کچھ نہیں فقیر کو کیا کھلا سکتے ہیں، ابوزید بچہ کی برجستگی سے بڑا متاثر ہوا، اس سے پوچھا کہ بیٹے! آپ کا تعارف؟ کہنے لگا، میرا نام زید ہے اور میں فید کا رہنے والا ہوں اور یہاں میں مسافر ہوں، میرے باپ نے شادی کی، بیوی جب امید سے ہوگئی تو وہ غائب ہوگیا، معلوم نہیں کہ اب وہ زندہ ہے کہ مردہ؟ ابوزید نے کہا، میں نے جان لیا کہ یہ میرا ہی بیٹا ہے کیونکہ یہ حرکت میں نے ہی کی تھی، یہ عجیب واقعہ سننے کے بعد حاضرین نے سروجی سے پوچھا کہ آپ بیٹے سے اب کب ملیں گے؟ کہنے لگا جب کچھ رقم ہاتھ آئے تب ملوں گا، فقر کی حالت میں ملنے سے کیا فائدہ؟ حاضرین میں سے ہر ایک نے اپنے ذمہ کچھ رقم لے لی اور اسے دیدی، وہ روانہ ہوا تو حارث بھی ساتھ جانے لگا کہ بیٹے سے اس کی بھی ملاقات ہو، ابوزید نے حارث کی طرف دیکھا، قہقہ لگایا اور اشعار میں کہا کہ یہ ساری کہانی من گھڑت ہے، یہ رقم بٹورنے کا ایک حربہ ہے جو میں استعمال کرتا ہوں، اس مقامہ میں چوبیس اشعار ہیں۔

المقامة الخامسة وهي الكوفية

حكى الحارثُ بن همام قالَ : سَمَرْتُ بالكوفةِ في لَيلةٍ أديمُها ذو لَونين ، وَقمَرُها كتَعويذٍ منْ لُجَيْنٍ ، مَعَ رُفقَةٍ غُذُوا بلِبانِ البيانِ ، وَسَحَبُوا عَلَى سَحْبانَ ذَيلَ النِّسيانِ ، مَافِيهِمْ إلاَّ مَنْ يُحفَظُ عَنْهُ وَلا يُتحَفَّظُ مِنهُ ، وَيميلُ الرَّفيقُ إليهِ ، وَلا يَميلُ عَنْهُ

حارث بن ہمام نے حکایت کی کہا میں نے کوفہ میں ایک ایسی رات میں قصہ گوئی کی جس کا چمڑا دو رنگوں والا تھا (اس میں روشنی بھی چاند کی تھی اور تارکی بھی) اور اس کا چاند چاندی کے تعویذ کی طرح (آدھے دائرے کا) تھا ایسے رفیقوں کے ساتھ جن کو بیان کے دودھ کے ساتھ غذا دی گئی تھی، اور انہوں نے سحبان وائل پر دامن فراموشی کھینچ دیا تھا، نہیں تھےان میں مگر ایسے لوگ جن سے یاد کیا جاتا (ان کی باتیں حفظ کی جاتی تھیں) اور ان سے اجتناب نہیں کیا جاتا تھا، ساتھی ان کی طرف مائل ہوتا، ان سے اعراض نہیں کرتا۔

***

کچھ شہر کوفہ کے بارے میں :

علامہ حریریؒ نے یہ مقامہ مشہور شہر کوفہ کی طرف منسوب کیا ہے، شریشی نے لکھا ہے کہ کوفہ عراق میں واقع ہے اور بغداد سے تیس فرسخ کے فاصلہ پر ہے، یہ "تَكَوَّفَ الرَّمْلُ" سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں ریت کا تہہ بتہہ ہونا، چونکہ کوفہ میں لوگوں کی کثرت تھی اس لیے اس کا نام کوفہ رکھا گیا۔

کوفہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک چھاؤنی کے طور پر بسایا تھا، اس سے قبل یہ علاقہ "سورستان" کہلاتا تھا، شروع میں چونکہ یہ ایک چھاونی تھی اس لیے پختہ مکانات کے بجائے یہاں رہنے والے کھجور کے پتوں اور بانسوں سے عارضی مکانات بناتے تھے، جب حضرت مغیرۃ بن شعبہؓ یہاں کے گورنر ہوئے تو ان کے زمانے میں پھر پختہ اینٹوں کے مکانات بنائے گئے کوفہ اپنے عہدِ عروج میں سولہ میل کے اندر پھیلا ہوا تھا اور ستر ہزار مکانات پر مشتمل تھا۔

قزوینی نے "آثار البلاد" میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف

سے پوچھا کہ ٹھیک بتاؤ کہ بصرہ اور کوفہ میں کیا فرق ہے ؟ حجاج نے جواب میں کہا :

"أَمَّا الكُوفَةُ فَبِكْرٌ عَاطِلٌ لَا حُلِيَّ لَهَا وَلَا زِينَةَ، وَأَمَّا البَصْرَةُ فَعَجُوزٌ شَمْطَاءُ، بَخْرَاءُ، ذَفْرَاءُ أُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ حُلِيٍّ وَزِينَةٍ" ۔

یعنی "کوفہ تو ایک ایسی دوشیزہ ہے جس پر نہ کوئی زیور ہے، نہ سنگھار، لیکن بصرہ ایک ایسی بڑھیا ہے جس کے بال کھچڑی ہیں، منہ اور بغلوں سے بو آتی ہے مگر ہر طرح کے زیور اور سنگھار سے آراستہ ہے "

کوفہ بڑی بڑی یگانۂ روزگار شخصیات کا وطن رہا ہے اور یہاں سے بڑے بڑے علماء اور رجالِ دین کی تاریخ وابستہ ہے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تعلیم دین کی غرض سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اپنے زمانۂ خلافت میں یہاں بھیجا اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس شہر کے چپہ چپہ کو علم حدیث سے جگمگا ڈالا، ان کے شاگردوں کے حلقے پورے شہر میں پھیل گئے اور یوں کوفہ نہ صرف عراق کا بلکہ اپنے عہد میں پورے عالم اسلام کی علمی آماجگاہ بنا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آکر یہاں کا علمی ماحول دیکھا تو فرمایا "اللہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائیں، انہوں نے یہ شہر علم سے بھر دیا ہے"

آج کل کوفہ حکومتِ عراق کے تحت ہے اور سیاسی، علمی اور جغرافیائی لحاظ سے اس کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے۔

أ د یـم : چمڑے کو کہتے ہیں۔ ادیم اللیل : رات کی تاریکی، أَدَمَ الخُبْزَ (ض) أَدْمًا: روٹی کو سالن میں ملانا، ترکرنا۔ أَدِمَ (س) أَدَمًا و أَدُمَ (ک) أُدْمَةً : گندم گوں ہونا۔

ابن فارس نے لکھا ہے کہ ہمزہ، دال، میم کا مادہ موافقت و محبت پر دلالت کرنے کے لیے آتا ہے، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "لَوْ نَظَرْتَ إِلَيْهَا، فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا" یعنی پیغام نکاح دینے سے قبل اگر تم اس عورت کو دیکھ لیتے تو اس سے تمہارے درمیان محبت و موافقت زیادہ ہوتی۔ طَعَامٌ مَأْدُومٌ : ملائم کھانا، جس کے ساتھ سالن ہو، قبیلہ بنی جشم کے سردار درید بن الصِّمّہ نے ایک مرتبہ اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو وہ کہنے لگی :

أَبَا فُلَانٍ، أَتُطَلِّقُنِي، فَوَاللهِ لَقَدْ أَطْعَمْتُكَ مَأْدُومِي
وَأَبْثَثْتُكَ مَكْتُومِي، وَأَتَيْتُكَ بَاهِلًا غَيْرَ ذَاتِ صِرَارٍ

یعنی " آپ مجھے طلاق دے رہے ہیں جبکہ بخدا! میں نے اپنے
ہاتھ کا نرم کھانا تمہیں کھلایا، اپنا صیغۂ راز تمہارے سامنے
پھیلایا اور آپ کے پاس کسی قسم کی بندش کے بغیر آزاد ہو کر آئی "

درید بن الصمہ بہادر اور فصیح آدمی تھا، جنگِ حنین میں جب ہوازن وثقیف بیس ہزار کا لشکرِ جرار لیکر بچوں، عورتوں اور جانوروں سمیت مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے مالک بن عوف کی زیرِ سرکردگی آئے تو درید بن الصمہ کو بھی جنگی تجربات کی بنا پر ہودج میں اٹھا کر لایا گیا، اس وقت اس کی عمر ایک سو بیس سال سے زائد تھی، اس نے لوگوں سے پوچھا بِأَيِّ وَادٍ أَنْتُمْ؟ تم کونسی وادی میں ہو، لوگوں نے کہا، اوطاس ہے، کہنے لگا:

نِعْمَ مَجَالُ الْخَيْلِ، لَاحَزْنٌ ضِرْسٌ وَلَاسَهْلٌ دَهْسٌ، مَالِي
أَسْمَعُ رُغَاءَ الْبَعِيْرِ وَنُهَاقَ الْحَمِيْرِ، وَيُعَارَ الشَّاءِ، وَبُكَاءَ الصَّغِيْرِ؟

" یعنی یہ گھوڑوں کی جنگ کے لیے اچھی جولاں گاہ ہے، نہ تو
زیادہ اونچی سخت پتھریلی ہے اور نہ بہت نرم ریتیلی کہ پاؤں دھنس
جائیں لیکن یہ اونٹوں کی بلبلاہٹ، گدھوں کا رینکنا، بکریوں کی
ممیاہٹ اور بچوں کا رونا کیسے میں سن رہا ہوں "

لوگوں نے بتایا کہ بال بچے، ڈھور ڈنگر سب ساتھ ہیں، اس پر ناراض ہوئے اور کہا کہ میدانِ جنگ میں نیزہ تلوار کام کی چیزیں ہیں، بال بچوں اور عورتوں کو لانا غلط ہے کہ اگر جنگ میں شکست ہوئی تو یہ عورتیں سامانِ ذلت بن جائیں گی، لیکن اس کی بات کسی نے نہ سنی اور بالآخر وہی ہوا جس کا درید نے خدشہ ظاہر کیا تھا، ہوازن اور ثقیف کی عورتیں اور بچے قید ہوئے میدانِ جنگ سے ثقیف وہوازن کے کچھ لوگ اوطاس کی طرف گئے، درید بن الصمہ بھی ان کے ساتھ تھا، مسلمانوں نے جب ان کا پیچھا کیا تو حضرت ربیعہ بن رفیع سلمیؓ نے درید کو ہودج میں پڑا دیکھ کر مارنا چاہا لیکن وار ٹھیک نہیں لگا، درید ان سے کہنے لگا:

بِئْسَ مَا سَلَّحَتْكَ أُمُّكَ، خُذْ سَيْفِي، فَاضْرِبْ بِهٖ،
ثُمَّ ارْفَعْ عَنِ الْعِظَامِ، وَاخْفِضْ عَنِ الدِّمَاغِ فَإِنِّي كَذٰلِكَ
كُنْتُ أَقْتُلُ الرِّجَالَ.

" تیری والدہ نے تجھے برا ہتھیار پہنایا ہے، یہ میری تلوار لیکر مار،
ہڈیوں سے اوپر اور دماغ سے نیچے وار کر، میں اسی طرح لوگوں کو قتل

کرتا تھا "

چنانچہ حضرت ربیع نے مار کر اس کا کام تمام کردیا۔

لُجَین : چاندی کو کہتے ہیں اور ہمیشہ تصغیر کے ساتھ استعمال ہوتا ہے، جیسے ثُرَیّا اور کُمَیت۔

غُذُوا : جمع مذکر غائب مجہول کا صیغہ ہے۔ غَذَا (ن) غَذْوًا : کھانا کھلانا ، غَذَوتُ الصَّبِیَّ بِاللَّبَنِ : پرورش کرنا۔

لِبَان : دودھ کو کہتے ہیں، لِبان اور لَبَن دونوں میں فرق یہ ہے کہ لِبان کا اطلاق صرف انسان کے دودھ پر ہوتا ہے، جانور کے دودھ کے لیے مستعمل نہیں، اور لَبَن عام ہے، کہتے ہیں : هُوَ أَخُوهُ بِلِبَانِ أُمِّهِ ، یعنی : وہ اس کا رضاعی بھائی ہے"۔ "بِلَبنِ أُمِّه" استعمال نہیں ہوتا۔

" غُذُوا بِلِبَانِ الْبَیَانِ " یہ جملہ رفقة کے لیے صفت ہے۔

وسَحَبُوا عَلٰی سَحْبَان : سحب الشئ (ن) سَحْبًا : کھینچنا ، سَحَبَتِ الرِّیحُ التُّرَابَ : ہوا کا مٹی اڑانا۔ بادل کو سحاب اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔

کچھ سحبان وائل کے بارے میں :

سحبان بن زفر، عرب کے مشہور قبیلہ وائل بن ربیعہ سے تعلق رکھتے تھے، ظہورِ اسلام کے بعد مسلمان ہوگئے تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے اور ان ہی کی خلافت میں ۵۴ھ میں ایک سو اسّی سال کی عمر میں انتقال فرمایا، سحبان فصاحت اور خطابت میں ضرب المثل ہیں، ایک مرتبہ عرب کے مختلف قبائل کے خطیب حضرت معاویہؓ کے پاس جمع تھے، سحبان آئے تو سب کھسک کر نکل گئے، سحبان نے انہیں دیکھ کر یہ شعر پڑھا :

لقد علم الحیّ الیمانون أنّنی إذا قلتُ أمّا بعد أنّی خطیبها

" یعنی قبائل کو معلوم ہے کہ جب میں "اما بعد" کہہ دیتا ہوں تو پھر میں ہی ان کا خطیب ہوتا ہوں "

پھر تقریر کرنے لگے، ظہر سے عصر تک ایسا برجستہ اور سلیس بولے کہ نہ اٹکے، نہ رُکے اور نہ ہی کسی لفظ کو مکرر استعمال کیا، حاضرین حیران ہوگئے، حضرت معاویہؓ نے فرمایا "آپ عرب کے سب سے بڑے خطیب ہیں" کہنے لگے "صرف عرب کے؟ نہیں بلکہ انس و جن سب خلقت خداوندی کا میں سب سے بڑا خطیب ہوں" حضرت معاویہؓ نے فرمایا "بے شک آپ ایسے ہی ہیں"

احمد حسن زیات نے تاریخ العربی (ص ۷۱) میں لکھا ہے کہ عربی کا اتنا بڑا خطیب ہونے کے باوجود ان کے خطبے کتابوں میں محفوظ نہیں رہے ہیں، شاید کہ ان کی گوشہ نشینی، عزلت پسندی اور شہرت سے نفرت کی وجہ سے ان کے خطبے محفوظ نہیں رہے۔ ابن نباتہ نے رسالہ ابن زیدون کی شرح سرح العیون (ص: ۸۷) میں ان کے خطبہ کا ایک حصہ نقل کیا ہے:

إن الدّنيا دارُ بلاغ، والآخرةَ دارُ قرار. أيها الناسُ فخُذُوا مِن دَارِ مَمَرّكُم إلى دار مقَرّكُم، ولا تَهتِكوا أستارَكُم، عند مَن لا تخفى عليه أسرارُكم، وأخرِجُوا من الدنيا قلوبَكُم قَبلَ أن تخرُجَ منها أبدانكم، ففيها حُيّيتُم ولغيرها خُلِقتُم إن الرجلَ إذا هلكَ، قال الناسُ: ما ترك؟ وقالت الملائكة ما قَدّم، فقَدِّمُوا بعضاً يكون لكم، ولا تُخَلِّفوا كُلاً يكون عليكم.

دنیا تو صرف پیغام رسانی کا گھر ہے، آخرت ہی رہنے کے لئے ہے، لوگو! اس دارِ گزرگاہ سے اپنے اصل رہائشی گھر کے لئے کچھ حاصل کرلو، اپنی پردہ دری اس ذات کے سامنے نہ کرو جس پر کوئی بھی راز پوشیدہ نہیں، دنیا سے جسم کے نکلنے سے پہلے پہلے تم اس سے اپنا دل نکال لو، دنیا میں تم زندگی تو گزار رہے ہو لیکن پیدا دوسرے جہاں کے لئے کئے گئے ہو، آدمی جب مرتا ہے، لوگ کہتے ہیں "کیا چھوڑا ہے؟" جبکہ فرشتے کہتے ہیں کیا لایا ہے؟ اس لئے کچھ اپنے لئے کچھ اپنے لیے آگے بھیجو، سب کچھ پیچھے نہ چھوڑو کہ وہ تمہارے لئے وبال بنے"

ذَیل: ذَیلُ الثَّوبِ: دامن، کنارہ، آخری حصہ۔ ذَیلُ الکتاب: حاشیہ، ضمیمہ جمع: أذيال۔ طَاهِرُ الذَّيلِ: پاکدامن۔

مقصد یہ ہے کہ میری داستان سرائی کے ساتھی فصاحت وبلاغت کے ماحول میں اس طرح پلے بڑھے تھے کہ ان کی فصاحت نے سحبان وائل جیسے فصیح العرب پر بھی دامن فراموشی ڈالا حتی کہ لوگ سحبان کی فصاحت کا چرچہ اور شہرہ بھول گئے اور ان کی فصاحت کے آنچل نے سحبان کی بلاغت وفصاحت کے آثار مٹا ڈالے۔

درحقیقت کسی مخدوش وخطرناک کام کرنے کے موقع پر عربوں کے ہاں طویل ازار پہننے کا دستور تھا، دامنِ ازار کو اپنے پیچھے کھینچکر چلتے تھے تاکہ آثارِ قدم مٹتے جائیں اور کسی کو علم نہ ہوسکے امرؤ القیس کا شعر ہے:

خَرَجْتُ بِهَا أَمْشِي تَجُرُّ وَرَاءَنَا عَلَى أَثَرَيْنَا ذَيْلَ مِرْطٍ مُرَحَّلِ

"میں محبوبہ کو اپنے ساتھ لیکر نکلا، ہم دونوں اپنے پیچھے ریشمی منقش چادر کا دامن (آثارِ قدم مٹانے کی غرض سے) کھینچ رہے تھے"۔

حریری کی یہ تعبیر اسی سے ماخوذ ہے۔

ولا یُتحفّظ منه:

یعنی ہمارے ساتھی ایسے تھے کہ ان میں سے کسی سے اجتناب اور دوری و بُعد اختیار نہیں کیا جاتا تھا۔ حریری نے یہ تعبیر سلیمان بن عبدالملک کے قول سے اخذ کی ہے، سلیمان نے کہا تھا

قَدْ أَكَلْتُ الطَّيِّبَ، وَلَبِسْتُ اللَّيِّنَ، وَرَكِبْتُ الفَارِهَ، وَتَبَطَّنْتُ الْعَذْرَاءَ، فَلَمْ يَبْقَ لِي مِنْ لَذَّتِي إِلَّا صَدِيقٌ أَطْرَحُ فِيمَا بَيْنِي وَ بَيْنَهُ مُؤْنَةَ التَّحَفُّظِ.

یعنی "میں نے اچھا کھایا، نرم پہنا، تیز رفتار سواریوں پر سوار ہوا اور دوشیزاؤں کا لطف اٹھایا، لیکن (ہر قسم کی لذت حاصل کرنے کے بعد) ایک ایسے دوست کی لذت ابھی باقی ہے کہ میں اپنے اور اس کے درمیان ہر قسم کے بچاؤ و اجتناب کا بوجھ پھینک دوں" یعنی قابل اعتماد دوست۔

گویا سلیمان نے جس طرح کے دوستوں کی تمنّا کی، حریری نے ایسے دوست پالیے۔

تَحَفُّظ کے اصل معنی ہیں : الاِجْتِهَادُ فِي حِفْظِ الشَّيْءِ، كَأَنَّهُ عَلَى حَذَرٍ۔ "خوف کی وجہ سے کسی چیز کی اچھی طرح نگہداشت و حفاظت کرنا۔" ثعلب کا شعر ہے :

إِنِّي لَأُبْغِضُ عَاشِقًا مُتَحَفِّظًا لَمْ تَتَّهِمْهُ أَعْيُنٌ وَقُلُوبُ

"مجھے اپنے آپ کو بچا بچا کر رکھنے والا ایسا عاشق اچھا نہیں لگتا کہ جس پر کوئی آنکھ و دل تہمت نہ لگائے"

ویَمِیلُ إلیهِ ولا یَمِیلُ عَنه: مَالَ إِلَيْهِ (ض) مَيْلًا : مائل ہونا۔ مَالَ عَنْهُ : اعراض کرنا۔

فاستَهْوَانَا السَّمَرُ، إِلَى أَنْ غَرَبَ الْقَمَرُ ، وَغَلَبَ السَّهَرُ . فَلَمَّا رَوَّقَ اللَّيْلُ الْبَهِيمُ ، وَلَمْ يَبْقَ إِلاَّ التَّهْوِيمُ ، سَمِعْنَا مِنَ الْبَابِ نَبْأَةَ مُسْتَنْبِحٍ ، ثُمَّ تَلَتْهَا صَكَّةُ مُسْتَفْتِحٍ ، فَقُلْنَا : مَنِ الْمُلِمُّ ، فِي اللَّيْلِ الْمُدْلَهِمِّ ؟ فَقَالَ :

چنانچہ رات کی قصہ گوئی نے ہمیں فریفتہ بنایا، یہاں تک کہ چاند غروب ہوگیا اور بیداری غالب آگئی، پس جب تاریک رات نے اپنا خیمہ تان لیا اور نہیں رہا مگر اونگھ تو ہم نے دروازہ سے (کتوں کو) بھونکوانے والے کی آہستہ آواز سنی، پھر اس کے پیچھے (دروازہ) کھلوانے والے کی کھٹکھٹاہٹ آئی ہم نے کہا "تاریک رات میں آنے والا کون ہے؟" تو وہ کہنے لگا۔

◇

اسْتَهْوَانَا : اِسْتَهْوَا باب استفعال سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے "نا" ضمیر مفعول ہے، آگے "السمر" اس کا فاعل ہے۔ اِسْتَهْوَا کے معنی ہیں : عاشق بنانا، گرویدہ بنانا۔ س، ت تعدیہ کے لیے ہیں، هَوِیَ بِالشَّیْءِ (س) هَوًی : عاشق ہونا۔

السَّهَرُ : مصدر ہے۔ سَهِرَ (س) سَهَرًا : جاگنا۔ مشہور شعر ہے :

بِقَدْرِ الْكَدِّ تُكْتَسَبُ الْمَعَالِي   وَمَنْ طَلَبَ الْعُلٰى سَهِرَ اللَّيَالِي

رَوَّقَ اللَّيْلُ الْبَهِيمُ : رَوَّقَ اللَّيْلُ کا ترجمہ اہل لغت نے کیا ہے : مَدَّ رِوَاقَ ظلمته، یعنی رات نے اپنی تاریکی کا خیمہ تان لیا (رِواق خیمہ کو کہتے ہیں) مطلب یہ ہے کہ رات نے خوب تاریکی پھیلائی۔ رَاقَ الشَّیْءُ (ن) رَوْقًا و رَوْقَانًا : کسی چیز کا پسند آنا، خوش کرنا، تعجب میں ڈالنا۔ و رَوِقَ الرَّجُلُ (س) رَوَقًا : اوپر کے لمبے دانتوں والا ہونا۔

ابن فارس نے لکھا ہے کہ ر، و، ق کا مادہ دو معنوں پر دلالت کرنے کے لیے آتا ہے، ایک کسی چیز کے مقدم ہونے پر، جیسے رواق البیت گھر کا اگلا حصہ یعنی برامدہ رَوْقُ الْمَطَرِ : بارش کی ابتداء، رَوْقُ الشَّبَابِ : آغازِ جوانی، دوسرے حسن وجمال پر دلالت کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ الرَّوْقَةُ : بہترین حسن وجمال۔ رِیْقُ الشَّبَابِ : حسن جوانی۔

جدید اصطلاح میں رَاوُوق اور مُرَوِّق فلٹر، صاف کرنے کے آلہ کو کہتے ہیں، تَرْوِیقَةٌ : ناشتہ تَرَوَّقَ : ناشتہ کرنا۔

البَهِيم : بہت زیادہ سیاہ، جمع : بُهْمٌ، بُهُمٌ۔
التَّهْوِيم : ہلکی نیند، اونگھ، شریشی نے لکھا ہے : التَّهْوِيم : النَّوْمُ بِاللَّيْلِ وَالتَّغْوِير : النَّوْمُ فِي القَائِلَةِ۔ هَوَّمَ الرَّجُلُ اس وقت کہتے جب اونگھتے ہوئے انسان کا سر گر جائے جس کی وجہ سے بیدا ہو کر آدمی سر اٹھائے۔ مجرّد سے استعمال نہیں ہوتا۔
نَبْأَة : آہستہ آواز۔ نَبَأَ (ف) نَبْئًا و نَبْأَةً : آہستہ آواز نکالنا۔ ونَبَأَ۔ نُبُوْءًا : بلند ہونا۔
مُسْتَنْبِح : یہ باب استفعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے (س) طلب کے لئے ہے، اس شخص کو کہتے ہیں جو کتّوں کو بھونکائے، مجرد میں باب فتح سے ہے۔ نَبَحَ الْكَلْبُ (ف) نُبُوْحًا و نِبَاحًا : کتے کا بھونکنا، شریشیؒ نے لکھا ہے کہ عربوں کے ہاں طریقہ یہ تھا کہ جب رات کو چلتے ہوئے صحرا میں راستہ بھول جاتے تھے تو آبادی کا پتہ چلانے کے لئے کتے کی سی آواز نکالتے تھے جس کو سُن کر اگر آبادی قریب ہوتی تو وہاں کے کتے بھونکنے لگتے تھے، جس سے آبادی کا پتہ چل جاتا تھا، اس طرح کرنے والے کو "مُسْتَنْبِح" کہتے تھے۔

حسان بن مائل اپنی سخاوت کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے :

وَمُسْتَنْبِحٍ فِي جُنْحِ اللَّيْلِ دَعَوْتُهُ بِمَشْبُوبَةٍ فِي رَأْسِ صَمْدٍ مُقَابِلِ
فَقُلْتُ لَهُ: أَقْبِلْ فَإِنَّكَ رَاشِدٌ وَإِنَّ عَلَى النَّارِ النَّدَى وَابْنُ مَائِلِ

" اور رات کی تاریکی میں کتے بھونکوانے والے کو میں نے ایک مضبوط سردار کے ہاں جلتی ہوئی آگ کے پاس دعوت دیتے ہوئے کہا کہ آئیے، آپ نے ٹھیک رہنمائی پائی ہے کیونکہ اس آگ کے پاس سخاوت اور ابن مائل دونوں موجود ہیں "

صَكَّة : صَكَّ (ن) صَكًّا : زور سے مارنا، تھپڑ مارنا۔ صَكَّ الْبَابَ : دروازہ بند کیا۔
صَكٌّ : دستاویز، وثیقہ۔ صَكُّ مَالِيٌّ : چیک۔
یہاں صکّۃ سے دروازہ کی کھٹکھٹاہٹ مراد ہے۔
المُلِمّ : یہ باب افعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، أَلَمَّ بِالقَوْمِ وَعَلَى الْقَوْمِ : فروکش ہونا، مہمان بننا۔ علامہ بوصیریؒ کا شعر ہے :

وَلَا أَعَدْتُ مِنَ الْفِعْلِ الْجَمِيلِ قِرَى ضَيْفٍ أَلَمَّ بِرَأْسِي غَيْرَ مُحْتَشِمِ

لَمَّ الشَّيْءَ (ن) لَمًّا : جمع کرنا۔ کہا جاتا ہے : لَمَّ اللّٰهُ شَعَثَهُ، یعنی اللہ اس کے متفرق امور کو جمع کردیں۔ اور جب صلہ میں "با" آئے لَمَّ بِفُلَانٍ، تو معنی ہوتے ہیں : مہمان بننا،

اس کے پاس آکر ٹھہر جانا۔

المُدْلَهِم : سخت تاریک۔ یہ باب اِفْعَلَلَّ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، شریشی نے لکھا ہے کہ یہ دُهْمَة سے ماخوذ ہے، اس میں لام زائد ہے، دُهْمَةٌ تاریکی کو کہتے ہیں، فَرَسٌ أَدْهَم: سیاہ گھوڑا۔

***

① يا أَهْلَ ذَا الْمَغْنَى وُقِيتُمْ شَرًّا ولاَ لَقِيتُمْ مَا بَقِيتُمْ ضُرًّا

② قَدْ دَفَعَ اللَّيْلُ الَّذِي اكْفَهَرَّا إِلى ذَرَاكُمْ شَعِثًا مُغْبَرًّا

③ أَخَا سِفَارٍ طَالَ وَاسْبَطَرَّا حَتَّى انْثَنَى مُحْقَوْقِفًا مُصْفَرًّا

④ مِثْلَ هِلَالِ الأُفُقِ حِينَ افْتَرَّا وَقَدْ عَرَا فِنَاءَكُمْ مُعْتَرًّا

⑤ وَأَمَّكُمْ دُونَ الأَنَامِ طُرًّا يَبْغِي قِرًى مِنْكُمْ وَمُسْتَقَرًّا

⑥ فَدُونَكُمْ ضَيْفًا قَنُوعًا حُرًّا يَرْضَى بِمَا احْلَوْلَى وَمَا أَمَرًّا

وَيَنْثَنِي عَنْكُمْ يَنُثُّ الْبِرَّا

① اے گھر والو! شر سے تم بچائے جاؤ اور جب تک تم باقی رہو بدحالی و تکلیف سے نہ ملو۔

② اس رات نے جو تاریک ہے آپ کے صحن کی طرف ایک پراگندہ بال والے، غبار آلود شخص کو دھکیلا ہے۔

③ جو طویل سفر والا ہے اور اس کا سفر لمبا ہوا ہے، یہاں تک کہ وہ کوزہ پشت اور زرد رنگ والا ہو کر واپس ہوا۔

④ کنارہ آسمان کے چاند کی طرح جس وقت وہ طلوع ہو، وہ تمہارے صحن میں سائل بن کر آیا ہے۔

⑤ اس نے تمام لوگوں کو چھوڑ کر تمہارا قصد کیا ہے تم سے مہمان نوازی اور ٹھکانہ چاہتا ہے۔

⑥ لہٰذا تم قناعت کرنے والے شریف مہمان کو لے لو، جو راضی ہو جاتا ہے میٹھے پر بھی اور کڑوے پر بھی اور تمہارے پاس سے لوٹے گا نیکی (اور تمہاری نیک نامی) پھیلاتا ہوا۔

***

① یاء حرف نداء قائم مقام (أدعو) (أهل ذا المغنی) منادی مفعول بہ (وقیتم) ماضی مجہول اور ضمیر جمع مخاطب بارز نائب فاعل (شرا) مفعول بہ، یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ (ولا لقیتم) فعل، فاعل ہو کر معطوف، معطوف علیہ با معطوف جواب نداء ہے (مابقیتم) میں (ما) ظرفیہ مضاف بمعنی مادام ہے (بقیتم) جملہ فعلیہ مضاف الیہ ہے، مضاف با مضاف الیہ (لقیتم) کے لئے ظرف ہے (ضرا) (لقیتم) کے لئے مفعول بہ ہے۔

② (الليل) (دفع) کا فاعل ہے (الذی) (الليل) کی صفت ہے (اکفهر) (الذی) کا صلہ ہے (إلی ذراکم) (دفع) سے متعلق ہے (شعثا مغبرا) موصوف صفت (دفع) کے لئے مفعول بہ ہے۔

③ (أخا سفار) (شعثا) کے لئے صفت ثانیہ ہے (طال) (سفار) کی صفت ہے (اسبطر) کا عطف (طال) پر ہے (حتی انثنی) یہاں (حتی) کی دو ترکیبیں ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ (حتی) جارہ ہے اور (انثنی) فعل ماضی سے پہلے (أنْ) مصدریہ مقدر ہے، فعل ماضی مع فاعل بتاویل مصدر ہو کر (حتی) جارہ کے لئے مجرور، جار مجرور (اسبطر) سے متعلق ہے، مشہور نحوی محمد محی الدین عبد الحمید نے اوضح المسالک کے حاشیہ میں یہی ترکیب اختیار کی ہے اور دوسری ترکیب یہ ہو سکتی ہے کہ (حتی) ابتدائیہ ہے لا محل لها من الإعراب ولا تتعلق بشئی، ابن ہشام نحوی نے کتاب الاعراب عن قواعد الإعراب (ص:۹) میں اسی ترکیب کو اختیار کیا ہے (محقوقفا مصفرا) دونوں (انثنی) کی ضمیر فاعل سے حال ہے۔

④ (مثل هلال...) یہ بھی پہلے شعر میں (انثنی) کی ضمیر فاعل سے حال ہے (حین) ظرفیہ مضاف (افتر) جملہ فعلیہ مضاف الیہ، مضاف با مضاف الیہ (انثنی) کے لئے ظرف ہے (فناءَ کم) (عرا) کے لئے مفعول بہ اور (معترا) (عَرَا) میں ضمیر مستتر فاعل سے حال ہے۔

⑤ (دون...) (أمکم) کے لئے ظرف ہے (طُرا) (الأنام) سے حال ہے (یبغی...) جملہ فعلیہ (أمّکم) کی ضمیر فاعل سے حال ہے (قری) (یبغی) کے لئے

مفعول بہ ہے(منکم) (یبغی) سے متعلق ہے(مستقرا) کا عطف(قری) پر ہے۔

۲ (دونکم) اسم فعل بمعنی (خذوا) (ضَیفاً) اسم فعل کے لئے مفعول بہ ہے (قنوعا حرا) (ضیفاً) کی صفت ہے(یرضی...) جملہ بھی(ضیفا) کی صفت ہے(بما) باء جارہ اور (ما) موصولہ مجرور ہے اور جار مجرور (یرضَی) کے متعلق ہے(احلولَی) جملہ فعلیہ فعل بافاعل صلہ ہے(ماأمر) کا عطف(ما احلولَی) پر ہے، اس میں بھی(ما) موصولہ اور(أمَرَّ) صلہ ہے۔

(و ینثنی) کا عطف(یرضی) پر ہے(عنکم) (ینثنی) سے متعلق ہے(ینث البر) (ینثنی) کی ضمیر فاعل سے حال ہے(البر) (ینث) کے لئے مفعول بہ ہے۔

***

المَغنیٰ : گھر، جمع : المَغَانِي، یہ باب سمع سے ظرف کا صیغہ ہے، غَنِيَ بالمکان : مقیم ہونا۔ سورۃ ہود، آیت ۶۸ میں ہے : "کَأَنْ لَمْ یَغْنَوْا فِیهَا، اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا کَفَرُوْا رَبَّهُمْ" غَنِيَ (س) غِنیً وغَنَاءً : مالدار ہونا، غَنِيَ عَنْهُ : مستغنی ہونا، بے نیاز ہونا۔

ابن فارس نے لکھا ہے کہ غین، نون، یاء کا مادہ دو معنوں پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے، ایک کفایت کے معنی اس میں پائے جاتے ہیں اور دوسرے معنی آواز اور گانے کے آتے ہیں، الغناء: گانا۔ مغیرہ بن حبناء کا شعر ہے

کِلَانَا غَنِيٌّ عَنْ أَخِیهِ حَیَاتَهُ وَنَحْنُ إِذَا مِتْنَا أَشَدُّ تَغَانِیَا

"زندگی میں ہم دونوں بھائی ایک دوسرے سے مستغنی ہیں، لیکن جب مریں گے تو زندہ مرنے والے پر زبردست واویلا کرے گا"

وُقِیتُمْ : یہ باب ضرب سے ماضی مجہول جمع مخاطب کا صیغہ ہے "تم بچائے جاؤ" دعا کے طور پر کہا گیا ہے، وقی (ض) وِقَایَةً ووَقْیًا : حفاظت کرنا، بچانا، سورۃ دہر، آیت ۱۱ میں ہے : "فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْیَوْمِ"

جدید اصطلاح میں وَاقٍ مِنَ المَاءِ : واٹر پروف، وَاقٍ مِنَ النَّارِ : فائر پروف اور وِقَایَةٌ مَدَنِیَّةٌ : سول ڈیفنس کو کہتے ہیں۔

ضُرًّا : (ضاد کے ضمہ کے ساتھ) بدحالی، تکلیف۔ سورۃ یونس آیت ۱۲ میں ہے : "وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖ" الضَرّ (ضاد کے فتحہ کے ساتھ) نقصان کو کہتے

ہیں، سورۂ حج آیت ۱۳ میں ہے: "یَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّہٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِہٖ" ضَرَّہٗ وضَرَّ بِہٖ (ن) ضَرًّا، ضُرًّا، ضَرَرًا: نقصان پہنچانا۔

- **اِکْفَھَرَّا**: یہ باب افتعل سے واحد مذکر غائب ماضی کا صیغہ ہے۔ اِکْفَھَرَّ اللَّیْلُ: رات کی تاریکی کا زیادہ ہونا۔

ذراکم: ذریٰ: گھر کا صحن جمع: أَذْرِیَۃ ذرا (ن) ذَرْوًا: ہوا میں اڑنا، منتشر ہونا ذرا الریح التراب (ن ض) ذَرْوًا، ذَرْیًا: ہوا کا مٹی اڑانا۔ سورۂ کہف آیت ۴۵ میں ہے: "فَاَصْبَحَ ھَشِیْمًا تَذْرُوْہُ الرِّیٰحُ..."

شَعِثًا: پراگندہ اور بکھرے ہوئے بالوں والا۔ شَعِثَ (س) شَعَثًا: پراگندہ ہونا غبار آلود ہونا، منتشر ہونا۔

مُغْبَرًّا: غبار آلود، باب افعلال سے صیغہ اسم مفعول ہے، وغَبِرَ الشیءُ (س) غَبَرًا: غبار آلود ہونا۔

علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات کبریٰ (ج ۴ ص ۲۹۶) میں علامہ حریری کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قاضی جابر بن ھبۃ اللہ نے علامہ حریری سے چودہ مرتبہ مقامات پڑھی، ایک مرتبہ اس مقام پر پہنچ کر قاضی نے حریری سے کہا کہ شعر میں "شَعِثًا مُغْبَرًّا" کے بجائے "سَغِبًا مُعْتَرًّا" ہونا چاہیے، سَغِبٌ مُعْتَرٌ بھوکے سائل کو کہتے ہیں، علامہ حریری نے قاضی جابر کی بات تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ واقعی یہی لفظ ہونا چاہیے کیونکہ ان اشعار میں آنے والے مسافر کا احتیاج ظاہر کرنا مقصود ہے اور ہر غبار آلود پراگندہ بال والے کا محتاج ہونا کوئی ضروری نہیں ہے جبکہ ہر سَغِبٌ مُعْتَرٌ محتاج ہوتا ہے لیکن چونکہ میں نے مقامات کے سات سو کے قریب نسخے املا کرائے ہیں، اس لیے یہ تبدیلی اب مناسب نہیں۔

ایک دلچسپ واقعہ

لفظ اِغْبَرَّ پر ایک دلچسپ واقعہ یاد آیا جو علامہ حلبیؒ نے سیرۃ حلبیہ (ج ۳ ص ۱۱۹) میں لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ غزوۂ طائف میں زخمی ہوئے جس کی وجہ سے بعد میں انہوں نے وفات پائی، ان کی بیوی عاتکہ بنت زید نے اپنے شوہر کی وفات پر بڑا پُر درد مرثیہ کہا، حضرت عبداللہ کو اپنی بیوی سے محبت کیا عشق تھا، ایک مرتبہ جمعہ کے دن بیوی کے ساتھ کھیل کود میں اس طرح مشغول ہوئے کہ نماز جمعہ کی تیاری کا دھیان

نہ رہا، حضرت صدیق اکبرؓ کو علم ہوا تو طلاق کا حکم دیا، سعادتمند بیٹے نے عظیم والد کے حکم کی تعمیل میں طلاق تو دیدی لیکن شدتِ محبت نے فراق میں غمگین کر دیا، حضرت صدیقؓ نے حالتِ غم میں انہیں یہ شعر پڑھتے ہوئے سُنا :

فَلَمْ أَرَ مِثْلِي طَلَّقَ الْيَوْمَ مِثْلَهَا وَلَا مِثْلُهَا فِي غَيْرِ جُرْمٍ تُطَلَّقُ

"میں نے اپنے جیسا آدمی نہیں دیکھا کہ اس نے آج اس جیسی کو طلاق دی ہو اور نہ اس جیسی عورت کو بغیر جرم کے طلاق دی جاتی ہے"۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے یہ شعر سُنا تو طلاق سے رجوع کا حکم دیا، رجوع کر کے انہوں نے خوشی میں اپنا غلام آزاد کیا، جب حضرت عبداللہؓ کی وفات ہوئی تو عاتکہ نے ان کا مرثیہ کہا، جس کا ایک شعر ہے :

آلَيْتُ لَا تَنْفَكُّ عَيْنِي حَزِينَةً
عَلَيْكَ وَلَا يَنْفَكُّ جِلْدِي اَغْبَرَا

"میں نے قسم کھائی ہے کہ میری آنکھ آپ پر ہمیشہ غمگین رہے گی اور میرا جسم ہمیشہ غبار آلود رہے گا"

مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد زیب وزینت اختیار کر کے کسی اور سے شادی نہیں کرونگی لیکن کچھ عرصہ کے بعد حضرت عمرؓ نے ان سے شادی کی، شبِ زفاف کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے عاتکہ کے ساتھ بات کرنے کی اجازت طلب کی، حضرت فاروق اعظمؓ نے اجازت دیدی حضرت علیؓ نے آکر عاتکہ سے کہا یہ شعر آپ کا ہے :

آلَيْتُ لَا تَنْفَكُّ عَيْنِي قَرِيرَةً
عَلَيْكَ وَلَا يَنْفَكُّ جِلْدِي اَصْفَرَا

"میں نے قسم کھائی ہے کہ آپ (کی وفات) پر میری آنکھ (خوشی کی وجہ سے) ٹھنڈی رہے گی اور ہمیشہ میرے جسم پر زرد رنگ کی خوشبو رہے گی"

حضرت علیؓ نے درحقیقت ان کے مرثیہ پر تعریض کی کہ اپنے پہلے شوہر کے مرثیے میں تو کہا تھا کہ میرا جسم غبار آلود اور دل غمگین رہے گا اور اب سب غم بھول کر دوسری شادی کر لی، عاتکہ نے جب یہ شعر سنا، کہنے لگیں اس طرح تو میں نے نہیں کہا تھا۔ پہلے شوہر عبداللہ کا غم تازہ ہوا تو رونے لگیں، حضرت عمرؓ حضرت علیؓ پر ناراض ہوئے، پھر جب فاروق اعظمؓ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تو عاتکہ نے ان کا بھی ایک پُر درد مرثیہ کہا جس کے دو شعر ہیں :

مَنْ لِنَفْسٍ عَادَهَا أَحْزَانُهَا وَلِعَيْنٍ شَفَّهَا طُولُ السَّهَدْ
جَسَدٌ لُفِّفَ فِي أَكْفَانِهِ رَحْمَةُ اللهِ عَلَى ذَاكَ الْجَسَدْ

" اب کون سہارا ہوگا اس نفس کے لئے جس کے پاس اسکے غم لوٹ آئے اور اس آنکھ کا کون سہارا ہوگا جس کو طویل بیداری نے کمزور وضعیف کر دیا ہے، یہ جسم آج کفن میں لپٹا ہوا ہے، اس جسم پر اللہ کی رحمت ہو "

اس کے بعد حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کی، حضرت زبیرؓ شہید ہوئے تو ان کا بھی عاتکہ نے مرثیہ کہا، جس کا ایک شعر ہے:

ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ إِنْ قَتَلْتَ لَمُسْلِمًا　　حَلَّتْ عَلَيْكَ عُقُوبَةُ الْمُتَعَمِّدِ

اے قاتل! تیری ماں تجھے گم کر دے تو نے ایک مسلمان کو قتل کیا، قتل عمد کا ارتکاب کرنے والے کی سزا تجھ پر آپڑی ہے "

اس کے بعد حضرت علیؓ نے عاتکہ کو پیغام نکاح بھیجا، لیکن عاتکہ نے کہا کہ میں جس سے بھی شادی کرتی ہوں وہ شہید ہو جاتا ہے، آپ کی ذات کی مسلمانوں کو ابھی ضرورت ہے، یہیں سے ان کے متعلق یہ جملہ مشہور ہوا: مَنْ أَرَادَ الشَّهَادَةَ فَعَلَيْهِ بِعَاتِكَةَ.

أَخَا سِفَارٍ: سفر والا، سِفَار مصدر ہے، ترکیب میں موصوف واقع ہو رہا ہے، طَالَ اس کی صفت ہے سَفَرَ الرَّجُلُ (ن ض) سُفُورًا: سفر پر جانا۔

اسْبَطَرَّا: یہ باب اِقْشَعَرَّ سے واحد مذکر غائب ماضی کا صیغہ ہے، اس کے حروف اصلیہ س، ب، ط، ر، ہیں۔ اسْبَطَرَّ: لیٹنا، لمبا ہونا۔ کہتے ہیں: اسْبَطَرَّتِ الذَّبِيحَةُ: یعنی ذبح کرنے کے بعد جانور مر کر لیٹ گیا۔ اسْبَطَرَّ فِي السَّيْرِ: جلدی چلا۔

مُحْقَوْقِفًا: باب افعیعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، اِحْقَوْقَفَ وحَقَفَ (ن) حُقُوفًا: ٹیڑھا ہونا، کوزہ پشت ہونا، حَقَفَ الظَّبْيُ: ہرن کا ریت کے تودہ پر بیٹھنا، ہرن کا جسم کو ٹیڑھا کرکے بیٹھنا، الحِقف: ریت کا لمبا اور خم دار حصہ، جمع: حِقَافٌ وأَحْقَافٌ۔ احقاف دیار عاد کو بھی کہتے ہیں، سورہ احقاف میں اس کا تذکرہ ہے۔ آیت ۲۱ میں ہے: " وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ "

افْتَرَّا: باب افتعال سے واحد مذکر غائب ماضی کا صیغہ ہے، افْتَرَّ الْبَرْقُ: چمکنا، آہستہ آہستہ ہنسنا وفَرَّتِ الدَّابَّةُ (ن) فَرًّا: جانور کی عمر معلوم کرنے کے لئے اس کے دانتوں کو دیکھنا فَرَّ (ن) فِرَارًا ومَفَرًّا: بھاگنا، دوڑنا۔

یہاں افْتَرَّ سے چاند کا طلوع ہونا مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مہینہ کے ابتدائی دنوں کے چاند کی طرح اس مسافر کی کمر ٹیڑھی اور خم دار ہو چکی ہے، علامہ حریری نے جھکی ہوئی کمر کو مہینہ

کے ابتدائی دنوں کے چاند کے ساتھ تشبیہ دی ہے کیونکہ مہینہ کے ابتدائی ایام کا چاند بھی خم دار ہوتا ہے اور اس کا دائرہ ناقص ہوتا ہے۔

عربی اشعار میں عام طور پر بڑھاپے کی وجہ سے جھکی ہوئی کمر کو خم دار کمان سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ابن لبان کہتے ہیں:

قَوَّسَ ظَهْرِي المَشِيبُ وَالكِبَرُ ... وَالدَّهْرُ يَا عَمْرُو! كُلُّهُ عِبَرُ
كَأَنَّنِي وَالعَصَا تَدُبُّ مَعِي ... قَوْسُهَا وَهِيَ فِي يَدِي وَتَرُ

"پیری و بڑھاپے نے میرے پشت کمان کی طرح خمیدہ بنا دی ہے، اے عمرو! پورا زمانہ عبرتوں سے عبارت ہے۔ گویا کہ میں اپنی رینگتی ہوئی لاٹھی کی کمان ہوں اور یہ لاٹھی میرے ہاتھ میں کمان کی تانت (کی طرح معلوم ہوتی) ہے"

اسی مفہوم کو ایک دوسرے شاعر نے یوں بیان کیا:

تَقَوَّسَ بَعْدَ مَرِّ العُمْرِ ظَهْرِي ... ودَاسَتْنِي اللَّيَالِي أَيَّ دَوْسِ
فَأَمْشِي وَالعَصَا تَهْوِي أَمَامِي ... كَأَنَّ قِوَامَهَا وَتَرٌ لِقَوْسِي

عَرَا فِنَاءَكُمْ مُعْتَرًا: عَرَا (ن) عَرْوًا: سامنے آنا، لاحق ہونا، طاری ہونا۔ فناء کم: گھر کا صحن۔ جمع: أَفْنِيَة، فَنِيَ (س) فَنَاءً: فنا ہونا۔ صحن کو فنا اس لئے کہتے ہیں کہ وہاں گھر ختم اور فنا ہو جاتا ہے۔ مُعْتَرًا: باب افتعال سے صیغہ اسم فاعل ہے، وہ فقیر جو سامنے تو آئے لیکن کچھ مانگے نہیں، اسے امید ہو کہ حالت دیکھ کر کچھ مل جائے گا، إِعْتَرَّهُ؛ اعْتَرَّ بِهِ: مانگے بغیر بخشش کے لئے آنا۔ سورۃ حج آیت ۳۶ میں ہے: "وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ." عَرَّ (ن) عَرًّا: معتبر ہو کر آنا۔

أَمَّكُمْ دُونَ الأَنَامِ طُرًّا: أَمَّهُ (ن) أَمًّا: قصد کرنا، یہی معنی یہاں مراد ہیں۔ أَمَّهُ۔ آمَّةً: زخمی کرنا۔ أَمَّ القَوْمَ فِي الصَّلَاةِ۔ إِمَامَةً: امامت کرنا۔ أَمَّ۔ أُمُومَةً: ماں بننا۔ طُرًّا: سب کے سب۔ جَاءَنِي القَوْمُ طُرًّا یعنی جمیعًا، طَرَّ السِّكِّينَ (ن) طَرًّا: تیز کرنا۔ طَرَّ الشَّارِبُ۔ طُرُورًا: مونچھیں نکل آنا۔

ضَيْفًا قَنُوعًا: قناعت کرنے والا مہمان۔ ضَيْف: مہمان جمع: ضُيُوفٌ وأَضْيَافٌ، باب ضرب اور باب تفعل سے اس کے معنی مہمان بننے اور باب افعال و تفعیل سے اس کے معنی مہمان بنانے کے آتے ہیں۔ ضَافَ۔ ضَيْفًا و تَضَيَّفَ: مہمان بننا۔ وأضافه وضَيَّفَهُ: مہمان بنانا۔ جدید اصطلاح میں کہتے ہیں: بالإضافة إلى كذا: بشمول اس کے، باوجودیکہ۔ قَنُوعًا (بفتح القاف) صیغہ مبالغہ ہے، قَنِعَ (س) قَنَاعَةً: حصہ پر راضی ہونا، قناعت کرنا۔

اور ایک ہوتا ہے۔ قُنُوع : (بضم القاف) وہ باب فتح کا مصدر ہے، قَنَعَ (ن) قُنُوعًا: سوال کرنا، تذلل اختیار کرنا، مثل مشہور ہے: العِزُّ فِي القَنَاعَةِ وَالذِّلُّ فِي القُنُوعِ یعنی قناعت میں عزت ہے اور سوال کرنے میں ذلت ہے۔ بعض حضرات نے کہا قُنُوع (بضم القاف) بھی قناعت کے معنی میں آتا ہے شعر ہے ؎

وَقَالُوا قَدْ زُهِيتَ فَقُلْتُ كَلَّا
وَلٰكِنِّي أَعَزَّنِي القُنُوعُ

اس میں قُنُوع قناعت و رضامندی کے معنی میں استعمال ہوا ہے، اسی طرح محاورہ مشہور ہے: خَيْرُ الغِنَى القُنُوعُ وَشَرُّ الفَقْرِ الخُضُوعُ، اس میں بھی "قُنُوع" قناعت کے معنی میں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قاف، نون، عین کا مادہ رضامندی اور قناعت پر دلالت کرتا ہے، سوال کرنے والے کو قانع اسی لئے کہتے ہیں کہ جو کچھ سائل کو دیا جائے وہ اس پر راضی ہوتا ہے۔

بِمَا احْلَوْلَى وَمَا أَمَرَّا : احلولی۔ باب افعیعال سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے، باب افعیعال ثلاثی مزید فیہ کے نو ابواب میں سے چھٹا باب ہے، مولانا عنایت احمد صاحبؒ نے علم الصیغہ (ص۲۳) میں لکھا ہے کہ یہ باب اکثر لازم استعمال ہوتا ہے البتہ کبھی متعدی بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے احْلَوْلَيْتُهُ: میں نے اس کو شیریں سمجھا۔ جوہری نے صحاح میں لکھا ہے کہ اس باب سے صرف دو لفظ متعدی استعمال ہوتے ہیں ایک احلَوْلی اور دوسرا اعرَوْرٰی، احلَوْلی تو متعدی استعمال ہوتا ہی ہے اس کو لازم بھی استعمال کرتے ہیں، احْلَوْلَى الشَّيْءُ : میٹھا ہونا، خوبصورت ہونا۔ احْلَوْلَى الشَّيْءَ : کسی چیز کو شیریں پانا، حَلَا (ن) حَلَاوَةً، وحَلِيَ (س) حَلًى، وحَلُوَ (ک) حُلْوَانًا: میٹھا ہونا۔ أَمَرَّا : یہ باب افعال سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے، أَمَرَّ الشَّيْءُ : کڑوا ہونا، کڑوا کرنا۔ مَرَّ الشَّيْءُ (س) مَرَارَةً : کڑوا ہونا۔ يَنُثُّ (ن) نَثًّا : پھیلانا، افشاں کرنا۔

***

قَالَ الحَارِثُ بْنُ هَمَّامٍ : فَلَمَّا خَلَبَنَا بِعُذُوبَةِ نُطْقِهِ ، وَعَلِمْنَا مَا وَرَاءَ بَرْقِهِ ، ابْتَدَرْنَا فَتْحَ البَابِ ، وَتَلَقَّيْنَاهُ بِالتَّرْحَابِ ، وَقُلْنَا لِلْغُلَامِ : هَيَّا هَيَّا ، وَهَلُمَّ مَا تَهَيَّا .

حارث بن ہمام نے کہا، جب اس نے ہمیں اپنی گفتگو کی شیرینی سے گرویدہ بنالیا اور ہم نے اس چیز کو جان لیا جو اس کی بجلی کے پیچھے تھی (یعنی اس کے اس مختصر کلام کی جھلک دیکھ کر اس کی اصل فصاحت کا اندازہ کرلیا) تو ہم دروازہ کھولنے کے لئے جلدی سے آگے بڑھے، اس کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملے اور ہم نے لڑکے سے کہا، جلدی کرو اور جو کچھ تیار ہے لے آؤ۔

خَلَبَنَا بِعُذُوبَةِ نُطْقِهِ وَعَلِمْنَا مَا وَرَاءَ بَرْقِهِ : خَلَبَنَا : واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے "نا" ضمیر مفعول بہ ہے ، خَلَبَ (ض) خَلْبًا : دامِ فریب میں پھنسانا ، گرویدہ بنانا ، عُذُوْبَة : مٹھاس . عَذُبَ الْمَاءُ (ک) عُذُوْبَةً : میٹھا ہونا .

مطلب یہ ہے کہ جب اس مسافر کی شیریں کلامی نے ہمیں گرویدہ بنالیا اور اس کے فصیح کلام سے اس کے علم کا اندازہ ہوا جس طرح بجلی کی چمک سے بارش کا اندازہ ہوجاتا ہے ، تو ہم نے جلدی سے دروازہ کھولا .

تَلَقَّيْنَاهُ بِالتَّرْحَابِ : تَلَقَّاهُ : استقبال کرنا ، کہتے ہیں : تَلَقَّاهُ بِتَرْحَابٍ : کشادگی و خندہ پیشانی سے ملا ، تلقی کے معنی حاصل کرنے اور وصول کرنے کے بھی آتے ہیں ، سورۃ بقرۃ آیت ۳۷ میں ہے : فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ ..."

تَرْحَاب : بابِ تفعیل کا مصدر ہے ، قاضی محمد اکبر مرحوم نے فصول اکبری (ص۳۱) میں بابِ تفعیل کے پانچ مصادر مزید لکھے ہیں تَفْعِلَة ، فِعَال ، فَعَّال ، فَعَال ، تَفْعَال .

تَرْحَاب : مَرْحَبًا کہنا ، ورَحِبَ (س) رَحَبًا ورَحُبَ (ک) رُحْبًا ورَحَابَة : کشادہ ہونا .

هَيًّا هَيًّا : اسم فعل بمعنی امر ہے یعنی جلدی کیجئے جلدی کیجئے .

هَلُمَّ : یہ بھی اسم فعل بمعنی امر ہے ، هَلُمَّ مَا تَهَيَّأَ جو کچھ تیار ہے جلدی لائیے . اس لفظ کی تحقیق آگے هَلُمَّ جَرًّا کے تحت آرہی ہے .

***

فقال الضيف : وَالَّذِي أَحَلَّنِي ذَرَاكُمْ ، لاتَلَمَّظْتُ بِقِرَاكُمْ ، أَوْ تَضْمَنُوا لِي أَلاَّ تَتَّخِذُونِي كَلاًّ ! وَلاَ تَجَشَّمُوا لأَجْلِي أَكْلاً ؛ فَرُبَّ أَكْلَةٍ هَاضَتِ الآكِلَ ، وَحَرَمَتْهُ مَآكِلَ ، وَشَرُّ الأَضْيَافِ مَنْ سَامَ التَّكْلِيفَ ، وَآذَى الْمُضِيفَ ، خُصُوصاً أَذًى يَتَعَلَّقُ بِالأَجْسَامِ ، وَيُفْضِي إِلَى الأَسْقَامِ ،

مہمان نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے آپ کے صحن میں اتارا ہے میں آپ کی ضیافت نہیں چکھوں گا۔ یہاں تک کہ تم لوگ مجھے اس بات کی ضمانت دیدو کہ مجھے بوجھ نہیں بناؤ گے اور میری وجہ سے کھانے کی تکلیف نہیں اٹھاؤ گے (یعنی تکلف نہیں کروگے) اس لئے کہ بسا اوقات ایک لقمہ ، کھانے والے کو ہیضہ میں مبتلا کردیتا ہے اور کئی کھانوں سے اس کو محروم کردیتا ہے بدترین ہے وہ مہمان جو تکلیف کرنے کا مکلف بنائے اور میزبان کو اذیت دے خاص کر ایسی اذیت جو جسم کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور بیماریوں کی طرف پہنچاتی ہے ،

لَا تَلَمَّظْتُ : میں نہیں چکھوں گا، باب تفعل سے ہے، تَلَمَّظَ الرَّجُلُ و لَمَظَ (ن) لَمْظًا : کھانے پینے کے بعد زبان کو ہونٹوں پر پھیرنا یا زبان سے منہ کے اندر دانت وغیرہ میں بچے ہوئے کھانے کو تلاش کرنا۔

أَوْ تَضْمَنُوا : اس کے صلے میں لام اور باء دونوں استعمال کرتے ہیں، ضَمِنَ لَهُ الشَّيْءَ و بالشيئ (س) ضَمَانًا : ضامن ہونا۔

كَلًّا : بوجھ۔ سورۂ نحل آیت ۷۶ میں ہے : "وَهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰهُ ..." کلّ یتیم کو بھی کہتے ہیں اور اس شخص کو بھی کہتے ہیں جس کی نہ اولاد ہو نہ والدین، کلّ الرجلُ من المشی (ض) کلالاً و کلالةً و کلًّا : تھک جانا، کمزور ہونا۔ کَلَّ السَّيْفُ - كُلُولًا : کند ہو جانا۔

وَلَا تَجَشَّمُوا لِأَجْلِيْ أَكْلًا : جَشِمَ، وتَجَشَّمَ وجَشِمَ الأَمْرَ (س) جَشْمًا وجَشَامَةً : مشقت اٹھانا، تکلیف برداشت کرنا، مشقت سے کام کرنا۔

أَكْلًا : مصدر ہے اور أُكُل : بضم الہمزہ اس چیز کو کہتے ہیں جو کھائی جائے، أَكْلَةٌ : ایک مرتبہ کھانا۔ أُكْلَةٌ : لقمہ۔

هَاضَتْ : هَاضَ فُلَانٌ الشَّيْءَ (ض) هَيْضًا : توڑنا، نرم کرنا۔ حضرت عائشہؓ کا قول ہے : وَاللّٰهِ لَوْنَزَلَ بِالْجِبَالِ الرَّاسِيَاتِ مَا نَزَلَ بِأَبِيْ لَهَاضَهَا "خدا کی قسم ! جو مصائب میرے والد پر آئے ہیں اگر مضبوط پہاڑوں پر ان کا نزول ہوتا تو ان کو ٹکڑے کر دیتا" یہاں هَاضَتْ سے مرضِ ہیضہ میں مبتلا کرنا مراد ہے۔

مَآكِل : مَأْكَلَةٌ یا مَأْكَلٌ کی جمع ہے، وہ چیز جو کھائی جائے۔

فَرُبَّ أُكْلَةٍ هَاضَتِ الْآكِلَ وَحَرَمَتْهُ مَآكِلَ : مطلب یہ ہے کہ بسا اوقات آدمی ایک لقمہ کھا لیتا ہے لیکن راس نہ آنے کی وجہ سے کئی کھانوں اور لقموں سے محرومی کا وہ سبب بن جاتا ہے، اصل محاورہ ہے : رُبَّ أُكْلَةٍ تَمْنَعُ أَكَلَاتٍ۔ ابن ہرمہ کا شعر ہے :

وَ رُبَّتَ أُكْلَةٍ مَنَعَتْ أَخَاهَا　　بِلَذَّةِ سَاعَةٍ أَكَلَاتِ دَهْرٍ
وَكَمْ مِنْ طَالِبٍ يَشْفِيْ بِشَيْءٍ　　وَفِيهِ هَلَاكُهُ لَوْكَانَ يَدْرِيْ

"بسا اوقات ایک لقمہ گھڑی بھر لذت کے ساتھ آدمی کو زمانے کے بہت سے کھانوں سے محروم کر دیتا ہے، کتنے ہی لوگ ہیں جو کسی چیز میں نسخۂ شفا طلب کرتے ہیں لیکن اس میں ان کی ہلاکت پوشیدہ ہوتی ہے، کاش کہ یہ حقیقت ان کو معلوم ہو جاتی"۔

سَامَ التکلیفَ : سَامَ فلانًا الأمرَ (ن) سَوْمًا : مکلف بنانا، کسی کام کا پابند بنانا۔ سورۂ بقرہ، آیت ۴۹ میں ہے: « یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ » سَامَ البضائعَ۔ سَوْمًا: سودا کرنا، بھاؤ تاؤ کرنا۔

آذٰی : باب افعال سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ آذَاہُ۔ إیْذَاءً: نقصان دینا، نقصان پہنچانا۔ أَذِیَ الشَّیْءُ (س) أَذًی وأَذَاۃً وأَذِیَّۃً: گندہ ہونا، أذی فلان: تکلیف پہنچنا۔ أَذِیَ بکذا: تکلیف اٹھانا۔

ویُفْضِي : باب افعال سے ہے، أَفْضٰی إلَی الشَّیْءِ: پہنچانا۔ أَفْضٰی إلٰی فُلَانٍ بِالسِّرِّ: راز فاش کرنا۔ أفضٰی بِالتَّصْرِیْحِ: بیان دینا۔ أَفْضٰی إلَی الْمَرْأَۃِ: خلوت ومباشرت کرنا۔ سورۂ نساء، آیت ۲۱ میں ہے: « وَکَیْفَ تَأْخُذُوْنَہٗ وَقَدْ أَفْضٰی بَعْضُکُمْ إِلٰی بَعْضٍ » وفَضَا المکانُ (ن) فَضَاءً وفُضُوًّا: کشادہ ہونا، خالی ہونا۔ فضَاء: کھلی جگہ، خلا، جمع: أَفْضِیَۃ۔ فَضًا: (بغیر ہمزہ) اکیلا، تنہا، کہتے ہیں۔ بَقِیْتُ فضًا: میں تنہا رہا۔

***

ومَا قِیلَ فِی المَثَلِ الذی سَارَ سَائِرُہٗ:

« خَیْرُ الْعَشَاءِ سَوَافِرُہٗ »، إلاَّ لِیُعَجَّلَ التَّعَشِّی، ویُجْتَنَبَ أَکْلُ اللَّیْلِ الَّذِی یُعْشِی، اللّٰھُمَّ إلاَّ أنْ تَقِدَ نارُ الْجُوعِ، وتَحُولَ دُونَ الْھُجُوعِ۔

اور اس محاورہ میں جو مشہور ہوچکا ہے یعنی خیر العشاء سوافرہ (پردۂ تارکی سے بے نقاب یعنی رات کی تارکی چھانے سے پہلے روشنی کا کھانا بہترین طعام شب ہے اس محاورہ میں) کوئی بات نہیں کہی گئی مگر اس لئے تاکہ شام کا کھانا جلدی کھلایا جائے اور رات کے اس کھانے سے بچا جائے جو شب کور بناتا ہے إلاّ یہ کہ بھوک کی آگ بھڑک رہی ہو اور نیند میں حائل ہورہی ہو (تو پھر کھانا مجبوری ہے)۔

***

سار سائرہ : یعنی انتشر خبرہ۔ کہتے ہیں: سَارَ الکَلَامُ وَالمَثَلُ (ض) سَیْرًا: شائع ہوا، عام ہوا۔

خَیْرُ العَشَاءِ سَوَافِرُہٗ : العَشَاء: رات کا کھانا۔ العِشَاء: رات کا ابتدائی تاریک حصہ۔ العَشَا: (بغیر ہمزہ) شب کوری۔ سَوَافِر: سَافِرَۃ کی جمع ہے۔ سَافِرَۃ اس عورت کو کہتے

ہیں جو اپنے چہرے سے نقاب ہٹائے۔

یہاں سَوَافِر، بَوَاکِر کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ رات کا کھانا جلدی کھانا چاہئے ایسے وقت میں جب رات کی تاریکی کے پردوں نے کھانے کو چھپایا نہ ہو۔

ابوبکر بن شعبان نحوی ایک مرتبہ محمد بن یزید کے پاس گئے وہ دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے، پوچھنے لگے: یَا أَبَا بَکْرٍ خَیْرُ الْغَدَاءِ بَوَاکِرُہٗ فَخَیْرُ الْعَشَاءِ مَاذَا؟ "ابوبکر! صبح کا کھانا جلدی کھانا بہتر ہے لیکن رات کا کھانا کس وقت بہتر ہے؟" ابوبکر نے لاعلمی ظاہر کی، محمد یزیدی نے کہا میں حسین بن الخادم کے پاس گیا تھا اس نے مجھ سے یہ سوال کیا تھا لیکن میں جواب نہیں دے سکا، تب حسین بن الخادم نے واقعہ سنایا کہ میں ہارون الرشید کے پاس تھا، وہ صبح کا کھانا کھا رہے تھے کہ اتنے میں مشہور امامِ لغت اصمعی آ گئے، ہارون الرشید نے ان سے پوچھا: یا اصمعی خیر الغداء بَوَاکِرُہٗ فَخَیْرُ الْعَشَاءِ مَاذَا؟ اصمعی نے برجستہ جواب دیا "بواصرہ" یعنی رات کا کھانا ایسے وقت میں ہو جب وہ نظر آئے۔

کسی حکیم کا مقولہ ہے: مَنْ سَرَّہُ الْبَقَاءُ، فَلْیُبَکِّرِ الْغَدَاءَ، وَلْیُبَاکِرِ الْعَشَاءَ وَلْیُخَفِّفِ الرِّدَاءَ۔ (رداء سے قرض مراد ہے)

وَیُجْتَنَبُ أَکْلُ اللَّیْلِ الَّذِیْ یُعْشِیْ: اور بچا جائے رات کے اس کھانے سے جو انسان کو شب کور بنا دیتا ہے، یُعْشِیْ: باب افعال سے ہے أَعْشٰی فُلَانًا: شب کور بنا دیا۔ أعشٰی کے معنی دینے اور عطا کرنے کے بھی آتے ہیں۔ أعشٰی فُلَانًا الشئ: دیدیا۔ وعَشَّاہُ۔ تَعْشِیَۃً: رات کا کھانا کھلانا۔ وعَشَا (ن) عَشْوًا: شب کور ہونا، ضعفِ بصر میں مبتلا ہونا۔ صلہ میں عَنْ آئے تو معنی ہوتے ہیں: اعراض کرنا۔ سورۃ زخرف آیت ۳۶ میں ہے: "وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَہٗ شَیْطَانًا..." عَشَا فُلَانًا: قصد کرنا۔ وعَشِیَ (س) عَشًا وعَشَاوَۃً: شب کور ہونا۔ عَشِیَ الْعَشَاءَ: رات کا کھانا کھانا۔

ابن فارس نے لکھا ہے کہ عین، شین اور حرفِ معتل (واو/یا) تاریکی اور کسی چیز کے کم واضح ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ رات کا کھانا تاخیر سے نہیں کھانا چاہئے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان کی بینائی کمزور ہوتی ہے۔ ابن درید کا شعر ہے:

وَأَرَی الْعَشَا فِی الْعَیْنِ أَکْثَرُ مَا یَکُوْنُ مِنَ الْعَشَاءِ

یعنی میرا خیال ہے کہ آنکھ کی بیماری اکثر رات کے کھانے کی تاخیر کی وجہ سے ہوتی ہے۔

رات کا کھانا بالکل ترک بھی نہیں کرنا چاہئے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے سنن ترمذی کتاب الاطعمہ صفحہ ۲۸۶ ج ۲

میں روایت نقل کی ہے:

تَعَشَّوْا وَلَوْ بِكَفٍّ مِنْ حَشَفٍ، فَإِنَّ تَرْكَ الْعَشَاءِ مَهْرَمَةٌ

"رات کا کھانا کھاؤ اگرچہ ایک مٹھی ردی کھجور ہی سے ہو، کیونکہ اس کا ترک کرنا بڑھاپے کا سبب ہے"۔

الهُجُوع : مصدر بمعنی نیند۔ هَجَعَ (ف) هُجُوعًا : سوگیا۔ بعض نے کہا ھجوع صرف رات کے سونے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

***

قال : فكأنَّهُ اطَّلَعَ عَلَى إِرَادَتِنَا ، فَرَمَى عَنْ قَوْسِ عَقِيدَتِنَا ، لَا جَرَمَ أَنَّا آنَسْنَاهُ بِالْتِزَامِ الشَّرْطِ ، وأَثْنَيْنَا عَلَى خُلُقِهِ السَّبْطِ . وَلَمَّا أَحْضَرَ الْغُلَامُ مَا رَاجَ ، وَأَذْكَى بَيْنَنَا السِّرَاجَ ، تَأَمَّلْتُهُ فإذا هُوَ أَبُو زيدٍ ، فقُلْتُ لِصَحْبِي : لِيَهْنِئْكُم الضَّيْفُ الوارِدُ ، بل الْمَغْنَمُ البارِدُ ! فإن يَكُنْ أَفَلَ قَمَرُ الشِّعْرَى فقَدْ طَلَعَ قَمَرُ الشِّعْرِ ، أو استَسَرَّ بَدْرُ النَّثْرَةِ فقَدْ تَبَلَّجَ بَدْرُ النَّثْرِ .

حارث نے کہا گویا کہ وہ ہمارے ارادہ پر مطلع ہوگیا اور ہمارے عقیدہ کے کمان سے اس نے تیر پھینکا ہم نے ناچار اس کو شرط کے التزام (اور پابندی) کے ساتھ مانوس کیا (اور اسے بتادیا کہ آپ ہم پر نہ بوجھ ہیں اور نہ ہی کھانے میں تکلف کیا جائے گا) اور اس کی خوش خلقی کی تعریف کی، جب لڑکے نے جو کچھ موجود تھا حاضر کیا اور ہمارے درمیان چراغ روشن کیا، میں نے اس کو غور سے دیکھا، تو وہ ابوزید تھا، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا آنے والا مہمان بلکہ ٹھنڈی غنیمت تمہیں مبارک ہو، پس اگر شعریٰ ستارہ کا چاند غروب ہوگیا تو شعر کا چاند طلوع ہوگیا ہے یا اگر نثر ستاروں کا ماہِ تمام چھپ گیا تو (کلام کی) نثر کا ماہِ تمام ظاہر ہوگیا ہے۔

***

قَوْسِ عَقِيدَتِنَا : قَوْس : کمان۔ جمع : أَقْوَاس ، أَقْوُس ، أَقْيَاس تذکیر و تانیث دونوں کیلئے لفظ قوس استعمال ہوتا ہے۔ البتہ تذکیر کی صورت میں تصغیر قویس اور تانیث کی صورت میں قُوَيْسَةٌ آتی ہے۔ قَاسَ بِالشَّيْءِ وعَلَى الشَّيْءِ (ض) قَيْسًا وقِيَاسًا : قیاس کرنا۔ قَوِسَ (س)

قَوَسًا : کمر کا جھکنا۔

عَقِیْدَة : عقیدہ کہتے ہیں : اَلْحُکْمُ الَّذِیْ لَایَقْبَلُ الشَّكُّ فِیْهِ لَدَیٰ مُعْتَقِدِهٖ ، وہ حکم جس میں ماننے اور اعتقاد رکھنے والے کے نزدیک شک کی گنجائش نہ ہو۔

اصطلاحِ شریعت میں عقیدہ کی تعریف ہے : مَا یُقْصَدُ بِهِ الْاِعْتِقَادُ دُوْنَ الْعَمَلِ ، جمع : عَقَائِد۔

لَاجَرَمَ : لَاجَرَمَ کے معنی ہیں یقیناً ، واقعتاً ، بالضرور۔ تاکید اور قسم کے معنی دیتا ہے ، یہی وجہ ہے کہ اس کے جواب پر جوابِ قسم کی طرح لام تاکید داخل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں : لَاجَرَمَ لَآتِیَنَّكَ۔ جَرَمَ (ض) جَرْمًا : گناہ کرنا ، جرم کرنا۔ جَرَمَ فُلَانٌ لِاَهْلِهٖ : اپنے اہل و عیال کے لئے کمانا۔ جَرَمَ النَّخْلَ : کھجور کاٹنا۔ جَرُمَ (ک) جَرَامَةً : بڑے جرم والا ہونا۔ جَرِمَ لَوْنُهٗ (س) جَرَمًا : رنگ کا صاف ہونا۔

ابن فارس نے لکھا ہے کہ جیم ، را ، میم کا مادہ دراصل کاٹنے اور قطع کرنے پر دلالت کرتا ہے اور مذکورہ تمام معنوں میں کاٹنے اور قطع کرنے کے معنی کسی نہ کسی طرح پائے جاتے ہیں۔

خُلُقُهُ السَّبِطِ : نرم اخلاق۔ سبِط کے معنی نرم اور سیدھا ہونے کے آتے ہیں۔ سَبِطَ شَعْرُہٗ (س) سَبَطًا : بالوں کا سیدھا ہونا ، گھنگریالے نہ ہونا۔ سَبِطٌ : سیدھا ، صیغۂ صفت ہے۔

مَارَاجَ : یعنی جو کچھ میسّر تھا ، رَاجَ الْاَمْرُ (ن) رَوَاجًا : رواج پانا ، عام ہونا۔

لِیَهْنِئْكُمُ الضَّیْفُ الْوَارِدُ : "آنے والا مہمان تمہیں مبارک ہو" هَنَأَ (ف) هَنْأً : خوش کرنا ، مبارکبادی دینا۔ وهَنُؤَ (ک) هَنَاءَةً بغیر مشقت کے حاصل ہونا۔ وهَنِئَ (س) هَنَأً خوشگوار ہونا ، خوش ہونا وهَنَأَهٗ (ض) هَنْئًا : کسی کام پر کسی کو لیهنئك کہنا۔

المَغْنَمُ البَارِدُ : مَغْنَم : غنیمت۔ جمع : مَغَانِم۔ غَنِمَ الشَّیْئَ (س) غُنْمًا : پانا ، حاصل کرنا۔ البَارِدُ : ٹھنڈا۔ بَرَدَ (ن) بُرُوْدَةً : ٹھنڈا ہونا ، ٹھنڈا کرنا۔ لازم و متعدی۔

جدید اصطلاح میں بَرَّاد اور بَرَّادِیَّة واٹرکولر کو کہتے ہیں ، رائفل اور بندوق کو بَرُوْدَة اور بَارُوْدَة کہتے ہیں ، بَرُوْد : پٹاخوں وغیرہ کا بارود۔

عربی میں " مَغْنَمٌ بَارِدٌ " کی ترکیب اس چیز کے لئے استعمال کرتے ہیں جو بغیر کسی محنت و مشقت کے حاصل ہو۔

أَفَلَ : أَفَلَ النَّجْمُ (ض ن) أَفْلًا و أُفُوْلًا : غائب ہونا۔ سورۃ انعام ، آیت ۷۷ میں ہے : "فَلَمَّا اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ " کہتے ہیں : فُلَانٌ کَعْبُهٗ سَافِلٌ وَنَجْمُهٗ آفِلٌ یعنی اس

کا دبدبہ ختم اور ستارہ غروب ہونے والا ہے۔ کَعْب ایڑی کو بھی کہتے ہیں اور عزت و دبدبہ کو بھی۔
الشِّعْرٰی : برج جوزا کے قریب گرمی میں طلوع ہونے والے دو ستاروں کا نام ہے، ان دونوں میں ایک کو عَبُور اور دوسرے کو غُمَیصَاء کہتے ہیں۔ سورۃ نجم میں ہے : "وَ اَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰی"
النَّثْرَة : یہ برج سرطان یا برج اسد میں طلوع ہونے والے اکٹھے تین ستاروں کا نام ہے۔
تَبَلَّجَ : از تفعل۔ وبَلَجَ الصُّبْحُ (ن) بُلُوْجًا : روشن ہونا۔
النَّثْر : غیر منظوم کلام۔ نَثَرَ الشَّیْءَ (ن ض) نَثْرًا : بکھیرنا، پھیلانا۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان کا چاند جس کی روشنی میں باتیں ہو رہی تھیں، اگر غائب ہو گیا ہے تو کوئی بات نہیں یہ ابوزید فصاحت کا چاند طلوع ہوا ہے، لہٰذا نیند کا خیال چھوڑ کر دوبارہ مجلس جمانی چاہیے۔

***

فَسَرَتْ حُمَيَّا المَسَرَّةِ فِيهِمْ ، وَطَارَتِ السِّنَةُ عَنْ مَآقِيهِمْ ، وَرَفَضُوا الدَّعَةَ الَّتِي كَانُوا نَوَوْهَا ، وَثَابُوا إِلَى نَشْرِ الْفُكَاهَةِ بَعْدَ مَا طَوَوْهَا ؛ وَأَبُو زَيْدٍ مُكِبٌّ عَلَى إِعْمَالِ يَدَيْهِ ، حَتَّى إِذَا اسْتَرْفَعَ مَا لَدَيْهِ ، قُلْتُ لَهُ : أَطْرِفْنَا بِغَرِيبَةٍ مِنْ غَرَائِبِ أَسْمَارِكَ ، أَوْ عَجِيبَةٍ مِنْ عَجَائِبِ أَسْفَارِكَ . .

چنانچہ مسرت کی شدت ان میں سرایت کر گئی (خوشی کی لہر ان میں دوڑی) اور ان کی آنکھوں سے نیند اڑ گئی، جس آرام کا انہوں نے ارادہ کیا تھا وہ انہوں نے چھوڑ دیا اور دوبارہ گپ شپ پھیلانے کی طرف لوٹ آئے اس کو لپیٹنے کے بعد جب کہ ابوزید اپنے دونوں ہاتھوں کو استعمال کرنے میں مشغول (ابھی کھانا کھا رہا) تھا یہاں تک اس نے اپنے پاس سے چیزوں کو اٹھوانا چاہا تو میں نے اس سے کہا کہ ہمیں اپنے افسانہائے شب کے عجائبات میں سے کوئی انوکھی بات یا اپنے سفر کے عجائب میں سے کوئی عجیب بات سنا دیں۔

***

حُمَيَّا المَسَرَّةِ : یعنی شِدَّةُ السُّرُوْرِ۔ حَمِيَتِ الشَّمْسُ (س) حَمْيًا وحِمِيًّا وحُمُوًّا : دھوپ تیز ہونا۔ کہتے ہیں : حَمِيَ الوَطِيْسُ : جنگ شدید ہو گئی۔
السِّنَةُ عَنْ مَآقِيهِمْ : سِنَةٌ بروزن عِدَة اونگھ کو کہتے ہیں۔ وَسِنَ يَوْسَنُ (س) وَسَنًا : اونگھنا۔ آیت الکرسی میں ہے : لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۔

مآق : مَأْقِيٌ کی جمع ہے، اس کے حروفِ اصلیہ میں میم، ہمزہ، قاف ہیں۔ یاء الحاق کی ہے اصلی نہیں، ناک کی جانب کنارۂ آنکھ۔ اس کو مُوْقٌ بھی کہتے ہیں۔

رفضوا الدَّعة : رَفَضَ (ن) رَفْضًا : چھوڑنا۔

جدید اصطلاح میں نامنظور کرنے، رد کرنے اور نظر انداز کرنے کے لئے بولتے ہیں۔ رَفْضٌ: نامنظوری انکار، رد۔ رَفْضُ الْإِعْتِرَافِ بِحُقُوقِ الشَّعْبِ : عوام کے حقوق تسلیم نہ کرنا۔ رَفْضُ الْإِيضَاحَاتِ: تفصیلات دینے سے انکار۔ رَفْضُ الْمُفَاوَضَاتِ الْمُبَاشَرَةِ : براہ راست بات چیت سے انکار۔ رَفْضُ الْمُقْتَرَحَاتِ : تجاویز نامنظور کرنا۔

الدَّعَة : راحت وآرام۔ وَدَعَ الرَّجُل (ن) دَعَة و وَدَاعَةً : مطمئن ہونا۔

دَعَة، وَدَاعَة : سنجیدگی، تواضع اور انکساری کے لئے بھی آج کل استعمال کرتے ہیں۔

ثابوا : (ن) ثَوْبًا : لوٹنا۔

طَوَوْهَا : جمع مذکر غائب ماضی کا صیغہ ہے۔ طَوَى الشَّيْءَ (ض) طَيًّا : لپیٹنا، موڑنا۔ طِوِيَّة عادت کو کہتے ہیں۔ سَلِيمُ الطَّوِيَّةِ : نیک خو۔

مُكِبٌّ : باب افعال سے صیغۂ اسم فاعل ہے۔ أَكَبَّ عَلَى أَمْرٍ : متوجہ ہونا، مشغول ہونا۔ أَكَبَّ الرَّجُلُ : اوندھے منہ گرنا، اوندھے منہ گرانا لازم اور متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔ وكَبَّ (ن) كَبًّا : اوندھا کرنا۔ سورۂ نمل آیت ۹۰ میں ہے : "فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ"

اسْتَرْفَعَ : أَيْ طَلَبَ أَنْ يُرْفَعَ : اس نے اٹھانے کے لئے کہا، اس میں "س" طلب کے لئے ہے۔ بعض نسخوں میں اسْتَفْرَغَ ہے یعنی جب وہ کھانے سے فارغ ہوا۔

أَطْرِفْنَا : باب افعال سے امر کا صیغہ ہے۔ یعنی ہمیں کوئی دلچسپ بات سنائیے۔ أَطْرَفَ الرَّجُلُ : دلچسپ بات بیان کرنا۔ طَرُفَ (ک) طَرَافَةً : دلچسپ اور انوکھا ہونا۔ أَسْمَار : افسانہائے شب، رات کی قصہ گوئیاں، مفرد : سَمَرٌ۔

عَايَنْتُهُ - مُعَايَنَةً وعِيَانًا : مشاہدہ کرنا۔

***

فقال : لَقَدْ بَلَوْتُ مِنَ الْعَجَائِبِ مَا لَمْ يَرَهُ الرَّاءُونَ ، وَلاَ رَوَاهُ الرَّاوُون ؛ وَإِنَّ مِنْ أَعْجَبِهَا مَا عَايَنْتُهُ اللَّيْلَةَ قُبَيْلَ انْتِيَابِكُمْ ، وَمَصِيرِي إِلَى بَابِكُمْ ؛ فَاسْتَخْبَرْنَاهُ عَنْ طُرْفَةِ مَرْآه ، فِي مَسْرَحِ مَسْرَاه ، فقال :

تو وہ کہنے لگا میں نے عجائبات میں ان واقعات کو آزمایا ہے جن کو دیکھنے والوں نے نہ کبھی دیکھا ہوگا اور نہ راویوں نے انہیں کبھی بیان کیا ہوگا اور ان میں سب سے زیادہ عجیب وہ واقعہ ہے جس کا میں نے آپ کے پاس آنے اور آپ کے دروازہ کی طرف رجوع کرنے سے قبل رات کو مشاہدہ کیا، چنانچہ ہم نے سیر شب کی چراگاہ میں ان کے چشم دید نادر واقعہ کے بارے میں ان سے معلوم کیا تو وہ کہنے لگا۔

❋❖❋

انْتِيَابِكُمْ : انتیاب باب انفعال کا مصدر ہے۔ انْتَابَ الرَّجُلُ : باری باری آنا۔ ونَابَ الأَمرُ (ن) نَوْبًا و نَوْبَةً : پیش آنا، طاری ہونا۔
نَوبَة : دورہ، حملہ۔ نَوْبَةٌ عَصَبِيَّةٌ : اعصابی دورہ نَوْبَةٌ قَلْبِيَّةٌ : دل کا دورہ۔
طُرْفَةُ مَرْآه : طُرْفَة : عجیب، انوکھا۔ جمع : طُرَفٌ۔ مَرْأَى اسم ظرف ہے یا مصدر میمی ہے عبدالصمد بن منصور کا شعر ہے

حَمَامَةَ جَرْعَى حَوْمَةِ الجَنْدَلِ ، اسجَعِي
فَأَنْتِ بِمَرْأَى من سُعَادَ وَمَسْمَعِ

مَسْرَحِ مَسْرَاه : رات کو چلنے کی جگہ۔ مَسْرَح ظرف ہے، چلنے کی جگہ۔ جمع : مَسَارِح۔ جدید اصطلاح میں مَسْرَح اسٹیج کو کہتے ہیں۔ مَسْرًى باب ضرب سے مصدر میمی ہے۔ رات کے وقت چلنا۔

❋❖❋

إِنَّ مَرَامِيَ الْغُرْبَةِ ، لَفَظَتْنِي إِلَى هَذِهِ التُّرْبَةِ ، وَأَنَا ذُو مَجَاعَةٍ وَبُوسَى ، وَجِرَابٍ كَفُؤَادِ أُمِّ مُوسَى . فَنَهَضْتُ حِينَ سَجَا الدُّجَى ، عَلَى مَا بِي مِنَ الْوَجَى ، لِأَرْتَادَ مُضِيفًا ، أَوْ أَقْتَادَ رَغِيفًا ، فَسَاقَنِي حَادِي السَّغَبِ ، وَالْقَضَاءُ الْمُكَنَّى أَبَا الْعَجَبِ ، إِلَى أَنْ وَقَفْتُ عَلَى بَابِ دَارٍ ، فَقُلْتُ عَلَى بِدَارٍ :

سفر کے تیروں (یا کمانوں) نے مجھے اس سرزمین کی طرف اس حال میں پھینکا کہ میں بھوک، تنگی اور ایسے توشہ دان والا تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل کی طرح (خالی) تھا، اس لئے جب تاریکی ٹھہر گئی تو میں اپنی برہنہ پائی کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا تاکہ کوئی مہمان تلاش کرسکوں یا کوئی روٹی حاصل کرسکوں تو مجھے بھوک کے حدی خواں اور اس تقدیر نے جس کی کنیت "ابو العجب" ہے ہنکایا یہاں تک کہ میں ایک گھر کے دروازہ کے پاس کھڑا ہوا اور جلدی سے کہنے لگا:

***

مَرَامِي : یہ مِرْمَاةٌ کی جمع ہے۔ وہ تیر جو پھینکا جائے، یا یہ مِرمیٰ کی جمع ہے، مِرْمیٰ اسم آلہ ہے، پھینکنے کا آلہ یعنی کمان، منجنیق وغیرہ۔

التُّرْبَة : مٹی۔ جمع : تُرَبٌ۔ تَرِبَ (س) تَرَبًا : فقیر ہوا۔ تَرِبَ الشیُٔ : مٹی لگی۔ تَرِبَ المَکَانُ : مٹی زیادہ ہوئی۔

بُؤْسٰي : بدحالی، تنگدستی۔ بَئِسَ الرَّجُلُ (س) بُؤْسًا، بَأْسًا، بَئِيْسًا : تنگدست ہونا۔ بَؤُسَ (ک) بَأْسًا وبَأْسَةً : طاقتور ہونا، سخت ہونا۔

ابن فارس نے لکھا ہے کہ باء، ہمزہ اور سین شدت وسختی پر دلالت کرتا ہے، چاہے فقرو فاقہ میں شدت ہو یا قوت وطاقت میں شدت ہو، دونوں کے لئے یہ مادہ مستعمل ہے

جِرَاب : جِراب، زادِ راہ رکھنے کا تھیلہ، جمع : أَجْرِبَة۔

کَفُؤَادِ أُمِّ مُوْسٰي : فُؤَاد : دل، جمع أَفْئِدَة، بعض نے کہا فؤاد دل کے پردے کو کہتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مشہور پیغمبر ہیں، شریشی نے لکھا ہے کہ آپ کا نام مُوْ اور شا سے مرکب ہے، مو قبطی زبان میں پانی کو کہتے ہیں اور شا درخت کو کہتے ہیں۔ چونکہ آپ کو فرعون کے اہل خانہ نے پانی اور درختوں کے درمیان پایا تھا اس لئے آپ کا نام "مُوْشٰی" رکھا، عربی میں منتقل ہونے کے بعد شین، سین سے تبدیل کردیا گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب پیدا ہوئے تو ان کی والدہ نے فرعون کے خوف سے ان کو ایک صندوق میں بند کرکے دریا کے حوالہ کردیا تھا، اس صندوق نے حضرت موسیٰؑ کو فرعون کے گھر پہنچادیا، مرضعہ کی تلاش ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ فرعون کے گھر پہنچیں۔ فرعون کے گھر لختِ جگر پر نظر پڑی تو ماں کی مامتا موجزن ہوئی، چاہا کہ کہدیں یہ میرا بیٹا ہے لیکن اللہ نے حوصلہ دیا اور وہ خاموش ہورہیں۔ سورۃ قصص آیت ۱۰ میں ہے: " وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فٰرِغًا ط اِنْ کَادَتْ لَتُبْدِیْ بِہٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِھَا ... "

علامہ حریری نے اپنے توشہ دان کو والدۂ موسیٰؑ کے دل کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ میرا توشہ دان زادِراہ سے اس طرح خالی ہوچکا تھا جیسے حضرت موسیٰؑ کی والدہ کا دل صبر وقرار سے خالی ہوچکا تھا۔

سَجَا الدُّجٰی : سَجَا اللَّیلُ (ن) سُجُوًّا و سَجْوًا: رات کا تاریک ہوجانا، ٹھیر جانا۔ دُجٰی : دُجْیَۃٌ کی جمع ہے۔

الوَجٰی : برہنہ پائی، ننگے پاؤں چلنے کی وجہ سے پاؤں کا گھسنا۔ وَجِیَ (س) یوجی وَجًی: پاؤں گھسنا۔

لِأَرْتَاد : باب افتعال سے واحد متکلم کا صیغہ ہے: طلب کرنا۔ امام ابوداؤدؒ نے سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ (ج ۱ ص ۲) میں حدیث نقل کی ہے: إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَبُوْلَ فَلْيَرْتَدْ لِبَوْلِهِ مَوْضِعًا یعنی جب تم میں سے کوئی پیشاب کرنا چاہے تو اس کے لئے کوئی مناسب جگہ تلاش کرے رَادَهُ (ن) رَوْدًا و رِيَادًا: طلب کرنا۔

حَادِي السَّغَب : بھوک کا حُدی خواں۔ حَدَا (ن) حَدْوًا و حِدَاءً: بآوازِ بلند حدی گانا حَدَا الإبلَ و بالإبلِ: اونٹ ہانکنا۔ حَادِی حُدی پڑھتے ہوئے اونٹ ہانکنے والے کو کہتے ہیں۔ حادی عشر میں لفظ حادی، واحدٌ کا مقلوب ہے۔ السَّغَب: بھوک۔ سَغِبَ (س) سَغَبًا و سَغَابَةً: بھوکا ہونا۔ سورۃ البلد آیت ۱۴ میں ہے: "أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ"

علی بدار : بِدار باب مفاعلہ کا مصدر ہے، بادر، مُبَادَرَةً و بِدَارًا: جلدی کرنا۔ سورۃ نساء، آیت ۶ میں ہے: "وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا" قاضی محمد اکبر مرحوم نے فصول اکبری ص۳۲ میں باب مفاعلہ کے دو مصادر مزید لکھے ہیں ایک فِعال، دوسرا فِیعال۔ فِعال تو بکثرت مستعمل ہے جیسے جِهاد، قِتال، بِدار۔ البتہ فِیعال قلیل الاستعمال ہے جیسے صِیرَاب، قِیتَال

❄❄❖

(۱) حُيِّيتُمْ يَا أَهْلَ هَذَا الْمَنْزِلِ ۔۔۔ وَعِشْتُمُ فِي خَفْضِ عَيْشٍ خَضِلِ

(۲) مَا عِنْدَكُمْ لِابْنِ سَبِيلٍ مُرْمِلِ ۔۔۔ نِضْوِ سُرًى خَابِطِ لَيْلٍ أَلْيَلِ

(۱) اے اِس گھر کے رہنے والو! زندہ رہو اور خوشگوار زندگی کے آرام میں جیو

(۲) ایسے فقیر مسافر کے لئے تمہارے پاس کیا ہے جو رات کو چلنے (اور سفر کی وجہ سے) دبلا ہوگیا ہے تاریک رات میں ٹامک ٹوئیاں (ہاتھ پاؤں) مارنے والا ہے۔

③ جَوِي الْحَشَى على الطَّوَى مُشْتَمِلِ مَاذَاقَ مُذْيَوْمَانِ طَعْمَ الْمَأْكَلِ
④ وَلَا لَهُ فِى أَرْضِكُمْ مِنْ مَوْئِلِ وَقَدْ دَجَا جُنْحُ الظَّلَامِ الْمُسْبِلِ
⑤ وَهْوَ مِنَ الْحَيْرَةِ فِى تَمَلْمُلِ فَهَلْ بِهٰذَا الرَّبْعِ عَذْبُ الْمَنْهَلِ
⑥ يَقُولُ لِى : أَلْقِ عَصَاكَ وَادْخُلِ وَأَبْشِرْ بِبِشْرٍ وَقِرًى مُعَجَّلِ !

③ پیٹ کی سوزش والا ہے جو بھوک پر مشتمل ہے، دو دن سے اس نے کھانوں کا ذائقہ نہیں چکھا ہے۔

④ آپ کی زمین میں اس کے لئے کوئی ٹھکانہ نہیں حالانکہ تاریکی لٹکانے والا رات کا ٹکڑا سیاہ اور تاریک ہوگیا۔

⑤ اور وہ حیرانگی کی وجہ سے بے چینی میں ہے پس کیا اس گھر میں کوئی چشمہ شیریں ہے۔

⑥ جو مجھ سے کہہ دے کہ اپنی لاٹھی ڈالدو، داخل ہوجاؤ اور خندہ پیشانی اور جلدی ضیافت کے ساتھ خوش ہوجاؤ۔

❋❋

① (حُيِّيتم) ماضی مجہول اور ضمیر بارز اس میں فاعل، یہ جواب ندا مقدم (یا أهل هذا....) ندا، منادی (و عشتم..) کا عطف (حییتم) جواب ندا پر ہے (خفض) مضاف ہے (عیش) مضاف الیہ ہے (خضل) (عیش) کی صفت ہے، یہ سب مل کر (فی) جارہ کے لئے مجرور، جار مجرور (عشتم) سے متعلق ہیں۔

② (ماعندکم) میں (ما) استفہامیہ بمعنی (أی شئی) مبتدا ہے (عندکم) ظرف ہے (لا بن سبیل) (ثابت) محذوف سے متعلق ہوکر خبر ہے (مرمل) (نضو سری) اور (خابط لیل) یہ تینوں (ابن سبیل) کی صفت ہے (ألیل) (لیل) کی صفت ہے۔

③ (جوی الحشی) مضاف بامضاف (ابن سبیل) کی چوتھی صفت ہے (علی الطوی) متعلق مقدم ہے (مشتمل) کے لئے، ای (مشتمل علی الطوی) یہ پانچویں صفت ہے (ماذاق) جملہ فعلیہ ہے، ضمیر اس میں (ابن سبیل) کی طرف راجع ہے (مذیومان) (مذ) خبر مقدم (یومان) مبتدا مؤخر ہے بعض نسخوں میں (مذ یومین) ہے،

تب(مذ) جارہ اور(یومین) مجرور ہو کر(ماذاق) فعل سے متعلق ہوگا۔(طَعْمَ المآکل) (ذاق) کے لئے مفعول بہ ہے۔

④ (لا) نفی جنس ہے(لہ) (ثابت) سے متعلق ہو کر خبر مقدم ہے(فی ارضکم) جار مجرور بھی اسی(ثابت) محذوف سے متعلق ہے(مِنْ موئل) میں(مِنْ) زائدہ ہے اور (مَوْئل) (لا) کا اسم مؤخر ہے(جنحُ الظلام) مضاف بامضاف الیہ(دجا) کا فاعل ہے (المُسبل)(جنح) کی صفت ہے۔

⑤ (ھو) مبتدا ہے(من الحیرۃ) (مململ) کے لئے متعلق مقدم ہے(فی مململ) (ثابت) محذوف سے متعلق ہو کر(ھو) مبتدا کے لئے خبر ہے(فھل) میں فاء تفریعیہ ہے(بھذا الربع) (ثابت) سے متعلق ہو کر خبر مقدم(عذب المنہل) مضاف بامضاف الیہ مبتدا موخر ہے۔

⑥ (یقول لی) جملہ فعلیہ بن کر قول ہے اور شعر کے آخر تک کے جملے مقولہ ہیں (معجل) (قِری) کی صفت ہے اور اس کا عطف(بشر) پر ہے۔

فی خَفْضِ عیشٍ خَضِلٍ : خوشگوار زندگی کے آرام میں جیو۔ خَفْضُ العیش : آرام دہ زندگی خَفُضَ العَیْشُ (ک) خَفْضًا : زندگی کا آسان و آرام دہ ہونا۔ خَفَضَ الصوتَ (ض) خَفْضًا : آواز پست کرنا۔ اعراب میں زیر کو خفض کہتے ہیں اس لئے کہ وہ حرف کے نیچے ہوتا ہے۔

عیشٍ خَضِلٍ : خوشگوار زندگی، جس میں تر و تازگی ہو۔ خَضِلَ الشیءُ (س) خَضَلاً : تر ہونا۔

مُرْمِلٍ : یہ باب افعال سے صیغہ اسم فاعل ہے، محتاج، فقیر جس کے پاس زادِ سفر نہ ہو۔ أرملَ القومُ : توشہ ختم ہوا۔ أرملَ المَکانُ : ریت والا ہوا۔ أرملَتِ المرأۃُ : عورت کا شوہر مرگیا۔ ورَمَلَ (ن) رَمْلاً و رَمَلانًا : تیز چلنا، رَمَلَ السَّرِیْرَ : چارپائی کو مزین کرنا۔ رَمَلَ الثوبَ : کپڑا بُننا۔

نِضْوُ سُرًی : نِضْو (بکسر النون) اس اونٹ کو کہتے ہیں جو لاغر اور دبلا ہو، جمع : أنضاء۔ أَنْضَی البَعِیرَ : دبلا کرنا۔ نِضْوُ سُرًی سے یہاں مراد ابوزید ہے جو چلنے کی وجہ سے لاغر اور دبلا ہوگیا ہے۔

خَابِطِ لَيلٍ أَلْيَل : ایسا مسافر جو تاریک رات میں ٹامک ٹوئیاں اور بے بصیرت ہاتھ پاؤں مارے۔ خَبَطَ (ض) خَبْطاً: زور سے مارنا، بے ہدایت و بے بصیرت کام کرنا۔ لَيلٌ أَلْيَل : تاریک رات۔ أَلْيَل، لَيل کا اسم تفضیل ہے۔

جَوِي الحَشیٰ عَلَى الطَّوىٰ مُشتَمِل : جَوِيٌّ صفت کا صیغہ ہے۔ سوزش والا۔ جَوِيَ (س) جَوًى: سوزشِ غم وعشق میں مبتلا ہونا۔

ابن فارس نے لکھا ہے کہ جیم، واو اور یا کا مادہ کسی چیز کے ناپسند اور مکروہ ہونے پر دلالت کرتا ہے، کہا جاتا ہے: جَوِيتِ البلدَ: آب وہوا ناموافق ہوئی مِنْ اور عَنْ بھی اس کے صلہ میں استعمال کرتے ہیں۔ جَوِيت عَنِ البَلَدِ وَمِنَ البَلَدِ زھیر کا شعر ہے:

بَشِمتُ بِنِيِّهَا وَجَوِيتُ عَنْهَا وَعِنْدِي لَوْ أَرَدتُ لَهَا دَوَاءُ

الحَشیٰ: باطن، پیٹ کے اندر کا حصہ۔ الطَوىٰ: بھوک۔ عَلَى الطَّوىٰ، مُشتَمِل سے متعلق ہے۔ اصل عبارت ہے: جَوِيَ الحَشیٰ مُشتَمِلٌ عَلَى الطَّوىٰ، یعنی بھوک پر مشتمل ہونے کی وجہ سے وہ مسافر اندرونی سوزش وتکلیف میں مبتلا ہے۔

مَوئِل : ٹھکانہ۔ باب ضرب سے ظرف کا صیغہ ہے۔ وَأَلَ اليه (ض) وَأْلاً: ٹھکانہ پکڑنا، وَأَلَ مِنْهُ: چھٹکارا پانا۔ سورۂ کہف آیت ۵۸ میں ہے « بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ لَنْ يَجِدُوا مِنْ دُونِهِ مَوْئِلاً »

وَقَدْ دَجَا جُنْحُ الظَّلَامِ المُسْبِل : دَجَا اللَّيلُ (ن) دَجْوًا و دُجُوًّا: رات کا تاریک ہونا۔ جُنْح: رات کا حصہ۔ جَنَحَ اللَّيلُ (ف) جُنُوحًا: رات کا آنا۔ جَنَحَ إِلَيهِ: مائل ہونا۔ سورۂ انفال آیت ۶۱ میں ہے: « وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا » الظَّلَام: تاریکی۔ ظَلِمَ اللَّيلُ (س) ظُلْمَةً: تاریک ہونا۔ المُسْبِل: لٹکانے والا۔ باب افعال سے صیغۂ اسم فاعل ہے۔ أَسْبَلَ السِّتْرَ: پردہ لٹکانا۔ المُسْبِل، جُنْح کی صفت ہے۔ ترجمہ ہوگا: اور تحقیق تاریکی لٹکانے والا رات کا ٹکڑا سیاہ وتاریک ہوگیا۔

تَمَلْمَل : یہ باب تفعلل کا مصدر ہے تَسَرْبَلَ کے وزن پر۔ تَمَلْمَلَ الرَّجُلُ: بے چین ہونا، تڑپنا۔

عَذْبُ المَنْهَل : میٹھا چشمہ۔ المَنْهَل: چشمہ۔ جمع: مَنَاهِل۔

❊❊❊

قَالَ : فَبَرَزَ إِلَيَّ جَوْذر ، عَلَيْهِ شوذَر، وقال :

① وَحُرْمَةِ الشَّيْخِ الَّذِي سَنَّ الْقِرَى وأَسَّسَ المحجوجَ فی أُمّ القُرَى

② مَا عِنْدَنَا لِطَارِقٍ إِذَا عَرَى سِوَى الْحَدِيثِ والْمُنَاخِ فِي الذَّرَا

③ وَكَيْفَ يَقْرِيْ مَنْ نَفَى عَنْهُ الْكَرَى طَوًى بَرَى أَعْظُمَهُ لَمَّا انْبَرَى

④ * فَمَا تَرَى فِيمَا ذَكَرْتُ مَا تَرَى *

کہنے لگا، میری طرف ایک خوبصورت لڑکا ظاہر ہوا، اس پر چھوٹی سی چادر تھی اور اس نے کہا۔

① اس شخص کی حرمت کی قسم! جس نے ضیافت کی سنت جاری کی اور ام القری (مکہ) میں اس گھر کی بنیاد رکھی جس کا حج کیا جاتا ہے (یعنی بیت اللہ کی)

② ہمارے پاس رات کو آنے والے مہمان کے لئے جب وہ آئے بات اور صحن میں جائے قیام کے سوا کچھ بھی نہیں۔

③ اور وہ آدمی کس طرح مہمان نوازی کر سکتا ہے کہ اس کی نیند کو ایسی بھوک نے ختم کردیا ہے جس نے اس کی ہڈی (تک) تراش لی جب وہ بھوک اس کو لاحق ہوئی۔

④ پس آپ کی کیا رائے ہے جو کچھ میں نے ذکر کیا اس میں آپ کی کیا رائے ہے۔

**

① (و حرمة) واؤ قسمیہ ہے (حرمة الشيخ) مضاف با مضاف الیہ مقسم بہ ہے (الذی) اسم موصول (الشیخ) کے لئے صفت ہے (سَنّ) (الذی) کے لئے صلہ ہے (القِرى) (سَنّ) کے لئے مفعول بہ ہے (أسس) جملہ فعلیہ کا عطف (سن القرى) پر ہے (المحجوج) (أسس) کے لئے مفعول بہ ہے (فی أم القرى) (أسس) فعل سے بھی متعلق ہو سکتا ہے اور (الثابت) یا (الکائن) محذوف سے متعلق ہو کر (المحجوج) کے لئے صفت بھی بن سکتا ہے۔

② (ما عندنا...) (ما) مشبہ بلیس ہے (لطارق) جار مجرور (کائنا) سے متعلق ہو کر خبر مقدم اور (سوى الحديث والمناخ) اسم مؤخر ہے۔ (عندنا) (طارق) کے متعلق (کائنا) محذوف کے لئے ظرف ہے (فی الذرا) (المناخ) سے متعلق ہے (إذا

عری) میں (إذا) ظرفیہ مضاف ہے (عری) فعل فاعل مضاف الیہ ہے، یہ ماقبل جملہ کے لئے ظرف ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ (إذا عری) شرط ہو اور (ماعندنا لطارق) پورا جملہ جزا ہو۔

③ وکیف یَقْرِی مَنْ نَفَی عنہ الکَرٰی طَوًی بَرَی أعظمہ لما انبری

اس شعر میں « مَنْ » « یَقْرِی » کا فاعل ہے۔ « الکری » نفی کا مفعول بہ اور "طوی" اس کا فاعل ہے « بری أعظمہ » « طوی » کی صفت ہے۔ ترجمہ ہے : « اور وہ آدمی کس طرح مہمان نوازی کر سکتا ہے کہ ایسی بھوک نے اونگھ اور نیند کو اس سے ختم کر دیا ہے جس نے اس کی ہڈی تراش لی جب وہ بھوک اس کو لاحق ہوئی »

④ فاء تفریعیہ ہے (فیما ذکرت) (ماتری) سے متعلق ہے (فیما) میں (ما) موصولہ (ذکرت) صلہ ہے اور اس میں ضمیر مفعول بہ محذوف ہے جو موصول کی طرف راجع ہے ای (ذکرتہ)، (ماتری) میں (ما) استفہامیہ مبتدا ہے (تری) اس کی خبر ہے، اصل میں (تراہ) ہے ضمیر مفعول محذوف ہے۔

* * *

جُوْذَرٌ، شَوْذَرٌ : جُوْذَر ذال کے فتحہ اور ضمہ کے ساتھ۔ نیل گائے کے بچے کو کہتے ہیں۔ جمع : جَآذِر۔ ابن سیدہ کا کہنا ہے کہ یہ اصل میں فارسی کلمہ ہے۔ یہاں خوبصورت لڑکا مراد ہے۔

شَوْذَر : چھوٹی چادر۔ جمع : شَوَاذِر۔

المَحْجُوجُ فِي أُمِّ القُرٰی : المَحْجُوج : وہ جگہ جہاں کا قصد کیا جائے۔ باب نصر سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ حَجَّ یَحُجُّ (ن) حَجًّا : قصد کرنا۔ المَحْجُوج سے بیت اللہ شریف مراد ہے۔ أُمُّ القُرٰی سے مکہ مکرمہ مراد ہے۔

علامہ حریری نے جس شیخ کی حرمت وعزت کی قسم کھائی ہے اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام مراد ہیں، کیونکہ مہمان نوازی اور ضیافت کا سلسلہ سب سے پہلے انہوں نے جاری کیا تھا اور بیت اللہ کی تعمیر بھی انہوں نے کی تھی۔

عَرَا : عَرَاہُ (ن) عَرْوًا : پیش آنا، سامنے آنا، لاحق ہونا۔

المُنَاخُ فِي الذرٰی : مُنَاخ ، اونٹوں کے جائے قیام ، بیٹھنے کی جگہ۔

جدید اصطلاح میں مُنَاخ موسم، آب وہوا، ماحول اور فضا کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

جمع : مُنَاخَات۔

الكَرَىٰ : اونگھ. كَرِيَ الرَّجُلُ (س) كَرًى : اونگھنا.
بَرَىٰ ، انْبَرَىٰ : بَرَى الشَّيْءَ (ض) بَرْيًا : چھیلنا، تراشنا. باب انفعال سے انبَرَى کے معنی ہیں: سامنے آنا، پیش آنا۔
بَرَّاءَة ، مِبْرَاة : قلم تراش. مُبَارَاة : میچ، ٹورنامنٹ، مقابلہ.

***

فَقُلْتُ : مَا أَصْنَعُ بِمَنْزِلٍ قَفْرٍ ، وَمَنْزِلٍ حِلْفِ فَقْرٍ ! وَلٰكِنْ يَافَتَى ، ما اسْمُكَ ، فَقَدْ فَتَنَنِي فَهْمُكَ؟ فَقَالَ : اسْمِي زَيْد ، وَمَنْشَئِي فَيْد ، وَوَرَدْتُ هٰذِهِ الْمَدَرَةَ أَمْسِ ، مَعَ أَخْوَالِي مِنْ بَنِي عَبْسٍ .

میں نے کہا میں خالی گھر اور فقر کے حلیف میزبان کے ساتھ کیا کروں گا لیکن جوان! تیرا نام کیا ہے؟ تیری فہم نے تو مجھے فتنہ میں ڈالدیا، کہنے لگا میرا نام زید ہے اور میری جائے پیدائش فید ہے میں اس گاؤں میں بنو عبس سے تعلق رکھنے والے اپنے ماموؤں کے ساتھ کل آیا ہوں،

***

بِمَنْزِلٍ قَفْرٍ : خالی گھر. قَفْر، چٹیل خالی میدان۔ جمع : قِفَار ، قُفُورٌ ، قَفِرَ مَالُهُ (س) قَفَرًا : کم ہونا۔
مُنْزِل : باب افعال سے صیغۂ اسم فاعل ہے : اتارنے والا۔ مراد میزبان ہے۔
فَيْد : فید مکہ اور کوفہ کے درمیان میں واقع ایک شہر کا نام ہے، مکہ مکرمہ جانے والے قافلے اسی شہر میں آکر ٹھہرتے، بھاری قسم کا سامانِ سفر یہاں کے لوگوں کے پاس امانت رکھواتے اور پھر آگے روانہ ہوتے، قدیم ادب عربی کے اشعار میں "سلمٰی" نامی پہاڑ کا تذکرہ بکثرت ملتا ہے، یہ پہاڑ فید کے قریب واقع ہے۔ زہیر کا شعر ہے :

ثُمَّ اسْتَمَرُّوا وَقَالُوا إِنَّ مَشْرَبَكُمْ
مَاءٌ بِشَرْقِيِّ سَلْمَىٰ فَيْدُ اَوْ رَكَكُ

علامہ یاقوت حموی نے معجم البلدان (ج ۴ ص ۲۸۲) میں لکھا ہے کہ یہ شہر فید بن حام کی طرف منسوب ہے کہ وہ سب سے پہلے یہاں آکر آباد ہوئے تھے۔
الْمَدَرَة : گاؤں، شہر اس کی جمع مَدَر آتی ہے۔ خشک گارے کو بھی مَدَرَة کہتے ہیں۔
أَخْوَال : مفرده : خَالٌ : ماموں۔

فَقُلْتُ لَهُ: زِدْنِي إِيضَاحًا، عِشْتَ وَنُعِشْتَ، فَقَالَ: أَخْبَرَتْنِي أُمِّي بَرَّةُ، وَهِيَ كَاسْمِهَا بَرَّةٌ: أَنَّهَا نَكَحَتْ عَامَ الْغَارَةِ بِمَاوَانَ، رَجُلًا مِنْ سَرَاةِ سَرُوجَ أَوْ غَسَّانَ، فَلَمَّا آنَسَ مِنْهَا الْإِثْقَالَ - وَكَانَ بَاقِعَةً فِيمَا يُقَالُ - ظَعَنَ عَنْهَا سِرًّا، وَهَلُمَّ جَرًّا، فَمَا يُعْرَفُ: أَحَيٌّ هُوَ فَيُتَوَقَّعُ، أَمْ أُودِعَ اللَّحْدَ الْبَلْقَعَ.

میں نے کہا مزید وضاحت کردے (اللہ تیری صلاحیت کو اور بڑھاوے) زندہ رہ اور بلند کئے جا، تو کہنے لگا میری ماں برہ نے مجھے خبردی ہے ــــ اور وہ اپنے نام کی طرح برہ (نیک) ہے ــــ کہ اس نے ماوان میں لوٹ مار کے سال نکاح کیا سروج یا غسان کے سرداروں میں سے ایک آدمی کے ساتھ، جب اس آدمی نے اس سے حمل محسوس کیا ــــ اور وہ دھوکہ باز تھا جیسا کہ کہا جاتا ہے ــــ تو اس نے چھپکے سے اس کے پاس سے کوچ کرلیا اور اسی طرح مسلسل غائب رہا، اب معلوم نہیں کہ وہ زندہ ہے تاکہ اس کی توقع رکھی جائے یا خالی قبر میں رکھ دیا گیا ہے (اور مرچکا ہے)؟

* * *

عِشْتَ وَنُعِشْتَ: "آپ زندہ رہیں اور بلند رہیں" جملہ دعائیہ ہے نَعَشَهُ اللہُ (ف) نَعْشًا: اللہ نے اس کو بلند کیا، اٹھایا۔ لاش کو بھی نعش اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ چارپائی پر اٹھائی جاتی ہے۔
أَخْبَرَتْنِي أُمِّي بَرَّةُ وَهِيَ كَاسْمِهَا بَرَّةٌ: پہلا بَرَّة نام ہے اور دوسرا بَرَّة صفت ہے۔ بَرَّ فی قوله (ض) بِرًّا: سچا ہونا، نیک وفرمانبردار ہونا۔
عام الغارة: لوٹ مار کا سال غارة لوٹ مار کو کہتے ہیں۔ یہ إغارة کا اسم مصدر ہے۔ أَغَارَ عَلَيْهِ إِغَارَةً: یورش کرنا، حملہ کرنا۔
بِمَاوَان: ماوان دیار یمامہ میں ایک بستی کا نام تھا جہاں یمن کا مشہور قبیلہ ربیعہ آباد تھا، ماوان ماء کا تثنیہ ہے، عربی قواعد لغت کے اعتبار سے ماء کا تثنیہ ماهان ہونا چاہئے کیونکہ ماء کے حروفِ اصلیہ میم، واو اور ھا ہیں جیسا کہ اس کی جمع میاہ آتی ہے۔ تاہم خلاف قیاس ماءٌ کے ہمزہ کو واو سے بدل کر مَاوَان بنادیا۔ یہاں پانی بکثرت تھا اس وجہ سے اس علاقہ کو مَاوَان کہا جانے لگا۔

علامہ حموی نے معجم البلدان (ج ۵ ص ۴۵) میں اس کی ایک اور وجہ تسمیہ لکھی ہے کہ مَاوَان اصل میں مَفْعَلَان کے وزن پر تھا، یہ أَوَى إِلَيْهِ يَأْوِي سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ٹھکانہ پکڑنا۔

پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے ایک واو کو حذف کر دیا اس طرح کہ ماوَوان میں واوؔ ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدلا، ایک الف پہلے سے موجود تھا، دو الف ساکن جمع ہوئے پہلا الف گرا دیا گیا جو درحقیقت لام کلمہ تھا، یوں مَفعَان کے وزن پر مَاوَان بن گیا، یہ تکلف علامہ حموی نے اس لئے کیا تاکہ یہ لفظ بامعنی بن سکے، مَاوَان کے معنی ہوتے وہ مقام جہاں لوگ ٹھکانہ حاصل کرتے ہیں۔

عربی اشعار میں مَاوَان کا تذکرہ ملتا ہے، مشہور حماسی شاعر عروۃ بن الورد عبسی کہتے ہیں :

وقُلْتُ لقَوْمٍ فی الکَنِیفِ تَرَوَّحُوا　　عَشِیَّةَ بِتْنَا دُوْنَ مَاوَانَ رُزَّحٍ

ومَنْ یَكُ مِثْلِي ذَا عِیَالٍ ومُقْتِرًا　　مِنَ المَالِ یَطْرَحْ نَفْسَهُ كُلَّ مَطْرَحٍ

لِیَبْلُغَ عُذْرًا أو یَنَالَ رُغَیْبَةً　　ومَبْلَغُ نَفْسٍ عذرَهَا مِثْلُ مُنْجِحٍ

سراۃ : سَرِیٌّ کی جمع ہے، شریف، سردار۔ سَرَا (ن)، سَرْوا، سَرَاوَۃ، وسَرُوَ (ک)، سَرَاوَۃً : شریف ہونا۔

الإثقال : بابِ افعال کا مصدر ہے۔ أثْقَلَتِ المَرْأَۃُ : اس کا حمل بھاری ہو گیا إِثْقَال سے یہاں حمل مراد ہے۔

بَاقِعَۃ : ہشیار، چالاک۔ تا مبالغہ کی ہے۔ جمع : بَوَاقِع۔ بَقِعَ (س) بَقَعًا : مختلف رنگ کا ہونا۔ ظَعَنَ (ف) ظَعْنًا، ظُعُوْنًا : کوچ کرنا، سفر کرنا۔

ھَلُمَّ جَرًّا : کسی امر کے دوام و استمرار کی تعبیر کے لئے عربی میں یہ ترکیب استعمال کی جاتی ہے، کہتے ہیں : کان اول عام کذا وھَلُمَّ جَرًّا۔ یعنی پہلے سال اس طرح ہوا، پھر ہوا اور مسلسل ہوتا رہا۔

یہ کلمہ دو لفظوں سے مرکب ہے ھَلُمَّ اور جَرًّا سے، ھَلُمَّ اسم فعل ہے۔ اس لفظ کی تحقیق مختلف انداز سے کی گئی ہے :

① نحو کے مشہور امام خلیل بن احمد فرماتے ہیں کہ ھَلُمَّ دو لفظوں سے مرکب ہے، ہائے تنبیہ اور لَمَّ سے۔ لَمَّ کے معنی جمع کرنے اور ایک دوسرے کے قریب کرنے کے آتے ہیں، کہتے ہیں : لَمَّ اللّٰہُ شَعَثَہ : اللہ اس کے متفرق کاموں کو جمع کر دیں۔ ہائے تنبیہ اور لَمَّ دونوں کو ملایا، ھَالَمَّ بنا کثرتِ استعمال کی بناء پر ہائے تنبیہ کے الف کو حذف کیا تو ھَلُمَّ بنا۔

② امام فراء کوفی کہتے ہیں کہ ھَلُمَّ ھَلْ اور اُمَّ سے مرکب ہے۔ ھَلْ حرفِ استفہام نہیں بلکہ اسم فعل بمعنی أَسْرِعْ ہے جیسا کہ اس مصرعہ میں ہے : أَلَا أَبْلِغَا لَیْلَی وقُوْلَا لَهَا هَلَا " لیلیٰ سے کہو کہ جلدی کر" اور اَمَّ کے معنی قصد و ارادہ کرنے کے ہیں۔ أَمَّ الرَّجُلَ۔ أَمًّا : قصد کرنا۔ ھَلْ اور أُمَّ دونوں کو ملایا گیا، قَدْ فْلَحَ کے قاعدے کے مطابق أُمَّ میں ہمزہ کا ضمہ اٹھا کر ھَلْ کے لام کو دیدیا

گیا اور ہمزہ گرادیا گیا تو ھَلُمَّ بن گیا۔

اہل حجاز اور اہل نجد کے ہاں اس لفظ کے استعمال میں تھوڑا سا فرق ہے۔ حجازیین واحد جمع، مذکر مؤنث سب کے لئے ھَلُمَّ مفرد استعمال کرتے ہیں جبکہ اہل نجد کے ہاں اس کا استعمال عام افعال کی طرح ہے یعنی مذکر کے لئے ھَلُمَّ، مؤنث کے لئے ھَلُمِّيْ، جمع کے لئے ھَلُمُّوْا....

ھَلُمَّ لازم اور متعدی دونوں طرح مستعمل ہے، لازم کی صورت میں ترجمہ کرتے ہیں آئیے، چلئے۔ اور متعدی ہونے کی صورت میں ترجمہ ہوگا: لے آئیے، حاضر کیجئے۔ قرآن میں دونوں طرح مستعمل ہے۔ سورۃ انعام آیت ۱۵۰ میں ہے: قُلْ ھَلُمَّ شُھَدَآءَكُمْ۔ اور سورۃ احزاب آیت ۱۸ میں ہے: قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ ھَلُمَّ اِلَيْنَا....

دوسرا کلمہ جَرًّا ہے، یہ باب نصر کا مصدر ہے۔ جرّ جرًّا: کھینچنا، لیکن جیسا کہ بتایا گیا کہ ھَلُمَّ جَرًّا کی ترکیب دوام واستمرار کے لئے استعمال کی جاتی ہے اس لئے ھَلُمَّ کی طرح جَرًّا کے بھی معنی حقیقی مراد نہیں بلکہ دوام واستمرار مراد ہے۔ جَرًّا منصوب ہے۔ نصب کی تین وجہ بیان کی گئی ہیں...

① ھَلُمَّ کا مفعول مطلق ہے، ھَلُمَّ اور جَرًّا میں لفظا اور معنی حقیقی کے اعتبار سے اگر چہ اتحاد نہیں تاہم اس ترکیب میں دونوں استمرار کے لئے مستعمل ہے اس لئے جَرًّا ھَلُمَّ کا مفعولِ مطلق معنوی اعتبار سے بن سکتا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کو فعل محذوف کا مفعول مطلق قرار دیا جائے یعنی ھَلُمَّ جَرَّ جَرًّا۔

② دوسری توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ جَرًّا کو ھَلُمَّ کی ضمیر مستتر سے حال قرار دیا جائے، چونکہ اکثر نحویوں کے نزدیک مصدر حال نہیں بن سکتا اس لئے جَرًّا اس صورت میں جارًّا کے معنی میں ہوگا۔ یعنی استمر حال کونہ جارًّا مستمرًّا۔

③ اور جَرًّا کے منصوب ہونے کی تیسری توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس کو ھَلُمَّ کی ضمیر سے تمیز قرار دیا جائے یعنی اِیْتِ مِنْ حَيْثُ الاستمرار۔

علامہ ابن عابدین نے "الفَوَائِدُ العَجِيْبَه فِي اعراب الكلمات الغريبة" کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے عربی تعبیرات کے اس قسم کے کلمات پر بڑی تحقیقی اور نفیس بحث کی ہے، یہ رسالہ مجموعہ رسائل ابن عابدین میں شامل ہے۔ اس میں سب سے پہلے انہوں نے ھَلُمَّ جَرًّا کی تشریح کی ہے۔ لیکن اس قسم کی لفظی موشگافیاں ثانوی چیزیں ہیں، عربی طالب علم کا اول

ہدف یہ ہونا چاہئے کہ وہ یہ سیکھے اہل عرب کس تعبیر کے لئے کونسا لفظ کس طریقے سے استعمال کرتے ہیں، باقی اس لفظ کے تانے بانے کیا ہیں؟ وہ لفظ اس تعبیر کے لئے کیوں استعمال ہوتا ہے یہ بعد کی چیز ہے۔ افسوس کہ ہمارے ہاں رائج نظام تعلیم میں پوری صلاحیت اس "کیوں" میں صرف کی جاتی ہے، نتیجہ یہ کہ اہل عرب کی تعبیرات اور ان کے استعمال پر قدرت سے تو ہم عاری ہوتے ہیں، صرف "کیوں" میں ماہر ہوتے ہیں جو کسی کام کا نہیں۔ فإلى اللهِ المُشتَكىٰ.

اللَّحْدُ البَلْقَعُ : خالی قبر۔ بَلْقَعٌ کی جمع بَلَاقِعُ ہے، حدیث میں آتا ہے اليَمِينُ الكَاذِبَةُ تَدَعُ الدِّيَارَ بَلَاقِعَ یعنی جھوٹی قسم آباد گھروں کو ویران کردیتی ہے۔

***

قال أبو زيد : فَعَلِمْتُ بِصِحَّةِ العَلَامَاتِ أَنَّهُ وَلَدِي ، وَصَدَفَنِي عن التَّعَرُّفِ إِلَيْهِ صَفَرُ يَدِي، فَفَصَلْتُ عَنْهُ بِكَبِدٍ مَرْضُوضَةٍ، وَدُمُوعٍ مَفْضُوضَةٍ . فَهَلْ سَمِعْتُمْ يَاأُولِي الأَلْبَابِ ، بِأَعْجَبَ مِنْ هَذَا العُجَابِ! فَقُلْنَا : لَا وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الكِتَابِ ، فقال : أَثْبِتُوهَا في عجائب الاتفاقِ ، وَخَلِّدُوهَا بُطُونَ الأوراقِ ، فَمَا سُيِّرَ مِثْلُهَا في الآفاقِ . فَأَحْضَرْنَا الدَّوَاةَ وَأَسَاوِدَهَا ، وَرَقَشْنَا الحِكَايَةَ على ما سَرَدَهَا .

ابو زید نے کہا علامات کی صحت سے میں نے جان لیا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور میرے ہاتھ کے خالی ہونے (تہی دستی) نے مجھ کو اس کو پہنچاننے (اور تعارف کرانے) سے روکا، چنانچہ میں اس سے ٹوٹے ہوئے جگر اور بہائے ہوئے آنسو کے ساتھ جدا ہوا، پس اے عقلمندو! کیا تم نے اس سے زیادہ تعجب والی بات سنی ہے؟

ہم نے کہا، نہیں! قسم ہے اس ذات کی جس کے پاس علم الکتاب (لوح محفوظ کا علم) ہے تو کہنے لگا اس کو اتفاقی عجائبات میں ثابت کرلو اور ہمیشہ کے لئے اس کو بطونِ اوراق (کاغذوں کے پیٹ) میں رکھ دو، اس لئے کہ اس جیسا واقعہ اطراف عالم میں مشہور نہیں کیا گیا تو ہم نے قلم دوات حاضر کیا اور حکایت کو اس کے بیان کرنے کے مطابق لکھ لیا۔

***

وصَدَفَنِي عَنِ التَّعَرُّفِ إِلَيْهِ صَفَرُ يَدِي : صَدَفَ (ن ض) صَدَفَهُ عَن كَذَا۔ صَدْفًا: روکنا۔ وصَدَفَ عَنْهُ صُدُوفًا : اعراض کرنا۔ سورۃ انعام آیت ۱۵۷ میں ہے: سَنَجْزِي

الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ » صَدَفَهُ وصَادَفَهُ: اچانک ملنا۔ صَدَفٌ: سیپی، جمع : أَصْدَاف۔

صَفَرُ يَدِي یعنی ہاتھ کا دراہم ودینار وغیرہ سے خالی ہونا۔ صَفِرَت الدار (س) صَفَرًا: خالی ہونا۔ صَفَرُ يَدِي، صَدَفَنِي کا فاعل ہے۔

بِكَبِدٍ مَرْضُوضَةٍ : كَبِد: جگر، جمع: أَكْبَادٌ وكُبُودٌ۔ مَرْضُوضَة : ٹوٹا ہوا، کوٹا ہوا۔ رَضَّ (ن) رضًّا: کوٹنا

دُمُوعٌ مَفْضُوضَةٌ : بہائے ہوئے آنسو۔ فَضَّ الدَّمْعَ (ن) فَضًّا: آنسو بہانا۔ فضّ کے معنی تقسیم کرنے منتشر کرنے اور برخاست کرنے کے بھی آتے ہیں۔ فضّ الاجتماع: جلسہ برخاست کرنا۔ فض الاشتباك بين المتحاربين: تصادم کو روکنا۔ فضّ الختم: مُہر توڑنا۔

اولی الألباب : عقل والے۔ الأَلْبَاب لُبٌّ کی جمع ہے۔ ہر شئی کا خالص، مغز، عقل۔

خَلِّدُوهَا: ہمیشہ کے لئے رکھدو، باب تفعیل سے امر ہے۔ خَلَدَ الشَّيْءُ (ن) خُلْدًا و خُلُودًا: ہمیشہ ہونا۔

الدَّوَاة وأَسَاوِدُهَا: دواۃ اس ظرف کو کہتے ہیں جس میں روشنائی ہوتی ہے۔ جمع: دُوِيٌّ دَوَيَات۔ أساوِد: أَسْوَد کی جمع ہے۔ أَسْوَد: سیاہ سانپ کو کہتے ہیں۔ یہاں أَساوِد سے قلم مراد ہیں۔

رَقَشْنَا: یہ جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ رَقَشَ (ن) رَقْشًا: نقاشی کرنا۔ لکھنا۔

علی ماسَرَدَهَا: یعنی جس طرح اس نے وہ حکایت بیان کی تھی۔ سَرَدَ الحديثَ (ن) سَرْدًا: اچھی طرح روانی کے ساتھ بیان کرنا، نقل کرنا۔ سَرَدَ الصَّوْمَ: لگاتار روزے رکھنا۔ سَرَدَ کے معنی سوراخ کرنے کے بھی آتے ہیں۔

***

ثم استنبطْنَاهُ عَنْ مُرْتَآه، فی استضمام فَتَاهُ، فقال: إذَا ثَقُلَ رُدْنِي، خَفَّ عَلَيَّ أَنْ أَكْفُلَ ابْنِي؛ فقُلنا: إنْ كَانَ يَكْفِيكَ نِصَابٌ مِنَ المالِ، أَلْفَنَاهُ لكَ فی الْحَالِ؛ فقالَ: وَكَيفَ لا يُقْنِعُنِي نِصَابٌ، وَهَلْ يَحْتَقِرُ قَدْرَهُ إلاَّ مُصَابٌ!

پھر ہم نے اس نوجوان سے ملنے کے بارے میں اس سے اس کی رائے معلوم کرنا چاہی تو وہ کہنے لگا جب میری آستین بھاری ہو جائے گی (یعنی جب میری جیب بھر جائے گی، پرانے زمانے میں جیب آستین میں بنائی جاتی تھی) تب میرے لئے اپنے بیٹے کی کفالت کرنا آسان ہو گا، ہم نے کہا اگر مال کی کچھ مقدار آپ کے لئے کافی ہو سکتی ہے تو ہم آپ کے لئے فی الحال جمع کر دیتے ہیں، کہنے لگا، مال کی مقدار میرے لئے کیسے کافی نہیں ہو سکتی؟ اتنی مقدار کو حقیر نہیں سمجھے گا مگر جو مجنون ہو۔

***

اسْتَبْطَنَّاهُ عَنْ مُرْتَآهُ : ہم نے اس کی رائے معلوم کرنا چاہی۔ اسْتَبْطَنَ : اندر کا حال معلوم کرنا، معاملہ کی تہہ تک پہنچنا، نوعیتِ واقعہ کو سمجھنا۔ مُرْتَآهُ میں "ہ" ضمیر ابوزید کی طرف راجع ہے۔ مُرْتَا : رائے، غرض۔ اصل میں مُرْتَأَىٌ تھا، ہمزہ الف سے بدلا، یا تخفیفاً حذف کر دی گئی مرتا بن گیا۔ اس کے حروفِ اصلیہ رَأْيٌ ہیں۔ رُدْن : آستین، جمع : أَرْدَان، أَرْدِنَة۔

يَحْتَقِرُ : احْتِقَارًا، وحَقَرَ (ض) حَقَارَةً : حقیر سمجھنا۔ وحَقُرَ الرَّجُلُ (ک) حَقَارَةً : حقیر ہونا۔ مُصَابٌ : پاگل، مجنون۔

***

قال الراوي : فالتزمَ مِنهُ كلٌّ مِنَّا قِسْطًا، وَكَتَبَ لَهُ بِهِ قِطًّا، فشكَرَ عِندَ ذَلِكَ الصُّنْعَ، وَاسْتَنْفَدَ فِي الثَّنَاءِ الْوُسْعَ، حَتَّى إِنَّنَا اسْتَطَلْنَا الْقَوْلَ، وَاسْتَقْلَلْنَا الطَّوْلَ.

راوی نے کہا: ہم میں سے ہر ایک نے مال کے ایک حصہ کو (اپنے اوپر) لازم کر دیا اور ابوزید کے لئے اس حصہ کا چک لکھ دیا، تو اس نے اس احسان کے وقت شکریہ ادا کیا اور تعریف میں اپنی پوری وسعت و طاقت لگا دی یہاں تک کہ ہم نے اس کی بات کو لمبا (اور زیادہ) اور اپنے عطیہ کو کم سمجھا۔

***

قِطًّا : بلی کو بھی کہتے ہیں، چک اور خط کو بھی کہتے ہیں۔ یہاں چک اور خط مراد ہیں۔ جمع : قِطَاطٌ و قِطَطَةٌ۔

اسْتَنْفَدَ فِي الثَّنَاءِ الْوُسْعَ : " اس نے تعریف میں اپنی پوری وسعت و طاقت لگا دی "

اسْتَنْفَدَ قُوَاهُ : پوری طاقت لگا دینا۔ نَفِدَ (س) نَفَادًا : ختم ہونا۔

الطَّوْل : عطیہ، مالداری، بخشش، قدرت۔ سورۃ مومن آیت ۳ میں ہے: "وَغَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ"۔

***

ــــــــــ ثُمَّ إِنَّهُ نَشَرَ مِنْ وَشْيِ السَّمَرِ، مَا أَزْرَى بِالْحِبَرِ، إِلَى أَنْ أَظَلَّ التَّنْوِيْرُ، وَجَشَرَ الصُّبْحُ الْمُنِيْرُ، فَقَضَّيْنَاهَا لَيْلَةً غَابَتْ شَوَائِبُهَا، إِلَى أَنْ شَابَتْ ذَوَائِبُهَا، وَكَمَلَ سُعُوْدُهَا، إِلَى أَنِ انْفَطَرَ عُوْدُهَا.

پھر اس نے ایسی مزین قصہ گوئی نشر کی جس نے منقش چادروں کو بھی عیب دار کردیا (یعنی اس قصہ گوئی کے حسن کے مقابلہ میں یمنی منقش چادروں کا نقش و نگار بھی ہیچ معلوم ہوتا تھا) یہاں تک کہ روشنی ہونے لگی اور روشن صبح طلوع ہونے لگی ہم نے وہ رات گذاری، ایسی رات جس کے حوادث غائب ہوگئے یہاں تک کہ اس کی زلفیں سفید ہوگئیں اس کی برکت و خوشحالی مکمل ہوگئی، یہاں تک کہ اس کی لکڑی پھٹ گئی (اور صبح ہوگئی)

***

وَشْي : مصدر۔ وَشَى فُلَانٌ الثَّوْبَ (ض) وَشْيًا و شِيَةً : منقش ومزین کرنا۔ وَشَى بِهِ إِلَى أَحَدٍ۔ وَشْيًا و وِشَايَةً : چغلی کھانا، شکایت کرنا۔

ابن فارس نے لکھا ہے کہ واو، شین اور حرف معتل اصلاً دو معنوں پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے، ایک کسی چیز کی تحسین وتزیین پر اور دوسرے چغل خوری پر۔

یہاں وَشْی سے وہ کپڑے مراد ہیں جو ریشم کے مختلف رنگوں سے مزین کیے گئے ہوں۔

ما أزرى بالحبر : ما موصولہ ہے۔ أزرى بالأمر: عیب لگانا، ذلیل کرنا، ذلیل سمجھنا۔ زَرَى عَلَى الشَّيْءِ (ض)، زِرَايَةً : عیب لگانا، امام شافعی کی طرف منسوب مشہور شعر ہے۔

لَوْلَا الشِّعْرُ بِالْعُلَمَاءِ يُزْرِي لَكُنْتُ الْيَوْمَ أَشْعَرَ مِنْ لَبِيْدِ

الحِبَر : حِبَرَةٌ کی جمع ہے۔ یمانی چادر کو کہتے ہیں، حبرۃ کی جمع حِبَرَات بھی آتی ہے۔

جَشَرَ : (ن) جُشُوْرًا : طلوع ہونا۔

لَيۡلَةٌ غَابَتۡ شَوَائِبُهَا إِلَى أَنۡ شَابَتۡ ذَوَائِبُهَا : شَوَائِب : شَائِبَةٌ کی جمع ہے۔ وہ چیز جو خالص نہ ہو۔ یہاں حوادث مراد ہیں۔
شَابَتۡ (ض) شَيۡبًا : بوڑھا ہونا، بالوں کا سفید ہونا ۔
ذَوَائِب ذُؤَابَةٌ کی جمع ہے ۔ ذُؤَابَةٌ : ہر شئ کے اوپر کا حصہ، گیسو، سر کے اگلے حصے کے بال۔ ترجمہ ہے : اس رات کے حوادث غائب ہو گئے یہاں تک کہ اس کے گیسو سفید ہو گئے یعنی صبح ہونے لگی۔ رات کی تاریکی کو گیسو کے ساتھ تشبیہ دی اور سپیدۂ سحر کو بالوں میں سفیدی سے تعبیر کیا۔
انفطَرَ عُوۡدُهَا : انفطر: پھٹ جانا۔ فَطَرَ (ن) فَطۡرًا : پیدا کرنا۔ عُوۡد: لکڑی، جمع : أَعۡوَاد ۔ رات کی لکڑی پھٹ گئی، یعنی صبح ہوئی ۔

***

وَلَمَّا ذَرَّ قَرۡنُ الۡغَزَالَةِ ، طَمَرَ طُمُورَ الۡغَزَالَةِ ، وَقَالَ : انۡهَضۡ بِنَا لِنَقۡبِضَ الصِّلَاتِ ، وَنَسۡتَنِضَّ الإِحَالَاتِ ، فَقَدِ اسۡتَطَارَتۡ صُدُوعُ كَبِدِي ، مِنَ الۡحَنِينِ إِلَى وَلَدِي ۔ فَوَصَلۡتُ جَنَاحَهُ ، حَتَّى سَنَّيۡتُ نَجَاحَهُ ؛ فَحِينَ أَحۡرَزَ الۡعَيۡنَ فِي صُرَّتِهِ ، بَرَقَتۡ أَسَارِيرُ مَسَرَّتِهِ ،

چنانچہ جب سورج کی کرن طلوع ہوئی تو وہ ہرنی کے کودنے کی طرح کودا اور کہنے لگا، ہمارے ساتھ اٹھیں تاکہ ہم عطیات کو قبضہ کرلیں اور حوالہ کئے ہوئے قرضوں کو نقد بنالیں اس لئے کہ اپنے بیٹے کی طرف اشتیاق کی وجہ سے میرے جگر کے ٹکڑے اڑ گئے، چنانچہ میں نے اس کے بازو کو ملایا (یعنی اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے ملا کر اس کے ساتھ چل دیا) حتی کہ میں نے اس کی کامیابی آسان بنادی، پس جب اس نے اپنے تھیلہ میں سونے کو جمع کردیا تو اس کی مسرت کی لکیریں چمک گئیں،

***

ذَرَّ قَرۡنُ الغَزَالَة : ذَرَّ (ن) ذُرُوۡرًا : ظاہر ہونا، طلوع ہونا۔ قَرۡن : سینگ ۔
الغَزَالَة : سورج کا نام ہے۔ سورج کے بہت سے نام ہیں، عام طور پر دس نام ذکر کرتے ہیں جن میں پانچ تا کے ساتھ اور پانچ بغیر تا کے ہیں ① الغَزَالَة ② الجارية ③ الجَوۡنَة ④ مهَاة ، ⑤ الإِلَاهَة ⑥ الشَّمۡس ⑦ السِّرَاج ⑧ الضِّحّ ⑨ ذُكَاء ⑩ بوح

طَمَرَ طُمُوْرَ الغَزَالَةِ : ہرن کے کودنے کی طرح کودا۔ طَمَرَ (ن) طُمُوْرًا : کودنا۔ الغَزَالَة : ہرن۔

نَسْتَنِضُّ الإِحَالَاتِ : "ہم حوالوں کو نقد کریں" اسْتَنَضَّ حَقَّهٗ مِنْ فُلَانٍ : کسی سے اپنا حق تھوڑا تھوڑا وصول کرنا۔ اسْتَنَضَّ مَعْرُوْفًا : تھوڑا تھوڑا کر کے فائدہ حاصل کرنا۔ ونَضَّ مَالَهٗ (ض) نَضًّا ونَضِيْضًا : نقدی میں تبدیل کرنا۔ اہل حجاز دراہم و دنانیر کو نض کہتے ہیں : خُذْ مَا نَضَّ لَكَ مِنْ دَيْنٍ : جو مل سکے لے لو۔

ابن فارس نے لکھا ہے کہ نون، ضاد ایک تو کسی چیز کے مُیَسَّر ہو جانے پر دلالت کرتے ہیں اور دوسرے حرکت پر دلالت کرتے ہیں۔ حَيَّةٌ نَضْنَاضَةٌ : وہ سانپ جو زبان ہلائے۔

الإِحَالَاتِ سے وہ قرضے مراد ہیں جن کے وعدے رات کے وقت کئے تھے۔ إِحَالَة اس دَیْن کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے کے ذمہ لگایا جائے۔

صُدُوْع : ٹکڑے، مفرد : صَدْعٌ۔

حَنِيْن : مصدر بمعنی شوق۔ حَنَّ إِلَيْهِ (ض) حَنِيْنًا : مشتاق ہونا۔ حَنَّ عَلَيْهِ۔ حَنَّةً و حَنَانًا : شفقت کرنا۔

سَنَّيْتُ نَجَاحَه : "میں نے اس کی کامیابی آسان بنا دی" باب تفعیل سے ہے۔ سَنَّى الشَّيْءَ : آسان بنانا۔ سَنَا البَرْقُ (ن) سَنَاءً : روشن ہونا۔ سَنَا الشَّيْءُ : بلند ہونا۔ سَنَا الشَّيْءَ : آسان بنانا۔ سَنَا فُلَانٌ ۔ سَنْوًا، سُنُوًّا، سِنَاوَةً : سیراب کرنا۔

ابن فارس نے لکھا ہے کہ یہ مادہ ایک تو بلندی وارتفاع پر دلالت کرتا ہے، دوسرے سیراب کرنے پر۔

أَحْرَزَ العَيْنَ فِي صُرَّتِهٖ : اس نے سونے کو اپنے تھیلے میں جمع کر دیا۔ صُرَّةٌ : تھیلہ۔ جمع : صُرَرٌ۔

***

وَقَالَ لِي : جُزِيتَ خَيْراً عَنْ خُطَا قَدَمَيْكَ ، وَاللّٰهُ خَلِيفَتِي عَلَيْكَ ! فَقُلْتُ : أُرِيدُ أَنْ أَتْبَعَكَ لِأُشَاهِدَ وَلَدَكَ النَّجِيبَ ، وَأُنَافِثَه لِكَيْ يُجِيبَ .

اور مجھ سے کہنے لگا "تیرے قدموں کے درمیان کے فاصلوں (یعنی چلنے) کا تجھے بہتر جزا دی جائے اور اللہ تعالیٰ تجھ پر میرا قائم مقام ہو" میں نے اس سے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ کے پیچھے چلوں تاکہ آپ کے شریف بیٹے کو دیکھ سکوں اور اس سے بات کروں تاکہ وہ جواب دے،

فنظرَ إليَّ نظرَةَ الخادِعِ إلى المَخدُوعِ وضَحِكَ حتّى تغرْغَرَت مُقلَتَاهُ بالدُّمُوعِ، وأنشَدَ :

تو اس نے مجھے اس طرح دیکھا جس طرح فریب دینے والا فریب خوردہ کو دیکھتا ہے اور ہنسنے لگا حتی کہ اس کی دو آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور شعر پڑھنے لگا:

***

خُطَا قَدَمَيكَ : قدموں کے درمیان کا فاصلہ۔ خُطَا : خُطوَة کی جمع ہے : دوقدموں کے درمیان کا فاصلہ۔
أنافِثُهُ : باب مفاعلہ سے صیغہ مضارع متکلم ہے۔ نافَثَه : اس کو مخاطب کیا۔ نَفَثَ (ن ض) نَفثًا و نَفَثَانًا : تھتکارنا، پھونکنا۔
تَغَرغَرَت مُقلَتَاهُ بالدُّمُوعِ : اس کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ تَغَرغَرَ باب تفعلل ملحق برباعی مزید فیہ سے ہے۔ تَغَرغَرَت عَينَاهُ : آنکھوں کا آنسو سے اس طرح بھر جانا کہ آنسو باہر نہ نکلے۔ مُقلَتَان تثنیہ ہے اس کا مفرد مُقلَةٌ ہے : آنکھ۔

***

① يَا مَنْ تَظَنَّى السَّرَابَ مَاءً لَمَّا رَوَيتُ الَّذِي رَوَيتُهُ
② مَا خِلتُ أن يَستَسِرَّ مَكرِي وَأَنْ يُخِيلَ الَّذِي عَنَيتُهُ
③ وَاللهِ مَا بَرَّةٌ بِعِرْسِي وَلاَ لِيَ ابنٌ بِهِ اكتَنَيتُهُ
④ وَإِنَّمَا لِي فُنُونُ سِحرٍ أَبدَعتُ فِيهَا وَمَا اقتَدَيتُهُ

① اے وہ شخص جس نے سراب کو پانی سمجھا جس وقت میں نے روایت کیا وہ قصہ جو میں نے روایت کیا۔
② میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ میرا مکر چھپ جائے گا اور یہ کہ وہ چیز مشتبہ ہو جائے گی جس کا میں نے ارادہ کیا۔
③ بخدا! نہ برہ میری بیوی اور نہ میرا کوئی بیٹا ہے جس کے ساتھ میں نے کنیت رکھی ہو۔
④ بے شک میرے لئے جادو کے کچھ فنون ہیں جن کو میں نے ایجاد کیا اور ان میں کسی کی اقتداء نہیں کی۔

⑤ لَمْ يَحْكِهَا الأَصْمَعِيّ فِيماَ حَكَى ، وَلاَ حَاكَهَا الكُمَيْتُ
⑥ تَخِذْتُهَا وُصْلَةً إِلَى مَا تَجْنِيهِ كَفِّي مَتَى اشْتَهَيْتُ
⑦ وَلَوْ تَعَافَيْتُهَا لَحَالَتْ حَالِي ، وَلَمْ أَحْوِ مَاحَوَيْتُ
⑧ فَمَهِّدِ الْعُذْرَ أَوْ فَسَامِحْ إِنْ كُنتُ أَجْرَمْتُ أَوْ جَنَيْتُ

ثُمَّ إِنَّهُ وَدَّعَنِي وَمَضَى ، وَأَوْدَعَ قَلْبِي جَمْرَ الْغَضَى.

⑤ نہ اصمعی نے ان کو حکایت کیا ان واقعات میں جو انہوں نے حکایت کئے اور نہ کمیت نے انہیں بُنا ہے۔

⑥ میں نے ان کو وسیلہ بنایا ہے اس چیز کی طرف جس کو میری ہتھیلی چنتی ہے جب میں چاہوں۔

⑦ اگر میں اس کو ترک کردیتا تو میری حالت بدل جاتی اور میں جمع نہیں کرسکتا اس کو جو میں نے جمع کیا۔

⑧ اس لئے آپ عذر قبول کریں یا درگذر کردیں اگر میں نے کوئی جرم کیا یا جنایت کی،

پھر اس نے مجھے چھوڑا اور چلا گیا اور میرے دل میں درخت غضا کے انگارے رکھ کے گیا۔

* * *

① (یا) حرف ندا ہے (مَنْ) موصولہ منادی ہے (تظنی) صلہ ہے (السراب) مفعول بہ ہے (ماءً) مفعول بہ ثانی ہے (لَمّا) ظرفیہ مضاف ہے (رَوَيْت) جملہ فعلیہ مضاف الیہ ہے مضاف با مضاف الیہ (تظنی) کے لئے ظرف ہے (الذی) اسم موصول (رویت) کے لئے مفعول بہ ہے (رویت) جملہ فعلیہ صلہ ہے اور ضمیر مفعول محذوف ہے ای (رویته)۔

② (ماخِلتُ) یہ جواب ندا ہے (أنْ يستسر) جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول بہ ہے (مکری) (يستسر) کا فاعل ہے (أن يخيل) کا عطف (أنْ يستسر) پر ہے (الذی) اسم موصول (يخيل) کا فاعل ہے (عنيت) صلہ ہے۔

③ (وا للہ) قسم ہے(مابرۃ بعرسی) جواب قسم ہے(برّۃ) (ما) مشبہ بلیس کااسم ہے(بعرسی) میں باءزائدہ ہےاور(عرسی) خبر ہے(ولالی ابن) (لا) مشبہ بلیس ہے (لی) (کائنا) محذوف سے متعلق ہوکر خبر مقدم اور(ابنٌ)اسم موخر موصوف ہے اس جملہ کا عطف(مابرۃ) پر ہے(بہ) (اکتنیت) کے لئے متعلق مقدم ہے(اکتنیت) جملہ فعلیہ صفت ہے(ابن) موصوف کے لئے۔

④ (إنما) (إنّ) حرف مشبہ بالفعل ہے(ما) کافہ ہے(لی) (کائن) سے متعلق ہوکر خبر مقدم ہے اور (فنونُ سحر) مبتدا مؤخر ہے(أبدَعْتُ) (فنون سحر) کی صفت ہے (فیھا) (أبدعت) سے متعلق ہے(وما اقتدیت) کا عطف(أبْدَعْتُ) پر ہے۔

⑤ (لم یحکھا الأ صمعی) جملہ فعلیہ پہلے شعر میں(فنون سحر) کے لئے صفت ثانیہ ہے(فیما حکی) (لَمْ یحکھا) سے متعلق ہے(فی) جارہ ہے اور(ما) مصدریہ بھی ہوسکتاہےاور موصولہ بھی ای(فی حکایتہ أو فیما حکاہ) (لاحاکھا) کاعطف(لم یحکھا) پرہے (الکُمیت) (حاکھا) کافاعل ہے۔

⑥ (وُصْلَۃ) (تخذتھا) کے لئے مفعول بہ ثانی ہے(إلی ما....) (وُصلَۃ) سے متعلق ہے(ما) موصولہ ہے(تجنیہ) جملہ فعلیہ صلہ ہے (کفی) (تجنیہ) کا فاعل ہے (متی) ظرفیہ مضاف اور(اشتھیت) جملہ فعلیہ مضاف الیہ ہے، یہ (تجنیہ) کے لئے ظرف ہے۔

⑦ (لو) حرف شرط ہے(تعافیتھا) جملہ فعلیہ شرط ہے(لَحالَتْ) جزاہے(حالی) (حَالَت)کافاعل ہے(لم أحو) کاعطف(لَحالَتْ) پرہے(ما) موصولہ(أحو) کے لئے مفعول بہ ہے (حَوَیتُ) (ما) کے لئے صلہ ہے اور ضمیر مفعول محذوف ہے ای (حویتہ)۔

⑧ فاء جزائیہ ہے(العذر) (مَھّدْ) کے لئے مفعول بہ ہے(أو) عاطفہ ہے (فسامح) میں بھی فاء جزائیہ ہےاور یہ جملہ معطوف علیہ اور معطوف مل کر جزامقدم ہے (...کنت أجرَمْتُ)شرط مؤخرہے،(جنیت) کاعطف(أجْرَمْتُ) پرہے۔

تَظَنّيَ السَّرَاب : تَظَنّیٗ باب تفعل سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اصل میں تَظَنَّنَ تھا ایک نون کو خلافِ قیاس یاء سے بدل دیا تَظَنّیٗ ہوگیا۔ سَرَاب اس ریت کو کہتے ہیں جو مسافر کو دھوپ اور چاندنی میں دور سے بہتے ہوئے پانی کی مانند معلوم ہوتی ہے۔

مَاخِلْتُ : خَالَ الشَّیْءَ يَخَالُ (س) خَيْلاً، خَيْلَةً، مَخِيْلَةً، خَيْلُوْلَةً، خَيَلَانًا: خیال کرنا، گمان کرنا۔ کہتے ہیں: مَنْ يَسْمَعْ يَخَلْ یعنی جو لوگوں کی خبریں اور عیوب سنے گا تو لوگوں کے متعلق اس کے دل میں برائی پیدا ہوگی۔

وأنْ يُخِيلَ الَّذِی عَنَيْتُ : أَخَالَ الشَّیْءُ : مشتبہ ہونا۔ کہتے ہیں: هٰذَا أَمْرٌ لَايُخِيلُ : یہ معاملہ مشتبہ نہیں ہے۔ اس کے صلہ میں علی استعمال کرتے ہیں يُخِيلُ الْأَمْرُ عَلَيْهِ : مشتبہ ہوگیا أَخَالَتِ السَّمَاءُ لِلْمَطَرِ : آسمان بارش برسانے والا ہے۔

لَمْ يَحُكْهَا الْأَصْمَعِیُّ وَلَاحَاكَهَا الْكُمَيْتُ : یعنی میرے پاس ایسے فنون ہیں کہ نہ اصمعی نے وہ بیان کئے ہیں اور نہ کمیت شاعر نے وہ بُنے ہیں۔ حَاكَ الثَّوْبَ (ن) حَوْكًا وحِيَاكًا : کپڑا بُننا۔

کچھ اصمعی کے بارے میں

اصمعی عربی لغت کے شہرۂ آفاق امام ہیں، ان کا سلسلہ نسب ہے، عبدالملک بن قُرَیب بن عبدالملک بن علی بن اصمع۔ چوتھی پشت میں ان کے دادا کا نام اصمع ہے، ان ہی کی طرف نسبت کرکے انہیں اصمعی کہتے ہیں۔ بصرہ میں ۱۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔ ۲۱۶ھ میں بصرہ ہی میں وفات پائی۔

لغت کے سولہ ہزار دفتر ان کو حفظ تھے۔ علامہ سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ (ج ۲ ص۱۱۲) میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ اصمعی اور امام ابوعبیدۃ فضل بن الربیع کے پاس گئے۔ فضل نے اصمعی سے پوچھا گھوڑے کے متعلق آپ نے کچھ لکھا ہے؟ اصمعی نے کہا ایک کتاب لکھی ہے، پھر ابوعبیدۃ سے پوچھا: اس نے کہا میں نے پچاس جلدیں لکھی ہیں، اس پر فضل بن ربیع نے ابوعبیدۃؒ سے کہا تم نے پچاس جلدیں گھوڑے کے متعلق لکھی ہیں، سامنے گھوڑا کھڑا ہے سر سے لیکر پاؤں تک اس گھوڑے کے ایک ایک عضو کا نام ذرا بتادو۔ ابوعبیدۃؒ نے کہا یہ میرے بس کی بات نہیں، میں نے تو اہل عرب سے جیسے سنا محفوظ کرلیا۔ فضل نے اصمعی سے کہا کہ آپ بتادیں۔ اصمعی اٹھے اور گھوڑے کی پیشانی سے لے کر پاؤں تک ایک ایک عضو کا نہ صرف یہ کہ نام بتاتے رہے بلکہ ساتھ ساتھ اس کے متعلق کہے گئے اشعار بھی سناتے رہے فضل بن الربیع نے وہ گھوڑا انعام میں اصمعی کو دیدیا۔ ابن خلکان کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ فضل نے ابوعبیدۃؒ سے پوچھا کہ اصمعی کی اس تفصیل سے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ ابوعبیدۃ نے کہا بعض میں غلطی

کی اور بعض نام صحیح بتائے ہیں، جو صحیح بتائے ہیں وہ تو مجھ سے سیکھے ہیں اور جن میں غلطی کی معلوم نہیں کہاں سے لئے ہیں۔ لکھا ہے کہ ابو عبیدۃ کو چھیڑنے کے لئے اصمعی ان کے پاس اسی گھوڑے پر سوار ہو کر جاتے تھے۔

علامہ ابن خلکان نے وفیات الاعیان (ج ۳ ص ۱۷۱) میں ہارون الرشید کے دربار میں کسائی اور اصمعی کا مناظرہ نقل کیا ہے، اصمعی نے کسائی سے پوچھا راعی کے اس شعر کا کیا مطلب ہے

قَتَلُوا ابْنَ عَفَّانَ الْخَلِيْفَةَ مُحْرِمًا ۔۔۔ وَدَعَا فَلَمْ أَرَ مِثْلَهُ مَخْذُوْلاً

کسائی نے کہا محرما سے محرم بالحج مراد ہے، مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کو ایسی حالت میں شہید کیا جب وہ حج کے احرام میں تھے۔

اصمعی نے کہا اگر محرما سے احرام بالحج میں ہونا مراد ہے تو پھر عدی بن زید کے اس شعر کا کیا مطلب ہے

قَتَلُوْا كِسْرٰى بِلَيْلٍ مُحْرِمًا ۔۔۔ فَتَوَلّٰى فَلَمْ يُمَتَّعْ بِكَفَنٍ

کیا کسریٰ بھی محرم بالحج ہونے کی حالت میں قتل کیا گیا تھا؟ پھر خود تشریح کرتے ہوئے کہنے لگے کہ راعی کے شعر میں "مُحْرِمًا" سے حرمت اسلام میں ہونا مراد ہے کہ اسلام نے ان کے خون کو حرمت و حفاظت عطا کی تھی لیکن اس کے باوجود انہیں شہید کیا گیا۔ اور عدی کے قول میں "محرما" سے کسریٰ کے اصحاب پر کسریٰ کی حفاظت کے سلسلہ میں عائد ہونے والی ذمہ داری اور عہد کی حرمت مراد ہے۔

تب ہارون الرشید کسائی سے کہنے لگے: إِذَا جَاءَكَ الشِّعْرُ فَإِيَّاكَ وَالْأَصْمَعِيَّ۔ جب معاملہ شعر و شاعری کا ہو تو اصمعی سے باز رہو۔ علامہ زرکلی نے الأعلام (ج ۴ ص ۱۶۲) میں لکھا ہے کہ ہارون الرشید اصمعی کو "شیطان الشعر" کہتے تھے۔

اصمعی کے حافظہ کا اندازہ آپ اس واقعہ سے لگا سکتے ہیں جو علامہ ابن خلکان نے وفیات الاعیان (ج ۳ ص ۱۷۳) میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ امیر حسن بن سہل نے ادیبوں کو جمع کیا جن میں اصمعی، ابو عبیدۃ اور نصر بن علی وغیرہ شامل تھے۔ ادیبوں کے ساتھ گفتگو شروع کرنے سے قبل امیر نے مختلف ضروریات کے لئے دی گئی پچاس درخواستوں پر اپنی صوابدید کے مطابق احکامات لکھ کر جاری کئے، پھر ادیبوں سے گفتگو شروع کی، محدثین کا تذکرہ چلا تو ابو عبیدہ اصمعی پر تعریض کرتے ہوئے کہنے لگے کہ جناب! گزرے ہوئے لوگوں کا تذکرہ کرنے سے کیا فائدہ؟ اس مجلس میں بھی موجود کچھ لوگ اسلاف جیسے حافظہ کا دعوی کر کے کہتے ہیں کہ ایک بار کوئی کتاب پڑھنے کے بعد دوبارہ اس کے دیکھنے کی انہیں ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ اور کوئی بات ایک مرتبہ ان کے ذہن میں داخل ہو جائے پھر کبھی نہیں نکلتی۔

اصمعی نے کہا جناب! ابوعبیدۃ مجھ پر تعریض کر رہے ہیں، لیکن واقعہ وہی ہے جیسا انہوں نے بیان کیا۔ ابھی آپ نے پچاس درخواستوں پر مختلف احکامات لکھے، قریب ہونے کی وجہ سے میں دیکھ رہا تھا، اگر آپ چاہیں تو وہ تمام درخواستیں منگوالیں، ہر درخواست میں جو کچھ لکھا ہوگا میں تمام زبانی سنائے دیتا ہوں، وہ تمام درخواستیں لائی گئیں، اصمعی نے بالترتیب زبانی وہ درخواستیں اور امیر کی طرف سے ان پر لکھے گئے احکامات سنانا شروع کئے۔ جب چالیس سے کچھ اوپر پہنچے تو نصر بن علی نے اصمعی کو منع کیا کہ کہیں نظر بد لگ جائے گی تب اصمعی رک گئے۔

مشہور جرمنی مستشرق ولیم اھلورد نے اصمعی کے مخصوص قصائد پر "اصمعیات" کے نام سے کتاب لکھی ہے جو طبع ہو چکی ہے، عبدالجبار جومرد نے بھی "الأصمعی حیاته وأثاره" کے نام سے امام اصمعی پر ایک کتاب لکھی ہے۔

کچھ کُمَیت کے بارے میں

کمیت عربی ادب کے مانے ہوئے مشہور شاعر ہیں، ان کے متعلق ابوعکرمہ کہتے تھے: لَوْلَا شِعْرُ الْکُمَیْتِ لَمْ یَکُنْ لِلُّغَۃِ تَرْجُمَانٌ "اگر کمیت کے اشعار نہ ہوتے تو عربی زبان کا کوئی ترجمان نہ ہوتا" زرکلی نے الاعلام (ج ۵ ص ۲۳۳) میں لکھا ہے کہ کمیت نے پانچ ہزار سے زائد اشعار کہے ہیں۔

کمیت فطری ذہین اور حاضر گو تھے، علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (ج ۵ ص ۳۸۸) میں لکھا ہے کہ کمیت ابھی بچے ہی تھے، ایک دن مشہور شاعر فرزدق کے پاس کھڑے ہو کر اشعار پڑھنے لگے، فرزدق نے ازراہِ تفنن کمیت سے کہا "لڑکے! اگر میں آپ کا والد ہوتا تو یہ بات تیرے لئے باعثِ خوشی ہوتی؟" کمیت نے کہا "اپنے والد کے بدل کی تو میں تمنا نہیں کرتا البتہ اگر میری والدہ ہوتے تو مجھے خوشی ہوتی"۔ مسکت جواب سن کر فرزدق کہنے لگا مَا مَرَّ بِیْ مِثْلُهَا اس جیسا واقعہ میرے ساتھ کبھی پیش نہیں آیا۔

کمیت کی شاعری کا اکثر حصہ بنو ہاشم کی مدح اور بنو امیہ کی مذمت کے گرد گھومتا ہے، وہ بنو امیہ کو غاصب کہتے ہیں کہ بنو امیہ نے بنو ہاشم کا حق خلافت غصب کیا ہے، اس کی وجہ سے کمیت کو بڑی تکلیفیں اٹھانی اور قید و بند کی صعوبتیں جھیلنی پڑیں، ہشام بن عبدالملک نے انہیں قید کیا لیکن کمیت جیل سے فرار ہوئے، ڈاکٹر شوقی ضیف نے اپنی مشہور عربی تصنیف تاریخ الادب العربی (ج ۲ ص ۳۲۵) میں کمیت کے جیل سے فرار ہونے کے متعلق لکھا ہے کہ ان کی بیوی کو اندر جا کر کمیت سے ملنے کی اجازت

تھی، ایک باراں کی بیوی چپکے سے اندر گئی، کمیت نے بیوی کے کپڑے پہنے اور باہر نکلے، محافظ سمجھے کہ کمیت کی بیوی ہے، اس طرح جیل سے فرار ہونے میں وہ کامیاب ہوئے، کئی سال گمنامی میں گزارے، ہشام نے انہیں گرفتار کرنے کی بڑی کوشش کی لیکن گرفتار نہ ہوسکے، ایک دن خود ہشام بن عبدالملک کے دربار میں حاضر ہوئے اور ہشام کی خدمت میں ایک فصیح خطبہ پڑھا۔ یہ خطبہ ابن عبدربہ نے العقد الفرید (ج ۲ ص ۱۸۵) میں نقل کیا ہے، اس کا کچھ حصہ ہے:

"مُبْتَدِئُ الحَمْدِ ومُبْتَدِعُهُ، الَّذِي خَصَّ بِالْحَمْدِ نَفْسَهُ وأمَرَ بِهِ مَلَائِكَتَهُ، وَجَعَلَهُ فَاتِحَةَ كِتَابِهِ ومُنْتَهٰى شُكْرِهِ، وَكَلَامَ أَهْلِ جَنَّتِهِ، أَحْمَدُهُ حَمْدَ مَنْ عَلِمَ يَقِيْنًا وأَبْصَرَ مُسْتَبِيْنًا، وأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ العَرَبِيُّ وَرَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الأُمِّيُّ ....إِنِّي يَا أَمِيْرَ المُؤْمِنِيْنَ تُهْتُ فِي حَيْرَةٍ وحِرْتُ فِي سَكْرَةٍ، حَائِدًا عَنِ الْحَقِّ، قَائِلًا بِغَيْرِ الصِّدْقِ فَهٰذَا مَقَامُ العَائِذِ بِكَ ومَنْطِقُ التَّائِبِ و مُبْصِرًا لِهُدًى بَعْدَ طُوْلِ العَمٰى. يَا أَمِيْرَ المُؤْمِنِيْنَ، كَمْ مِنْ عَائِذٍ أَقَلْتُمْ عَثْرَتَهُ وَمُجْتَرِمٍ عَفَوْتُمْ عَنْ جُرْمِهِ....أَطَالَ اللّٰهُ لِأَمِيْرِ المُؤْمِنِيْنَ البَقَاءَ، وَأَتَمَّ عَلَيْهِ النَّعْمَاءَ، ودَفَعَ بِهِ الأَعْدَاءَ۔

یہ خطبہ سنتے ہی ہشام کا غصہ ختم ہوا اور کمیت کو بڑے انعام واکرام سے نوازا۔

کمیت ۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (ج ۵ ص ۳۸۹) میں لکھا ہے کہ کمیت وفات کے وقت یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

وَالحُبُّ فِيْهِ حَلَاوَةٌ وَمَرَارَةٌ سَائِلْ بِذٰلِكَ مَنْ تَطَعَّمَ أَوْ ذُقِ
مَا ذَاقَ بُؤْسَ مَعِيْشَةٍ وَنَعِيْمَهَا فِيْمَا مَضٰى أَحَدٌ إِذَا لَمْ يَعْشَقِ

"محبت میں مٹھاس اور تلخی دونوں ہیں، یہ بات اس سے معلوم کرو جس نے یہ چکھا ہو یا خود اس کا ذائقہ چکھ لو۔ گزرے ہوئے لوگوں میں جس نے عشق نہیں کیا، اس نے زندگی کی برائی اچھائی کا مزہ نہیں چکھا"

بنو ہاشم کے متعلق کمیت نے جو قصائد کہے ہیں وہ "الهاشميات" کے نام سے طبع

ہو چکے ہیں اور جرمن زبان میں بھی ان کا ترجمہ ہوا۔ عبد المتعال صعیدی نے کمیت پر عربی میں مستقل کتاب لکھی ہے جو چھپ چکی ہے۔

تخذ تُهَا : تخذ اتَّخَذَ کا مخفف ہے، اتَّخَذَ سے ہمزہ اور فا کلمہ تا کو تخفیفاً گرا دیا گیا تو تَخَذَ بن گیا، اس کی اور بھی کئی نظیریں ہیں جیسے تَقَى، اتَّقَى، تَسَعَ، اتَّسَعَ، تَجَهَ، اِتَّجَهَ۔ أَخَذَ (ن) أَخْذًا: پکڑنا۔

تَعَافَيْتَ : باب تفاعل سے ہے۔ تَعَافَى الشئَ: چھوڑنا، ترک کرنا۔ عَفَا (ن) عَفْوًا : معاف کرنا، چھوڑنا۔

فَمَهَّدَ العُذْرَ : مَهَّدَ لِفُلَانٍ عُذْرَهُ : عذر قبول کرنا، عذر بیان کرنے کا طریقہ سکھلانا مَهَّدَ السَّبِيلَ لِكَذَا : کسی کام کے لئے راستہ ہموار کرنا۔ مَهَّدَ الفِرَاشَ : بستر بچھانا، مَهَدَ (ف) مَهْدًا : ہموار کرنا، نرم بنانا، آسان بنانا۔

مَهْد، مِهَادٌ : بستر، گہوارہ۔ فی المَهْدِ : ابتداء میں۔

جَمْرِ الغَضَا : جَمْر، جَمْرَةٌ کی جمع ہے : انگارہ۔ غَضَا: غَضَاةٌ کا مفرد ہے۔ غَضَاة جھاؤ کی طرح ایک درخت کو کہتے ہیں جس میں دیر تک آگ باقی رہتی ہے۔

المَقَامَةُ السَّادِسَةُ المَرَاغِيَّةُ

چھٹے مقامہ میں علامہ حریری نے ایک خاص ادبی صنعت کا حامل خط لکھا ہے، اس خط میں کمال یہ کیا ہے کہ ہر پہلا کلمہ ایسے حروف پر مشتمل ہے جن میں نقطے نہیں آتے اور دوسرے کلمہ کے تمام حروف منقوط ہیں اور یہی خط اس مقامہ کا ادبی معیار ہے، قصہ کی ترتیب یوں ہے کہ حارث بن ہمام ایک ادبی مجلس میں بیٹھے تھے، ذکر چل رہا تھا کہ موجودہ دور میں جتنے بھی ادیب ہیں، وہ پرانے ادیبوں کے مقلد اور خوشہ چیں ہیں، وہ اپنی طرف سے کوئی انوکھی اور نئی ادبی صنف ایجاد نہیں کرسکتے، مجلس کے کونہ میں ایک بوڑھا بیٹھا تھا، اس نے کہا تمہارے اس بات سے مجھے اتفاق نہیں کیونکہ اس دور میں بھی ایسا ادیب موجود ہے جو کلام کی تمام اصناف پر قادر ہے، لوگوں نے پوچھا کون ہے، کہنے لگا "میں ہوں" امتحان کے طور پر اس سے کہا گیا، اگر آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں تو ایسا خط لکھیں جس میں ایک کلمہ کے تمام حروف غیر منقوط اور دوسرا منقوط ہو، اس نے کچھ دیر سوچا اور ان سے کہا، قلم دوات اٹھاؤ اور لکھو، چنانچہ پورا خط اس طرح لکھوا دیا، یہ حیرت انگیز خط لکھ کر لوگوں نے اس سے تعارف پوچھا تو اشعار میں اس نے اپنا تعارف کرایا کہ میں ابوزید سروجی ہوں، حاکم کو جب یہ خبر پہونچی تو اسے جلس ادبی کا نگران بنانا چاہا لیکن اس نے معذرت کی اور اشعار میں کہا کہ شہر شہر گھومنا مجھے پسند ہے کیونکہ حکام کے مزاج کا کچھ پتہ نہیں چلتا، پل میں مہربان تو پل میں نالاں! اس مقامہ میں انیس اشعار ہیں۔

المقامة السادسة وهي المراغية

وتعرف بالخيفاء

روى الحارثُ بن همّامٍ قال: حضَرْتُ دِيوانَ النَّظر بالمَراغةِ، وقَدْ جَرَى بِهِ ذِكْرُ البَلاغَةِ؛ فأَجْمَعَ مَنْ حضَرَ منْ فُرْسَانِ اليَرَاعَةِ، وأَرْبابِ البَرَاعَةِ، عَلَى أَنَّهُ لَمْ يبْقَ مَنْ يُنَقِّحُ الإنشاءَ، ويتصرَّفُ فِيهِ كيفَ شاءَ، ولاَ خلَفَ، بعدَ السَّلَفِ، مَنْ يبْتَدِعُ طَرِيقَةً غرَّاءَ، أوْ يفْتَرِعُ رِسالَةً عَذْرَاءَ، وأنَّ المُفْلِقَ مِنْ كُتَّابِ هَذَا الأَوَانِ، المتمكِّنَ مِن أَزِمَّةِ البَيَانِ، كالعِيالِ عَلَى الأوائِلِ، ولَوْ ملكَ فَصَاحَةَ سَحْبانِ وَائل.

حارث بن ہمام نے روایت کرکے کہا میں مراغہ شہر میں مجلس فکر و نظر میں حاضر ہوا، جہاں پر بلاغت کا ذکر جاری تھا چنانچہ قلم کے شہسواروں اور ارباب کمال میں سے جو حاضر تھے انہوں نے اس پر اتفاق کیا کہ اب کوئی شخص ایسا نہیں رہا جو انشاء کو عمدہ اور پاکیزہ کرسکے اور جیسا چاہے اس میں تصرف کرسکے، اسلاف کے بعد کوئی ایسا شخص پیچھے نہیں رہا جو کوئی روشن طریقہ ایجاد کرسکے یا کوئی انوکھا (اور جدید) خط و مضمون پھاڑ سکے (لکھ سکے) بلاشبہ اس زمانے کے لکھنے والوں میں سے باکمال انشاء پرداز جو بیان کی لگاموں پر قادر ہو پہلے لوگوں کے مقابلے میں بچوں کی طرح ہے، اگرچہ وہ سحبان وائل کی فصاحت کا مالک ہو۔

***

یہ چھٹا مقامہ ہے، آذربیجان کے مشہور شہر مراغہ کی طرف منسوب ہے، اس کو خیفاء بھی کہتے ہیں۔ خیفاء خَیَف سے ماخوذ ہے، خیف کے معنی ہیں: ایک آنکھ کا زرد اور دوسری کا سیاہ ہونا۔ اس مقامہ میں علامہ حریری نے ایک خط لکھا ہے جس میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ اس خط کے پہلے کلمہ کا ہر حرف منقوط اور دوسرے کلمہ کے تمام حروف غیر منقوط ہوں اس وجہ سے اس مقامہ کو خیفاء کہتے ہیں۔ ہم آگے جہاں خط شروع ہوگا علامہ حریری کی اس میں اختیار کردہ صنعت کے متعلق گفت گو کریں گے۔

دیوان النظر : مجلسِ مناظرہ، وہ جگہ جہاں ادیب فکر و نظر کے سلسلہ میں محفل جماتے ہیں۔
فرسانُ البِرَاعَة : قلم کے شہسوار۔ فُرسان: فارس کی جمع ہے : شہسوار، گھوڑا سوار۔
بِرَاعَة ، قلم ناتراشیدہ۔ بَرَاعَة: اصل میں نرکل کو کہتے ہیں جس سے قلم بنایا جاتا تھا۔ یراعۃ کے اور بھی معانی ہیں : بانسری، جگنو، بزدل۔ جمع : یَرَاع۔
اَرْبَابُ البَرَاعَةِ : اربابِ فضل و کمال۔ بَرُعَ الرَّجُلُ (ف۔ک) بُرُوْعًا و بَرَاعَةً : صاحبِ کمال ہونا، ماہر ہونا۔
یَفْتَرِعُ رِسَالَةً عَذْرَاء : یَفْتَرِعُ : افتعال سے ہے : پھاڑنا وَفَرَعَ (ف) فَرْعًا : چڑھنا، بلند ہونا۔ رِسَالَةً عَذْرَاء : انوکھا خط، مضمون۔ عَذْرَاء اصل میں کنواری لڑکی کو کہتے ہیں، جمع : عَذَارِی (را، کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ) و عَذْرَاوَات۔
مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا مضمون لکھ دے جو پہلے کسی نے نہ لکھا ہو، وہ انوکھی اور نئی صنعت کا حامل ہو۔
المُفْلِق : باب افعال سے صیغۂ اسم فاعل ہے، شریشی نے اس کا ترجمہ کیا ہے المُفْلِق: الفَصِیحُ الَّذِیْ یَأْتِی بِالفِلْق، وَهُوَ الشَّیْءُ العَجِیبُ یعنی مفلق اس فصیح آدمی کو کہتے ہیں جو کوئی عجیب چیز بیان کرے۔ شَاعِرٌ مُفْلِقٌ : باکمال شاعر۔ اَفْلَقَ فِی الکِتَابَةِ وَالشِّعْرِ : ماہر ہونا۔ فَلَقَ الصُّبْحُ (ض۔ن) فَلْقًا : نمودار ہونا۔ فَلَقَ الشَّیْءَ : پھاڑنا۔
کُتَّاب : مضمون نگار و انشاء پرداز۔ مفرد : کَاتِبٌ۔ أَزِمَّة : لگام۔ مفرد : زِمَامٌ۔

***

وكان بالمجلسِ كهلٌ جالسٌ فی الحاشیَةِ ، عِندَ مواقفِ الحاشیة ، فکان کلّما شَطَّ القومُ فی شَوْطِهِمْ ، وَ نَثَرُوا العَجْوَةَ والنَّجوةَ مِن نَوْطِهِمْ ، ینبیءُ تخازُرُ طَرْفِهِ ، وتَشامُخُ أنفِهِ ، أنّهُ مُخْرَنبِقٌ لِینباعَ ، وَمُجْرَمِّزٌ سَیَمُدُّ الباعَ ، ونابضٌ یبری النبالَ ، وَرَابضٌ یَبْغی النِّضالَ

مجلس میں ایک ادھیڑ عمر آدمی کنارے پر خادموں کے کھڑے ہونے کی جگہوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا (اس کی حالت یہ تھی کہ) جب بھی لوگ (کلام کے میدان میں) اپنی گردش میں دور چلے جاتے اور اپنے توشہ دان سے عمدہ اور ردی کھجور کو بکھیرتے (عمدہ اور ردی

کھجوروں سے عمدہ اور ردی کلام مراد ہیں اور توشہ دان سے ذہن و دماغ مراد ہیں یعنی جب لوگ ذہن و دماغ سے اچھی بری باتیں بیان کرتے) تو اس آدمی کا گوشۂ چشم سے دیکھنا اور ناک چڑھانا اس بات کی خبر دیتا تھا کہ وہ خاموشی سے سر جھکانے والا ہے تاکہ حملہ کرسکے اور سمٹ کر بیٹھنے والا ہے کہ عنقریب دراز کرے گا بازوؤں کو (پرندہ بسا اوقات اڑنے اور پھڑپھڑانے سے پہلے سکڑ جاتا ہے اور سکڑ کر پھر اڑ جاتا ہے، پرندہ کی اسی کیفیت کے ساتھ حریری نے تشبیہ دی ہے) اور کمان کا چلہ کھینچنے والا ہے کہ تراشے (کلام کے) تیروں کو (یعنی جس طرح کمان کا چلہ چڑھائے کوئی شخص تیروں کو درست کرتے ہوئے تیر برسانے کے انتظار اور تاک میں ہو اسی طرح وہ آدمی زبان کے تیر برسانے کے لئے تیار نظر آرہا تھا) اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر تیر اندازی چاہتا ہے۔

***

كَهْل : ادھیڑ عمر۔ یہ عمر تقریباً تیس سے پچاس سال کے درمیان ہوتی ہے۔ جمع : كُهُولٌ وَكُهْلَانٌ۔ كَهَلَ الرَّجُلُ (ف) كَهْلًا : ادھیڑ عمر ہونا۔

الحَاشِيَة : طرف، جانب۔ جمع : حَوَاشِي، پہلے الحَاشِيَة سے مجلس کا کنارہ مراد ہے اور دوسرے الحَاشِيَة سے مجازاً خادم وغیرہ مراد ہیں کیونکہ خدام عام طور سے مجلس کے کنارے پر بیٹھتے ہیں۔

شَطّ : (ن۔ ض) شَطًّا وشُطُوطًا : دور ہونا، حد سے آگے بڑھنا۔ شَطَّة : تیز مرچ۔

شَوْطِهِم : شَوْط : ایک مرتبہ چکر جمع : أَشْوَاطٌ۔ حدیث میں آتا ہے : طَافَ بِالبَيْتِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ۔

العَجْوَة والنَّجْوَة مِنْ نَوْطِهِم : العَجْوَةُ : ایک عمدہ قسم کی کھجور ہوتی ہے۔ جس کے متعلق مشہور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس کا درخت لگایا تھا۔ نَجْوَة : ردی کھجور۔ نَوْط : وہ تھیلا جس میں چھوارے وغیرہ زادِ سفر کے طور پر ڈالے جاتے ہیں۔ جمع : أَنْوَاط۔ نَاطَ (ن) نَوْطًا : لٹکانا۔ کھجور کی تھیلی کو بھی نوط اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ کجاوے کے ساتھ لٹکائی جاتی تھی۔

تَخَازُرُ طَرْفِهِ : تَخَازُر : باب تفاعل کا مصدر ہے۔ تَخَازَرَ الرَّجُلُ وَخَزَرَ (ن) خَزْرًا : ضَيَّقَ عَيْنَيْهِ لِيُحَدِّدَ النَّظَرَ : تیز نظروں سے دیکھنے کے لیے آنکھ کو سکیڑنا، گوشۂ چشم سے دیکھنا وَخَزِرَ (س) خَزَرًا : تنگ آنکھ والا ہونا۔ طَرْف : کنارہ، منتہا، آنکھ۔ یہاں آنکھ مراد ہے۔ سورۃ ابراہیم آیت ۴۳ میں ہے : لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ۔

طَرَفَ الرجلُ (ض) طَرْفًا : دیکھنا۔
تَشَامُخُ أَنْفِهِ : تَشَامَخَ الرَّجُلُ : بلند ہونا، تکبر کرنا۔ تَشَامَخَ أَنْفَه : تکبر کی وجہ سے ناک چڑھائی۔ وشَمَخَ (ف) شَمْخًا وشُمُوْخًا کے بھی یہی معنی ہیں۔
مُخْرَنْبِق : یہ ملحق برباعی مزیدفیہ باب افعنلال سے صیغہ اسم فاعل ہے، مُخْرَنْبِق اس شخص کو کہتے ہیں جو سر جھکائے کسی مشکل کو سوچ رہا ہو۔ اِخْرَنْبَقَ الرَّجُلُ۔ اِخْرِنْبَاقًا : سر جھکانا، زمین سے چمٹنا۔
لِيَنْبَاعَ : یہ باب انفعال سے واحد مذکر امر غائب کا صیغہ ہے، اِنْبَاعَ الرَّجُلُ اِلَیْهِ : ممتد ہونا، کسی کام کے لیے اپنے آپ کو پھیلانا۔ بَاعَ الرَّجُلُ (ن) بَوْعًا : بخشش دینے کیلئے ہاتھ پھیلانا۔ إِنَّهُ مُخْرَنْبِقٌ لِيَنْبَاعَ محاورہ ہے، اس وقت کہتے ہیں جب کوئی آدمی خاموش ہو لیکن موقع پاتے ہی حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، ترجمہ یہ ہے : "وہ گردن جھکایا ہوا ہے تاکہ حملہ کرے"۔
ومُجْرَمِّزٌ سَيَمُدُّ الْبَاعَ : مُجْرَمِّز : ملحق برباعی مزیدفیہ باب اِحْرَنْجَمَ سے صیغہ اسم فاعل ہے۔ اجرَمَّزَ الرَّجُلُ : سکڑنا، سمٹنا، لوٹنا، بھاگنا۔ الباع : پھیلائے ہوئے دونوں بازوؤں کے درمیان کا فاصلہ جو تقریبًا چھ فٹ ہوتا ہے۔ یہاں بازو مراد ہیں۔ جمع : أَبْوَاع وبَاعَات ترجمہ ہے : "وہ سکڑا ہوا ہے عنقریب پھیلائے گا دونوں بازوؤں کو"
نَابِضٌ يَبْرِي النِّبَالَ : نَابِضٌ : کمان کا چلہ کھینچنے والا۔ نَبَضَ القَوْسَ (ض) نَبْضًا ونَبَضَانًا : کمان کا چلہ کھینچنا۔ نَبَضَ العِرْقُ : حرکت کرنا۔ يَبْرِي (ض) بَرْيًا : تراشنا۔ النِّبَال : نَبْلٌ کی جمع ہے : تیر۔ یعنی وہ کمان چڑھائے ہوئے تیروں کو تراش رہا ہے۔
رَابِضٌ يَبْغِي النِّضَالَ : رَابِضٌ : گھٹنے کے بل بیٹھنے والا۔ رَبَضَ (ض) رَبْضًا و رُبُوضًا : گھٹنے کے بل بیٹھنا۔ رَبَضٌ، مَرْبَضٌ : بکریوں کا باڑہ۔ جمع : أَرْبَاض ومَرَابِض رَبَضُ المَدِينَة : شہر کی ملحقہ عمارتیں۔ النِّضال : باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ نَاضَلَهُ مُنَاضَلَةً ونِضَالًا : مقابلہ کرنا۔ ونَضَلَ (ن) نَضْلًا : غالب آنا، بازی لے جانا۔

آج کل نِضَال سرفروشی اور جدوجہد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ نِضَالٌ سِيَاسِيٌّ : سیاسی جدوجہد کرنا۔ النِّضَال ضِدَّ الإِسْتِعْمَار : سامراج کے خلاف جدوجہد۔ نِضَالِيٌّ : سرفروشانہ، مجاہدانہ۔ مُنَاضِل : جانباز، سرفروش۔

* * *

فلمّا نُثِلَتِ الكنائنُ ، وفاءت السّكائنُ ، ورَكَدَتِ الزّعازِعُ ، وكَفّ المُنازِعُ ، وسَكَنَتِ الزّماجِرُ ، وسَكَتَ المَزْجُورُ والزاجِرُ ، أقْبَلَ عَلَى الجماعة ، وقال :

پس جب تمام ترکش خالی کردیئے گئے، سکون لوٹ آیا، تیز ہوائیں رک گئیں، جھگڑنے والا باز آگیا، شور و ہنگامے پرسکون ہوگئے اور ڈانٹ زدہ اور ڈانٹنے والا (دونوں) خاموش ہوگئے تو وہ جماعت کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا:

* * *

نُثِلَتِ الكنائنُ : نَثَلَ مَا فِي الكِنَانَةِ (ض ن) نَثْلاً : ترکش کو تیروں سے خالی کرنا، تیر بکھیر دینا۔ ابن فارس نے لکھا ہے کہ نون، ثا، لام کا مادہ إخْرَاجُ الشَّئِ خُرُوْجٌ عن الشئ پر دلالت کرتا ہے۔ الكنائن : ترکش، مفرد : كِنَانَةٌ۔

وفاءَتِ السّكائن : فَاءَ (ض) فَيْئًا : لوٹنا۔ سورۂ حجرات آیت ۹ میں ہے : فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيْٓءَ إِلَىٰٓ أَمْرِ اللّٰهِ فَإِنْ فَآءَتْ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا.... سایۂ اصلی کو فئ کہتے ہیں کہ اس وقت وہ اپنی اصل کی طرف لوٹا ہوتا ہے۔ جماعت کو فِئَةٌ کہتے ہیں کیونکہ جماعت کے افراد ایک دوسرے کی طرف مختلف امور میں رجوع کرتے ہیں۔ سکائن : مفرد سَكِيْنَةٌ : سکون، آرام وطمانینت، وقار۔

ورَكَدَتِ الزّعازِع : رَكَدَ (ن) رُكُوْدًا : ٹھہرنا۔ الزَّعَازِعُ : تیز ہوائیں، مفرد : زَعْزَعٌ و زَعْزَاعٌ۔

وكفّ المنازع : كَفَّ الرَّجُلُ (ن) كَفًّا : رُکنا۔ المُنَازِع : جھگڑنے والا : نَازَعَ الرَّجُلَانِ : دونوں لڑ پڑے۔ نَزَعَ کے اصل معنی جیسا کہ ابن فارس نے لکھا ہے اکھاڑنے اور کھینچنے کے آتے ہیں۔ البتہ صلات اور قرائن سے اس کے معنی بدلتے رہتے ہیں۔ نَزَعَ المَرِيْضُ (ض) نَزْعًا : قریب المرگ ہونا۔ نَزَعَ عَنِ الأَمْرِ : رُکنا۔ نَزَعَ الشَّئَ مِنْ مَكَانِهٖ : کھینچنا، اکھیڑنا۔ نَزَعَ إِلَىٰ أَهْلِهٖ (ض) نُزُوْعًا : مشتاق ہونا۔ جمیل کا شعر ہے :

فَقُلْتُ لَهُمْ: لَا تَعْذُلُوْنِيْ وَانْظُرُوْنِيْ ۔۔۔ إِلَى النَّازِعِ المَقْصُوْرِ كَيْفَ يَكُوْنُ

"میں نے ان سے کہا مجھے ملامت نہ کرو اور رحم کرو اس مشتاق شخص پر جو روکا گیا ہے کہ اس کی کیا حالت ہے"

جدید اصطلاح میں نَزْعَة رجحان، جذبہ اور میلان کے لیے استعمال کرتے ہیں۔
النَّزْعَةُ العَدْوَانِيَّة : جارحانہ رجحان۔ جمع : نَزَعَات۔
الزَّمَاجِر : مفرد، زَمْجَرَة : شور وہنگامہ از بعث۔ زَمْجَرَ الرَّجُلُ : زور سے چیخنا۔
المَزْجُورُ وَالزَّاجِر : المَزْجُور : اسم مفعول، جس کو ڈانٹا جائے۔ الزَّاجِر : ڈانٹنے والا۔ زَجَرَ (ن) زَجْرًا : ڈانٹنا، دھمکانا، جھڑکنا۔ زَجَرَ عَنْهُ : منع کرنا، روکنا۔

***

لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ، وَجُزْتُمْ عَنِ الْقَصْدِ جِدًّا ، وَعَظَّمْتُمُ الْعِظَامَ الرُّفَاتَ ، وَافْتَتُّمْ فِي الْمَيْلِ إِلَى مَنْ فَاتَ ، وَغَمَصْتُمْ جِيلَكُمُ الَّذِينَ فِيهِمْ لَكُمُ اللِّدَاتُ ، وَمَعَهُمُ انْعَقَدَتِ الْمَوَدَّاتُ .

تم یقیناً ایک ناپسندیدہ چیز لائے ہو، تم نے میانہ روی (اور اعتدال) سے بہت تجاوز کیا، بوسیدہ ہڈیوں کی بہت تعظیم کی، ان لوگوں کی طرف مائل ہونے میں تجاوز کیا جو فوت ہو چکے ہیں، اور حقیر سمجھا اپنی اس نسل کو جس میں تمہارے ہم عصر ہیں اور ان کے ساتھ (تمہاری) محبتیں قائم ہیں،

***

شَيْئًا إِدًّا : ہولناک چیز۔ إِدٌّ : صفت کا صیغہ ہے دشوار و ہولناک کام، مصیبت۔ جمع : إِدَاد، إِدَدٌ۔ أَدَّهُ الوَيْلُ (ن۔ض) أَدًّا : مصیبت میں ڈالا، أَدَّ الأَمْرُ : بڑا معلوم ہونا، گراں گزرنا۔ سورۂ مریم آیت ۸۹ میں ہے : لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا۔
وَجُزْتُمْ عَنِ القَصْدِ جِدًّا : جُزْتُمْ : جمع مخاطب کا صیغہ ہے۔ جَازَ عَنِ الشَّيْءِ وَعَلَى الشَّيْءِ (ن) جَوْزًا : تجاوز کرنا۔ القَصْد : میانہ روی۔ یعنی خَرَجْتُمْ عَنِ الاِسْتِقَامَةِ وَالاِعْتِدَالِ كَثِيْرًا۔
العِظَامَ الرُّفَات : بوسیدہ ہڈیاں۔ رُفَات ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو بوسیدہ اور شکستہ ہو۔ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۴۹، اور ۹۸ میں ہے : وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا۔ رَفَتَ الشَّيْءُ (ن۔ض) رَفْتًا : ٹوٹ کر بوسیدہ ہونا، توڑ کر بوسیدہ کرنا (لازم و متعدی)

وَافْتَتُّمْ فِي الْمَيْلِ إِلَى مَنْ فَاتَ : اور تم نے مرنے والوں کی طرف میلان میں تجاوز کیا۔ إِفْتَتُّم : افتعال سے ماضی جمع مخاطب کا صیغہ ہے : فوت کرنا، تجاوز کرنا، فَاتَ الشَّيْءُ (ن) فَوْتًا : فوت ہونا، انسان کی استطاعت سے باہر ہونا۔ سورہ ممتحنہ آیت ۱۱ میں ہے : وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ.

وغَمِصْتُمْ جِبِلَّكُمْ : غَمِصَ (س) غَمْصًا : حقیر سمجھنا۔ غَمِصَ النِّعْمَةَ : ناشکری کرنا۔ غَمِصَ عَلَيْهِ : جھوٹ بولنا، عیب لگانا۔ الغَمُوص : جھوٹا۔ جِبِل : نسل، قبیلہ، خاندان۔

اللِّدَات : لِدَةٌ کی جمع ہے، ہمعصر، ہم عمر، ایک ساتھ پیدا ہونے والا۔ مادہ (و ل د)

الْمَوَدَّات : مَوَدَّة کی جمع ہے : محبت۔ یہ مادہ محبت اور تمنا دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ سورۃ مریم آیت ۹۶ میں ہے : سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ یہاں "وُدًّا" محبت کے معنی میں ہے۔ اور سورۃ حجر آیت ۲ میں ہے : رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ... اس میں "يَوَدُّ" يَتَمَنّٰى کے معنی میں ہے۔

***

أَنَسِيتُمْ يَاجَهَابِذَةَ النَّقْدِ ، وَمَوَابِذَةَ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ ، مَا أَبْرَزَتْهُ طَوَارِفُ الْقَرَائِحِ ، وَبَرَّزَ فِيهِ الْجَذَعُ عَلَى الْقَارِحِ ، مِنَ الْعِبَارَاتِ الْمُهَذَّبَةِ ، وَالاسْتِعَارَاتِ الْمُسْتَعْذَبَةِ ، وَالرَّسَائِلِ الْمُوَشَّحَةِ ، وَالْأَسَاجِيعِ الْمُسْتَمْلَحَةِ !

اے ماہرین تنقید اور ارباب حل و عقد! کیا تم اس چیز کو بھول گئے جس کو انوکھی طبیعتوں نے ظاہر کیا ہے اور اس میں بوڑھے پر جوان سبقت لے گیا ہے یعنی مہذب عبارتیں، شیریں استعارات، مزین خطوط، نمکین و عمدہ مقفّٰی کلام،

***

يَاجَهَابِذَةَ النَّقْدِ : اے ماہرینِ تنقید! جَهَابِذَة : جِهْبِذٌ کی جمع ہے : ماہر، کھرے کھوٹے کو پرکھنے والا۔ النَّقْد : تنقید، رقم، کرنسی۔ نَقَدَ الشَّيْءَ (ن) نَقْدًا : پرکھنا، نقد ادا کرنا، تنقید کرنا۔

مَوَابِذَةُ الحَلِّ وَالعَقدِ : اربابِ حل وعقد۔ مَوَابِذَة : مُوبِذٌ کی جمع ہے حاکم، مال ودولت اور جاہ ودنیا والا، یہ اصل میں فارسی لفظ ہے۔

طَوَارِفَ القَرَائِح : جدت پسند اور انوکھی طبیعتیں۔ طَوَارِف، طَارِفَة کی جمع ہے، نئی چیز، انوکھی چیز۔ قَرَائِح، قَرِيحَة کی جمع ہے : طبیعت۔

وبَرَّزَ فيه الجَذَعُ على القَارِحِ : بَرَّزَ وبَرِزَ (ک، بَرَازَةً : سبقت لیجانا، فائق ہونا۔ الجَذَعُ : گھوڑے کا دوسالہ نوخیز بچہ۔ جمع : جِذَاع وجِذْعَان۔ القَارِح : پانچ سالہ گھوڑا۔ جمع : قُرَّح وقَوَارِح۔ گھوڑے کے یک سالہ بچہ کو حَوْلِيّ، دوسالہ کو جَذَع، سہ سالہ کو ثنی، چہار سالہ کو رَبَاع، اور پنج سالہ کو قَارِح کہتے ہیں۔

الاِسْتِعَارَاتُ المُسْتَعْذَبَة : شیریں استعارات الاسْتِعَارَات : إِسْتِعَارَة کی جمع ہے، استعارہ کے لغوی معنی ہیں طَلَبُ العَارِيَة کسی چیز کو عاریتاً طلب کرنا۔ عام طور پر استعارہ کی اصطلاحی تعریف کی جاتی ہے : تَشْبِيهُ شَيْءٍ بِشَيْءٍ بِدُوْنِ ذِكْرِ الحُرُوْفِ المشبهة یعنی حروف تشبیہ ذکر کیے بغیر ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ تشبیہ دینا۔

علامہ تفتازانی نے مختصر المعانی ص۳۷ میں استعارہ کی تعریف کی ہے :

الاِسْتِعَارَةُ هِيَ اللَّفْظُ الْمُسْتَعْمَلُ فِيمَا شُبِّهَ بِمَعْنَاهُ الأَصْلِيِّ لِعَلَاقَةِ المُشَابَهَةِ یعنی "استعارہ اس لفظ کو کہتے ہیں جو اپنے معنیٔ اصلی کے کسی مشابہ کلمہ میں علاقہ تشبیہ کی وجہ سے مستعمل ہو"

لیکن اس سے زیادہ خوبصورت بات معجم وسیط نے لکھی ہے :

الإِسْتِعَارَةُ : إِسْتِعْمَالُ كَلِمَةٍ بَدَلَ أُخْرَى لِعَلَاقَةِ المُشَابَهَةِ مَعَ القَرِينَةِ الدَّالَّةِ عَلَى هٰذَا الإِسْتِعْمَالِ

مطلب یہ ہے کہ دو کلموں کے درمیان مشابہت کی وجہ سے ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کرنا استعارہ کہلاتا ہے، تاہم اس استعمال پر وہاں کوئی قرینہ ہونا چاہئے تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ کلمہ یہاں اپنے معنیٔ حقیقی میں مستعمل نہیں۔ مثلاً آپ کہیں "میں نے شیر کو تیر چلاتے دیکھا" یہاں شیر سے حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ بہادر آدمی مراد ہے، بہادر انسان اور شیر کے درمیان بہادری اور شجاعت کی بناء پر مشابہت پائی جاتی ہے۔ اس استعارہ میں قرینہ بھی موجود ہے کہ تیر چلانے کی نسبت کسی انسان ہی کی طرف ہو سکتی ہے، شیر کی طرف اس کی

نسبت کرنا اس بات کا قرینہ ہے کہ شیر سے معنی حقیقی (حیوانِ مفترس) مراد نہیں بلکہ مجازاً بہادر انسان مراد ہے۔

جدید اصطلاح میں استعارہ اس چک کو بھی کہتے ہیں جس کے ذریعہ قاری عام مکتبات سے پڑھنے کے لئے کتابیں منگواتا ہے۔

الأَسَاجِيع : مولانا ادریس کاندھلویؒ نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ أَسْجَاع کی جمع ہے اور أَسْجَاع سَجْعٌ کی جمع ہے، لیکن علامہ شریشی نے لکھا ہے کہ یہ أُسْجُوعَةٌ کی جمع ہے۔ سجع سے متعلق تفصیلی کلام مقدمہ میں گذر چکا ہے۔

***

—— وهلْ لِلقُدَمَاءِ إذَا أَنْعَمَ النَّظَرَ، مَنْ حَضَرَ، غيرُ المَعَانِي المطروقةِ المَوَارِدِ، المَعْقُولَةِ الشَّوَارِدِ، المأْثُورَةِ عَنْهُم لِتقَادُمِ المَوالدِ، لا لتقدُّمِ الصَّادِرِ على الوَارِدِ! وإنِّي لأَعْرِفُ الآن من إذَا أَنشَا، وَشَّى، وَإِذَا عَبَّرَ، حَبَّرَ، وإن أَسْهَبَ، أَذْهَبَ، وَإِذَا أَوْجَزَ، أَعْجَزَ، وَإِنْ بَدَهَ، شَدَهَ، وَمتَى اخترعَ، خَرَعَ.

کیا قدماء کے لئے —— اگر حاضرین نظر غور کریں —— ان معانی کے سوا کچھ اور ہے جن کے گھاٹ گدلے ہو چکے ہیں (یعنی وہ معانی بار بار استعمال ہو چکے ہیں اور) جن کے نوادرات باندھے گئے ہیں (یعنی کتابوں میں محفوظ کئے گئے ہیں) جو ان سے ان کی پیدائش مقدم ہونے کی وجہ سے منقول ہیں لوٹنے (اور جانے) والے کو (بعد میں) آنے والے پر فضیلت و تقدم کی وجہ سے نہیں، میں اب بھی ایسے شخص کو جانتا ہوں کہ جب وہ لکھے تو مزین کردے، اگر تعبیر کرے تو منقش کردے، اگر بات کو لمبا کرے تو سونے سے سنہرا کردے، اگر اختصار کرے تو عاجز کردے، اگر برجستہ بولے تو حیران کردے اور اگر کوئی چیز ایجاد کرلے تو (اس کے تمام گوشوں کو) چیر کر رکھ دے۔

***

المعانِي المطرُوقةُ الموارِد : " ایسے معانی جن کے گھاٹ گدلے ہو چکے ہیں "

المَطْرُوقَة اسم مفعول از طَرِقَ (س) طَرَقًا : گدلا پانی پینا۔ طَرَقَ (ن) طَرْقًا :

کوٹنا، کھٹکھٹانا، رات کو آنا، راستہ چلنا۔ طَرَقَ الإبِلُ الماءَ: اونٹ کا پانی میں داخل ہونا (اور اسے گدلا کر دینا)

ابن فارس نے لکھا ہے کہ طاء، راء، قاف بنیادی طور پر چار معنوں پر دلالت کرنے کے لیے آتا ہے: ① رات کو آنا ② مارنا ③ ڈھیلا ہونا ④ چپکانا، منطبق کرنا، سینا۔ طَارِقٌ: رات کو آنے والا۔ طَرَقَ البابَ: دروازہ مارنا۔ المُطرِق: وہ شخص جس کی آنکھیں ڈھیلی ہوں۔ نَعْلٌ مُطَارَقَةٌ: سِیا ہوا جوتا۔

المَوَارِد: مَوْرِدٌ کی جمع ہے: گھاٹ۔ المَعَانِي المَطْرُوقَةُ المَوَارِدِ سے ایسے معانی مراد ہیں جو پرانے اور بار بار استعمال ہو چکے ہوں۔

المَعْقُولَةُ الشَّوَارِد: المَعقُولَة: باندھے ہوئے۔ عَقَلَ البَعِيرَ (ض) عَقْلًا باندھنا۔ عقل کو بھی عقل اس لیے کہتے ہیں کہ وہ انسان کو برائی اور لایعنی امور سے روکنے اور باندھنے کی رسّی کا کام دیتی ہے۔

الشَّوَارِد: یہ شَارِدَةٌ کی جمع ہے۔ شَرَدَ (ن) شُرُوْدًا وشِرَادًا: بھاگنا۔ الجَمَلُ الشَّارِدُ: بھاگنے والا اونٹ۔

ایک دل چسپ واقعہ

علامہ حلبی نے سیرۃ حلبیہ (۱۴۷/۲) میں حضرت خوات بن جبیرؓ کے متعلق لکھا ہے کہ اسلام لانے سے قبل ایک دن وہ چند عورتوں کے پاس سے گزرے، ان عورتوں کے حسن نے دل موہ لیا۔ ان کے پاس بیٹھنے کے لیے یہ بہانا تراشا کہ میرا اونٹ بھاگ گیا ہے، میرے ساتھ تم رسی بٹ دو، اس بہانہ سے حضرت خوات بن جبیرؓ ان عورتوں کے پاس بیٹھ گئے، اتفاقاً ادھر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا، آپؐ حقیقتِ حال سمجھ گئے لیکن خاموشی کے ساتھ وہاں سے گزر گئے۔ بعد میں جب حضرت خوات بن جبیرؓ اسلام لائے تو سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے ان سے پوچھا..... مَا فَعَلَ بَعِيْرُكَ الشَّارِدُ؟ آپ کے بھاگے ہوئے اونٹ کا کیا بنا؟ حضرت خوات بن جبیرؓ آپؐ کی تعریض سمجھ گئے اور بڑا خوبصورت جواب دیا، کہا یا رسول اللہ قَيَّدَهُ الإِسْلَام۔ یعنی یا رسول اللہ! اس کو تو اسلام نے باندھ لیا۔ اندازہ لگائیے کہ اسلام کی آمد سے زندگی کی اخلاقی قدریں کس طرح بدلیں۔

المَعْقُولَةُ الشَّوَارِدِ سے یہاں ایسے نادر معانی و مضامین مراد ہیں جو متقدمین کی کتابوں میں باندھے ہوئے (محفوظ) ہیں۔ شَوَارِدُ اللُّغَةِ: لغت کے نوادرات۔

لَا يَتَقَدَّمُ الصَّادِرُ عَلَى الْوَارِدِ : الصَّادِر : پانی کے گھاٹ سے واپس لوٹنے والا
صَدَرَ الإبلُ عَنِ الْمَاءِ (ن۔ ض) صَدْرًا : لوٹنا۔ آج کل برآمدات اور برآمد شدہ مال
کے لیے یہ لفظ مستعمل ہے جمع : صَادِرات۔ الوَارِد : پانی کے گھاٹ پر آنے والا۔
نئی اصطلاح میں درآمدات اور آمدنی کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جمع : وَارِدَات
علامہ حریری کا مطلب یہ ہے کہ متقدمین میں سے جو ادبی نایاب شہپارے اور باربار استعمال
ہونے والے معانی و مضامین ان کی کتابوں میں محفوظ ہو کر منقول چلے آرہے ہیں اس کی وجہ
صرف یہ ہے کہ وہ زمانے کے اعتبار سے ہم سے پہلے گذرے ہیں تاہم اس سے متاخرین پر
متقدمین کی کوئی فوقیت وفضیلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اگر متقدمین یہ مضامین بیان نہ
کرتے تو متاخرین بیان کر لیتے۔

إِذَا عَبَّرَ حَبَّرَ : عَبَّرَ تَعْبِيْرًا : بیان کرنا، تعبیر کرنا۔ عَبَرَ الشَّيْءَ (ن) عَبْرًا وَعِبَارَةً :
تشریح کرنا۔ حَبَّرَ۔ تَحْبِيْرًا، وحَبَرَ (ن) حَبْرًا : مزین کرنا۔

وَإِنْ أَسْهَبَ أَذْهَبَ : أَسْهَبَ الْكَلَامَ وَفِي الْكَلَامِ : کلام کو طول دینا، مفصل کلام
کرنا۔ سَهَبَ الشَّيْءَ (ف) سَهْبًا : لینا، اختیار کرنا۔

أَذْهَبَ یا تو ذَهَب سے ماخوذ ہے یعنی سونے سے مزین اور سنہرا کر دینا اور یا
ذَهَاب سے ماخوذ ہے بمعنی لے جانا۔ یہاں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ پہلی صورت میں
مطلب ہوگا "جب وہ کلام میں تفصیل کرے تو کلام کو سونے سے مزین کر کے رکھ دیتا ہے"
اور دوسری صورت میں معنی ہوں گے "جب وہ تفصیلی کلام کرے تو عقلوں کو بہا کر لیجاتا
ہے" اس کی شیریں گفتاری ہوش و حواس اڑا دیتی ہے۔

وَإِذَا أَوْجَزَ أَعْجَزَ : أَوْجَزَ إِيْجَازًا و وَجَزَ (ض) وَجْزًا : اختصار کرنا، کلام کو
مختصر کر دینا۔ أَعْجَزَ : عاجز کر دینا و عَجَزَ (ض) عَجْزًا : عاجز ہونا، قادر نہ ہونا۔

وَإِنْ بَدَهَ شَدَهَ : بَدَهَ (ف) بَدَاهَةً : فی البدیہ کلام کرنا، برجستہ بولنا
وَبَدَهَ۔ بَدْهًا : اچانک آنا۔ شَدَهَ (ف) شَدْهًا : حیرت میں ڈالنا۔

خَرَعَ : الشَّيْءَ (ف) خَرْعًا : پھاڑنا۔

***

فَقَالَ لَهُ نَاظُورَةُ الدِّيوانِ ، وَعَيْنُ أُولَئِكَ الأَعْيَانِ : مَنْ قَارِعُ هَذِي الصَّفَاةِ ، وَقَرِيعُ هَذِهِ الصِّفَاتِ ؟ فقال : إِنَّهُ قِرْنُ مَجَالِكَ ، وَقَرِينُ جِدَالِكَ ؛ وَإِذَا شِئْتَ ذَاكَ فَرُضْ نَجِيبًا ، وَادْعُ مُجِيبًا ، لِتَرَى عَجِيبًا .

تو (یہ سن کر) صدرِ مجلس اور ان سرداروں کے سردار نے کہا "اس چٹان کو کھٹکھٹانے والا اور ان صفات کا سردار کون ہے؟" تو اس نے کہا "وہ آپ کی جولانگاہ کا ساتھی اور آپ کے مناظرے کا حریف ومقابل ہے" (یعنی میں ہوں) اگر تم چاہو تو اصیل گھوڑے کو سدھار دو (تابع بنادو) اور جواب دینے والے کو بلاؤ (یعنی میں مدعی ہوں اگر تم امتحان لینا چاہتے ہو تو میں جواب دوں گا) تاکہ (انشاء) کا عجیب کمال دیکھ لو۔

* * *

نَاظُورَةُ الدِّيوَان : نَاظُورَة: سردار، سربراہ۔ جمع : نَوَاظِير، نَاظُورَة: مذکر مؤنث مفرد، جمع سب کے لیے آتا ہے، سردار کو نَاظُورَة اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سب کا منظورِ نظر ہوتا ہے۔

الدِّيوَان : لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ۔ علامہ شریشیؒ نے لکھا ہے کہ دِیوَان اصل میں دِوّان تھا یعنی دو واؤ تھے، پہلا واو ماقبل مکسور ہونے کی وجہ سے یا سے بدلا دیوان بنا۔ دلیل یہ ہے کہ اس کی جمع دَوَاوِین آتی ہے جس میں دو واو ہیں۔ شریشیؒ کا خیال ہے کہ یہ عجمی زبان سے عربی میں منقلب ہوا ہے، اصل عربی نہیں ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ کسریٰ نے ایک مرتبہ اپنے تمام عُمّال سے کہا جلد از جلد حکومت کے تمام شعبوں کا حساب پیش کرو، تمام عمّال ایک ہال میں جمع ہو کر عجلت کے ساتھ حساب کرنے میں مصروف ہو گئے۔ کسریٰ نے جب انہیں تیز رفتاری کے ساتھ کام کرتے ہوئے دیکھا تو کہا: "أَرىٰ دِیوَان" میں دیوان دیکھ رہا ہوں، دیوان کے معنی شیاطین کے ہیں۔

معلوم نہیں شریشیؒ نے دیوان کے معنی شیاطین کہاں سے اخذ کیے۔ بہت ممکن ہے کسریٰ نے "أری دیوانے" کہا ہو دیوانہ فارسی میں مجنوں و پاگل کو کہتے ہیں یعنی میں دیوانوں اور پاگلوں کو دیکھ رہا ہوں۔

علامہ ابو الفتح مُطَرِّزی نے المغرب (ج ۱ ص ۲۹۹) میں لکھا ہے کہ دِیوَان دَوَّنَ

الکُتُبَ سے ماخوذ ہے۔ دَوَّنَ الکُتُبَ کے معنی ہیں کتابوں کو مدوّن کرنا، جمع کرنا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دیوان عربی لفظ ہے، فارسی سے منقول نہیں

دیوان کے مختلف معانی آتے ہیں ① آدمیوں کے جمع ہونے کی جگہ ② عدالت، کچہری ③ رجسٹر جس میں سپاہیوں کے نام درج ہوں ④ غزلوں اور اشعار کی کتاب۔ یہاں دیوان کے پہلے معنی مراد ہیں۔

الصَّفَاة : چٹان، بڑا پتھر۔ جمع : صَفًا، صَفَوَات جمع الجمع : أَصْفَاء، سورۃ البقرۃ آیت ۲۶۴ میں ہے : فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ۔ صَفْوان، صَفَاۃ کے معنی میں ہے۔

قَرِیْع : سردار، قرعہ ڈالنے والا۔ جمع : قَرْعیٰ۔

قَرِیْنٌ : ساتھی۔ جمع : أَقْرَانٌ وقُرَنَاء، قِرْن اور قَرِیْنٌ میں فرق کرتے ہوئے علامہ شریشیؒ نے لکھا ہے کہ قِرْن اس شخص کو کہتے ہیں جو علم اور صلاحیت میں انسان کا ہم پلہ ہو اور قرین ساتھ رہنے والے کو کہتے ہیں۔

فَرُضْ نَجِیْبًا : رُضْ : امر حاضر کا صیغہ ہے رَاضَ المُهْرَ (ن) رَوْضًا ورِیَاضًا ورِیَاضَةً گھوڑے کے بچے کو سدھانا، چلنے کی عادت ڈالنا۔ نَجِیب : شریف، جمع : نُجَبَاء

***

فقالَ لَهُ : یاهٰذَا ، إِنَّ الْبُغَاثَ بِأَرضِنَا لا یَسْتَنْسِرُ ، وَالتَّمیِیزَ بَیْنَ الْفِضَّةِ وَالْقِضَّةِ مُتَیَسِّرٌ ، وَقَلَّ مَنِ اسْتَهْدَفَ لِلنِّضَالِ ، فَخَلَصَ مِنَ الدَّاءِ الْعُضَالِ ، أو اسْتَثَارَ نَقْعَ الامْتِحَانِ ، فلَمْ یَقْذَ بالامْتِهَانِ ،

صدر دیوان نے اس سے کہا، ارے! ہماری زمین میں چھوٹے پرندے گدھ (کی طرح قوی اور تیز) نہیں بن سکتے (بلکہ جو چھوٹا ہوتا ہے اس کی حیثیت چھوٹی ہی رہتی ہے) اور ہمارے ہاں چاندی اور کنکری میں تمیز بڑی آسان ہے اور وہ لوگ بہت کم ہیں جو تیر اندازی کا نشانہ بنیں اور پھر وہ لاعلاج بیماری سے خلاصی پالیں، یا امتحان کا غبار اڑائیں اور ذلت کا تنکا ان کی آنکھ میں نہ پڑے،

——— فَلا تُعَرِّضْ عِرْضَكَ لِلْمَفَاضِحِ ،
وَلَا تُعْرِضْ عَنْ نَصَاحَةِ النَّاصِحِ . فَقَالَ : كُلُّ امْرِیءٍ أَعْرَفُ
بِوَسْمِ قِدْحِهِ ، وَسَيَتَفَرَّى اللَّيْلُ عَنْ صُبْحِهِ .

لہٰذا تو اپنی عزت کو رسوائیوں کے لئے پیش نہ کر اور
نصیحت کرنے والے کی نصیحت سے اعراض نہ کر، وہ کہنے لگا ہر آدمی اپنے تیر کا نشان بخوبی
جانتا ہے (یعنی ہر شخص کو اپنی حالت اچھی طرح معلوم ہے) اور عنقریب رات اپنی صبح سے
پھٹ جائے گی (حقیقت کا علم ہو جائے گا)۔

***

إِنَّ الْبُغَاثَ بِأَرْضِنَا لَا يَسْتَنْسِرُ : البُغَاث : خاکی رنگ، لمبی گردن، آہستہ اڑنے والے ایک پرندے کا نام ہے جو گدھ سے چھوٹا اور پانی کے قریب رہتا ہے۔ جمع: بِغَاث و بُغْثَان ۔

لَا يَسْتَنْسِرُ أَی : لَا يَصِيرُ نَسْرًا یعنی گدھ اور کرگس نہیں بن سکتا، نَسْر: گدھ
اِسْتَنْسَرَ الطَّائِرُ : گدھ جیسے ہو گیا۔

علامہ حریری کا مطلب ہے کہ ہمارے ہاں کمزور پرندہ گدھ کی طرح قوی اور طاقتور نہیں بن سکتا بلکہ جس کی جتنی حیثیت ہوتی ہے اتنی ہی رہتی ہے۔

حریری کی یہ تعبیر مشہور عربی محاورے سے ماخوذ ہے، اصل محاورہ ہے جیسا کہ ابوعبید بن سلام نے کتاب الامثال ص۹۳ میں لکھا ہے : «إِنَّ الْبُغَاثَ بِأَرْضِنَا يَسْتَنْسِرُ» مطلب یہ ہے کہ ہمارے پڑوس میں پہنچ کر ذلیل وخوار بھی معزز ہو جاتا ہے۔

وَالتَّمْيِيزُ بَيْنَ الْفِضَّةِ وَالْقِضَّةِ مُتَيَسِّرٌ : مَيَّزَ۔ تَمْيِيزًا و مَازَ (ض) مَيْزًا : الگ کرنا۔ القِضَّة : چھوٹی کنکری، جمع : قِضَضٌ ۔

الدَّاءُ الْعُضَالُ : لاعلاج اور سخت بیماری۔ عَضَلَ بِهِ الأَمْرُ (ن) عَضْلًا : دشوار ہونا۔ عَضَلَ عَلَيْهِ : تنگی کی۔ عَضَلَ الْمَرْأَةَ : عورت کو نکاح سے روکنا۔ سورۃ بقرہ آیت ۲۳۲ میں ہے : فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ ۔ عَضِلَ الرَّجُلُ (س) عَضَلًا : موٹی پنڈلیوں والا ہونا۔

ابن فارس نے لکھا ہے کہ عین، ضاد اور لام کا مادہ شدت وسختی پر دلالت کرنے کے لیے

آتا ہے۔ الأَمْرُ المُعضِل: سخت کام جو انسان کو تھکا دے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے اہل کوفہ کے متعلق فرمایا تھا: أَعضَلَ بِي أَهْلُ كُوفَةَ، ما يَرضَوْنَ بِأَمِيرٍ، وَلا يَرضَاهُمْ أَمِيرٌ یعنی اہل کوفہ نے مجھے تھکا دیا ہے کہ وہ نہ کسی امیر پر راضی ہوتے ہیں اور نہ ان کے پاس کوئی امیر راضی ہوتا ہے۔

نَقْعُ الإِمْتِحَان: امتحان کا غبار۔ جمع: نُقُوع و نِقَاع۔

فَلَمْ يُقْذَ بِالإِمْتِهَان: لَمْ يُقْذَ: قَذِيَ (س) قَذًى و قَذَيَانًا: آنکھ میں تنکا پڑنا۔ الإِمْتِهَان: باب افتعال سے ہے۔ اِمْتَهَنَ الرَّجُلَ و مَهُنَ (ک) مَهَانَةً: حقیر و ذلیل ہونا و مَهَنَ الرَّجُلَ (ف) مَهْنَةً و مَهْنًا: خدمت کرنا۔ مِهْنَة: کاروبار۔ جمع: مِهَن۔

لِلْمَفَاضِح: یہ مِفضَح کی جمع ہے، ایسا کام جس سے رسوائی ہو۔

كُلُّ امْرِئٍ أَعْرَفُ بِوَسْمِ قِدْحِهِ: قِدْح: قمار بازی کا تیر۔ جمع: أَقْدَاح، أَقْدُح، قِدَاح، قِدْحَان۔ ترجمہ ہے: "ہر آدمی اپنے تیر کے نشان کو خوب پہچانتا ہے" اہل عرب جوا کھیلتے ہوئے قمار بازی کے تیروں پر نشان لگاتے تھے تاکہ ہر آدمی اپنے اپنے تیر کو پہچان سکے، حریری نے اسی کی طرف اشارہ کیا، مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی حالت خوب جانتا ہے۔

سَيَتَفَرَّى اللَّيْلُ عَنْ صُبْحِهِ: يَتَفَرّى: باب تفعّل سے ہے، پھٹنا، و فَرَى الشَّيْءَ (ض) فَرْيًا: پھاڑنا، کاٹنا، ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ فَرَى عَلَيه: الزام لگانا، بے بنیاد بات کہنا، ترجمہ ہے: "عنقریب پھٹ جائے گی رات اپنی صبح سے" کسی چیز کے واضح ہونے کے لیے یہ تعبیر اختیار کی جاتی ہے۔

***

فتناجَتِ الجماعةُ فيما يُسبَرُ به قَلِيبُهُ، وَيُعمَدُ فيه تقليبُه؛ فقال أحدهم: ذروه في حِصَّتِي؛ لأَرمِيَهُ بحَجَرِ قِصَّتِي، فإنَّها عُضْلَةُ العُقَدِ، وَمَحَكُّ المنتقَد. فقلَّدُوه في هذا الأمر الزَّعامَةَ، تقليدَ الخوارجِ أَبا نَعامَةَ.

چنانچہ جماعت نے اس چیز میں سرگوشی شروع کی جس کے ذریعہ اس کے کنویں کی گہرائی کو جانا جاسکے اور اس میں اس کو لوٹ پوٹ کرنے کا قصد کیا جاسکے، تو ان میں سے ایک نے کہا اس کو میرے حصہ میں چھوڑ دو تاکہ میں اپنے قصہ کے پتھر سے اس کو مار سکوں۔ اس لئے کہ وہ ایک مشکل گرہ اور پرکھنے کی کسوٹی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس معاملہ میں قیادت اس کے سپرد کرکے اس کی ایسی تقلید کی جیسے خوارج نے ابو نعامہ کی تقلید کی تھی۔

فَتَنَاجَتْ : تفاعل سے ماضی کا صیغہ ہے : سرگوشی کرنا۔ سورۃ مجادلہ آیت ۹ میں ہے : "يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ"۔

قَلِيبِه : پرانا کنواں۔ جمع : قُلُبٌ و أَقْلُبٌ۔

يُعْمَدُ : مضارع مجہول۔ عَمَدَ لَهُ، وإِلَيه (ض) عَمْدًا : قصد وارادہ کرنا۔ جدید اصطلاح میں اخبار کے کالم کو عَمُود کہتے ہیں۔ عَمُودُ الصَّحِيفَة : اخباری کالم عَمِيدُ المدرَسَة : صدرِ مدرّس۔

ذَرُوهُ فِي حِصَّتِي : ذَرُوْا : یہ سمع سے امر حاضر جمع کا صیغہ ہے، يَذَرُ الشَّيْءَ : چھوڑنا، اس مادہ کے باب سمع سے ماضی، مصدر اور اسم فاعل استعمال نہیں ہوتا۔ وذَرَ اللَّحْمَ (ض) وَذْرًا : کاٹنا۔ حِصَّة : ٹکڑا۔ جدید اصطلاح میں حِصَّةٌ دِرَاسِيَّةٌ : پیریڈ اور گھنٹے کو کہتے ہیں، جمع : حِصَصٌ۔

عُضْلَةُ العُقَد : عُضْلَة : سخت مشکل۔ العُقَد، عُقْدَةٌ کی جمع ہے : گرہ۔ عُضْلَة العُقْدَة : وہ سخت گرہ جس کا کھولنا مشکل ہو۔

مِحَكُّ المُنْتَقَد : تنقید کی کسوٹی، وہ پتھر جس پر سونا رگڑ کر جانچا جاتا ہے۔ جمع : مِحَكَّات۔ المنتقد : تنقید، صیغہ اسم مفعول از افتعال، اِنْتَقَدَ الكَلَامَ : کلام کو پرکھا۔

فَقَلَّدُوهُ فِي هٰذَا الْأَمْرِ الزَّعَامَةَ : "پس ان لوگوں نے اس معاملہ میں قیادت اس کے سپرد کی" قَلَّدُوه : باب تفعیل سے ہے، تقلید و اتباع کرنا قَلَّدَهُ الزَّعَامَةَ : سرداری سپرد کرنا۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ الزَّعَامَة : سرداری، قیادت۔ زَعِيم : سردار جمع زُعَمَاء۔ زَعُمَ (ک) زَعَامَةً : سردار بننا۔ وزَعَمَ (ف-ن) زُعْمًا (زا کی تینوں حرکتوں کے ساتھ) ومَزْعَمًا : گمان کرنا، بے حقیقت دعویٰ کرنا۔

تَقْلِيدُ الْخَوَارِجِ أَبَا نَعَامَةَ : تَقْلِيد : جدید اصطلاح میں تقلید رسم ورواج کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے التَّقَالِيدُ الإِقْطَاعِيَّة : جاگیردارانہ رسم ورواج۔

کچھ قطری بن الفجاءۃ کے بارے میں

یہ خوارج کے سردار اور قبیلہ بنو تمیم سے تعلق رکھنے والے عرب کے مشہور شاعر وادیب گزرے ہیں، ان کے گھوڑے کا نام "نعامہ" تھا، جنگ میں اس گھوڑے کے نام کی نسبت سے اپنی کنیت "ابو نعامہ" رکھتے تھے، اور عام حالات میں ان کی کنیت "ابو محمد" ہوتی تھی

نام ان کا قطری ہے جو شہر "قطر" کی طرف منسوب ہے۔ جب خوارج کا امیر زبیر بن علی سلیطی قتل ہوا تو خوارج نے عبیدہ بن ھلال یشکری کو امیر بنانا چاہا لیکن ہلال یشکری نے ان کو مشورہ دیا کہ قطری کو امیر بنالو، چنانچہ لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

قطری بن الفجاءۃ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ شعلہ بیان خطیب بھی تھے، دنیا کی مذمت میں انہوں نے ایک معرکے کا خطبہ کہا ہے جو علامہ شریشی نے اس مقام پر نقل کیا ہے، اس کا کچھ حصہ ہے:

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي أُحَذِّرُكُمُ الدُّنْيَا، فَإِنَّهَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، حُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ، وَرَاقَتْ بِالْقَلِيلِ، وَتَحَبَّبَتْ بِالْعَاجِلِ، وَتَحَلَّتْ بِالْأَمَانِي، وَتَزَيَّنَتْ بِالْغُرُورِ، لَا تَدُومُ زَهْرَتُهَا، وَلَا تُؤْمَنُ فَجْعَتُهَا، غَرَّارَةٌ ضَرَّارَةٌ، حَائِلَةٌ زَائِلَةٌ، نَافِدَةٌ بَائِدَةٌ .....
كَمْ مِنْ وَاثِقٍ قَدْ فَجَعَتْهُ، وَذِي طُمَأْنِينَةٍ إِلَيْهَا قَدْ صَرَعَتْهُ، وَذِي احْتِيَالٍ فِيهَا قَدْ خَدَعَتْهُ، وَكَمْ مِنْ ذِي أُهْبَةٍ فِيهَا قَدْ صَيَّرَتْهُ حَقِيرًا، وَذِي نَخْوَةٍ قَدْ رَدَّتْهُ ذَلِيلًا سُلْطَانُهَا دُوَلٌ، وَعَيْشُهَا رَنَقٌ، وَعَذْبُهَا أُجَاجٌ، وَحُلْوُهَا صَبِرٌ.... مَعَ أَنَّ وَرَاءَ ذٰلِكَ سَكَرَاتُ الْمَوْتِ، وَهَوْلُ الْمُطَّلَعِ وَالْوُقُوفُ بَيْنَ يَدَيِ الْحَكَمِ الْعَدْلِ؛ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنٰى.

"اما بعد! میں تمہیں دنیا سے ڈراتا ہوں کیونکہ دنیا شیریں اور شاداب لگتی ہے، شہوات سے ڈھکی ہے، قلیل چیز سے تعجب میں ڈال دیتی ہے، نقد و عاجل اس کو محبوب ہے، آرزوؤں کے ساتھ متصف اور فخر و غرور کے ساتھ مزین ہے، نہ اس کی رعنائی کو دوام ہے اور نہ ہی اس کی ناگہانی آفت کا ضمان ہے، دھوکہ دینے والی نقصان پہنچانے والی ہے، بلند مقاصد کے درمیان حائل جلد زائل ہونے والی ہے، ختم ہونے والی اور ہلاکت میں ڈالنے والی ہے۔ کتنے ہی لوگ جنہوں نے اس پر اعتماد کیا لیکن اس نے ان کو تکلیف دی اور کتنے ہیں جنھوں نے اس سے سکون حاصل

کیا لیکن اس نے انھیں پچھاڑا، حیلہ کرنے والوں کو دھوکہ دیا ساز وسامان والوں کو حقیر اور تکبر و نخوت والوں کو ذلیل کیا۔ اس کی حکومت پلٹتی ہے، اس کا عیش بے رونق، اس کا شیریں کھارا اور اس کا میٹھا درحقیقت کڑوا ہے، پھر ان تمام کے پیچھے موت کی سختیاں، ہولناک مطلع اور حاکم عادل ذات کے سامنے کھڑا ہونا ہے تاکہ بُرے لوگوں کو ان کی بُرائی اور اچھائی کرنے والوں کو ان کی نیکی کا بدلہ مل جائے "

قطری بن فجاءۃ کے حکیمانہ اشعار میں سے یہ دو شعر بھی پڑھئے:

وَمَنْ لَايَعتَبِطْ يَسْأَمْ وَيَهْرَمْ ... وَيُسْلِمْهُ الْمَنُوْنُ إِلَى انْقِطَاعِ
وَمَا لِلْمَرْءِ خَيْرٌ مِنْ حَيَاةٍ ... إِذَا عُدَّ مِنْ سَقَطِ الْمَتَاعِ

" جوانی میں جو ہلاک نہیں کیا جاتا تو وہ بوڑھا ہو کر اکتا جاتا ہے اور آخر کار زمانہ اس کو ہلاکت کے سپرد کر دیتا ہے۔ آدمی کے لیے اس زندگی میں کوئی خیر نہیں جب وہ سامان سوختہ سمجھا جانے لگے"

علامہ خیرالدین زرکلی نے الاعلام (ج ۵ ص ۲۰۰) میں ان کا سنہ وفات ۷۸ھ لکھا ہے

***

فَأَقبَلَ عَلَى الكَهْلِ، وقالَ: اعْلَمْ أَنِّي أُوَالِي، هَذَا الوَالِي، وَأُرَفِّحُ حَالِي، بِالْبَيَانِ الحَالِي. وَكُنْتُ أَسْتَعِينُ عَلَى تَقْوِيمِ أَوَدِي، فِي بَلَدِي، بِسَعَةِ ذَاتِ يَدِي، مَعَ قِلَّةِ عَدَدِي. فَلَمَّا تَقُلَ حَاذِي، وَنَفِدَ رَذَاذِي، أَمَّمْتُهُ مِنْ أَرْجَائِي، بِرَجَائِي، وَدَعَوْتُهُ لِإِعَادَةِ رُوَائِي، وَإِرْوَائِي؛ فَهَشَّ لِلوِفادَةِ وَارْتَاحَ، وَغَدَا بالإِفادَةِ وَرَاحَ.

پس وہ شخص ادھیڑ عمر آدمی کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا، جان لو میں اس والی کو دوست رکھتا ہوں اور اپنی حالت کو اپنی شیریں بیانی سے درست رکھتا ہوں، (اس سے قبل) میں مدد حاصل کرتا تھا اپنے شہر میں، اپنی کجی کی درستگی پر، اپنے ہاتھ کی کشادگی کی وجہ سے اپنی عدد کی کمی کے باوجود (یعنی خاندان کے افراد کی قلت کے باوجود میں مالدار تھا اور مال کو کام میں لاتا تھا) پس جب میری پیٹھ بھاری ہوگئی (کہ مال ختم اور خرچ بڑھ گیا)

اور میری ہلکی بارش بھی ختم ہوگئی تو میں نے اپنے (علاقے کے) اطراف سے امید کے ساتھ اس والی کا قصد کیا اور اس کو اپنی خوش منظری اور سیرابی کو لوٹانے کے لئے پکارا تو وہ میری آمد کی وجہ سے چست ہوا اور خوش ہوا اور صبح و شام مجھے فائدہ پہنچانے لگا۔

* * *

وَأَرْفَحُ حَالِیْ : یہ باب تفعیل سے واحد متکلم کا صیغہ ہے، رَفَّحَ حَالَهُ : اصلاح کرنا۔ رَفَحَ مالَه : کمانا۔ رَفَحَ (ف) رَفْحًا ورَفَاحَۃً : کمانا، اصلاح کرنا۔ زمانۂ جاہلیت کا تلبیہ تھا : جِئْنَاكَ لِلنَّصَاحَةِ، لَمْ نَأْتِ لِلرَّقَاحَةِ : " ہم ہمدردی کے طور پر آئے ہیں، تجارت کی غرض سے نہیں "

أَوَدِی : ٹیڑھاپن، کجی۔ أَوِدَ (س) أَوَدًا : ٹیڑھا ہونا۔

عَدَدِی : نمبر، گنتی، جمع : أَعْدَاد۔ عَدَّهُ (ن) عَدًّا : شمار کرنا، گننا۔ جدید اصطلاح میں عَدَّاد میٹر کو کہتے ہیں۔ عَدَّادُ الغَاز : گیس میٹر۔

ثِقَلُ حَاذِی : حاذ : پشت، پیٹھ، جمع : آحَاذ، امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند (ج ۵، ص ۲۵۲) میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے :

مُؤْمِنٌ خَفِيفُ الحَاذِ، ذُوحَظٍّ مِنْ صَلَاةٍ أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ، وَكَانَ فِي النَّاسِ غَامِضًا، لَا يُشَارُ عَلَيْهِ بِالأَصَابِعِ فَعُجِّلَتْ مَنِيَّتُهُ، وَقَلَّ تُرَاثُهُ، وَقَلَّتْ بَوَاكِيهِ۔

" مؤمن ہلکی پشت، نماز سے وافر حصہ کا مالک ہوتا ہے، اپنے رب کی عبادت کی اچھی طرح ادائیگی کرتا ہے، لوگوں میں اس طرح گمنام رہتا ہے کہ انگلیوں سے اس کی طرف اشارہ نہیں کیا جاتا موت اس کی جلدی آجاتی ہے، اس کا چھوڑا ہوا ورثہ اور اس پر رونے والے کم ہوتے ہیں۔"

حَاذَ (ن) حَوْذًا : ہنکانا، تیز چلنا، حَاذَ عَلَى الشَّيْءِ : حفاظت کرنا۔ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِ : غالب ہونا، دل و دماغ پر قبضہ جمانا۔ سورۃ مجادلۃ آیت ۱۹ میں ہے : اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَأَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۔ ڈرائیور اور گاڑی بان کو حُوذِی کہتے ہیں۔

رَذَاذِی : ہلکی بارش، پھوار۔ رَذَتِ السَّمَاءُ (ن) رَذَاذًا : ہلکی بارش ہونا۔

أَرْجَاء : اطراف، مفرد : رَجَا۔ مادہ (ر ج و)

لِإعَادَةِ رُوَائِيْ : رُوَاء : خوبصورت منظر۔ رَوَاء : میٹھا پانی۔ رِوَاء : رسّی۔
فهَشّ لِلْوِفَادَة : هَشَّ (ض) هَشَاشَةً : چست ہونا۔ وِفَادَة : مصدر ہے، وَفَدَ عليه (ض) وَفْدًا، وُفُوْدًا وَوِفَادَةً : آنا۔
وَرَاحَ : رَاحَ لِلأَمْرِ رَوْحًا وَرَاحًا وَرَاحَةً ورِيَاحَةً : خوش ہونا، رَاحَ۔ رَوَاحًا : رات کے وقت چلنا، چلنا۔ باب نصر سے ہے۔
الإِفَادَة : فائدہ پہنچانا۔ باب افعال کا مصدر ہے۔ أَفَادَ فُلَانٌ الْمَالَ إِفَادَةً : جمع کرنا، کمائی کرنا۔ أَفَادَ فُلَانًا عِلْمًا : علم عطا کرنا، نفع پہنچانا۔ فَادَ (ن) فَوْدًا : مرنا۔ فَادَ الشَّيْئَ بِالشَّيْئِ : ملانا۔ فادَ المالُ لفلان : ثابت ہونا۔ اس کا اسم الفائدة آتا ہے۔ فائدة : مال ثابت، نفع۔

* * *

فلمّا استأذنته فِي الْمَرَاحِ، إِلَى الْمُرَاحِ، عَلَى كَاهِلِ الْمِرَاحِ؛ قال: قَدْ أَزْمَعْتُ أَلَّا أُزَوِّدَكَ بَتَاتًا؛ وَلَا أَجْمَعَ لَكَ شَتَاتًا، أَوْ تُنْشِئَ لِي أَمَامَ ارْتِحَالِكَ، رِسَالَةً تُودِعُهَا شَرْحَ حَالِكَ، حُرُوفُ إِحْدَى كَلِمَتَيْهَا يَعُمُّهَا النَّقْطُ، وَحُرُوفُ الْأُخْرَى لَمْ يُعْجَمْنَ قَطُّ،

پس جب میں نے اس سے خوشی کے کاندھے پر (سوار ہو کر اپنے وطن کی) چراگاہ کی طرف جانے کی اجازت طلب کی تو وہ کہنے لگا، میں نے عزم کیا ہے کہ آپ کو ہرگز زادراہ نہ دوں گا اور نہ آپ کے لئے متفرق (اور مختلف) چیزوں کو جمع کروں گا۔ یہاں تک آپ اپنی کوچ سے پہلے ایک ایسا رسالہ لکھ دے کہ اس میں آپ نے اپنی حالت کی شرح و دیعت رکھی ہو (یعنی اپنی حالت بیان کی ہو) جس کے دو کلموں میں سے ایک کلمہ کے سارے حروف پر نقطے عام ہوں (یعنی سارے حروف نقطے والے ہوں) اور دوسرے کلمہ کے حروف کو بالکل نقطے نہیں دیے گئے ہوں (سارے حروف غیر منقوط ہوں)

* * *

فِي الْمَرَاحِ إِلَى الْمُرَاحِ عَلَى كَاهِلِ الْمِرَاحِ : الْمَرَاح : مصدر میمی ہے۔ رَاحَ (ن) رَوَاحًا وَمَرَاحًا : چلنا۔ الْمُرَاح : یہ اسی باب سے ظرف کا صیغہ ہے : چلنے کی جگہ، چراگاہ۔ الْمِرَاح : خوشی۔ مَرِحَ الرَّجُلُ (س) مَرَحًا وَمَرَحَانًا : خوش ہونا۔

بَتَاتًا: زادِراہ۔ بتّ الشئ (ن۔ض) بَتًّا: قطع کرنا، گذرنا۔ زادِراہ کو بَتات اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے سبب آدمی سفر کی مسافتیں قطع کرتا ہے۔

**

وَقد استَأنيتُ

بيانی حَوْلا ، فما أحارَ قولاً ، وَنبَّهْتُ فكْرِی سَنةً ، فما ازدَادَ إلاَّ سِنةً . واستعنتُ بقاطبةِ الكتّاب ، فكلٌ مِنهمْ قَطَّبَ وَتَاب ، فإنْ كُنتَ صَدَعْتَ عَنْ وَصْفِكَ باليقينِ ، فأْتِ بآيَةٍ إِنْ كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ .

تو میں نے ایک سال تک اپنے بیان (کی قوت) کو مہلت دی لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور سال بھر میں اپنی فکر کو جگاتا رہا مگر وہ اونگھ ہی میں بڑھتا رہا، جب کہ میں نے تمام لکھنے والوں سے مدد طلب کی، لیکن ان میں سے ہر ایک ترش رو ہوا اور توبہ کی (کہ اس مشکل کام کرنے سے توبہ ہی بھلی) پس اگر تو یقیناً اپنے وصف کو ظاہر کرنا چاہتا ہے تو کوئی نشان لے آ، اگر تو سچوں میں سے ہے۔

***

فقال له : لقد استَسْعيْتَ يَعْبُوبًا ، واستَسْقَيْتَ أُسْكُوبا ، وأَعطَيْتَ القَوْسَ بارِيها ، وَأَسْكَنْتَ الدّارَ بانِيها . ثم فَكّر رَيْثما استجمَّ قريحتَهُ ، واستَدَرَّ لِقحتَهُ ، وقال: أَلقِ دَواتَكَ وَاقرُبْ[1] ، وَخُذْ أَداتَكَ وَاكْتُبْ :

پس ادھیڑ عمر آدمی نے اس سے کہا تو نے ایک تیز رفتار گھوڑے سے دوڑنا طلب کیا ہے، تیز بارش سے سیرابی چاہی ہے، تو نے کمان اس کے بنانے والے کو دی ہے اور گھر میں گھر بنانے والے کو اتارا ہے پھر وہ سوچنے لگا اتنی دیر کہ (جس میں) وہ اپنی طبیعت کو جمع کر سکا اور اپنی دودھ والی اونٹنی سے دودھ طلب کر سکا اور کہنے لگا اپنی دوات (میں سیاہی) ڈال لو اور قریب ہو جاؤ، قلم لے لو اور لکھو:

***

وَقَدِ اسْتَأْنَيْتُ : باب استفعال سے ماضی واحد متکلم کا صیغہ ہے اِسْتِئْنَاءٌ : توقف کرنا، آہستگی اختیار کرنا۔ أَنَى الرَّجلُ (ض) أَنْيًا و إِنًى وأَنَاءَةً : قریب ہونا۔
فَمَا أَحَارَ قَوْلًا : اَحَارَ : باب افعال سے واحد مذکر غائب ماضی کا صیغہ ہے، أَحَارَ الجَوابَ : جواب دینا۔ حارَ (ن) حَوْرًا وحُئُورًا : لوٹنا، سورۃ انشقاق آیت ۱۴ میں ہے : إِنَّهُ ظَنَّ اَن لَّنْ يَّحُوْرَ۔ کہتے ہیں : حَارَ بَعْدَ مَا كَارَ : یعنی : نَقَصَ بَعْدَ مَا زَادَ۔
جدید اصطلاح میں بات چیت اور انٹرویو کے لیے حِوَار کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔
قَاطِبَةُ الكُتَّابِ : سب کے سب مضمون نگار۔ قَطَبَ (ض) قَطْبًا : جمع کرنا، کاٹنا۔ قَطَبَ الرَّجُلُ۔ قُطُوبًا : ترش رو ہونا۔ ترش روئی کے وقت بھی انسان کی پیشانی کی لکیریں جمع ہو جاتی ہیں۔
صَدَعْتَ : صَدَعَ (ف) صَدْعًا : پھاڑنا، چاک کرنا۔ صَدَعَ بِالْحَقِّ : حق کا اعلان و اقرار کرنا۔ سورۃ حجر آیت ۹۴ میں ہے : فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ۔
اِسْتَسْعَيْتَ يَعْبُوْبًا : اِسْتَسْعٰی باب استفعال سے ہے، اِسْتِسْعَاءٌ : سعی طلب کرنا وَسَعٰی (ف) سَعْيًا : جانا، سَعٰى لِلأَمْرِ وَفِي الأَمْرِ : کوشش کرنا۔ سَاعِي الْبَرِيْد : ڈاکیہ، يَعْبُوْب : تیز بہنے والی نہر، تیز رفتار گھوڑا۔ جمع : يَعَابِيْب۔
أُسْكُوْبًا : تیز بارش۔ جمع : أَسَاكِيْب۔ سَكَبَ الْمَاءَ (ن) سَكْبًا : بہانا، گرانا۔ عباس ابن الاحنف کا مشہور شعر ہے :

سَأَطْلُبُ بُعْدَ الدَّارِ عَنْكُمْ لِتَقْرُبُوْا وَتَسْكُبُ عَيْنَايَ الدُّمُوْعَ لِتَجْمُدَا۔

"میں تم سے گھر کی دوری قربت کے لیے طلب کرتا ہوں اور میری دونوں آنکھیں خشک ہونے کے لیے آنسو بہاتی ہیں"
وَأَعْطَيْتَ الْقَوْسَ بَارِيْهَا : أَعْطِ الْقَوْسَ بَارِيْهَا : کمان، کمان بنانے والے کو دیدی، یہ محاورہ کے طور پر مستعمل ہے، اس وقت کہتے ہیں جب کوئی کام اس کام کے اہل اور صلاحیت رکھنے والے کے حوالہ کیا جائے۔ شعر ہے :

يَا بَارِيَ الْقَوْسِ بَرْيًا لَيْسَ يُحْسِنُه لَا تَظْلِمِ الْقَوْسَ وَاَعْطِ الْقَوْسَ بَارِيْهَا

"اے کمان کو اچھی طرح نہ تراشنے والے! کمان پر ظلم نہ کر بلکہ کمان اس آدمی کو دیدے جو اسے بنانا جانتا ہو"

اِسْتَجَمَّ قَرِيْحَتَهُ : اس نے اپنی طبیعت جمع کی۔ یعنی یکسوئی حاصل کی۔ اِسْتَجَمَّ باب استفعال سے ہے، اِسْتِجْمَامًا : جمع کرنا، راحت طلب کرنا۔ جَمَّ الفَرَسُ (ن ض) جِمَامًا: گھوڑے کی تھکاوٹ جاتی رہی۔ جَمَّ المَاءُ ۔ جُمُوْمًا : پانی کا بکثرت جمع ہونا۔ کہتے ہیں : اَجْمِمْ نَفْسَكَ يَوْمًا اَوْ يَوْمَيْنِ یعنی ایک دو دن آرام کرلو۔

ابن فارس نے لکھا ہے کہ جیم ، میم ،میم کا مادہ ایک تو کسی شی کے زیادہ اور مجتمع ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور دوسرا اسلحہ وغیرہ سے خالی ہونے پر۔ الأَجَمّ : وہ شخص جس کے پاس نیزہ وغیرہ جنگ میں نہ ہو۔ شاةٌ جَمَّاءُ : وہ بکری جس کے سینگ نہ ہوں۔

وَاسْتَدَرَّ لِقْحَتَهُ : اِسْتَدَرَّ باب استفعال سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے، اِسْتِدْرَارًا دودھ طلب کرنا۔ دَرَّ الشَّيءُ (ن ض) دَرًّا : بہنا، جاری ہونا۔ لِقْحَةٌ : دودھ دینے والی اونٹنی۔ جمع : لِقَاح ، لِقَح، لُقَح ۔

***

الكَرَمُ ۔ ثَبَّتَ اللّٰهُ جَيْشَ سُعُوْدِكَ ۔ يَزِيْنُ ، وَاللُّؤْمُ ۔ غَضَّ الدَّهْرُ جَفْنَ حَسُوْدِكَ ۔ يَشِيْنُ ، وَالأَرْوَعُ يُثِيْبُ ، والمعور يَخِيبُ ، وَالْحُلاحِلُ يُضِيْفُ ، وَالمَاحِلُ يُخِيْفُ ، وَالسَّمْحُ يُغْذِي ، وَالمَحِكُ يُقْذِي ، وَالعَطَاءُ يُنْجِي ، وَالمِطَالُ يُشْجِي ، وَالدُّعَاءُ يَقِي ، وَالمَدْحُ يُنَقِّي ، وَالحُرُّ يَجْزِي

سخاوت مزین کرتی ہے --- اللہ آپ کی برکت کے لشکر کو ثابت رکھے --- کمینہ پن عیب دار بناتا ہے --- زمانہ تیرے حاسد کی پلک کو نیچے رکھے --- بہادر و شریف آدمی بدلہ دیتا ہے اور بدکردار محروم کرتا ہے، سردار مہمان نوازی کرتا ہے، اور مکار (سازشی) ڈراتا ہے، سخی غذا دیتا ہے اور بخیل آنکھ میں تنکا ڈالتا ہے، بخشش نجات دیتی ہے اور (حق کی ادائیگی میں) ٹال مٹول غمگین کرتا ہے، دعا حفاظت کرتی اور مدح پاک کرتی ہے، شریف بدلہ دیتا ہے۔

***

جَيْشَ سُعُوْدِكَ : جَيْشٌ لشکر۔ جمع : جُيُوْش۔ جَاشَ (ض) جَيْشًا وجَيَشَانًا وجُيُوْشًا : جوش مارنا۔ سُعُوْدِك : سَعَدَ الرجلُ (ف) سَعْدًا وسُعُوْدًا : بابرکت ہونا ، خوش بخت ہونا۔ سَعِدَ (س ک) سَعَادَةً : خوش نصیب خوش حال ہونا۔

اللُّؤْمُ : مصدر، کمینگی۔ لَؤُمَ الرَّجُلُ (ک) لُؤْمًا وَلَآمَةً : کمینہ ہونا۔ وَلَأَمَ (ف) لَأْمًا : زخم پر پٹی باندھنا، درست کرنا۔

غَضَّ : واحد مذکر غائب ماضی کا صیغہ ہے۔ غَضَّ طَرْفَهُ (ن) غضًّا : نگاہ نیچی کرنا۔ غَضَّ عَنْهُ : نگاہ پھیرنا۔ غَضَّ (س ض) غَضَاضَةً : تروتازہ ہونا۔

جَفْن : پلک۔ جمع : أَجْفَان، جُفُون، أَجْفُنٌ، جِفَانٌ۔

الأَرْوَع : حسن وبہادری کی وجہ سے تعجب میں ڈالنے والا، ہشیار و ذکی۔ جمع : رُوَّع۔ رَاعَ (ن) رَوْعًا : ڈرنا، ڈرانا، تعجب میں ڈالنا (لازم اور متعدی) رَاعَ الشیئُ (ن) رُوَاعًا : لوٹنا۔

المُعْوِر : اسم فاعل از افعال : بدکردار قال الشریشی : المُعْوِر : البادی العورۃ۔ أَعْوَرَ الشیئُ۔ إِعْوَارًا : ظاہر ہونا، چھپے ہوئے اعضاء کا ظاہر ہونا۔ وعَارَ الإنسانَ۔ عَوْرًا : کانا کردینا۔ عَارَ الشیئَ : تلف کردینا۔ عَوِرَ الرجلُ (س) عَوَرًا : کانا ہونا۔

الحُلَاحِل : السَّيِّدُ الَّذِي يَحُلُّ بِهِ النَّاسُ كَثِيرًا : یعنی وہ سردار جس کے پاس لوگ بکثرت آتے ہوں جمع : الحَلَاحِل۔

المَاحِل : مکار، سازشی، دغاباز۔ مَحَلَ بِالأَمْرِ (ف) مَحْلًا : حیلہ کرنا۔ ومَحِلَ إلى السلطان (س) مَحْلًا : شکایت کرنا، سازش کرنا مَحِلَ المَكَانُ : قحط زدہ ہونا۔

المَحِك : بخیل، زیادہ اصرار کرنے والا۔ مَحِكَ الرجلُ (ف س) مَحْكًا و مَحَكًا : گفتگو میں جھگڑنا، خرید وفروخت کرتے وقت بھاؤ میں اصرار ولجاجت سے کام لینا۔

المِطَال : مصدر از مفاعلہ : ٹال مٹول۔ مَاطَلَہ۔ مِطَالًا ومُمَاطَلَةً ومَطَلَ حَقَّہ، بِحَقِّهِ (ن) مَطْلًا : ادائیگی حق میں ٹال مٹول کرنا، تاخیر کرنا۔

يُنْقِي : باب افعال سے ہے۔ إِنْقَاءً : صاف کرنا۔ ونَقِيَ (س) نِقَاءً : صاف ہونا۔

والإلطاطُ يُخزِي، واطِّرَاحُ ذِي الْحُرْمَةِ غَيٌّ، وَمَحْرَمَةُ بَنِي الآمالِ بَغْيٌ، وَمَا ضَنَّ إلاَّ غبينٌ، وَلاَ غُبِنَ إلاَّ ضنينٌ، ولاَ خَزَنَ إلاَّ شَقِيٌّ، ولاَ قَبَضَ رَاحَهُ تَقِيٌّ. وَمَا فَتِيءَ وَعْدُكَ يَفِي، وآرَاؤُكَ تَشْفِي، وَهِلاَلُكَ يُضِي، وحِلْمُكَ يُغْضِي، وآلاؤُكَ تُغْنِي، وأَعْدَاؤُكَ تُثْنِي، وَحُسَامُكَ يُفْنِي،

اور حق سے انکار رسوا کرتا ہے، اہل عزت کو دور پھینکنا گمراہی ہے، اور امیدواروں کو محروم کرنا ظلم ہے، بخل نہیں کرتا مگر بے عقل آدمی، اور دھوکہ نہیں دیا جاتا مگر بخیل آدمی کو، (مال) جمع نہیں کرتا مگر بدبخت آدمی، متقی آدمی اپنی ہتھیلی بند نہیں کرتا، آپ کا وعدہ ہمیشہ پورا ہوتا ہے، آپ کی آراء شفا بخشتی ہیں، آپ کا چاند روشن رہتا ہے، آپ کا حلم چشم پوشی کرتا ہے، آپ کی نعمتیں غنی بناتی ہیں، آپ کے دشمن (بھی آپ کی) تعریف کرتے ہیں، آپ کی تیز تلوار فنا کردیتی ہے،

***

الإلْطَاط : مصدر از افعال۔ أَلَطَّ حَقَّهُ إِلْطَاطًا : حق دینے سے انکار کرنا۔ لَطَّ حَقَّهُ، لَطَّ عَنْ حَقِّهِ (ن) لَطًّا : انکار کرنا۔ لَطَّ بِالْأَمْرِ : لازم پکڑنا، لازم ہونا۔
ابن فارس نے لکھا ہے کہ لام اور طاء کا مادہ مقاربت اور اصرار پر دلالت کرتا ہے۔

اِطِّرَاح : باب افتعال کا مصدر ہے، اِطَّرَحَ۔ اِطِّرَاحًا وَطَرَحَ (ف) طَرْحًا : پھینکنا، دور کرنا۔
اصل میں "اِطْتِرَاح" تھا، تاء افتعال کو طاء سے بدل کر طاء کا طاء میں ادغام کردیا۔

غَيّ : گمراہی۔ غَوَى (ض) غَيًّا وغَوِيَ (س) غَوَايَةً : گمراہ ہونا، مجرم ہونا۔

مَحْرَمَة : وہ چیز جس کی حرمت و عزت واجب ہو۔ جمع : مَحَارِم۔

غَبِين : کمزور رائے والا آدمی۔ غَبِنَ رأيُهُ (س) غَبْنًا : رائے کا ضعیف ہونا، رائے میں دھوکے کا شکار ہونا۔ غَبَنَهُ فِي الْبَيْعِ (ن) غَبْنًا : خرید و فروخت میں دھوکہ دینا، اپنا پلڑا بھاری کرلینا۔ غَبَنَ فُلَانًا : کسی کو نقصان پہنچانا۔

ولَا خَزَنَ : خَزَنَ الْمَالَ (ن) خَزْنًا : جمع کرنا، ذخیرہ کرنا۔

مَا فَتِيءَ : افعالِ ناقصہ میں سے ہے مَازَالَ کے معنی میں دوام و استمرار کے لیے آتا ہے
فَتِيءَ عَنِ الشَّيْءِ (س) فَتْأً : رُکنا، باز آنا۔ صاحبِ منجد نے لکھا ہے کہ ماضی اور مضارع کے

علاوہ باقی افعال اس مادہ سے مستعمل نہیں ہوتے ہیں۔ مازال کے معنی میں ہو تو جحد و نفی کے ساتھ مختص ہوتا ہے، سورۃ یوسف آیت ۸۵ میں ہے: قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُ تَذْكُرُ يُوسُفَ. یعنی مَا تَفْتَؤُ. ما نافیہ محذوف ہے۔

تَشْفِي: شَفَاهُ اللهُ (ض) شِفَاءً: تندرستی عطا کرنا۔

يُغْضِي: أَغْضَىٰ۔إِغْضَاءً: چشم پوشی کرنا۔

آلَاؤُكَ: نعمتیں، مفرد: إِلَىً، أَلَىً.

حُسَامُكَ: حُسَام: کاٹنے والی تیز تلوار۔ حَسَمَ (ض) حَسْمًا: کاٹنا، جڑ سے اکھاڑنا، رگ کاٹ کر اس پر داغ لگانا۔

وأَعْدَاؤُكَ تُثْنِي: "آپ کے دشمن بھی آپ کی تعریف کرتے ہیں" شریشی نے اس کے تحت واقعہ لکھا ہے کہ ایک اعرابی حاتم طائی کے ہاں مہمان بنا، حاتم طائی نے اس کی کوئی ضیافت نہیں کی، کھانا تک نہیں کھلایا، پوری رات بھوکا رہنے کے بعد صبح وہ وہاں سے روانہ ہوا، راستہ میں حاتم طائی نے بھیس بدل کر اس سے ملاقات کی اور پوچھا تم رات کو کس کے ہاں مہمان تھے؟ کہنے لگا حاتم طائی کے پاس تھا، پوچھا ضیافت کیسی کی؟ کہنے لگا بہت اچھی، اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت کھلایا، شراب پلائی، میری سواری کو چارہ کھلایا... حاتم اپنا تعارف کرانے کے بعد اس کو ساتھ واپس لے گیا، راستہ میں اس سے پوچھا کہ یہ جھوٹ آپ نے کیوں بولا؟ اعرابی نے کہا، دراصل تمام لوگ آپ کی سخاوت کی تعریف کرتے ہیں، اگر میں صحیح صورتحال بیان کرتا تو میری بات تسلیم نہ کی جاتی، اس لیے میں نے بھی عام لوگوں کی طرح آپ کی ضیافت کی تعریف کی۔

***

وسُودَدُكَ يَقْنِي، ومُواصِلُكَ يَجْتَنِي، ومَادِحُكَ يَقْتَنِي، وسَمَاحُكَ يُغِيثُ، وسَمَاؤُكَ تَغِيثُ، وَدَرُّكَ يَفِيضُ، ورَدُّكَ يَغِيضُ، ومُؤَمِّلُكَ شَيْخٌ حَكاهُ فَيْءٌ، ولَمْ يَبْقَ لَهُ شَيْءٌ. أَمَّكَ بِظَنٍّ حِرْصُهُ يَثِبُ، ومَدَحَكَ بِنُخَبٍ مُهُورُهَا تَجِبُ، ومَرَامُهُ يَخِفُّ، وأَوَاصِرُهُ تَشِفُّ، وإِطْرَاؤُهُ يُجْتَذَبُ، ومَلَامُهُ يُجْتَنَبُ،

آپ کی سیادت بلند کرتی ہے، آپ سے ملنے والا چنتا ہے، آپ کی تعریف کرنے والا

کماتا ہے، آپ کی سخاوت مدد کرتی ہے، آپ کا آسمان بارش برساتا ہے، آپ کی بھلائی بہتی ہے، آپ کا رد کرنا خشک کردیتا ہے (سائل کے رزق کو ختم کردیتا ہے) اور آپ کا امیدوار ایک ایسا بوڑھا ہے جس کا مشابہ سایہ زوال ہے، جس کے لئے کچھ بھی نہیں رہا، اس نے آپ کا قصد کیا ایک ایسے گمان کے ساتھ جس کی حرص کود رہی ہے، اس نے آپ کی تعریف ایسے منتخب الفاظ کے ساتھ کی جن کی مہریں واجب ہیں، اس کا مقصد سہل ہے، اس کے تعلقات صاف و شفاف ہیں، اس کی تعریف میں مبالغہ آرائی کھینچی جاتی ہے (یعنی لوگ چاہتے ہیں کہ وہ ان کی تعریف کرے) اس کی ملامت سے بچا جاتا ہے،

***

وسُؤدَدُكَ يُقْنِي : سُؤدَد : سرداری، سیادت۔ سَادَ (ن) سُؤدَدًا وسَيْدُودَةً : سردار بننا۔ يُقْنِي ، باب افعال سے واحد مذکر غائب ماضی کا صیغہ ہے : بلند کرنا۔ أَقْنَى فُلاَنًا : راضی کرنا۔ سورۃ نجم آیت ۴۸ میں ہے : وأَنَّهُ هُوَأَغْنَى وأَقْنَى ، کہتے ہیں : أَغْنَاهُ اللهُ وأَقْنَاه : قَنِيَ الرَّجُلُ (س) قِنًى: راضی ہونا۔ قَنِيَ الأنفُ: ناک اونچی ہونا۔ القِنَى : رضامندی۔ عرب کہتے تھے :

"مَنْ أُعْطِيَ مِائَةً مِنَ المَعْزِ فَقَدْ أُعْطِيَ القِنَى، وَمَنْ أُعْطِيَ مِائَةً مِنَ الضَأْنِ فَقَدْ أُعْطِيَ الغِنَى ، وَمَنْ أُعْطِيَ مِائَةً مِنَ الإِبِلِ فَقَدْ أُعْطِيَ المُنَى . یعنی جس کو سو بکریاں مل گئیں اسے اس کی رضا کی چیز مل گئی، جس کو سو بھیڑ ملیں اس نے مالداری پالی اور جس کو سو اونٹ ملے اس کی تمام تمنائیں پوری ہوئیں"

ابن فارس نے لکھا ہے کہ قاف ، نون اور حرف معتل کا مادہ دو معنوں پر دلالت کرتا ہے ایک ارتفاع یعنی اونچائی و بلندی پر، دوسرے لزوم پر۔ قَنِيتُ حَيَائِي : میں نے حیا لازم پکڑی عنترہ بن شداد کا شعر ہے

فَاقْنِي حَيَاءَكِ لاَ أَبَا لَكِ وَاعْلَمِي أَنِّي امْرُؤٌ سَأَمُوتُ إِنْ لَمْ أُقْتَلِ

ومُوَاصِلُكَ : باب مفاعلہ سے صیغہ اسم فاعل ہے، وصال و ملاقات کرنے والا آج کل "وَاصَلَ" زیادہ تر جاری رکھنے اور کسی کام کے مسلسل کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے وَاصَلَ التَّقَدُّمَ : پیش قدمی جاری رکھنا ، وَاصَلَ التَّحْقِيقَ فِي الحَادِثِ : واقعہ کی تفتیش جاری رکھنا الجُهْدُ المُتَوَاصِل : مسلسل محنت۔

يَقْتَنِي : اِقْتِنَاءٌ از افتعال : کمانا۔

وَسَمَاحُكَ يُغِيْثُ : اور آپ کی سخاوت مدد کرتی ہے۔ یُغِیْث : باب افعال سے واحد مذکر غائب مضارع کا صیغہ ہے۔ إِغَاثَةٌ : مدد کرنا، تعاون کرنا۔ غَاثَهُ اللّٰهُ (ن) غَوْثًا : اللہ اس کی مدد کریں۔ اجوف واوی ہے۔

وَسَمَاؤُكَ تَغِيْثُ : "اور آپ کا آسمان بارش برسا تا رہے"۔ تَغِیْث : غَاثَ اللّٰهُ البِلَادَ (ض) غَيْثًا وغِيَاثًا : اللہ بارش نازل فرمائیں۔ یہ اجوف یائی ہے۔

يَغِيْضُ : غَاضَ الْمَاءُ (ض) غَيْضًا : پانی خشک ہونا، زمین میں جذب ہونا، کم کرنا (لازم اور متعدی) سورۃ ہود آیت ۴۴ میں ہے : وَغِيْضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ۔ اور سورۃ رعد آیت ۸ میں ہے "اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ"۔

وَهُوَ مِلُّكَ شَيْخٌ حَكَاهُ فَيْءٌ : اور آپ سے امید رکھنے والا ایسا شیخ ہے جو سایۂ زوال کے مشابہ ہے فَیْءٌ : سایۂ زوال جمع : أَفْيَاء وفُيُوء۔ حَكَاهُ فَيْءٌ یعنی شَابَهَهُ فَيْءٌ۔ بوڑھے شیخ کو سایۂ زوال کے ساتھ تشبیہ دی کہ ڈھلنے والے سایہ کی طرح اس کی عمر بھی ڈھل گئی ہے۔

وَمَدْحُكَ بِنُخَبٍ مُهُوْرُهَا تُجَبُ : نُخَب : نُخْبَةٌ کی جمع ہے، ہر منتخب چیز۔ یہاں اس سے منتخب قصیدے مراد ہیں۔ نخب (ن) نَخْبًا : اختیار کرنا۔

وَمَرَامُهُ يَخِفُّ : مَرَام : مقصد و مطلب۔ جمع : مَرَامَات، رَامَ الشَّيْءَ (ن) رَوْمًا : قصد کرنا، ارادہ کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ اس شیخ کا مقصد ہلکا اور آسان ہے، آپ اس کو پورا کرسکتے ہیں۔

وَأَوَاصِرُهُ تَشِفُّ : أَوَاصِر : آصِرَة کی جمع ہے : تعلق، رشتہ۔ تَشِفُّ شَفَّ (ض) شُفُوْفًا : پتلا باریک ہونا، شفاف ہونا۔ ترجمہ ہے : اس کے تعلقات شفاف (اور بے غبار) ہیں۔

***

—— ووراءه ضَفَف، مَسَّهُمْ شَظَف؛ وحَصَّهُمْ جَنَف، وعَمَّهُمْ قَشَف، وَهُوَ في دَمْعٍ يَجِيب، وَوَلَهٍ يُذِيب؛ وَهَمٍّ تضيَّف، وَكَدٍ نيَّف، لِمأمولٍ خَيَّبَ، وإِهْمالٍ شَيَّبَ، وَعَدُوٍّ نَيَّبَ، وَهُدُوٍّ تغيَّبَ،

اور اس کے پیچھے ایسے اھل و عیال ہیں جن کو خستہ حالی نے چھویا، ظلم نے کاٹا اور بدحالی ان پر عام ہے اور وہ ایسے آنسو میں (گھرا ہوا) ہے جو (ہر وقت) لبیک کہہ رہے ہیں، ایسی حیرت میں ہے جو پگھلا رہی ہے، ایسے غم میں ہے جو زبردستی مہمان بن گیا ہے، ایسی

تکلیف میں ہے جو بڑھ رہی ہے۔ ایسی امید کی وجہ سے جس نے ناکام و نامراد بنایا، ایسی مہلت کی وجہ سے جس نے بوڑھا کردیا ایسے دشمن کی وجہ سے جس نے دانتوں سے کاٹا اور ایسے سکون کی وجہ سے جو غائب ہوگیا،

***

وَوَرَاءَهُ ضَفَفٌ :
امام خلیلؒ نے کہا : الضَّفَفُ : كَثْرَةُ الاَيْدِي عَلَى الطَّعَامِ۔ یعنی کھانے پر ہاتھوں کا زیادہ ہونا
ابن الاعرابیؒ نے کہا : الضَّفَفُ : هوالضيقُ والشِّدَّةُ ۔ یعنی تنگی اور سختی ۔
اصمعیؒ نے کہا : هوأنْ يكونَ المالُ قليلاً ومَن يَأكُلُه كَثِير مال کم اور کھانے والے زیادہ ہوں
فراءؒ نے کہا : الضَّفَفُ هوالحَاجَة یہاں اس سے کثرت عیال مراد ہے جیسا کہ شریشی نے لکھا ہے ضَفَّ القَوْمُ عَلَى الطَّعَامِ (ن) ضَفًا وضَفَفًا : کھانے پر رش کرنا، بھیڑ کرنا۔
مَسَّهُمْ شَظَفٌ : مَسَّ، باب نصر اور سمع دونوں سے استعمال ہوتا ہے، صاحب مختار الصحاح نے سمع سے فصیح لکھا ہے۔ مصدر مَسًّا ومِسَاسًا آتا ہے۔ مَسَّهُ : ہاتھ لگانا، چھونا، لاحق ہونا۔
مَسَّهُ المَرَضُ : بیماری لگنا۔ مَسَّ السِّيَاسَةَ : پالیسی پر آنچ آنا۔ مَسَّتِ الحَاجَةُ : ضرورت پیش آئی۔ حَاجَةٌ مَاسَّةٌ : اہم ضرورت۔ شَظَفٌ : تنگدستی، عسرت۔ شَظِفَ الرَّجُلُ (س) شَظَفًا : تنگدست ہونا۔
جَنَفٌ : جَنَفَ عَنِ الطَّرِيْقِ (س) جَنَفًا : راستہ سے ہٹ جانا۔ جَنَفٌ : ظلم، عدل وحق سے انحراف۔ سورة بقرة آیت ۱۸۲ میں ہے : فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوْصٍ جَنَفًا أوْ إثْمًا...
قَشَفٌ : مصدر : بدحالی، قَشِفَ (س) قَشَفًا وقَشُفَ (ک) قَشَافَةً : بدحال ہونا، تنگدست ہونا۔
وَوَلَهٍ : حیرت جو سخت غم کی وجہ سے ہو۔ وَلِهَ، يَوْلَه (س) وَلَهًا ووَلَهَانًا : حیرت زدہ ہونا، عقل کا ماؤف ہونا۔ ابن اثیر النہایہ (ج ۵ ص ۲۲۷) میں لکھتے ہیں : الوَلَهُ : ذَهَابُ العَقْلِ والتَّحَيُّرُ مِنْ شِدَّةِ الوَجْدِ۔
وكَمَدٍ نَيَّفَ : كَمَدَ : الحُزْنُ المَكْتُوْمُ یعنی اندرونی غم كَمِدَ الرَّجُلُ (س) كَمَدًا : مغموم ہونا۔ كَمِدَ اللَّوْنُ : رنگ کا سیاہی مائل ہونا۔ نَيَّفَ باب تفعیل سے ہے، نَيَّفَ الشيءُ تَنْيِيْفًا : زیادہ ہونا۔ ونَافَ الشيءُ (ن) نَوْفًا : اونچا ہونا۔
نَيَّبَ : تَنْيِيْبًا : دانت سے کاٹنا۔ نَابَهُ (ض) نَيْبًا، دانت پر مارنا۔

***

——— ولم يزغ وِدّه فيغضب ، ولاَ خَبُثَ عُودُه فَيُقضَب ، ولا نفَث صَدْرُه ، فيُنفَض ، ولاَ نشزَ وصْلُهُ فيُبْغَض ، وَمَا يَقتَضِي كَرَمُكَ نَبذَ حُرَمِهِ ؛ فبيّض أملَه ، بتخفيف ألمه ، ينثُ حَمْدَكَ بَيْنَ عَالِمِه .

اور اس کی محبت نے کجی اختیار نہیں کی کہ اس پر ناراض ہوا جائے، نہ اس کی لکڑی ناکارہ ہوئی ہے کہ وہ کاٹی جائے، نہ اس کے سینہ نے (شر آمیز) بات کی ہے کہ اس کو دور پھینکا جائے اور نہ ہی اس کی ملاپ نے نافرمانی کی ہے کہ اس کے ساتھ بغض کیا جائے۔ اس کی عزتوں کو پھینکنے کا آپ کا کرم تقاضہ نہیں کرتا، لہٰذا آپ اس کی امید کو روشن کیجئے (امید کو بر لائیے) اس کے غم کو ہلکا کرتے ہوئے وہ اپنے جہاں کے درمیان آپ کی تعریف پھیلائے گا۔

***

ولم يزغ وُدّه : زَاغَ (ض)، زَيْغًا : ٹیڑھا ہونا، جھکنا۔ زَاغَ منہ : پھر جانا۔ سورۃ نجم آیت ۱۷ میں ہے : مَا زَاغَ البَصَرُ وَمَا طَغٰى ۔

ولاخبُثَ عُودُه فَيُقضَب : "اور اس کی لکڑی بے کار نہیں کہ کاٹی جائے۔ خَبُثَ (ک) خَبَاثَةً : ناپاک ہونا۔ خَبُثَ عُودُهُ اس وقت کہتے ہیں جب لکڑی خشک ہو جائے۔

فَيُنفَض : أَنفَضَ فُلاَنًا عَنْ نَفْسِهِ إِنفَاضًا: دور کر دیا۔ نَفَضَ الثوبَ والشَجَرَ (ن) نَفْضًا : جھاڑنا۔

ولانَشَزَ : نَشَزَتِ المَرْأَةُ بِزَوْجِهَا (ن ض) نُشُوْزًا : نافرمانی کرنا۔ سورۃ نسا آیت ۱۲۸ میں ہے : وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا أَوْ إِعْرَاضًا ۔ نَشَزَ القَوْمُ فِي مَجْلِسِهِمْ : مجلس میں لوگوں کا سمٹ جانا یا اٹھ جانا۔ سورۃ مجادلہ آیت ۱۱ میں ہے : وَإِذَا قِيْلَ لَهُمُ فَانْشِزُوْا يَرْفَعِ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ...

ابن فارس نے لکھا ہے کہ نَشَزَ کے اصل معنی بلند ہونے اور اٹھنے کے آتے ہیں۔ یہاں نَشَزَ کے معنی ہیں نافرمانی کرنا۔

نَبذ حُرَمه : نَبَذَ (ض) نَبْذًا : پھینکنا، سورۃ بقرۃ آیت ۱۰۱ میں ہے "نَبَذَ فَرِيقٌ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الكِتٰبَ"۔ نُبْذَةٌ : ٹکڑا، حصہ، پیراگراف۔

***

بقيتَ لإماطةِ شَجَبٍ ، وإعطاءِ نَشَبٍ، وَمُدَاوَاةِ شَجَنٍ، ومُرَاعَاةِ يَفَنٍ ، موصولاً بخفضٍ ، وسُرُورِ غضٍ ، مَا غُشِيَ مَعْهَدُ غَنِيٍّ ، أَوْ خُشِيَ وَهْمُ غَبِيٍّ ، والسلام .

آپ باقی رہیں ہلاکت کو دور کرنے، مال عطا کرنے، غم کا علاج کرنے اور بوڑھے کی رعایت کرنے کے لئے جو خوشحالی اور تازہ خوشی کے ساتھ متصل ہو، جب تک غنی کی مجلس کا قصد کیا جائے یا غبی (کند ذہن) کے وہم سے ڈرا جائے والسلام۔

***

شَجَب : موت ، غم ۔ شجب (ن) شَجْبًا ، شُجُوبًا : ہلاک وغمگین کرنا وشَجِبَ (س) شَجَبًا : ہلاک ہونا، غمگین ہونا۔ متنبی نے سیف الدولہ کی بہن کا ایک معرکے کا مرثیہ کہا ہے اس کے دو شعر ہیں :

تَخَالَفَ النَّاسُ حَتّٰى لَا اتِّفَاقَ لَهُمْ　　اِلَّا عَلٰى شَجَبٍ وَالْخُلْفُ فِي الشَّجَبِ
فَقِيْلَ تَخْلُصُ نَفْسُ الْمَرْءِ سَالِمَةً　　وَقِيْلَ تَشْرَكُ جِسْمَ الْمَرْءِ فِي الْعَطَبِ

" لوگ باہم اختلاف رکھتے ہیں حتیٰ کہ ان میں کوئی اتفاق ہی نہیں، مگر موت پر (سب کا اتفاق ہے) لیکن موت (کی کیفیت) میں بھی پھر اختلاف ہے ۔
بعض کہتے ہیں کہ آدمی کی روح چھوٹ کر صحیح سالم رہتی ہے اور بعض کہتے ہیں جسم کی ہلاکت میں وہ بھی شریک ہے یعنی جسم کے ساتھ روح بھی فنا ہو جاتی ہے "

وإعطاءِ نَشَبٍ : نَشِبَ الشيءُ في الشيءِ (س) نَشَبًا : اٹکنا، پھنسنا ، نَشِبَتِ الْحَرْبُ بَيْنَ الدَّوْلَتَيْنِ : دوملکوں کے درمیان لڑائی ہونا ۔
یہاں نشب سے مال مراد ہے کیونکہ اس کے ساتھ بھی انسان کا دل اٹکا رہتا ہے ۔

وَمُدَاوَاةِ شَجَنٍ : شَجَن : غم ۔ جمع : شُجُون ، شَجِنَ (س) شَجَنًا وشُجُونًا : غمگین ہونا (ن) شَجْنًا : غمگین کرنا۔

ومُرَاعَاةِ يَفَنٍ : يَفَن : شیخ فانی ، بڈھا۔ جمع : يُفُنٌ ۔

وسُرُورٍ غَضٍّ : تازہ خوشی ۔ غَضّ : تروتازہ ۔ جمع : غِضَاض ۔ غَضَّ الغُصْنُ (س) غَضَاضَةً : تروتازہ ہونا ۔

مَعْهَدِ غَنِيٍّ : غنی کی مجلس ۔ معہد اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں لوگ مجلس جماتے ہیں ۔

جمع : مَعَاهِد، عَهِدَ الشیَٔ (س) عَهْدًا : دیکھ بال کرنا، نگہداشت کرنا، جاننا، پانا۔ ابن فارس نے لکھا ہے عین، ہا، دال کا مادہ نگہداشت وحفاظت پر دلالت کرتا ہے۔ آج کل معھد ادارے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

غَبِی : کند ذہن۔ جمع : أَغْبِیَاء۔ غَبِیَ (س) غَبَاوَة : غبی ہونا۔

***

فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ إِمْلاَءِ رِسَالَتِهِ ، وجَلَّى فِی هَیْجَاءِ الْبَلاغَةِ عَنْ بَسَالَتِهِ ، أَرْضَتْهُ الجماعَةُ فِعْلاً وقَوْلاً ،وأَوْسَعَتْهُ حفَاوَةً وطَوْلاً . ثُمَّ سُئِلَ مِنْ أَیِّ الشُّعُوبِ نِجارُه ، وفی أَیِّ الشِّعَابِ وِجارُهُ ، فقَالَ :

پس جب وہ اپنے رسالہ کے لکھوانے سے فارغ ہوا اور بلاغت کے معرکہ میں اس نے اپنی بہادری سے کچھ جھلک ظاہر کی تو جماعت نے اس کو فعلاً و قولاً راضی کیا، اس کو اعزاز و اکرام اور بخشش سے مالا مال کیا، پھر اسے پوچھا گیا کہ کونسے قبیلے سے اس کی اصل ہے اور کس گھاٹی میں اس کا گھر ہے؟ تو وہ کہنے لگا:

***

هَیْجَاء : لڑائی۔ هَاجَ الشیُٔ (ض) هِیَاجًا وهَیَجَانًا : جوش میں آنا، جوش دلانا۔ (متعدی ولازم) هَاجَ النَّبْتُ۔ هِیَاجًا : سوکھ جانا، خشک ہو جانا۔ سورۃ زمر آیت ۲۱ میں ہے ثُمَّ یَهِیجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَجْعَلُهُ حُطَامًا...

بَسَالَتُهُ : شجاعت، جرأت۔ بَسُلَ (ک) بَسَالَةً وبَسَالاً : بہادر ہونا۔

أَرْضَتْهُ : باب افعال سے واحد مؤنث ماضی کا صیغہ ہے إِرْضَاءً : راضی کرنا۔ أَرَضِیَة : دیمک۔

حَفَاوَةً : خیر مقدم، استقبال، اعزاز واکرام۔ حَفِیَ بِه (س) حَفَاوَةً : عزت کرنا۔ حَفِیَ عنه : سوال کرنے میں اصرار کرنا۔ سورۃ أعراف آیت ۱۸۷ میں ہے : "یَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا"۔ حَفِیَ الرَّجُلُ (س) حِفْوَةً وحِفْیَةً وحِفَایَةً وحَفًا وحَفَاءً : ننگے پاؤں چلنا۔

ابن فارس نے لکھا ہے کہ حاء، فاء اور حرف معتل تین معنوں پر دلالت کرتا ہے :

① منع کرنا ② سوال میں اصرار کرنا ③ ننگے پاؤں ہونا۔ کہتے ہیں حَفَوْتُ الرَّجلَ من کلّ شيءٍ : یعنی میں نے منع کیا۔ آخری دو معنوں کی مثالیں اوپر گذر گئیں۔
معلوم نہیں ہے ابن فارس نے اعزاز و اکرام والے معنی کیوں نظر انداز کئے، حالانکہ نہ صرف سمع سے بلکہ باب نصر سے بھی .... حَفَاهُ۔ حَفْوًا کے معنی اکرام اور عزت کرنے کے آتے ہیں۔
ابن فارس اگرچہ مادہ کے اصل معنی بتاتے ہیں لیکن بسا اوقات کچھ اصلی معانی ان سے چھوٹ جاتے ہیں۔

نِجَارُہ : اصل وحسب۔ نَجَرَ الخَشَبَ (ن) نَجْرًا : لکڑی کو چھیلنا، ہموار کرنا۔ نَجَرُ الیَوْمِ : دن کا گرم ہونا۔ نَجَّار : بڑھئی۔

وِجَارُہ : کفتار کا بن، سوراخ، جمع : أَوْجِرَة۔ یہاں وِجار سے گھر مراد ہے۔

***

① غسّانُ أسرَتِيَ الصَّمِيمَهْ   وَسَرُوجُ تُرْبتِيَ القَدِيمَهْ
② فالبيتُ مِثلُ الشَّمسِ إِشْـ   ـراقًا ومَنْزِلَةً جَسِيمَهْ
③ والرَّبْعُ كالفِردوسِ مطـ   ـيَبَةً ومَنْزَهَةً وقِيمَهْ
④ وَاهًا لِعَيْشٍ كانَ لِي   فِيهَا ولَذَّاتٍ عَمِيمَهْ
⑤ أيّامَ أسْحَبُ مُطْرَفِي   فِي رَوْضِهَا مَاضِي العَزِيمَهْ
⑥ أخْتَالُ فِي بُرْدِ الشَّبَا   بِ وأجْتَلِي النِّعَمَ الوَسِيمَهْ
⑦ لا أتَّقِي نُوَبَ الزَّما   نِ ولاَ حَوَادِثَهُ المُلِيمَهْ

① غسان میرا اصلی خاندان ہے اور سروج میرا پرانا وطن ہے۔
② چنانچہ (وہاں) میرا گھر چمک اور بلندی کے اعتبار سے سورج کی طرح تھا۔
③ عمدگی، پاکیزگی اور قیمت کے لحاظ سے جنت الفردوس کی طرح مکان تھا۔
④ سروج میں میری زندگی اور عام نعمتیں کس قدر اچھی تھیں۔
⑤ جن دنوں میں اپنی ریشمی چادر اس کے باغات میں کھینچتا، اپنے عزم پر عمل کر گذرنے والا تھا۔
⑥ جوانی کی چادروں میں اٹھلاتا (ناز و انداز سے چلتا) اور خوبصورت نعمتوں کو دیکھتا۔
⑦ زمانہ کے مصائب اور اس کے المناک حوادث سے نہ ڈرتا۔

① (غسان) مبتدا ہے (أسرتي الصميمة) موصوف صفت مل کر خبر ہے (سروج) مبتدا ہے (تربتي القديمة) خبر ہے۔

② (البيت) مبتدا ہے (مثل الشمس) خبر ہے (إشراقا) (منزلةً) (مثل الشمس) سے تمیز ہے۔

③ (الربع) مبتدا ہے (كالفردوس) (كائن) سے متعلق ہو کر خبر ہے (مَطيَبة) (مَنْزَهة) (قيمةً) یہ تینوں (الربع كالفردوس) کی نسبت سے تمیز ہیں۔

④ (واهاً) اسم فعل بمعنی أعجب، ضمیر متکلم مستتر فاعل (عيش) (واها) سے متعلق ہے (فيها) (كان) سے متعلق ہے (لي) (كان) کی خبر ہے (لذّات) کا عطف (لعيش) پر ہے۔

⑤ (أيام) مضاف (اسحب) مضاف الیہ، یہ پہلے شعر کے لئے ظرف ہے (في روضها) (أسحب) سے متعلق ہے (ماضي العزيمة) (أسحب) کی ضمیر متکلم سے حال ہے۔

⑥ (في برد الشباب) (أختال) سے متعلق ہے (النعم الوسيمة) (أجتلي) کے لئے مفعول بہ ہے۔

⑦ (نوبَ الزمان) (أتقي) کے لئے مفعول بہ ہے (ولا) میں (لا) زائدہ ہے (حوادثه) کا عطف (نوائب الزمان) پر ہے ای (لا أتقي حوادثه المليمة)۔

***

مَنْزَهَة : پاکیزگی۔ نَزُهَ الشَّیْءُ (س ک) نَزَاهَةً ومَنْزَهَةً : برائی سے پاک اور دور ہونا۔ ابن فارس نے لکھا ہے کہ نون، زا اور ھا کا مادہ کسی شی سے دور ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ مُتَنَزَّه پارک کو کہتے ہیں کیونکہ پارک آبادی سے دور اور الگ ہوتا ہے۔

وَاهاً : یہ کلمۂ تعجب بھی ہے اور استفہام بھی۔

مُطْرَف : ریشمی چادر۔ جمع: مَطَارِف۔

***

۸ فَلَوْ أنّ كَرْبًا مُتْلِفٌ لَتلفتُ مِنْ كُرَبِي المقيمَهْ

۹ أوْ يُفتَدَى عَيشٌ مَضَى لَفَدَتهُ مُهْجَتِيَ الكريمَهْ

۱۰ فالموتُ خيرٌ لِلفتَى مِنْ عَيْشِهِ عَيْشَ البهيمَهْ

۱۱ تقتادُهُ بُرَةُ الصَّغا رِ إلى المظيّةِ والْهَضِيمَهْ

۱۲ ويَرَى السِّباعَ تنوشُهَا أيدِى الضِّباعِ المستضِيمَهْ

۱۳ والذّنْبُ للأيام لَوْ لا شؤمُها لم تنْبُ شِيمَهْ

۱۴ ولو استقامَتْ كانتِ الـ أحوالُ فيهَا مُستقيمَهْ

۸ پس اگر کوئی مصیبت ہلاک کرنے والی ہوتی تو میں اپنے مقیم (اور دائمی) مصائب سے ہلاک ہو جاتا۔

۹ یا اگر گذری ہوئی زندگی کا فدیہ دیا جاسکتا تو میری شریف جان اس پر فدا ہو جاتی (یعنی اگر گذری ہوئی حسین زندگی کو فدیہ دے کر لوٹا یا جاسکتا تو میں جان بھی اس کو لوٹانے کے لئے قربان کر دیتا)

۱۰ اور موت آدمی کے لئے اس کی چوپایہ جیسی زندگی سے بہتر ہے۔

۱۱ اس حال میں کہ ذلت کی نکیل اس کو کھینچ رہی ہو بڑی اور (کمر) توڑ دینے والی مصیبتوں کی طرف۔

۱۲ اور (اس حال میں) کہ وہ درندوں (شیروں) کو دیکھے کہ ظالم بجوؤں کے ہاتھ انہیں نوچ رہے ہیں (یعنی جب وہ زمانہ میں اس طرح انقلاب دیکھے کہ بجو جیسے ذلیل جانور شیر جیسے طاقتور اور بہادر جانور کو نوچ رہا ہے اور خسیس شریف پر غالب آرہا ہے تو ایسی حالت میں اس کے لئے زندگی کے مقابلے میں موت بہتر ہے، یہ ترجمہ اس صورت میں ہوگا جب "یری" کو دسویں شعر میں واقع "الفتی" سے حال بنایا جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ اس شعر کو جملہ مستانفہ بنایا جائے تب ترجمہ ہوگا "اور جوان دیکھے گا شیروں کو کہ ظالم بجوؤں کے ہاتھ انہیں نوچ رہے ہیں" یعنی ذلیل کا عزیز پر غالب آنا انقلاب زمانہ کی وجہ سے دیکھا جا سکتا ہے۔

۱۳ اور قصور (ان سب میں) زمانہ وایام کا ہے کیونکہ اگر ایام کی نحوست نہ ہوتی تو عادت ناموافق نہ ہوتی۔

۱۴ اگر ایام درست اور مستقیم رہتے تو ان میں احوال بھی مستقیم رہتے۔

⑧ (لو أن كربا......) شرط ہے (لتلفت) جزاء ہے(من كربي) (لتلفت) سے متعلق ہے۔

⑨ (أو يفتدي) کا عطف (أنّ كربا) پر ہے ای (لو يفتدي) یہ شرط ہے (عيش) (يفتدي) کا نائب فاعل ہے (مضى) (عيش) کی صفت ہے (لفدته) جزا ہے (مهجتي) (فدته) کے لئے فاعل بہ ہے۔

⑩ (الموت) مبتدا (خير للفتى) خبر (من عيشه) (خير) سے متعلق ہے (عيش البهيمة) (خير) سے متعلق ہے(عيش البهيمة) (عيشه) سے بدل ہے۔

⑪ (برة الصغار) مضاف با مضاف الیہ (تقتاده) کا فاعل ہے (إلى العظيمة) (تقتاده) سے متعلق ہے۔

⑫ (السباع) (يدى) کے لئے بمفعول بہ ہے(تنوشها) مفعول بہ سے حال ہے (أيدى الضياع) (تنوشها) کا فاعل ہے(المستضيمة) (الضباع) کی صفت ہے۔

⑬ (الذنب) مبتدا(للأيام) متعلق (كائن) سے ہوکر خبر،(لولا) حرف شرط (شومها) مبتدا (موجود) محذوف نکال کر خبر ہے، مبتدا خبر شرط(لم تنب شيمة) فعل فاعل جزا ہے۔

⑭ (لواستقامت) شرط(كانت الأحوال) جزا ہے (فيها) (كانت) سے متعلق ہے۔

***

مُتْلِفٌ : باب افعال سے صیغۂ اسم فاعل ہے ، أَتْلَفَهُ : ہلاک کیا ۔ تَلِفَ الشيءُ (س) تَلَفًا : ہلاک ہونا۔

يُفْتَدىٰ : باب افتعال سے مضارع مجہول کا صیغہ ہے ، اِفْتَدىٰ مِنْهُ بِكَذَا : فدیہ دیکر اس سے اپنے آپ کو بچالیا۔ وَفَدَى الرجلُ (ض) فِدَاءً : مال دے کر جان چھڑانا۔ سورۃ صٰفّٰت آیت ۱۰۷ میں ہے،وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ... فَدَاه بِحَيَاتِهِ۔ فِدَاءً : جان نثار کرنا۔ فِدَائِىْ : رضاکار، جانباز ۔

مُهْجَتِى : روح۔ جمع : مُهَجَات و مُهَج ، متنبّی نے بڑی اچھی بات کہی ہے :

وَمَنْ تَفَكَّرَ فِي الدُّنْيَا وَمُهْجَتِهِ أَقَامَهُ الْفِكْرُ بَيْنَ الْعَجْزِ وَالتَّعَبِ

"جو شخص دنیا اور اپنی روح کے متعلق سوچے گا تو فکر اس کو عجز اور رنج وتعب کے درمیان کھڑا کر دے گی۔"

تقتادہ بُرَۃ : بُرَۃ : وہ حلقہ جو زیورات کے طور پر استعمال کرتے ہیں جیسے بالی، کنگن وغیرہ، نکیل جو اونٹ وغیرہ کی ناک میں اس کو قابو میں رکھنے کے لیے ڈالتے ہیں۔ جمع : بُرًی بُرات۔

الهَضِيمَة : ظلم۔ هَضَم فلانًا (ض) هَضْمًا : ظلم کیا، اس پر غصہ ہوا۔ سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۲ میں ہے : فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا۔

ابن فارس نے لکھا ہے کہ هَضَمَ کے اصل معنی توڑنے اور دبانے کے آتے ہیں، ہاضمہ کو، ہاضمہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ طعام کو توڑتا ہے۔

تَنوشها : نَاشَ الشيءَ (ن) نَوْشًا : نوچنا، پکڑنا، چلنا، لینا۔

ابن فارس نے لکھا ہے کہ اس کے اصل معنی لینے اور پکڑنے کے ہیں۔ سورۃ سبا آیت ۵۲ میں ہے : وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ۔ طفیل کا شعر ہے :

فَنُشْنَاهُمُ بِأَرْوَاحٍ طِوَالٍ مُثَقَّفَةٍ بِهَا نَفْرِي النُّحُوْرَا

فوجی دستوں کی باہمی جھڑپ کو نَوْش اور مُنَاوَشَة کہتے ہیں۔ اس کی جمع مُنَاوَشَات آتی ہے

الضِّبَاعُ الْمُسْتَضِيمَةُ : الضِّبَاع، ضَبُعٌ کی جمع ہے بجو، کفتار۔ المستضيمة استفعال سے صیغۂ اسم فاعل ہے، ظلم کر کے ذلیل کرنے والی۔

شُؤْمُهَا : بدشگونی، نحوست۔ شَأَمَ (ک) شَآمَةً : منحوس ہونا۔

لم تَنْبُ : نَبَا يَنْبُو (ن) نَبْوَةً ونُبُوًّا : دور ہونا، اپنی جگہ قرار نہ پکڑنا، ناقص واوی ہے۔

زمانے کی برائی

ان اشعار میں علامہ حریری نے زمانے اور ایام کے متعلق کہا ہے کہ زمانہ حقیر کو عظیم اور عظیم کو حقیر، امیر کو غریب اور غریب کو امیر بنا دیتا ہے۔ حالات وطبائع کا اس طرح تغیر ایام کی نحوست کا کیا دھرا ہے۔

علامہ ابشیہی نے المستطرف (ج ۲ ص ٦٧) میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مسلمہ بن زید، عبدالملک بن مروان کے پاس آیا تو عبدالملک نے مسلمہ سے پوچھا "آپ نے کونسا بادشاہ زیادہ

کامل اور کونسا زمانہ زیادہ افضل پایا ہے" مسلمہ نے جواب میں کہا :

أَمَّا الْمُلُوْكُ فَلَمْ أَرَ إِلَّا حَامِدًا أَوْ ذَامًّا۔ وَأَمَّا الزَّمَانُ فَيَرْفَعُ أَقْوَامًا وَيَضَعُ أَقْوَامًا وَكُلُّهُمْ يَذْكُرُ أَنَّهُ يُبْلِي جَدِيْدَهُمْ، وَ يُفَرِّقُ عَدِيْدَهُمْ، وَيُهْرِمُ صَغِيْرَهُمْ وَيُهْلِكُ كَبِيْرَهُمْ۔

" بادشاہوں کے تو تعریف کرنے والے بھی ہوتے ہیں اور مذمت کرنے والے بھی! لیکن زمانہ بعض قوموں کو بلندی تک پہنچاتا ہے اور بعض کو پستی میں گراتا ہے، زمانہ کے متعلق ہر ایک یہی کہتا ہے کہ وہ نئے کو پرانا، ہم جلیس کو جدا، نوجوانوں کو بوڑھا اور بوڑھے کو ہلاک کر دیتا ہے "

اسلام نے زمانے کو برا کہنے اور گالی دینے سے منع کیا ہے۔ امام ابو داود رحمہ اللہ نے اپنی سنن (ج ۴ ص ۲۶۹) میں سب سے آخری حدیث قدسی نقل کی ہے :

يَقُوْلُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ : يُؤْذِيْنِي ابْنُ آدَمَ ، يَسُبُّ الدَّهْرَ، وَ أَنَا الدَّهْرُ، بِيَدِي الْأَمْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۔

" اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ ابن آدم زمانے کو برا کہہ کر مجھے تکلیف پہنچاتا ہے کیونکہ زمانے میں تصرف کرنیوالا میں ہوں ، معاملہ میرے ہاتھ میں ہے، میں ہی دن رات کو تبدیل کرتا ہوں "

شمس الحق عظیم آبادیؒ نے عون المعبود (ج ۱۴ ص ۱۹۲) میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں درحقیقت زمانہ جاہلیت کے ان دو فرقوں پر رد ہے جن میں ایک خالص دہریہ تھا جس کا عقیدہ تھا کہ حوادثات اور انقلابات سب کا خالق زمانہ ہے، اس فرقے کی طرف قرآن نے "وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ" میں اشارہ کیا ہے۔ دوسرا فرقہ اللہ پر ایمان تو رکھتا تھا لیکن اس کا خیال تھا کہ حوادث و آلام زمانہ کے پیدا کردہ ہیں اس لیے وہ حوادثات کو زمانہ کی طرف منسوب کرتا۔ حدیث میں ان دونوں فرقوں کی تردید کی گئی ہے کہ حوادثات اور انقلابات زمانہ کی طرف منسوب کر کے اسے برا کہنا صحیح نہیں، کیونکہ انقلابات کا خالق زمانہ نہیں اللہ جل شانہ ہیں۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے بذل المجہود (ج ۲ ص ۲۱۸) میں لکھا ہے کہ زمانے کو اس عقیدے کے ساتھ برا کہنا کہ وہ خالقِ حوادث ہے، کفر ہے۔ ہاں اگر یہ عقیدہ نہیں لیکن جیسا کہ عام طور پر حوادث کی نسبت زمانہ کی طرف اس میں واقع ہونے کی وجہ سے کر دی جاتی ہے یہ تو کفر نہیں البتہ پسندیدہ نہیں ہے۔

ابوسیاس ایک مرتبہ ابوجعفر شیبانی کے پاس آیا، پوچھا۔کیا کر رہے ہو؟ ابوجعفر نے کہا: زمانہ کی خرابی کا تذکرہ کر رہے ہیں ابوسیاس نے کہا: ہرگز نہیں۔ زمانہ تو ایک برتن ہے، خیر وشر سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، وہ اپنے حال پر رہتا ہے۔ پھر یہ شعر پڑھے:

أَرَىٰ خَلَلًا تُصَانُ عَلَىٰ رِجَالٍ　　وَأَخْلَاقًا تُذَالُ وَلَا تُصَانُ

يَقُولُونَ الزَّمَانُ بِهِ فَسَادٌ　　وَهُمْ فَسَدُوا وَمَا فَسَدَ الزَّمَانُ

میں خوبصورت لباس دیکھ رہا ہوں کہ لوگوں جسموں پر اس کی حفاظت کی جاتی ہے لیکن اخلاق کو دیکھ رہا ہوں کہ ان کی اہانت ہے اور کوئی حفاظت نہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ زمانے میں فساد ہے حالانکہ فساد خود یہ لوگ کرتے ہیں زمانہ نہیں کرتا"

***

ثُمَّ إِنَّ خَبَرَهُ نَمَا إِلَى الْوَالِي، فَمَلَأَ فَاهُ بِاللَّآلِي، وَسَامَهُ أَنْ يَنْضَوِيَ إِلَى أَحْشَائِهِ، وَيَلِيَ دِيوَانَ إِنْشَائِهِ، فَأَحْسَبَهُ الْحِبَاءُ، وَظَلَفَهُ عَنِ الْوِلَايَةِ الْإِبَاءُ.

پھر اس کی خبر والی تک پہنچی، تو اس نے اس کا منہ موتیوں سے بھر دیا اور اس کو مکلف بنایا اس بات کا کہ وہ اس کے خدام میں شامل ہو جائے اور اس کی انشاء پردازی کی مجلس کا والی بن جائے لیکن عطیہ اس کے لئے کافی ہو گیا اور انکار نے ولایت سے اس کو روکا۔

***

نَمَا إِلَى الْوَالِي: نَمَا الشَّيْءُ (ن) نُمُوًّا: بڑھنا، ترقی کرنا نَمَا الْحَدِيثَ إِلَى: منسوب کرنا۔

أَنْ يَنْضَوِيَ: از انفعال اِنْضَوَى الشَّيْءُ اِنْضِوَاءً۔ مل جانا، شامل ہو جانا۔ وَضَوَىٰ إِلَيْهِ (ض) ضَيًّا وَضُوِيًّا: ملنا، پناہ لینا۔ ضَوِيَ الرَّجُلُ (س) ضَوًى: پتلا ہونا۔

فَأَحْسَبَهُ الْحِبَاءُ: أَحْسَبَ إِحْسَابًا: کافی ہونا۔ الْحِبَاءُ: عطیہ۔ حَبَاهُ بِكَذَا (ن) حَبْوًا: دینا، عطا کرنا۔ "الْحِبَاءُ" أَحْسَبَ کا فاعل ہے۔ ترجمہ ہے: "پس کافی ہو گیا اس کے لیے عطیہ"

وَظَلَفَهُ عَنِ الْوِلَايَةِ الْإِبَاءُ: ظَلَفَهُ (ض) ظَلْفًا: اس کو روکا۔ الْإِبَاءُ: انکار۔ أَبَىٰ (ف) إِبَاءً وَإِبَاءَةً: انکار کرنا، رد کرنا۔ باب فتح سے اس کا استعمال عام قاعدہ کے خلاف ہے کیونکہ فتح سے کسی مادہ کے استعمال کی شرط یہ قرار دی گئی کہ اس کے عین یا لام کلمہ میں حروف حلقیہ میں سے کوئی حرف ہو، أَبَىٰ میں نہیں ہے۔

ترکیب میں الإباء، ظلفه کا فاعل ہے۔ ترجمہ ہے: "اور اس کو ولایت وسرداری سے انکار نے باز رکھا"

***

قال الرّاوِی : وَکُنتُ عَرَفتُ عُودَ شجرَتِه ، قَبلَ إینَاعِ ثَمرَتِه ، وَکِدتُ أنبّهُ عَلَی عُلُوِّ قَدرِه ، قَبلَ استِنَارَةِ بدرِه ، فأوحی إلیَّ بإیماضِ جَفنِهِ ، ألاَّ أجرِّدَ عَضبَهُ مِنْ جَفنِهِ . فلمّا خَرَجَ بَطِینَ الخُرجِ ، وَفَصَلَ فائِزًا بالفُلجِ ، شیَّعتُهُ قاضِیًا حَقّ الرِّعَایَةِ ، وَلاحِیًا لهُ عَلَی رَفضِ الوِلایَةِ ، فأعرَضَ مُتبَسِّمًا ، وأنشَدَ مُترَنِّمًا :

راوی نے کہا میں نے اس کے درخت کی لکڑی کو اس کے پھل پکنے سے پہلے پہچان لیا تھا اور قریب تھا کہ میں اس کے ماہتاب چمکنے سے پہلے اس کے علو مرتبت پر تنبیہ کردوں لیکن اس نے مجھے اپنی پلک کے اشارے سے بتایا کہ میں اس کی تلوار اس کی نیام سے نہ نکالوں، چنانچہ جب وہ خرجین (تھیلہ) بھر کر نکلا، اور مقصود پر کامیاب ہو کر جدا ہوا تو میں رعایت کا حق ادا کرتے ہوئے رخصت کرنے کے لئے اس کے پیچھے چلنے لگا اس حال میں کہ میں اس کو ملامت کر رہا تھا ولایت (اور عہدہ) چھوڑنے پر تو اس نے ہنستے ہوئے اعراض کیا اور ترنم کے ساتھ شعر پڑھنے لگا۔

***

إینَاع ثمرته : أینَعَتِ الثَّمَرَةُ إینَاعًا ، یَنَعَتْ (ف) یَنْعًا ویُنْعًا : پھل کا پک جانا۔
سورۃ انعام آیت ۱۰۰ میں ہے : اُنظُرُوا إلٰی ثَمَرِهٖ إذَا أثمَرَ وَیَنعِهٖ ....
بإیمَاضِ جَفنِهِ : أومَضَ الرَّجُلُ بِجَفنِهِ إیمَاضًا : پلک سے اشارہ کرنا أومَضَ البَرقُ : بجلی کا چمکنا ۔ وَمَضَ یَمِضُ (ض) وَمْضًا ومِیضًا ومَضَانًا ۔ بجلی چمکنا ۔
جَفْن پلک کو بھی کہتے ہیں اور تلوار کے نیام کو بھی ۔ یہاں پہلے جفن سے پلک اور دوسرے سے تلوار مراد ہے جمع : أجفَان، جُفُون، أجْفُن ۔
عَضْبه : تیز تلوار عَضَبَ الشَّیْءَ (ض) عَضْبًا : کاٹنا ۔
بَطِینَ الخُرج : زین کا تھیلا جو گھوڑے کی پشت پر سامان رکھنے کے لیے کسا جاتا ہے۔

خُرْجين. جمع: خُرَجَة (بروزنِ عِنَبَة) بَطِين الخرج: بھرا ہواتھیلہ۔
فائزًا بالفُلْج: الفَلْج، کامیابی فَلَجَ الرَّجلُ (ن) فَلْجًا و فُلُوجًا: کامیاب ہونا، مقصود پانا۔
لاحِيًا: باب نصر سے صیغہ اسم فاعل ہے۔ لَحَا فلانًا (ن) لَحْوًا: گالی دینا، ملامت کرنا۔

***

① لَجوبُ البلادِ مَعَ المَتْرَبَهْ أَحبُّ إِلَيَّ مِنَ المَرْتَبَهْ

② لِأَنَّ الوُلاةَ لَهُمْ نَبْوَةٌ ومَعتَبَةٌ يا لَهَا مَعْتَبَهْ!

③ وَمَا فِيهِم مَنْ يَرُبُّ الصَّنِيعَ وَلاَ مَنْ يُشَيِّدُ ما رَتَّبَهْ

④ فَلاَ يَخْدَعَنْكَ لُمُوعُ السَّرَابِ وَلاَ تَأْتِ أَمْرًا إِذَا ما اشْتَبَهْ

⑤ فَكَمْ حَالِمٍ سَرَّهُ حُلْمُه وَأَدْرَكَهُ الرَّوعُ لَمَّا انْتَبَهْ

① مختلف شہروں کے چکر فقر و فاقہ کے ساتھ مجھے مرتبہ و عہدہ سے زیادہ محبوب ہے۔

② اس لئے کہ حاکموں کے لئے اچٹنا ہے (ان میں استقلال نہیں ہوتا) اور ان کا عتاب، کس قدر سخت عتاب ہوتا ہے۔

③ ان حکام میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو احسان (اور اچھے عمل) کی تربیت کرے (اس کو ترقی دے) اور نہ ایسا کوئی ہے جو اپنے مرتب کردہ امور کو مضبوط کرے۔

④ لہٰذا سراب کی چمک آپ کو ہرگز دھوکہ نہ دے اور تو ایسے معاملہ میں نہ آ، جو مشتبہ ہو۔

⑤ اس لئے کہ کتنے خواب دیکھنے والے ہیں، ان کا خواب ان کو خوش کردیتا ہے حالانکہ ان کو خوف لاحق ہوتا ہے جب وہ جاگتے ہیں۔

***

① لام تاکیدیہ ابتدائیہ ہے (جوب البلاد) مبتدا ہے (أحب إلی) خبر ہے (مع المتربة) (جوب) مصدریہ کے لئے مفعول معہ ہے۔

② (الولاة) (أن) کا اسم ہے (لھم) خبر مقدم اور (نَبوة) مبتدا مؤخر ہے، مبتدا خبر مل کر (أنّ) کی خبر ہے (أن) اسم اور خبر سے مل کر مجرور، لام جارہ کے لئے، جار مجرور پہلے

شعر میں (أحبّ) اسم تفضیل سے متعلق ہے (معتبہ) کا عطف (نَبوۃ) پر ہے (یالها معتبة) اس میں یاء حرف ندا ہے، لام تعجب کا ہے اور (ها) ضمیر (معتبة) کی طرف راجع ہے منادی یہاں محذوف ہے، ترکیبی عبارت ہے یا قومی تعجبوا لتلك المعتبة۔

③ (ما) نافیہ ہے (فیهم) خبر مقدم ہے (مَنْ یرب) مبتدا مؤخر ہے (لا) زائدہ ہے (مَنْ یُشیّد) کا عطف (مَنْ یرب) پر ہے (مارتبه) (یشید) کے لئے مفعول بہ ہے۔

④ (لموع) (لا یخدعنك) کا فاعل ہے (أمراً) منصوب بنزع الخافض ہے، حرف جار کو حذف کر دیا ای (لاتأت إلی امر) (إذا) ظرفیہ مضاف ہے (ما) زائدہ ہے (اشتبه) جملہ فعلیہ مضاف الیہ ہے، مضاف با مضاف الیہ (لاتأت) کے لئے ظرف ہے۔

⑤ (کَمْ) خبریہ ممیز (حالم) تمیز، یہ مبتدا (سَرَّہ حُلْمُہ) خبر (أدرکه الروعُ) جملہ فعلیہ ہے (لمّا انتبه) اس کے لئے ظرف ہے (لمّا) ظرفیہ ہے۔

***

لِأَنَّ الوُلَاةَ لَهُمْ نَبْوَةٌ : نَبَا السیفُ (ن) نَبْوَةً : تلوار کا اچٹ جانا۔ نَبَا الشيءُ : دور ہونا، اپنی جگہ نہ ٹھہرنا۔ یہاں نَبْوَة سے نخوت وتکبر اور عدم استقلال مراد ہے، مطلب یہ ہے کہ حکام میں نخوت وتکبر ہوتا ہے، ان میں کوئی مستقل مزاجی نہیں ہوتی، آج خوش ہو کر کسی کو انعام واکرام سے نوازا تو کل اس کی جان پر بھی بن پڑ جاتے ہیں۔

الصَّنِیْع : احسان۔ صَنَعَ إلیہ مَعْرُوْفًا (ف) صَنْعًا وصُنْعًا : نیکی کرنا، احسان کرنا۔

یُشَیِّد : شَیَّدَ البِنَاءَ تَشْیِیْدًا وشَادَ (ض) شَیْدًا : عمارت کو بلند کرنا، مضبوط بنانا۔

فکَمْ حَالِمٍ سَرَّہُ حُلْمُہُ، وأَدْرَکَہُ الرَّوْعُ إِذَا مَا انْتَبَہ : حَالِم : خواب دیکھنے والا۔ حَلَمَ (ن) حُلْمًا وحُلُمًا : خواب دیکھا، حَلُمَ (ک) حِلْمًا بردبار ہونا۔ الحُلُمُ : خواب۔ جمع : أَحْلَام۔ سورۃ یوسف آیت ۴۴ میں ہے : قَالُوْٓا اَضْغَاثُ أَحْلَامٍ۔

مطلب یہ ہے کہ بہت سے لوگ حسین خواب دیکھتے ہیں لیکن جب نیند سے بیدار ہوتے ہیں تو کسی مصیبت اور خوف میں گرفتار ہوتے ہیں۔ شاہانِ نازک طبع کا اکرام وانعام بھی حسین خواب کی مانند ایک فریب ہے، جس پر اعتماد کرنا چاہیئے، نہ اس کے دوام کی امید رکھنی چاہیئے۔

المَقَامَةُ السَّابِعَةُ البَرْقَعِيدِيَّةُ

آپ نے شاید کبھی مشاہدہ کیا ہوگا کہ کبھی ریل اور بس وغیرہ کے سفر میں کوئی فقیر مرد یا عورت آتی ہے اور کارڈ تقسیم کر کے چلی جاتی ہے، درحقیقت یہ مانگنے کا نسبتاً ایک معزز طریقہ ہے، علامہ حریری نے اس مقامہ میں اسی چیز کو بیان کیا ہے، حارث برقعید میں عید کی نماز ادا کرتا ہے، ایک نابینا آدمی بوڑھی عورت کو کارڈ دیتا ہے، بوڑھی عورت کارڈ تقسیم کرتی ہے، ایک کارڈ حارث کو دیتی ہے، جس میں تیرہ اشعار تحریر ہوتے ہیں، ان میں بڑے دردناک انداز میں اپنی بے کسی اور فقر و فاقہ کا بیان ہوتا ہے، عورت حارث کے پاس کارڈ لینے آتی ہے تو وہ اس شرط پر رقم دینے کے لیے کہتا ہے کہ عورت اسے شاعر کا نام بتادے، عورت کہتی ہے یہ اشعار سروجی کے ہیں، حارث سمجھ جاتا ہے کہ یہ ابوزید ہے، اس کے نابینا ہونے کے متعلق وہ فکر مند ہو جاتا ہے کہ اس کی بینائی کیسے چلی گئی؟ حارث اس سے ملتا ہے اور کھانے کی دعوت دیتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کی بینائی بسلامت ہے، اندھا بننا اس کا فریب ہے، پوچھتا ہے کہ آپ اندھا کیوں بنے، ابوزید کہتا ہے، زمانہ اندھا بن گیا ہے اس لیے میں بھی اندھا بن گیا، کھانا کھانے کے بعد ابوزید حارث سے دانت، صاف کرنے کے لیے خلالہ اور ہاتھ صاف کرنے کے لیے صابن وغیرہ منگواتا ہے، حارث لانے کے لیے گھر جاتا ہے، ابوزید بوڑھی کو لے کر اس دوران غائب ہو جاتا ہے، اس مقامہ میں پندرہ اشعار ہیں۔

المقامة السّابعة وهي البَرْقَعِيدِيّة

حَكَى الحارِث بن همام، قال: أَزْمَعْتُ الشُّخُوصَ مِن بَرْقَعِيدَ، وَقَد شِمْتُ بَرْقَ عِيدٍ، فَكَرِهْتُ الرِّحْلَةَ عَنِ تلك المدينَةِ، أو أشهَدَ بِها يَوْمَ الزِّينَةِ. فلمّا أَظَلَّ بِفَرْضِه وَنفْلِهِ، وَأَجلَبَ بِخَيْلِهِ وَرَجْلِهِ، اتَّبَعْتُ السُّنَّةَ فِي لُبْسِ الجديد، وَبَرَزْتُ مَعَ مَنْ بَرَزَ لِلتَّعْيِيدِ.

حارث بن ہمام نے حکایت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے برقعید شہر سے سفر کرنے کا پختہ ارادہ کیا اور میں عید کا چاند دیکھ چکا تھا، اس لئے میں نے اس شہر سے کوچ کرنا ناپسند سمجھا، یہاں تک کہ میں زینت (عید) کے دن اس میں حاضر رہوں۔ چنانچہ جب عید اپنے فرض اور نفل کے ساتھ ہوگئی اور اس نے اپنے سواروں اور پیادوں کو کھینچ لایا تو میں نے نئے لباس پہننے میں سنت کی اتباع کی اور عید منانے کے لئے جو لوگ نکلے تھے ان کے ساتھ نکلا۔

***

یہ مقامہ موصل عراق سے چار دن کی مسافت پر واقع شہر برقعید کی طرف منسوب ہے، شریشی نے لکھا ہے کہ موصل اور برقعید کے درمیان بیس فرسخ کا فاصلہ ہے۔ علامہ یاقوت حموی نے معجم البلدان (ج ۱ ص ۳۸۷) میں لکھا ہے کہ تیسری صدی ہجری سے پہلے یہ اچھا خاصا مشہور شہر تھا لیکن اب یہ چھوٹی سی آبادی ہے اور یہاں کے لوگ چوری میں ضرب المثل ہیں، کہتے ہیں لِصٌّ بَرقَعِيدِيٌّ۔

أَزْمَعْتُ الشُّخُوص: أَزْمَعَ افعال سے ہے، أَزْمَعَ الأَمْرَ وَبِهِ وَعَلَيْه: پختہ عزم کرنا أَزْمَعَ الرَّجُلُ: جلدی کرنا۔ زَمَعَ الرَّجُلُ فِي المَشْيِ (ف) زَمْعًا وزَمَعَانًا: جلدی چلنا۔ وزَمِعَ (س) زَمَعًا: خوف زدہ ہونا۔ الشُّخُوص: باب فتح کا مصدر ہے۔ شَخَصَ مِنَ البَلَدِ (ف) شُخُوصًا: جانا۔ شَخَصَ بَصَرُهُ: نگاہ اٹھنا۔ سورۃ ابراہیم آیت ۴۲ میں ہے: إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الأَبْصَارُ۔

شِمْتُ : شَامَ الْبَرْقَ (ض) شَيْمًا : دیکھنا، آسمانی بجلی کو دیکھنا کہ بادل برسے گا یا نہیں
الْتَئَامَ : باب افتعال سے ہے بمعنی مل جانا، جڑ جانا۔ لَأَمَ الشَّيْءَ (ف) لَأْمًا : اصلاح کرنا،
لَأَمَ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ : جمع کرنا، جوڑنا۔

***

وَحِيْنَ الْتَأَمَ جَمْعُ الْمُصَلَّى وَانْتَظَمَ، وَأَخَذَ الزِّحَامُ بِالْكَظَمِ، طَلَعَ شَيْخٌ فِي شَمْلَتَيْنِ، مَحْجُوبُ الْمُقْلَتَيْنِ، وَقَدِ اعْتَضَدَ شِبْهَ الْمِخْلَاةِ، وَاسْتَقَادَ الْعَجُوزَ كَالسِّعْلَاةِ، فَوَقَفَ وِقْفَةَ مُتَهَافِتٍ، وَحَيَّا تَحِيَّةَ خَافِتٍ۔

جس وقت عید گاہ کا مجمع مل گیا اور مرتب ہو گیا اور ہجوم نے سانس کے رکنے کو لے لیا تو ایک ایسا بوڑھا دو چادروں میں ظاہر ہوا جس کی آنکھوں پر پردہ تھا اور اس نے توبڑے جیسی چیز اپنے بازو میں لے رکھی تھی، بھوتنی (غول) کی طرح ایک بوڑھی عورت کو کھینچ رہا تھا، پس وہ گرنے والے کے کھڑے ہونے کی طرح (لڑکھڑاتے ہوئے) کھڑا ہوا اور پست آواز والے شخص کے سلام کی طرح سلام کیا،

***

وَأَخَذَ الزِّحَامُ بِالْكَظَمِ : الكَظَمُ: سانس نکلنے کی جگہ۔ جمع : أَكْظَامٌ و كِظَامٌ۔
كَظَمَ السِّقَاءَ (ض) كَظْمًا : مشکیزے کا منہ بند کرنا كَظَمَ الرَّجُلُ غَيْظَهُ : غصہ پینا۔
سورۃ آل عمران آیت ۱۳۴ میں ہے : وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ۔
آج کل تھرماس کو كَظِيْمَة کہتے ہیں، اس کی جمع کظائم آتی ہے۔
یہاں ترجمہ ہوگا : "اور ہجوم نے لے لیا سانس نکلنے کی جگہ کو / یا سانس کے رکنے کو"
یعنی بھیڑ اور رش کی وجہ سے سانس گھٹنے لگا۔ شریشی نے الكَظَم کا ترجمہ کیا ہے : تَضْيِيْقُ النَّفَسِ مِنْ شِدَّةِ الزِّحَامِ۔
وَقَدِ اعْتَضَدَ شِبْهَ الْمِخْلَاةِ : اعْتَضَدَ : کسی چیز کو بازو میں لینا۔ شِبْهٌ: تصویر، نقل مشابہت۔ جمع : أَشْبَاهٌ۔ آج کل کہتے ہیں : شِبْهُ إِقْطَاعِيٍّ : نیم جاگیردارانہ۔ شِبْهُ جَزِيْرَة : جزیرہ نما۔ شِبْهُ قَارَة : برصغیر۔ المِخْلَاة: توبڑہ، جس میں دانہ وغیرہ بھر کر گھوڑے کی گردن میں لٹکا دیتے ہیں۔ جمع : مَخَالٍ۔ ترجمہ ہے : "اور اس نے توبڑے جیسی چیز اپنے بازو میں

لے رکھی تھی "

السِّعلاة : بھوت، پریت، غول، چڑیل، لڑاکا عورت، گندی عورت، بدصورت عورت، بھتنی جمع سَعَال وسِعْلیَات

مُتَهَافِت : یہ باب تفاعل سے صیغۂ اسم فاعل ہے۔ گرنے والا۔ تهافت على الشئ : گرنا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے "تهافت الفلاسفة" کے نام سے بڑی معرکۃ الآراء کتاب فلسفہ کے رد میں لکھی ہے۔ و هَفَتَ الشئُ (ض) هَفْتًا و هُفَاتًا : ہلکی ہونے کی وجہ سے چیز کا اُڑنا، پست ہونا، پتلا ہونا۔

خافِت : وہ شخص جس کی آواز پست ہو۔ خفت (ن.ض) خَفْتًا وخُفُوتًا و خُفَاتًا : ٹھرنا، خاموش ہونا، ضعیف ہونا۔ خَفَتَ الصَوتُ : آواز کا پست ہونا۔ خَفَتَ بالصَوت : آواز پست کرنا۔ امام ابو داوٗد نے اپنی سنن (ج ۱ ص ۵۸، کتاب الطھارۃ) میں روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا : أرأيتَ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم کان يجهر بالقرآن أم يخفتُ به ؟ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت بآوازِ بلند فرماتے تھے یا آہستہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا : رُبما جهر به وربما خفتَ،

***

وَلَمَّا فرَغَ من دُعائِهِ ، أَجال خَمْسَةً في وِعَائِه ؛ فأَبرزَ منه رقاعًا قد كُتِبْنَ بألوانِ الأصباغِ ، في أَوانِ الفَراغِ ، فناوَلَهُنَّ عَجُوزَهُ الحَيزَبُونَ ، وَأَمَرَها بأن تَتَوسَّمَ الزَّبُونَ ، فمَن آنستْ نَدى يدَيْه ، أَلقتْ مِنْهُنَّ وَرَقَةً لَدَيه ، فأتاحَ له القدرُ المعتوب ، رقعة فيها مكتوب ...

جب وہ اپنی دعا سے فارغ ہوا تو اپنے پانچوں (انگلیوں) کو اپنے برتن میں گھمانے لگا چنانچہ اس سے چند ایسے رقعے (پرچے) اس نے نکالے جو مختلف رنگوں سے فراغت کے اوقات میں لکھے گئے تھے، وہ رقعے اس نے اپنی کھوسٹ بوڑھی کو دیئے اور اس کو حکم دیا کہ وہ بیوقوف شخص کو دیکھے پس جس شخص کے دونوں ہاتھوں کی سخاوت وہ محسوس کرے ان میں سے ایک رقعہ اس کے پاس ڈالدے تو عتاب زدہ تقدیر نے میرے لئے بھی ایک رقعہ مہیا اور مقرر کردیا جس میں لکھا ہوا تھا۔

***

بألوان الأصباغ: یہ صبغ کی جمع ہے رنگ، الوان کی اضافت أصباغ کی طرف اضافت بیانیہ ہے
فناولهن عجوزه الحيزبون: ناول باب مفاعلہ سے ہے۔ ناول الشئ: دینا، عطا کرنا۔ الحیزبون: بوڑھی مکار عورت۔
ترکیب میں "ناول" فعل ضمیر مستتر فاعل "هن" ضمیر منفصل مفعول بہ اول اور "عجوز" مفعول بہ ثانی "الحیزبون" عجوز کی صفت ہے۔ ترجمہ ہے: پس اس نے وہ رقعے اپنی بوڑھی مکار عورت کو دیدیئے
الزَّبُون: اس لفظ کے مختلف معنی آتے ہیں: ① بیوقوف، کند ذہن ② وہ اونٹنی جو دوہتے وقت زانو پھٹکائے ③ حرب زبون: سنگین جنگ۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ زبنه وبه (ض)، زَبْنًا ہٹانا، ٹکر لگانا۔

***

① لقدْ أصبحتُ موقوذًا بأوجَاعٍ وَأوْجَالِ
② وَممنُوًّا بِختّالٍ وَمختالٍ ومُغتالِ
③ وَخوّانٍ مِنَ الإخوا نِ قالٍ لی لإقلالِي
④ وَإعمَالٍ مِنَ العُمَّا لِ فی تَضْلِيعِ أعْمَالِي
⑤ فَكَمْ أصْلَى بأذْحالٍ وَأمْحالٍ وَترْحالِ
⑥ وَكَمْ أخطِرُ فی بالٍ وَلاَ أخْطُرُ فی بَالِ
⑦ فلَيْتَ الدّهرَ لمّا جا رَ أطْفا لِيَ أطفَالِي

① میں دردوں اور خوفوں کا مارا ہوا ہوں۔
② اور آزمائش میں مبتلا کیا گیا ہوں مکار، متکبر، اور ہلاک کرنے والے کے ساتھ
③ بھائیوں میں سے بہت خیانت کرنے والے، اپنے فقر کی وجہ سے دشمنی کرنے والے کے ساتھ
④ اور میرے اعمال کو کج (اور خراب) کرنے میں عمال (حکام) کی طرف سے کاروائی کرنے کے ساتھ۔
⑤ کتنی بار میں عداوتوں، قحطوں اور سفر (کی آگ) میں ڈالا گیا ہوں۔
⑥ اور کتنی بار میں بوسیدہ کپڑوں میں پھرتا رہا اور کسی دل میں بھی میں نہیں آیا۔
⑦ کاش زمانے نے جب ظلم کیا تو وہ میرے بچوں کو بھی بجھا دیتا۔

⑧ فلَوْلا أنّ أشبالِيَ أغلالِي وأغلالِي
⑨ لَمَا جَهّزْتُ آمالِي إلى آلٍ ولاَ والي
⑩ ولاَ جرَّرْتُ أذيالي عَلَى مَسْحَبِ إذلاَلي
⑪ فَمِحْرابِيَ أحْرَى بي وأسْمالِيَ أسْنَى لِي
⑫ فَهَلْ حُرٌّ يرَى تخْـــفِيفَ أثقالِي بِمِثْقالِ
⑬ ويُطفِي حَرَّ بَلبالِي بِسِرْبالٍ وسِرْوالٍ !

⑧ اگر میرے بچے میرے طوق اور میرے لئے ہتھکڑیاں نہ ہوتے۔
⑨ تو میں اپنی امیدوں کو کسی شخص اور کسی والی کے پاس نہ لے کر جاتا۔
⑩ اور نہ میں اپنے دامنوں کو رسوا کن جگہ پر کھینچتا۔
⑪ کہ میرا محراب میرے لئے زیادہ مناسب ہے اور میرے پرانے کپڑے میرے لئے زیادہ بلند ہیں۔
⑫ پس کیا کوئی شریف آدمی مثقال سے میرے بوجھوں کو ہلکا کرنا مناسب سمجھ سکتا ہے۔
⑬ اور میرے غم کی حرارت کو قمیص و شلوار سے بجھا سکتا ہے۔

* * *

① (موقوذا) (أصبحت) فعل ناقص کے لئے خبر ہے (بأوجاع) جار مجرور (موقوذا) سے متعلق ہے (أوجال) کا عطف (أوجاع) پر ہے۔

② (ممنوا) کا عطف (موقوذا) پر ہے (بمحتال) جار مجرور (ممنوا) سے متعلق ہے (محتال) پر آگے پانچ عطف ہیں (مختال) (مغتال) (خوان) (قال) اور (إعمال) ان سب کا عطف (محتال) پر ہے۔

③ (من الإخوان) (خوّان) سے متعلق ہے (لی) اور (لا قلالی) دونوں (قال) سے متعلق ہیں۔

⑤ (باذحال) تمیز ہے، باء زائدہ ہے، ممیز، تمیز مل کر مفعول فیہ (أصلی) فعل کے لئے (أمحال) اور (ترحال) دونوں کا عطف (أذحال) پر ہے۔

⑥ (کَمْ) خبریہ ممیز (فی بال) میں (فی) زائدہ اور (بال) ممیز، ممیز تمیز مل کر مفعول فیہ (أخطر) کے لئے (ولا اخطر) کا عطف (وکم أخطر) پر ہے۔

⑦ (الدھر) (لیت) کا اسم ہے (لَمّا) شرطیہ ہے (جَارَ) فعل، ضمیر فاعل (أطفالی) مفعول بہ، جملہ فعلیہ ہو کر یہ شرط ہے (أطفأ) فعل، فاعل جزا ہے (لی) جار مجرور (أطفأ) سے متعلق ہے۔

⑧ (لولا) شرطیہ ہے (أشبالی) (أنّ) کا اسم ہے (أغلالی) اور (أعلالی) دونوں خبر ہیں اسم خبر مل کر شرط ہے۔

⑨ (لَمَا جھزت) جزا ہے (ما) نافیہ ہے اور لام تاکیدیہ ہے (آمالی) (جھزت) کے لئے مفعول بہ ہے (إلی آل) (جھزت) سے متعلق ہے (ولا والی) واؤ عاطفہ ہے (لا) زائدہ ہے (والی) کا عطف (آل) پر ہے۔

⑩ (ولاجررت) کا عطف (لما جھزت) پر ہے (أذیالی) مفعول بہ ہے (علی سحب) (جررت) سے متعلق ہے۔

⑪ (فمحرابی) مبتدا ہے، فاء تفریعیہ ہے (أحری بی) خبر ہے (أسمالی) مبتدا ہے (أسمی لی) خبر ہے۔

⑫ (حر) مبتدا ہے (یری) خبر ہے (تخفیف) (یری) کے لئے مفعول بہ ہے۔

⑬ (و یطفی) کا عطف (یری) پر ہے (حَرَّ بَلْبالی) مرکب اضافی (یطفی) کے لئے مفعول بہ ہے۔

***

مَوْقُوْذًا بِأَوْجَالٍ : مَوْقُوذ اسم مفعول : مارا گیا۔ وقذہ (ض) وقْذًا : سخت مارنا۔ اتنا مارنا کہ جان پہ بن آئے۔ سورۃ مائدہ آیت ۳ میں ہے : وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ... أَوْجَال : وَجَلٌ کی جمع ہے۔ وَجِل (س) وَجَلاً : ڈرنا۔ سورۃ انفال آیت ۲ میں ہے : اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ.

وَمَمْنُوًّا : اسم مفعول : آزمائش میں مبتلا کیا گیا۔ مناہ بکذا۔ مَنْوًا : آزمائش میں مبتلا ہونا۔ منا فلانًا : امتحان لینا، جانچنا۔

مغتال : باب افتعال سے صیغۂ اسم فاعل ہے : ہلاک کرنے والا۔ إغْتَال۔ اِغْتِيَالاً

وغال الشئَ (ن) غَوْلاً : ہلاک کرنا، دھوکہ سے قتل کرنا۔
خَوّان : باب نصر سے صیغۂ مبالغہ ہے: بہت زیادہ خیانت کرنے والا۔ خانہ (ن) خُوْنًا وخِیانةً : خیانت کرنا۔ قالٍ : اسم فاعل از قلی (ض)، قَلْیاً : دشمنی کرنا۔
إِقْلالی : یعنی فَقْری ۔باب افعال کا مصدر ہے أَقَلّ فلانٌ : فقیر ہونا۔
تَضْلیع : باب تفعیل کا مصدر ہے: کجی ۔ ضَلّعہ : ٹیڑھا کرنا۔ و ضَلِعَ (س) ضَلَعًا : ٹیڑھا ہونا۔
فکَمْ أصلي بأَذْحال وأَمْحال : أُصْلیٰ : یا تو باب ضرب سے مضارع متکلم مجہول کا صیغہ ہے۔ صَلَی الشئَ (ض) صَلْیًا : آگ میں ڈالنا۔ صلہ میں علی اور فی بھی استعمال کرتے ہیں صَلَی فی النار وعلی النار ۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ أَصْلَی باب سمع سے مضارع متکلم معروف کا صیغہ ہو صَلِی النارَ وبِها (س) صَلًی وصِلِیًّا : آگ میں جلنا۔ سورۂ لیل آیت ۱۵ میں ہے لا یَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَی۔ أَذْحال : ذَحْلٌ کی جمع ہے : کینہ، عداوت۔ أَمْحال : مَحْلٌ کی جمع ہے : قحط۔ باب سمع، فتح، کرم سے مستعمل ہے۔ مَحَل المکان محلاً ومُحُولاً : قحط زدہ ہونا
أُصْلی اگر مجہول کا صیغہ ہے تب ترجمہ ہوگا : "کتنی بار میں عداوت اور قحط کی آگ میں ڈالا گیا ہوں" اور معروف کی صورت میں ترجمہ ہوگا : "کتنی بار میں عداوتوں اور قحط کی آگ میں جلا ہوں۔"
وکم أَخطِر فی بالٍ ولا أَخْطُر فی بال : پہلا "أَخطِر" باب ضرب سے مضارع متکلم کا صیغہ ہے بمعنی أَمْشِي۔ خَطَر الرجلُ فی مَشْیِه (ض) خَطَرانًا : ہاتھ اوپر نیچے مار کر چلنا مٹک مٹک کر چلنا، جھومنا۔ اور دوسرا "أَخْطُر" باب نصر سے مضارع متکلم کا صیغہ ہے۔ خطر بباله : دل میں آنا۔ فی اور باء بھی اس کے صلہ میں استعمال کرتے ہیں۔ خطر علی باله و فی باله۔ امام ابن ماجہ نے اپنی سنن (ج ۲ ص ۱۴۴۷ کتاب الزہد) میں حضرت ابوھریرہؓ کی روایت نقل کی ہے : " یقول اللہ عز وجل أَعْدَدْتُ لعبادی الصالحین مالا عینٌ رَأَتْ ولا أُذُنٌ سمِعَتْ، ولاخطَر علی قلبِ بَشَر "
بال : پہلے "بال" سے پرانا کپڑا مراد ہے، صیغہ اسم فاعل ہے بَلِيَ الثوبُ (س) بِلًی وبِلاءً : کپڑا بوسیدہ ہونا، پرانا ہونا۔ اور دوسرے "بال" سے دل مراد ہے۔
أَطْفَأَ لِي أُطْفالي : پہلا " أطفأ" "لی" باب افعال سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے "لِی" جار مجرور مل کر "أطفأ" کے متعلق ہے، أَطْفَأَ کے معنی ہیں : بجھانا، سورۂ صف آیت ۸ میں ہے : يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ ۔ یہاں أَطْفأَ سے ختم کرنا

اور فنا کرنا مراد ہے۔ دوسرا " أطفال " طِفل کی جمع ہے بمعنی بچہ۔ " أطفالی " "لماجار" شرط کی جزا ہے۔ یعنی کاش! زمانے نے جب ظلم کیا تو میرے بچوں کو بھی مار ڈالا ہوتا۔
فلولا أنَّ أشبالی أغلالی وأعلالی : أشبال : شِبل کی جمع ہے، شیر کے بچے کو کہتے ہیں، نشید قرآنی ہے :

غرِّد یا شبل الإیمان غرِّد واصدع بالقرآن
فیه الحق وفیه النور فیه اللؤلؤ والمرجان

أغلال : غُلّ کی جمع ہے : لوہے کا طوق، بیڑی۔ سورۃ یٰسٓ آیت ۸ میں ہے :
إِنَّا جَعَلْنَا فِيٓ أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا۔
أعلالی : عَلّ کی جمع ہے : چیچڑی یعنی وہ کیڑا جو جانور (عام طور پر بھینس گائے وغیرہ) کے بدن میں لگ جاتا ہے اور جانور کی کھال کے ساتھ چپکا رہتا ہے۔
لما جهّزتُ آمالی إلی آل : جهّز الشیءَ تجهیزًا : تیار کرنا، مہیا کرنا۔ جهّز إلیه : اس کے پاس لے جانا، بھیجنا، سپلائی کرنا۔ جهز علی الجریح (ف) جهزًا : زخمی کا کام تمام کرنا
تجهیز للانتخابات : الیکشن کی تیاری۔ ادارہ، مشین، نظام اور سسٹم کے لیے لفظ جِهاز استعمال کرتے ہیں۔ اس کی جمع أجهزة آتی ہے۔ أجهزة الأعلام : ذرائع ابلاغ۔ أجهزة الأمن : امن مشینری۔ الأجهزة الرسمیة : سرکاری ذرائع۔ جهاز الهضم : نظام ہضم۔
یہاں "جهّزتُ" کے صلہ میں إلی آیا ہے اس لیے معنی ہیں : جب میں لے گیا۔
آل : آل کے معنی اہل وعیال کے بھی آتے ہیں اور سراب کو بھی آل کہتے ہیں۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ آل بمعنی شخص بھی آتا ہے، یہاں بمعنی شخص ہے۔
أحرَی بی : اسم تفضیل : حَرَا به (ن) حَرًا : کسی چیز کا لائق و سزاوار ہونا۔ مادہ (ح ر و)
و أسمالی أسمی لی : أسمال : سَمَل کی جمع ہے بوسیدہ کپڑے۔ أسمی لی : یہ باب نصر سے صیغہ اسم تفضیل ہے۔ سمی (ن) سُمُوًّا : بلند ہونا۔ أسمی لی : یعنی أعز لی و أرفع قدری۔
بلبالی بسربال وسروال : بلبال : شدتِ غم جمع : بلابل و بلابیل۔ سربال : قمیص۔ جمع : سرابیل۔ سروال : پائجامہ۔ جمع : سراویل۔

***

قال الحارث بن همام: فلمّا استعرضتُ حُلّةَ الأبياتِ، تُقتُ إلى معرفةِ مُلحِمِها، وَرَاقِمِ عَلَمِها. فناجاني الفِكرُ بأنّ الوُصْلةَ إليهِ العجوز، وأفتاني بأنّ حُلْوانَ المُعرِّفِ يجوزُ؛ فرَصَدْتُها وهي تستقري الصفوفَ صفًّا صفًّا؛ وتستوكفُ الأكُفَّ كفًّا كفًّا،

حارث بن ہمام نے کہا جب میں نے اشعار کے جوڑے کو چوڑا سمجھا تو میں اس کے بُننے والے کو پہچاننے کا اور اس کے نقش کی میناکاری کرنے والے کا مشتاق ہوا چنانچہ میری فکر نے مجھ سے سرگوشی کی کہ اس کی طرف پہنچنے کا ذریعہ بوڑھی ہے اور مجھے (میری فکر نے) فتویٰ دیا کہ پہچان کرانے والے کی اجرت جائز ہے اس لئے میں اس کی نگہبانی کرنے لگا، وہ ایک ایک صف کو تلاش کررہی تھی اور ایک ایک ہتھیلی سے بارش طلب کررہی تھی،

***

تُقتُ : تاق إليه (ن) تَوقًا وتُؤُوقًا : مشتاق ہونا۔
مُلحِمُها : یہ باب افعال سے صیغۂ اسم فاعل ہے أَلحَمَ الثوبَ : کپڑا بننا۔
أَلحَمَ الشِعرَ : شعر نظم کرنا۔
حُلْوانُ المُعرِّفِ : دلال کی اجرت۔ حُلْوان: اجرت، مزدوری۔ حلا فلانًا الشئَ (ن)، حَلْوًا وحُلْوانًا : عطا کرنا۔ المُعرِّف : پہچان کرانے والا۔ رہنمائی کرنے والا۔
مطلب یہ ہے کہ رہنمائی کرنے والے کو کچھ اُجرت دیدینا شریعت میں جائز ہے۔ نہی اور ممانعت کاہن کی اجرت کی آئی ہے۔ لہٰذا بوڑھی عورت کو کچھ دے کر ان اشعار کے شاعر کا پتہ اس سے معلوم کرلینا چاہیے۔
وتستوكِفُ الأكُفَّ كفًّا كفًّا : اور وہ طلب کررہی تھی بارش کو ہتھیلیوں سے ہتھیلی ہتھیلی کرکے۔
تستوكف : باب استفعال سے ہے۔ إستَوكَفَ الماءَ۔ استيكافًا : پانی ٹپکانا، جاری کرانا، بارش طلب کرنا۔ ووَكَفَ البيتُ (ض) وَكفًا ووَكِيفًا : گھر کی چھت ٹپکنا وَكفَتِ العينُ الدمعَ : آنکھ کا آنسو بہانا۔ لازم ومتعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔
الأكُفّ : كَفٌّ کی جمع ہے: ہتھیلی۔

وَما إِنْ يَنجَحُ لَهَا عَنَاءٌ ، وَلا يَرْشَحُ عَلَى يَدِهَا إِنَاءٌ ، فَلَمَّا أَكْدَى اسْتِعْطَافُهَا ، وَكَدَّهَا مَطَافُهَا ، عَاذَتْ بِالاسْتِرْجَاعِ ، وَمَالَتْ إِلَى إِرْجَاعِ الرِّقَاعِ ، وَأَنْسَاهَا الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رُقْعَتِي ، فَلَمْ تَعُجْ إِلَى بُقْعَتِي ، وَآبَتْ إِلَى الشَّيْخِ بَاكِيَةً لِلْحِرْمَانِ ، شَاكِيَةً تَحَامُلَ الزَّمَانِ ؛ فَقَالَ : إِنَّا لِلّٰهِ ، وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللّٰهِ ، وَلا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ إِلاَّ بِاللّٰهِ ! ثُمَّ أَنْشَدَ :

① لَمْ يَبْقَ صَافٍ وَلاَ مُصَافٍ　　وَلَا مَعِينٌ وَلَا مُعِينٌ

② وَفِي الْمَسَاوِي بَدَا التَّسَاوِي　　فَلَا أَمِينٌ وَلَا ثَمِينٌ

لیکن اس کی مشقت کامیاب نہ ہوسکی اور اس کے ہاتھ پر کوئی برتن نہ ٹپکا چنانچہ جب اس کی تلاشِ مہربانی ختم ہوگئی اور اس کی گردش نے اس کو تھکادیا تو وہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتی ہوئی واپس ہوئی اور رقعوں کو لوٹانے کی طرف مائل ہوئی، شیطان نے میرے رقعے کا ذکر اسے بھلادیا، اس لئے وہ میری جگہ کی طرف نہ آئی اور بوڑھے کی طرف، محرومی پر روتی ہوئی زمانہ کے ظلم کی شکایت کرتی ہوئی لوٹی تو بوڑھے نے کہا انا للہ...... میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور قوت و طاقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے پھر شعر پڑھنے لگا۔

① کوئی صاف آدمی رہا اور نہ کوئی مخلص دوستی کرنے والا رہا، نہ چشمہ رہا اور نہ مددگار،

② برائیوں میں برابری شروع ہوگئی پس نہ کوئی امانت دار رہا اور نہ کوئی قیمتی۔

***

① (صاف) (لَمْ یَبْقَ) کا فاعل ہے (مُصاف) (مَعین) (مُعین) یہ تینوں بھی عطف کے ذریعہ (لم یبق) کا فاعل ہیں اور (لا) ان میں زائدہ ہے۔

② (فی المَساوی) جار مجرور متعلق مقدم (بدا) فعل کے لئے (التساوی) (بدا) کا فاعل ہے (فلا) فاء تفریعیہ ہے (لا) مشبہ بلیس ہے (امین) اس کا اسم ہے اور (موجودا) اس کی خبر محذوف ہے (لاثمین) کی ترکیب بھی اسی طرح ہے۔

وَلَا يَرْشَحُ : رشح الماءُ (ف) رَشْحًا : پانی ٹپکنا، بہنا، رسنا۔ راشح : فلٹر کو کہتے ہیں۔ المُرَشَّح : امیدوار۔

أَكْدَى : أكدى الرجلُ : ناکام ہونا، نامراد و محروم ہونا، بخل کرنا۔ سورۂ نجم آیت ۳۴ میں ہے : وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّ اَكْدٰى۔ یعنی تھوڑا دیا پھر وہ بھی بند کر دیا۔ کہتے ہیں : حَفَرَ فَأَكْدَى : کھودتے کھودتے زمین کے سخت حصہ تک پہنچ کر رک جانا۔ مجرد میں باب ضرب سے استعمال ہوتا ہے۔ كَدَى الرجلُ (ض) كَدْيًا : بخیل ہونا، اس کی بخشش کم ہونا۔

ابن فارس نے لکھا ہے کہ کاف، دال، یاء کا مادہ صلابت و شدت پر دلالت کرتا ہے۔ كُدْيَة زمین کا وہ سخت حصہ جو کھودا نہ جاسکے۔ بخل کے معنی میں یہ مادہ بطورِ تشبیہ مستعمل ہے کہ جس طرح زمین کے سخت حصہ تک پہنچ کر کھودنے والا رک جاتا ہے، اسی طرح بخیل مال و بخشش کے معاملہ میں آکر رک جاتا ہے۔

وَكَدَّهَا : كَدَّ (ن) كَدًّا : کام میں محنت کرنا، مانگنے پر اصرار کرنا۔ تھکانا۔

إِرْجَاع : باب افعال کا مصدر ہے : لوٹانا۔ مجرد میں باب ضرب سے آتا ہے۔ مصدر رَجْعًا آئے تو متعدی استعمال ہوتا ہے : لوٹانا اور رُجُوْعًا آئے تو لازمی استعمال ہوتا ہے : لوٹنا۔ قرآن میں دونوں طرح استعمال ہوا ہے۔ سورۂ توبہ آیت ۸۳ میں ہے : فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ اور سورہ منافقون آیت ۸ میں ہے : يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ....

قدامت پسندی کے لیے آجکل لفظ رَجْعِيَّة استعمال کرتے ہیں۔ رَجْعِيُّوْن : قدامت پسند۔ مُرَاجَعَة : جانچ، جائزہ۔

فَلَمْ تَعُجْ إِلَى بُقْعَتِي : عاج (ن) عَوْجًا : لوٹنا۔ عاج بالمكان وفيه : ٹھہرنا۔ عاج الشيءَ : موڑنا۔ عَوِجَ (س) عَوَجًا : مائل ہونا، ٹیڑھا ہونا۔ بُقْعَة : زمین کا حصہ۔ جمع : بِقَاع و بُقَع۔

تَحَامُلُ الزَّمَان : زمانہ کا ظلم۔ تَحَامَلَ عليه : ظلم کرنا۔

الْمَسَاوِي : یہ مَسَاءَةٌ : برائی، چاہے اس کا تعلق قول سے ہو یا فعل سے۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ یہ سُوْءٌ کی خلافِ قیاس جمع ہے۔ سَاءَ الْعَمَلُ (ن) سَوْءً : برا ہونا۔

التَّسَاوِي : یہ باب تفاعل کا مصدر ہے : برابری۔ تساويا في كذا : برابر ہونا۔ وَسَوِيَ (س) سِوًى : سیدھا ہونا۔

أَمِيْن : امانت دار۔ جمع : أُمَنَاء۔ أَمُنَ (ک) أَمَانَةً : امین ہونا، امانتدار ہونا۔

ثُمَّ قالَ لها: مَنِّي النَّفسَ وَعِدِيهَا، وَاجْمَعِي الرِّقاعَ وَعُدِّيها، فقالَتْ: لَقَدْ عَدَدْتُها لَمَّا اسْتَعَدْتُها، فَوَجَدْتُ يَدَ الضَّياعِ، قدْ غالَتْ إحْدَى الرِّقَاعِ، فقالَ: تَعْسًا لَكِ يالَكاعِ، أَنُحْرَمُ وَيْحَكِ الْقَنَصَ والحِبالَةَ، وَالْقَبَسَ وَالذُّبالَةَ! إنَّها لَضِغْثٌ عَلَى إبَّالَة

پھر اس نے کہا اپنے آپ کو امیدوار رکھو اور اپنے نفس سے وعدہ کرلو (کہ آج نہیں تو کل مل جائے گا) اور رقعوں کو جمع کر کے گن لو، تو وہ کہنے لگی میں نے واپس لیتے ہوئے ان کو گن لیا تھا، ضیاع کے ہاتھ نے ایک رقعہ تلف کر دیا ہے (یعنی ایک رقعہ گم ہو گیا ہے) تو بوڑھے نے کہا، ارے کمینی! ہلاکت ہو تجھے، تیرا ناس ہو، کیا ہم محروم کر دیئے جائیں گے شکار سے بھی اور رسی سے بھی، شعلہ روشنی سے بھی اور بتی سے بھی، یہ تو نقصان پر نقصان ہے"۔

***

مَنِّي : یہ باب تفعیل سے امر کا صیغہ ہے۔ مَنَّى الشیءَ : تمنا و آرزو رکھنا، ترغیب دینا سورۃ النساء آیت ۱۱۹ میں ہے : وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ ؛ وَمَنَى (ض) مَنْيًا : مقرر کرنا۔

وعِدِيها : عِدِي امر حاضر مؤنث کا صیغہ ہے۔ وَعَدَ يَعِدُ عِدَةً : وعدہ کرنا۔

تَعسًا لكِ يالَكاعِ : تَعسًا : مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، اس کا عامل سماعی طور پر وجوبًا محذوف ہے یعنی تَعِسْتَ تَعْسًا لكِ اس کی اور بھی نظائر ہیں جیسے سَقْيًا لك، تَبًّا له وغیرہ۔ تَعِسَ الرجلُ (س ف) تَعْسًا : ہلاک ہونا۔

لَكاعِ : کمینہ۔ یہ لفظ ہمیشہ حرفِ ندا کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ مؤنث کے لئے لَكاعِ اور مذکر کے لئے لُكَعُ آتا ہے۔ لَكِعَ الرجلُ (س) لَكَعًا و لَكاعةً : کمینہ و احمق ہونا۔

وَيحَكِ : تیرا ناس ہو۔ "وَيْح" کلمہ ترحم ہے۔ کسی پر ترس کھانے کے لیے آتا ہے اور کبھی "ویل" کے معنی میں بھی آتا ہے۔ سباق و سیاق سے معنی کی تعیین ہو سکتی ہے۔ وَيْح منصوب ہے اور اس کا فاعل فعل مضمر ہے۔ صاحب مختار الصحاح اور صاحب لسان العرب نے مفعول بہ ہونے کی وجہ سے اسکو منصوب قرار دیا۔ انہوں نے "أَلْزَمَ" فعل مقدر نکالا یعنی أَلزمك

اللهُ الوَيحَ۔ لیکن شیخ مصطفیٰ نے جامع الدروس العربیہ (جزء ۳ ص ۳٦) میں مفعول مطلق ہونے کی بنا پر وَیحَکَ کو منصوب کہا ہے۔ وَیح سے فعل متصرف اگرچہ مستعمل نہیں تاہم یہ ترحم، تعجب اور ویل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ان میں سے جس معنی میں بھی استعمال ہو اسی کے مطابق فعل محذوف عامل نکالا جائے گا۔ اور ترکیب میں وَیح اس سے مفعول مطلق واقع ہوگا مثلاً ویل کے معنی میں ہے تو " ھلکتَ " اور معنیٔ تعجب میں ہے تو " عجبتَ " وغیرہ فعل محذوف ہوگا۔ بہرحال " وَیحَک " ترکیب میں چاہے مفعول بہ ہو یا مفعول مطلق۔ عامل اس کا وجوباً حذف کیا جاتا ہے اور عرب عامل ذکر کیے بغیر ہمیشہ اس کو منصوب پڑھتے ہیں۔ البتہ اگر " وَیح " بغیر اضافت کے کلام میں واقع ہو جیسے " وَیحٌ له " تو اس صورت میں منصوب پڑھنا بھی درست ہے اور مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں۔ " وَیحٌ له، ویحاً له " رفع مبتدا ہونے کی وجہ سے اور نصب مفعولیت کی بنا پر صحیح ہوگا البتہ اس صورت میں رفع بہتر و اولیٰ ہے۔

القَنَص : شکار۔ جمع : أقناص۔

القَبَس : آگ کا شعلہ۔ قَبَسَ من النار (ض) قَبساً : آگ سے شعلہ لینا۔ یہاں قبس سے چراغ کی روشنی مراد ہے۔

الذُّبَالَة : چراغ کی بتی، جمع : ذُبَالٌ۔

إنها لَضِغثٌ على إبَّالة : ضِغث : بوجھ، گٹھڑی، مٹھی بھر گھاس۔ جمع : أضغات ضَغَثَ (ف) ضَغثاً : ملانا، جمع کرنا إبَّالة بنڈل، گانٹھ، لکڑی اور گھاس کی بڑی گٹھڑی لکڑیاں جمع کرنے والے بڑی گٹھڑی پر عام طور سے ایک چھوٹی گٹھڑی رکھ دیتے ہیں۔ بڑی گٹھڑی کو " إبَّالة " اور چھوٹی کو " ضِغث " کہتے ہیں۔

ضِغثٌ على إبَّالة محاورہ ہے، جب کوئی نقصان پر نقصان اٹھائے تو اس موقع پر کہتے ہیں۔ یعنی خسارةٌ على خسارة۔ اسماء بن خارجہ کا شعر ہے :

لی کل یومٍ من ذُؤَالة ضِغثٌ یزید علی إبَّالة

یعنی " میرے لیے ہر دن ایک بھیڑیا اور نقصان پر نقصان ہے " ذُؤَالة بھیڑئے کو کہتے ہیں جس کے حملہ کا شاعر کو خطرہ ہے " ضغث " بے حقیقت باتوں کو بھی کہتے ہیں۔ سورۃ یوسف آیت ۴۴ میں ہے : قَالُوٓا اَضغَاثُ اَحلَامٍ ....

إبَالہ (بغیر تشدید باء) سیاست اور پالیسی کو کہتے ہیں۔

فانصَاعَتْ تقْتَصُّ مَدْرَجَها ، وتَنْشدُ مُدْرجَها ؛ فلمّا دَانتني قَرَنْت بالرُّقْعَةِ ، دِرْهماً وقِطعَةً ، وَقُلتُ لها : إنْ رَغِبْتِ في المشوفِ المُعْلَمِ - وأشَرْتُ إلى الدِّرْهَمِ - فبُوحِي بالسرِّ المُبْهَمِ .

-تو وہ لوٹی اس حال میں کہ اپنے راستہ کو تلاش کررہی تھی اور اپنے پرچہ کو ڈھونڈ رہی تھی، جب میرے قریب آئی تو میں نے رقعہ کے ساتھ ایک درہم اور ایک ٹکڑا (آدھا درہم، ریزگاری) ملایا اور اس سے کہا اگر تجھے اس صاف منقش چیز میں ــــ اور میں نے درہم کی طرف اشارہ کیا ــــ رغبت ہے تو تو سربستہ راز کھولدے،

* * *

انصَاعَت : باب انفعال سے، انصاع الرجلُ: لوٹنا، تیزی سے دوڑنا، مطیع ہونا۔ صاع (ن) صَوعًا : ڈرانا، منتشر کرنا، موڑنا۔

تَقتَص مَدْرَجَهَا : اِقتَصَّ الأثرَ اقتصاصًا: نشان پر چلنا، تلاش کرنا۔ قَصَّ أثَرَه (ن) قصًّا وقَصصًا : بتدریج اتباع کرنا۔ سورہ کہف آیت ۶۴ میں ہے : فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا۔ قَصَّ عَلَيهِ الخَبَرَ (ن) قِصَّةً : خبر بیان کرنا۔ قصَّ الشَعْرَ (ن) قَصًّا : بال قینچی سے کاٹنا۔

ابن فارس نے لکھا ہے کہ یہ مادہ تتبع اور اتباع پر دلالت کرتا ہے اور تتبع و اتباع کا مفہوم اس مادہ کے تمام معنوں میں کسی نہ کسی طرح پایا جاتا ہے۔ خبر بیان کرنے میں تتبع ہوتا ہے، بال کاٹنے کے بعد کٹے ہوئے تمام بال ایک دوسرے کے مساوی ہوتے ہیں گویا کہ ہر بال دوسرے کا تابع ہے غرضیکہ اتباع کا مفہوم کسی نہ کسی طرح پایا جاتا ہے۔

مَدْرَج : ظرف کا صیغہ ہے : چلنے کی جگہ، راستہ۔ درج (ن) دُرُوْجًا ودَرَجَانًا : چلنا، سیڑھیاں چڑھنا۔

آج کل سائیکل کو دَرَّاجَة کہتے ہیں۔

مُدْرَج : یہ باب افعال سے صیغہ اسم مفعول۔ أدرج الکتابَ : لپیٹنا۔ مُدْرَج وہ رقعہ یا خط جو لپیٹا ہوا ہو۔

المَشُوْف المُعْلَم : المشوف : باب نصر سے صیغہ اسم مفعول ہے : صاف، واضح۔ شَاف الشيءَ : واضح کرنا۔ شَاف السيفَ ۔ شَوْفًا : صیقل کرنا، مانجنا۔ المُعْلَم : منقش

باب افعال سے صیغہ اسم مفعول ہے۔ أَعْلَمَ القَصَّارُ الثَّوبَ : دھوبی کا کپڑے کو رنگ دینا۔ حریری کی یہ تعبیر مشہور شاعر عنترہ کے اس شعر سے ماخوذ ہے :

و لقد شربتُ من المدامة بعد ما ركد الهواجرُ بالمَشُوف المعْلَم

" اور تحقیق میں نے شراب پی صاف اور مزین جگہ میں گرم ہواؤں کے رک جانے کے بعد"

عبداللہ بن حسین عکبری (متوفی ۶۱۶ھ) نے عربی لغت میں " المشوف المعلم " کے نام سے کتاب لکھی ہے

بُوحِي : بروزنِ قُوْلِي صیغہ امر حاضر مؤنث۔ بَاحَ بسِرِه (ن) بَوحًا : راز ظاہر کرنا۔ بوحی بالسِرِّ : راز ظاہر کر۔

***

وَإنْ أَبَيْتِ أَنْ تَشْرَحِي ، فَخُذِي الْقِطْعَةَ وَاسْرَحِي ۔ فَمَالَتْ إلى اسْتِخلاصِ الْبَدْرِ التَّمِّ ، والأَبْلَجِ الهِمِّ ، وقالت : دَعْ جِدَالَكَ ، وَسَلْ عَمَّا بَدَالَكَ ، فاسْتَطْلَعْتُها طِلْعَ الشَّيْخِ وَبَلْدَتِهِ ، وَالشِّعرِ وناسِجِ بُرْدَتِهِ ۔

لیکن اگر تو نے تشریح کرنے سے انکار کیا تو پھر یہ ریزگاری لے اور چلی جا، تو وہ بدر تمام اور صاف و شفاف درہم کو خالص (اور حاصل) کرنے کی طرف مائل ہوئی اور کہنے لگی، "جھگڑا چھوڑیئے اور جو کچھ آپ کے لئے ظاہر ہوا ہے اس کے متعلق پوچھئے" تو میں نے اس سے شیخ اور اس کا شہر، شعر اور اس کی چادر کو بننے والا کا پتہ معلوم کیا۔

***

الأبلج الهِم : الأبلج: شریشی نے ترجمہ کیا ہے النَّقِيُّ الأَبيض، اس شخص کو کہتے ہیں جس کی بھویں جدا جدا ہوں۔ بَلَجَ الصُّبحُ (ن) بُلُوجًا : ظاہر ہونا، روشن ہونا۔ الهِم : شیخ فانی، جمع : أهمام۔ " الأبلج الهم " سے یہاں درہم مراد ہے۔

***

فقالَتْ : إنَّ الشَّيخَ مِنْ أهلِ سَرُوجَ ، وَهُوَ الَّذِي وَشَى الشِّعْرَ المَنْسُوجَ ، ثُمَّ خَطِفَتِ الدِّرْهَمَ خَطْفَةَ البَاشِقِ ، وَمَرَقَتْ مُرُوقَ السَّهْمِ الرَّاشِقِ ، فَخَالَجَ قَلْبِي أنَّ أبَا زَيْدٍ هُوَ المُشارُ إليهِ ، وَتَأجَّجَ كَرْبِي لِمُصابِهِ بِنَاظِرَيهِ ، وَآثَرْتُ أنْ أفاجِيهِ وأناجِيهِ ، لِأعْجُمَ عُودَ فِرَاسَتِي فِيهِ ،

تو وہ کہنے لگی شیخ اہل سروج سے ہے اور اسی نے بُنا ہوا شعر مزین کیا ہے (یعنی یہ شعر اسی کے ہیں) پھر اس نے باز کی طرح درہم اچک لیا اور پھینکے والے تیر کے نکلنے کی طرح نکل گئی، میرے دل میں یہ بات کھٹکی کہ ابوزید ہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور میرا غم آنکھوں میں اس کے مصیبت زدہ ہونے کی وجہ سے بڑھا، میں نے اس بات کو ترجیح دی کہ میں اس کے پاس اچانک جاؤں اور اس سے بات کروں تاکہ اس میں اپنی فراست کی لکڑی کو آزما سکوں،

***

خَطِفَتْ : خطف الشئَ (ض س) خَطْفَةً : اچکنا، جلدی سے لینا۔

الباشق : شکرہ، باز کی طرح ایک پرندہ جمع : بواشق۔ بَشَقَ الشئَ (ض) بَشْقًا: لینا۔ بَشَقَ بالعصا: مارنا۔

مَرَقَتْ : مَرَقَ السهمُ (ن) مُرُوقًا تیر کا تیزی سے گذر جانا، پار ہو جانا۔

فخالج : خالج قلبَه أمرٌ مخالجة : کسی معاملہ کا دل ودماغ کو سوچ میں الجھا دینا، کھٹکنا خَلَجَتْه أمورُ الدنيا (ض) خَلْجَانًا۔ دنیا کے بکھیڑوں نے اسے الجھا دیا۔

تَأجَّجَ : یہ باب تفعیل سے واحد مذکر غائب ماضی کا صیغہ ہے۔ تأجَّجَتِ النارُ و أجَّ (ن) أجًّا، أجِيجًا، أجَّةً : آگ کا بھڑکنا۔

أُفاجِيه : باب مفاعلہ سے مضارع متکلم کا صیغہ ہے۔ فَاجَأَهُ۔ مُفاجأة و فِجَاءَةً و فَجَأَ (ف) فَجْئًا و فُجَاءَةً : اچانک پہنچنا۔

لأعجم : عجم الشئَ (ن) عَجْمًا و عُجُومًا : آزمانا، جانچنا۔

***

وَمَا كُنْتُ لِأَصِلَ إِلَيْهِ إِلَّا بِتَخَطِّي رِقَابَ الْجَمعِ ، الْمَنْهِيِّ عَنْهُ فِي الشَّرْعِ ، وَعِفْتُ أَنْ يَتَأَذَّى بِي قَوْمٌ ، أَوْ يَسْرِيَ إِلَيَّ لَوْمٌ ، فَسَكَدْتُ عَسَكَانِي ، وَجَعَلْتُ شَخْصَهُ قَيْدَ عِيَانِي ، إِلَى أَنِ انْقَضَتِ الْخُطْبَةُ ، وَحَقَّتِ الْوَثْبَةُ ، فَخَفَفْتُ إِلَيْهِ ، وَتَوَسَّمْتُهُ عَلَى الْتِحَامِ جَفْنَيْهِ ، فَإِذَا الْمَعِيَّتِي الْمَعِيَّةُ ابْنِ عَبَّاسٍ ، وَفِرَاسَتِي فِرَاسَةُ إِيَاسٍ .

لیکن میں اس تک نہیں پہنچ سکتا تھا مگر مجمع کی گردنوں کو پھلانگ کر جو شریعت میں ممنوع ہے، میں نے ناپسند سمجھا کہ قوم کو میری وجہ سے تکلیف ہو یا میری طرف (لوگوں کی) ملامت سرایت کرے، اس لئے میں اپنی جگہ میں ٹھہرا رہا اور اس کی شخصیت کو اپنے مشاہدہ کا قید بنائے رکھا (یعنی اس کو اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیا) یہاں تک کہ خطبہ ختم ہوگیا، کودنا جائز ہوگیا تو میں اس کی طرف تیزی سے جانے لگا اور میں نے غور کیا اس کی دونوں پلکوں کے جوڑ پر...... تو میری ذکاوت حضرت ابن عباسؓ کی ذکاوت جیسی اور میری فراست قاضی ایاس کی فراست جیسی رہی۔ (یعنی وہ نابینا نہیں تھا، جیسا کہ میں نے اندازہ لگایا تھا)۔

***

تَخَطِّي : باب تفعل کا صیغہ ہے۔ تخطی الشئ : پار کرنا، پھاندنا، پھلانگنا۔ خطا (ن) خُطُوًا: چلنا۔ رِقاب : رَقَبَة کی جمع ہے : گردن۔
عِفْتُ : عَافَ الرجلُ الطعامَ (س) عِيَافَةً : ناپسند کیا، ناپسندیدگی وجہ سے نہیں کھایا۔
یسری : سری (ض) سُرًى ومَسْرًى : رات کو چلنا۔ سری الشئُ۔ سَرَيَانًا وسِرَايَةً : سرایت کرنا، چلنا۔ سری فی الشئ : اثر کرنا۔
فَسَدِكْتُ : سَدِكَ بالشئ (س) سَدَكًا وسَدْكًا : لازم ہونا، چمٹنا۔
فَخَفَفْتُ إليه : خَفَّ الشئُ (ض) خَفًّا وخِفَّةً : خفیف ہونا۔ خَفَّ إليه (ض) خَفًّا وخِفَّةً وخُفُوفًا : تیزی کے ساتھ چلنا۔
التحام جَفْنَيه : دونوں پلکوں کا ملنا۔ التحمَ التحامًا : ملنا، جڑنا۔ ولَحُمَ الرجلُ (ک) لَحَامة : زیادہ گوشت والا ہونا۔ ولحم (ن) لَحْمًا : جوڑنا، ملانا۔

فاذا ألمعيتي ألمعية ابن عباس وفراستي فراسة إياس : أَلْمَعِيَّة:
ذکاوت، زیرکی، عقل مندی۔ الألمعي : وہ شخص جو درست اندازے اور خیال کا مالک ہو۔ لَمَع سے ماخوذ ہے گویا ایسا آدمی اپنی ذکاوت و ذہانت کی بناء پر چمکتا ہے۔ اوس کا شعر ہے :

الألمعي الذي يظنُّ بك الظنّ كأنْ قد رأى وقد سمعا

" أَلْمَعِيَّة " اور " فِراسة " دونوں میں فرق یہ ہے کہ " أَلْمَعِيَّة " دور سے کسی چیز کو دیکھ کر اس کی اصل معلوم کر لینے کو کہتے ہیں اور " فراسة " ظاہر سے باطن یعنی باہر کے آثار سے اندر کا حال جاننے کا نام ہے۔ أَلْمَعِيَّة کا تعلق بُعد سے اور فِراسة کا تعلق قرب سے ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ذکاوت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ مشہور صحابی، علم تفسیر کے امام، ایک ہزار چھ سو ساٹھ احادیث کے راوی، فقیہ، ادبِ عربی پر وسیع نظر کے مالک اور ذکاوت و ذہانت میں یگانہ روزگار تھے ہجرت سے تین سال قبل مکہ میں پیدا ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی عمر تیرہ سال تھی۔

امام حاکم نے مستدرک (ج ۳ ص ۵۳۴) میں اور ابن سعد نے طبقات (ج ۲ ص ۳۶۵) میں روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت سے گئے ہوئے تھے جب واپس تشریف لائے تو وضو کے لیے پانی تیار رکھا ہوا تھا، دریافت فرمایا کس نے رکھا ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا " میں نے "، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے دعا فرمائی اللهم علمه التأويل و فقهه في الدين " اے اللہ! انہیں تفسیر کا علم اور دین کی فقاہت نصیب فرما "

اللہ جل شانہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو تحصیلِ علم کا جذبۂ تاباں اور شوقِ فراواں عطا کیا تھا اور علم، آدابِ علم کی رعایت کر کے حاصل کرتے۔ علامہ ذہبی سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۳۴۴) میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو علم حدیث کے متعلق کوئی بات کسی انصاری صحابی سے پوچھنے کی ضرورت پڑتی اور ان کے گھر جا کر معلوم ہوتا کہ وہ صحابی آرام کر رہے ہیں تو انھیں جگانے کی بجائے دروازے کے پاس بیٹھ جاتے، غبار اڑاتی ہوئی ہواؤں سے

ان کا چہرہ دروازے کے پاس بیٹھے خاک آلود ہو جاتا لیکن نہ اٹھتے نہ اٹھاتے جب وہ صحابی خود بیدار ہوتے تب ان سے حدیث کے متعلق پوچھتے۔

غیر معمولی ذکاوت و ذہانت اور شرعی مسائل میں فقاہت کی بناء پر حضرت عمرؓ کے ہاں انہیں قربِ خاص حاصل تھا، جہاں حضرت عمرؓ بدری بزرگ صحابہؓ سے اہم معاملات میں مشورہ کرتے وہاں حضرت ابن عباسؓ سے بھی ان کی کم سنی کے باوجود رائے طلب کرتے، علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج ۹ ص۲۷۶) میں ابن عباسؓ کے متعلق حضرت عمرؓ کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ ان کے متعلق فرمایا کرتے تھے :

ذلك فتى الكهول، له لسان سؤول، وقلبٌ عقول

علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (ج ۳ ص ۳۴۹) میں لکھا ہے کہ جنگِ صفین کے موقع پر جب طرفین سے حاکم مقرر کیے گئے تو حضرت معاویہؓ کی جانب سے حضرت عمرو بن العاصؓ حاکم مقرر ہوئے حضرت عمرو بن العاص سیاست و تدبر میں پورے عرب میں مشہور تھے اور حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ مقرر ہوئے۔ حضرت ابو موسیٰؓ سادہ دل انسان تھے۔ اس موقع پر حضرت ابن عباسؓ نے حضرت علیؓ سے کہا :

لا تُحَكِّم أبا موسى، فإن معه رجلاً حَذِرًا، مَرِسًا، قارحًا من الرجال فلُزَّني إلى جنبه، فإنه لا يحل عُقْدة الا عقدتُها، ولا يعقد عُقْدة إلا حَلَلْتُها۔

"ابو موسیٰ کو حاکم نہ بنایئے، کیونکہ اس کے مقابلے میں ایک خطرناک تجربہ کار چالباز آدمی ہے، اس کے مقابلہ میں مجھے رکھا جائے اسلیے کہ وہ کوئی گرہ نہیں کھولے گا مگر یہ کہ میں اس کو باندھ لوں گا اور کوئی گرہ نہیں باندھے گا مگر یہ کہ میں اسے کھول دوں گا"

لیکن حضرت علیؓ نے کہا کہ اب لوگوں نے انہیں فیصل بنا دیا ہے۔ بعد کے مؤرخین کا خیال ہے کہ اگر حضرت ابن عباسؓ حاکم مقرر ہوتے تو نقشہ مختلف ہوتا۔

علامہ ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء (ج ۳ ص ۳۵۳) میں لکھا ہے کہ جب حضرت علیؓ نے خلافت کی بھاگ دوڑ سنبھالی تو حضرت ابن عباسؓ کو شام کی امارت کے لیے بھیجنا چاہا، حضرت ابن عباسؓ نے معذرت کرتے ہوئے یہ مشورہ دیا کہ حضرت معاویہؓ پہلے سے شام کے امیر ہیں، سرِ دست آپ ان کو امیر برقرار رکھیں بعد میں اگر چاہیں تو معزول کر دیں لیکن ان کا یہ مشورہ تسلیم نہیں

کیا گیا۔ سیاسی تدبر اور دور بینی کے اعتبار سے یہ بڑا صائب مشورہ تھا۔ حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد مسروق ان کے متعلق فرماتے ہیں:

كنتُ إذا رأيتُ ابنَ عباس قلتُ : أَجْملُ الناس
فإذا انطق، قلتُ : أفصحُ الناس. فإذا تحدّث، قلتُ:
أعلمُ الناس.

علامہ ابن عبد البرؒ نے الاستیعاب (ج ۲ ص ۳۵۴) میں حضرت ابن عباسؓ کی مدح میں حضرت حسان بن ثابت کے یہ اشعار نقل کیے ہیں:

إذا ما ابن عباس بدا لك وجهُه رأيت له في كل أقواله فضلا
سموتَ إلى العلْيا بغير مشقّةٍ فنِلتَ ذُراها لا دَنِيًّا ولا وغلا
خُلقتَ حليفًا للمُروءة والندى بَليجًا، ولم تُخلَق كهامًا ولا خبْلا

حضرت ابن عباسؓ کی وفات ۶۸ھ میں ہوئی ہے۔

قاضی ایاس کی فراست

قاضی ایاس بن معاویہ بن قرۃ، فراست و ذکاوت میں ضرب المثل ہیں۔ بصرہ کے قاضی تھے۔ علامہ ابن خلکان نے وفیات الأعیان (ج ۱ ص ۲۴۹) میں ان کے عہدۂ قضاء کے سنبھالنے کا واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے بصرہ کے عامل عدی بن ارطاۃ کو لکھ بھیجا کہ ایاس بن معاویہ اور قاسم بن ربیعہ میں سے جو بڑا فقیہ ہو اسے بصرہ کا قاضی بنا دو۔ جب دونوں بزرگ عدی کے ہاں جمع ہو گئے اور معلوم ہوا کہ ان میں سے کسی ایک کو قاضی بنایا جائے گا تو ایاس نے کہا۔ قاسم بڑا فقیہ ہے، منصبِ قضاء کے زیادہ لائق ہے۔ قاسم نے کہا ایاس فقاہت میں آگے ہے، یہ بنے۔ جب بات آگے بڑھی تو ایاس نے کہا حسن بصریؒ اور محمد بن سیرینؒ سے معلوم کر لو وہ ہم دونوں میں جس کا انتخاب کر لیں اسی پر فیصلہ۔ ایاس نے یہ مشورہ اس لیے دیا کہ حضرت حسن بصریؒ اور محمد بن سیرینؒ ایاس سے واقف نہیں تھے جبکہ قاسم کی فقاہت کا انہیں علم تھا۔ قاسم جب سمجھ گئے کہ قضاء کے بکھیڑوں میں الجھنے سے فرار کا راستہ مسدود ہو رہا ہے تو کہنے لگے:

لا تسأل عني ولا عنه، فوالله الذي لا إله إلا هو إن

ایاس بن معاویۃ أفقه مني، و أعلم بالقضاء. فإن كنتُ
کاذبًا فما يحل لك أن تولّيني وأنا كاذب، و إن كنتُ
صادقًا فينبغي لك أن تقبل قولي .
" آپ نہ ان سے پوچھیں نہ مجھ سے، قسم ہے اس ذات کی
جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ایاس مجھ سے بڑا فقیہ اور قضاء کو
زیادہ جاننے والے ہیں۔ اب اگر میں جھوٹا ہوں تو آپ کے لیے جائز
نہیں کہ مجھ جھوٹے کو قاضی بنادیں اور اگر سچا ہوں تو آپ کو میری
بات مان لینی چاہیئے "

تب ایاس نے عدی سے کہا " آپ نے ایک آدمی کو جہنم کے کنارے لا کھڑا کیا، جھوٹی قسم کھا کر وہ وہاں سے ہٹا، جھوٹی قسم پر تو وہ بعد میں استغفار پڑھ لیگا لیکن اس کے ذریعہ وہ اس خطرے سے بچ جائے گا جس کا اسے خوف ہے " عدی نے کہا جب آپ قاسم کی قسم کی حقیقت سمجھ گئے تو آپ ہی کو قاضی بننا چاہیئے۔ چنانچہ ایاس بصرہ کے قاضی بنا دیئے گئے

علامہ شریشی نے اس سلسلہ میں ایک اور واقعہ بھی لکھا ہے کہ ابن ھبیرہ نے قاضی ایاس کو بلاکر پوچھا۔ آپ قرآن سے واقف ہیں کہا " جی ہاں " پوچھا، میراث و فرائض جانتے ہو فرمایا " ہاں " پوچھا عرب عجم کی تاریخ معلوم ہے، فرمایا " ہاں " تب ابن ھبیرہ نے کہا " میری خواہش ہے کہ آپ میرے معاون بن جائیں " ایاس نے کہا۔ میرے اندر خصلتیں ہیں ایک تو میں بدصورت ہوں، دوسرے میں فصیح نہیں ہوں، تیسرے طبیعت و مزاج کا سخت ہوں۔ ابن ھبیرہ نے کہا " جہاں تک صورت کی بات ہے تو میں مقابلۂ حسن کے لیے آپ کو نہیں بلا رہا، فصاحت آپ کی میں نے دیکھ لی اور طبیعت کی سختی ڈنڈے سے درست ہوجائے گی " اس طرح عہدۂ قضاء ان کے حوالہ کیا اور دس ہزار درہم اس موقع پر انہیں دیئے۔

علامہ ابن خلکان نے وفیات الأعیان (ج ۱ ص ۲۴۹) میں لکھا ہے کہ قاضی ایاس فرماتے تھے، مجھے صرف ایک آدمی نے لاجواب کیا وہ اس طرح کہ ایک مرتبہ میں کمرۂ عدالت میں بیٹھا ایک باغ کے متعلق مقدمہ کی سماعت کر رہا تھا، گواہ نے مدعی کے حق میں گواہی دی، میں نے گواہ سے پوچھا آپ گواہی دے رہے ہیں، ذرا یہ تو بتائیے، اُس باغ میں کتنے درخت ہیں ؟ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اس گواہ نے مجھ سے پوچھا۔ آپ کتنے سال سے اس کمرہ میں مقدمات کی سماعت اور فیصلے کر رہے ہیں ؟ میں نے مدت بتائی تو وہ گواہ کہنے لگا " آپ اتنی مدت سے یہاں ہیں، بتائیں اس کمرے کی چھت میں کتنے شہتیر ہیں ؟ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا اور اس کی

گواہی قبول کی۔

قاضی ایاس کی فراست وذکاوت کے واقعات بڑے مشہور ہیں۔ مدائنی نے ان کی فراست کے واقعات پر مستقل ایک کتاب "زَکَنُ إیاس" کے نام سے لکھی ہے، علامہ ابن خلکانؒ نے "وفیات" میں اور شریشیؒ نے شرح مقامات میں اس مقام پر ان کی فراست کے چند واقعات لکھے ہیں۔

ایک بار قاضی ایاس چند لوگوں کے ساتھ کھڑے تھے کہ کوئی خوفناک واقعہ پیش آیا، تین عورتیں بھی اس جگہ موجود تھیں۔ قاضی ایاس نے کہا ان تین عورتوں میں سے ایک حاملہ، ایک مرضعہ اور ایک باکرہ ہے۔ تحقیق کرنے پر ان عورتوں کے متعلق قاضی ایاس کی بات درست نکلی۔ جب ایاس سے پوچھا گیا کہ آپ کو اس کا کیسے اندازہ ہوا؟ فرمانے لگے حادثے کے وقت ان عورتوں میں ایک نے ہاتھ پیٹ پر رکھا۔ میں سمجھا حاملہ ہے، دوسری نے پستان پر رکھا۔ میں نے نتیجہ نکالا کہ یہ مرضعہ ہے، تیسری نے اپنی شرمگاہ پر ہاتھ رکھا۔ میں نے اس سے اس کے باکرہ ہونے پر استدلال کیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ خوف اور خطرے کے وقت انسان کو فطری طور پر اپنی سب سے زیادہ عزیز چیز کی فکر ہوتی ہے اور اسی پر ہاتھ رکھتا ہے۔

علامہ ابن خلکان نے قاضی ایاس کی فراست کا ایک اور دلچسپ واقعہ بھی لکھا ہے۔ مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی عمر سو سال کے قریب ہوگئی تھی۔ بھوؤں کے بال سفید ہو چکے تھے۔ لوگ کھڑے رمضان کا چاند دیکھ رہے تھے۔ حضرت انسؓ نے فرمایا "وہ سامنے چاند نظر آگیا"۔ لوگوں نے دیکھا، کسی کو دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن حضرت انسؓ افق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے "وہ سامنے مجھے نظر آرہا ہے"۔ قاضی ایاس نے حضرت انسؓ کی طرف دیکھا۔ حقیقت سمجھ گئے۔ ان کی بھوؤں کا ایک سفید بال آنکھ کی جانب جھک گیا تھا۔ قاضی ایاس نے وہ بال درست کرتے ہوئے پوچھا "ابو حمزہ! اب ذرا بتائیں، چاند کہاں ہے؟" حضرت انسؓ افق کی طرف دیکھ کر فرمانے لگے "اب تو نظر نہیں رہا"

قاضی ایاس کی وفات ۱۲۲ھ یا ۱۲۱ھ میں چھتر سال کی عمر میں ہوئی۔

***

فعرّفتُه حينئذٍ شخصي ؛ وآثرتُه بأحدِ قُمصِي ، وأهبتُ به إلى قُرصِي ، فهشّ لِعارفتي وعِرفاني ، ولبّى دعوةَ رُغفاني ، وانطلقَ ويدي زِمامُه ، وظلّي إمامُه ، والعجوزُ ثالثةُ الأثافي ، والرّقيبُ الّذي لا يَخفَى عليه خافي . فلمّا استحلسَ وُكنتي ، وأحضرتُه عُجالةَ مُكنتي ، قالَ لي : ياحارِث ، أمعنا ثالث ؟ فقلتُ : ليسَ إلاّ العجوزُ ، قال : مادونَها سِرٌّ محجوز .

چنانچہ میں نے اپنی شخصیت کا تعارف اس سے کرایا اور اپنی ایک قمیص کا اس کے لئے ایثار کیا، اور کھانے کی دعوت دی، تو وہ میرے عطیہ اور پہچان سے خوش ہوا، میری روٹی کی دعوت پر اس نے لبیک کہا اور چلنے لگا، میرا ہاتھ اس کی لگام تھا میرا سایہ اس کا امام تھا (یعنی میرا سایہ اس کے سامنے پڑ رہا تھا) اور بوڑھی چولہے کے تین پتھروں میں سے تیسرا تھی اور وہ نگہبان (ساتھ تھا) جس پر کوئی پوشیدہ چیز پوشیدہ نہیں رہتی ہے (یعنی اللہ جل شانہ)۔ پس جب وہ میرے گھر میں مقیم ہوگیا اور اپنی طاقت کے مطابق جلدی میں تیار کیا گیا کھانا اس کے سامنے حاضر کیا، تو مجھ سے کہنے لگا "حارث! کیا ہمارے ساتھ کوئی تیسرا ہے؟ میں نے کہا "بوڑھی کے علاوہ کوئی نہیں" کہنے لگا "اس سے کوئی راز چھپا نہیں"

* * *

قُمصي : یہ قمیص کی جمع ہے۔ قمیص کی جمع أقمُص اور قُمصان بھی آتی ہے۔

قُرصي : روٹی کا ٹکڑا۔ جمع : أقراص۔ قرَصَ العجينَ (ن) قرصًا : آٹا گوندھنا۔

فهشّ لعارفتي : هشّ (س) هشاشةً : چست وچالاک ہونا۔ عارفة : عطیہ، جمع : عوارف۔

رُغفاني : رغيف کی جمع ہے۔ چپاتی، روٹی۔

والعجوز ثالثة الأثافي : الأثافي : أثفيّة کی جمع ہے۔ أُثفِيَة چولہے کے تین پتھروں میں سے ایک کو کہتے ہیں۔ عرب چونکہ صحرانشین تھے اس لیے تین پتھر زاویہ مثلث کی شکل میں رکھ کر چولھے کے طور پر انہیں استعمال کرتے تھے۔ ان تین پتھروں کو الأثافي کہتے تھے۔

إستحلس : استحلس باب استفعال سے ہے استحلس فلانٌ البيتَ : گھر کو لازم پکڑا، مقیم ہوا وحلس بالمكان (ن) حلسًا : کسی جگہ جم کر رہنا۔ وحلس البعيرَ (ض) حلسًا : اونٹ

کو ٹاٹ یا کمبل سے ڈھانپنا۔ حِلس ٹاٹ کو کہتے ہیں اور ٹاٹ چونکہ زمین وغیرہ کے ساتھ متصل اور چمٹا رہتا ہے اس لیے کسی چیز کے ساتھ لزوم کی تعبیر کے لیے اس کو استعمال کرتے ہیں، کہتے ہیں فلان حِلس بيته : گھر کا ٹاٹ بنا ہوا ہے یعنی گھر سے نہیں نکل رہا۔ حدیث میں ہے: "کُن فی الفتنة حِلس بيتك" حِلس کی جمع أَحْلاس آتی ہے۔ کہتے ہیں: لستُ مِنْ أحلاسها أی مِنْ أصحابها۔

ابن فارس نے لکھا ہے کہ حاء، لام، سین کے اصل معنی لزوم الشئ بالشئ کے آتے ہیں۔ لزوم کے معنی اس مادہ کے تمام فروعات میں کسی نہ کسی طرح پائے جاتے ہیں۔

وُكْنَة : گھونسلہ، آشیانہ۔ جمع : أَوْكُن، أوكان، وُكُن، وُكُونٌ۔ یہاں گھر مراد ہے۔

عُجَالَة مُكْنَتِي : عُجَالة : مايُعَجَّلُ مِنْ شئ یعنی جو جلدی میں تیار کیا جائے۔ المُكْنَة : قدرت، استطاعت، قوت و شدت۔

جدید اصطلاح میں مشین کو مَاكِينَة کہتے ہیں۔ جمع : ماكينات۔

***

ثمَّ فتحَ إحدَى كَرِيمَتَيْهِ ، وَرأَى بتوءمَتَيهِ ، فإذَا سِرَاجا وَجْهِهِ يَقِدَانِ ، كأَنَّهُمَا الفرقَدَانِ . فابتَهَجْتُ بسَلاَمَةِ بَصَرِهِ ، وَعَجِبْتُ مِنْ غرَائِبِ سِيَرِهِ ، وَلَمْ يُلقِنِي قرارٌ ، وَلا طَاوَعَنِي اصْطِبَارٌ ، حتى سَأَلتُه :مادَعاكَ إلَى التَّعامِي ؛ مَعَ سَيْرِكَ فِي المَعَامِي ، وَجَوْبِكَ الموَامِي ، وَإِيغالِكَ في المَرَامِي !

پھر اس نے اپنی دونوں آنکھوں میں سے ایک کھولی اور دونوں جڑواں (آنکھوں) سے گھورنے لگا، اس کے چہرے کے دونوں چراغ روشن تھے، گویا کہ وہ فرقدان ستارے ہوں، تو میں اس کی بینائی کی سلامتی پر خوش ہوا اور اس کے طرز زندگی کے عجائب سے مجھے تعجب ہوا، مجھے قرار نہیں ملا، اور صبر نے میری موافقت نہ کی یہاں تک کہ میں نے اس سے پوچھا "بیابانوں میں چلنے، جنگلوں کو قطع کرنے اور مختلف شہروں میں تیز جانے کے باوجود تجھے کس چیز نے بتکلف اندھا بننے کی دعوت دی" (یعنی تو چلتا پھرتا آدمی ہے پھر اس طرح حیلہ کرکے کیوں رقم بٹورتا ہے؟)

کَرِیْمَتَیْه : یہ کَرِیْمَة کا تثنیہ ہے۔ مراد آنکھیں ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند (ج ۳ ص ۲۸۳) میں حضرت انس بن مالک کی روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : مَنْ أَذْهَبْتُ کریمتیه، ثم صبر واحتسب، کان ثوابه الجنة .

رَأْرَأَ : باب بعثر سے واحد مذکر غائب ماضی کا صیغہ ہے۔ رَأْرَأَ بعینیه : آنکھ کی پتلی کو گھمانا، گھورنا، مفضل کا شعر ہے :

عجبت من الحور الکریم نجارها تُرَأْرِئُ بالعینین للرجل الحِبْل

"مجھے اس خوبصورت عورت کی اصل سے بڑا تعجب ہوا جو دونوں آنکھوں سے چالاک آدمی کو گھور رہی ہے"

الفَرْقَدان : فَرْقَد: قطب شمالی میں واقع ایک روشن ستارہ ہے، اس کے قریب اس سے چھوٹا ایک دوسرا ستارہ بھی ہے دونوں کو فَرْقَدان کہتے ہیں۔ فَرْقَد نیل گائے کے بچے کو بھی کہتے ہیں۔ جمع : فَراقِد .

المَعامي : مَعْماة کی جمع ہے ۔ القفار البعیدة التی تعمی فیه الآثار فلا یهتدی فیها۔ یعنی وہ بیابان جس میں کسی قسم کے آثار کا پتہ نہ چلتا ہو جس کی وجہ سے راستہ معلوم نہ ہو سکے۔ نامعلوم جنگل ۔

المَوَامي : مَوْماة کی جمع ہے : صحرا، جنگل ۔

وإیغالك في المَرَامي : أَوْغَل في السیر : جلدی کرنا۔ وغل في الشئ (ض) وُغُولاً: گھسنا، آڑے آنا۔ المَرَامي : مَرْمَی کی جمع ہے۔ مَرْمَی : مقصد، وہ شہر جس سے دوسرے شہر کا قصد کیا جائے۔ یہاں مرامی سے مختلف شہر مراد ہیں

***

فتظاهَرَ باللُّکْنةِ ، وتشاغَلَ باللُّهْنَةِ ، حتی إذا قضی وَطَرَهُ ، أَثارَ إلیَّ نظرَه ؛ وأنشدَ :

تو اس نے لکنت ظاہر کی اور کھانے میں مشغول رہا، یہاں تک کہ جب اس نے اپنی حاجت پوری کردی تو میری طرف اپنی نگاہ دوڑائی اور شعر پڑھنے لگا۔

***

① وَلَمَّا تَعَامَى الدَّهرُ وَهُوَ أَبُو الْوَرَى عَنِ الرُّشْدِ فِي أَنْحَائِهِ وَمَقَاصِدِهْ
② تَعَامَيْتُ حَتَّى قِيلَ إِنِّي أَخُو عَمًى وَلَا غَرْوَ أَنْ يَحْذُو الْفَتَى حَذْوَ وَالِدِهْ

① جب زمانہ جو کہ مخلوق کا باپ ہے اپنے اغراض مقاصد میں راہ ہدایت سے اندھا بن گیا۔

② تو میں بھی اندھا بنا یہاں تک کہ کہا گیا کہ میں نابینا ہوں اور اس میں کوئی تعجب نہیں کہ آدمی اپنے باپ کے نقش قدم پر چلے۔

* * *

① (لما) شرط ہے (تعامی الدھر) جملہ فعلیہ شرط (عن الرشد) (تعامی) سے متعلق ہے (فی أنحائه) (تعامی) سے بھی متعلق ہو سکتا ہے اور (الرشد) سے بھی۔

② (و ھو ابوالواری) (ھو) مبتدا ہے (أبوالوری) خبر ہے، مبتدا خبر جملہ معترضہ ہے۔ (تعامیت) پہلے شعر میں شرط کے لئے جزا ہے (حتی قیل) (حتی) ابتدائیہ بھی ہو سکتا ہے اور جارہ بھی، جارہ کی صورت میں اس کے بعد (أنْ) مصدریہ مقدر ہوگا (قیل) بتاویل مصدر ہو کر مجرور، جار مجرور (تعامیت) سے متعلق ہوگا (إنی أخوعمی) یہ (قیل) کے لئے مقولہ ہے (لا غروَ) (لا) نفی جنس ہے (غرْو) اس کا اسم ہے (أنْ یحذو) اس کی خبر ہے (حذو والدہ) مرکب اضافی (یحذو) کے لئے مفعول مطلق ہے۔

اللُّهْنَة : وہ تحفہ جو مسافر سفر سے آنے کے بعد گھر والوں کو دے، وہ چیز جو مسافر کو سفر کے بعد پیش کی جاتی، کھانے سے پہلے مختصر ناشتہ۔ جمع : لُهَن۔ باب تفعیل اور افعال دونوں سے مستعمل ہے۔ ألهنَه ولهّنَهُ : تحفہ دینا، ناشتہ کرانا۔ مجرد سے نہیں آتا۔
أَتْأَرَ : باب افعال سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ أَتْأَرَه البَصَرَ : کسی کے پیچھے نظر دوڑانا، أَتْأَرَ إليه النظرَ : تیز نظروں سے دیکھنا۔ تَأَرَ عَلَى العَمَلِ (ف) تَأْرًا : سستی کے بعد کسی کام پر دوام اختیار کرنا۔ تَأَرَ فلانًا : جھڑکنا۔
أبوالوَرَى : وَرَى : مخلوق۔ ابوالوریٰ زمانہ کی کنیت ہے۔
لاغَرْوَ : کوئی تعجب نہیں۔ غَرْو : تعجب۔ غَزَالرجلُ (ن) غَرْوًا : تعجب کرنا۔

ثمَّ قالَ لی: انْهَضْ إلَی المُخْدَعِ فائتنی بِغَسُولٍ یَرُوقُ الطَّرْفَ، ویُنَقِّی الْکَفَّ، وَیُنعِّمُ الْبَشَرَةَ، وَیُعَطِّرُ النَّکْهَةَ، وَیشدُّ اللِّثَةَ، وَیقوِّی المَعِدَةَ، ولْیَکُنْ نظیفَ الظَّرْفِ، أرِیجَ العَرْفِ، فَتیَّ الدَّقِّ، ناعِمَ السَّحْقِ، یَحْسَبُهُ اللَّامِسُ ذَرُورًا، وَیَخَالُهُ النَّاشِقُ کَافُورًا،

پھر مجھ سے کہنے لگا گھر کی طرف کھڑے ہو اور دھونے (اور صاف کرنے) کی ایسی چیز میرے لئے لاؤ جو آنکھ کو اچھا لگے، ہتھیلی کو صاف کرے، چہرے کو نرم کرے، منہ کی بو کو معطر کرے، مسوڑھے مضبوط کرے، معدہ کو قوی کرے، اور چاہئے کہ وہ پاک برتن میں ہو، مہکتی ہوئی خوشبو والا ہو، تازہ کوٹا ہوا ہو، باریک پسا ہوا ہو، چھونے والا اس کو ذرور خوشبو محسوس کرے اور سونگھنے والا اس کو کافور خیال کرے،

***

المِخْدَع : چھوٹا گھر۔ جمع : مَخادِع۔
غَسُول : وہ چیز جس سے ہاتھ وغیرہ کو دھو کر صاف کیا جائے جیسے پانی، اشنان، صابن وغیرہ۔
النَّکْهَة : منہ کی خوشبو۔ نکہہ (س) نَکْهًا : کسی کا منہ سونگھنا۔
اللِّثَة : مسوڑھا۔ جمع : لِثًی لِثَات۔
أرِیج العَرْف : مہکتی ہوئی خوشبو والا۔ أرِج (س) أرَجًا وأرِیجًا : خوشبو مہکنا۔ العَرْف : بو۔ اکثر خوشبو کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ عَرُفَ (ک) عرافةً : خوشبو زیادہ استعمال کرنا۔ اور باب سمع سے خوشبو ترک کرنے کے معنی میں آتے ہیں۔ عَرِفَ (س) عَرَفًا : خوشبو ترک کرنا۔ مولانا ادریس کاندھلوی ؒ نے حاشیہ میں باب سمع سے اس کے معنی خوشبو زیادہ لگانے کے لکھے ہیں۔ لیکن اہلِ لغت نے سمع سے خوشبو ترک کرنے کے معنی کئے ہیں۔
فَتِیُّ الدَّق : تازہ کوٹا ہوا۔ فَتِیٌّ : جوان، تازہ۔ جمع : أفْتَاء، فِتَاء۔ الدَّق : کوٹا ہوا دَقَّ الشیءَ (ن) دَقًّا : توڑنا، کوٹنا۔ ودقّ الشیءُ (ض) دِقَّةً : باریک ہونا۔
ناعِم السَّحْق : عمدہ باریک پسا ہوا۔ سَحَقَ الشیءَ (ف) سَحْقًا : باریک پیسنا، سحق الشیءَ : ہلاک کرنا۔
ذَرُوْر : باریک سفوف کی شکل کی ایک خاص قسم کی خوشبو ہے۔ جمع : أذِرَّة، ذَرَائر۔

***

وَاقْرُنْ بِهٖ خِلَالَةً نَقِيَّةَ الْأَصْلِ، مَحْبُوبَةَ الْوَصْلِ، أَنِيقَةَ الشَّكْلِ، مَدْعَاةً إِلَى الْأَكْلِ؛ لَهَا نَحَافَةُ الصَّبِّ، وَصَقَالَةُ الْعَضْبِ، وَآلَةُ الْحَرْبِ، وَلُدُونَةُ الْغُصْنِ الرَّطْبِ.

اور اس کے ساتھ ایک ایسا خلالہ (دانتوں کو صاف کرنے والا لکڑی کا تنکا) ہو جو صاف اصل (درخت) والا ہو، جس کا وصل محبوب ہو، خوبصورت شکل والا ہو، کھانے کی طرف دعوت (اور رغبت) کا ذریعہ ہو اس کے لئے عاشق کی سی لاغری ہو، تلوار جیسی چمک ہو، لڑائی جیسا آلہ ہو (یعنی تیز ہو) اور تر شاخ جیسی نرمی ہو

***

أَنِيقَةَ الشكل : عمدہ شکل ۔ أَنِقَ الشيءَ (س) أَنَقًا محبت کرنا ۔ أَنِقَ الرجلُ : خوش ہونا۔
نَحَافَة : لاغری، کمزوری۔ نحف (س) نَحَافَة : کمزور ہونا۔
الصَّبّ : عاشق۔ جمع : صَبُّون۔ صَبَّ إليه (س) صَبَابَةً : عاشق ہونا۔
لُدُونة : نرمی۔ لَدُنَ (ک) لَدَانَةً و لُدُونَةً : نرم و لچکدار ہونا۔

***

قال : فَنَهَضْتُ فِيمَا أَمَرَ، لِأَدْرَأَ عَنْهُ الْغَمَرَ، وَلَمْ أُومِ إِلَى أَنَّهُ قَصَدَ أَنْ يَخْدَعَ، بِإِدْخَالِي الْمُخْدَعَ، وَلَا تَظَنَّيْتُ أَنَّهُ سَخِرَ مِنَ الرَّسُولِ، فِي اسْتِدْعَاءِ الْخِلَالَةِ وَالْغَسُولِ.

حارث بن ہمام نے کہا پس میں اٹھا اس چیز کے سلسلہ میں جس کا اس نے حکم دیا تاکہ اس سے (دانتوں میں پھنسی ہوئی) چربی کو دور کرسکوں، اس طرف میں نے خیال نہیں کیا کہ اس نے مجھے گھر میں داخل کرکے دھوکہ دینے کا ارادہ کیا ہے اور نہ میں نے یہ گمان کیا اس نے خلال اور غسول طلب کرنے میں قاصد کا مذاق اڑایا ہے۔

***

الغَمَر : چربی۔ اَلْمُخْدَعُ : گھر۔

فَلَمَّا عُدْتُ بِالْمُلْتَمَسِ ، فِى أَقْرَبَ مِنْ رَجْعِ النَّفَسِ ، وَجَدْتُ الْجَوَّ قَدْ خَلاَ ، وَالشَّيْخَ وَالشَّيْخَةَ قَدْ أَجْفَلاَ ، فَاسْتَشَطْتُ مِنْ مَكْرِهِ غَضَبًا ، وَأَوْغَلْتُ فِى إِثْرِهِ طَلَبًا ، فَكَانَ كَمَنْ قُمِسَ فِى الْمَاءِ ، أَوْ عُرِجَ بِهِ إِلَى عَنَانِ السَّمَاءِ .

چنانچہ جب میں اس چیز کو لے کر لوٹا جس کا التماس کیا گیا تھا، سانس لوٹنے سے بھی زیادہ قریب (اور کم) وقت میں تو میں نے فضا کو خالی پایا اور بوڑھا، بوڑھی، دونوں تیزی کے ساتھ جا چکے تھے، میں اس کے فریب کی وجہ سے غصہ سے بھڑک اٹھا اور اس کے پیچھے تلاش کرتے ہوئے تیز چلا لیکن وہ اس شخص کی طرح ہو گیا تھا جسے پانی میں ڈبو دیا گیا ہو یا جس کو آسمان کی فضاء کی طرف اٹھا لیا گیا ہو۔

***

المُلْتَمَسَ : باب افتعال سے صیغہ اسم مفعول ہے : مطلوب، وہ چیز جس کا التماس کیا گیا ہو لَمَسَ (ض ن) لَمْسًا : چھونا، ٹٹولنا، طلب کرنا۔

أَجْفَلاَ : أَجْفَلَ الرجلُ : تیزی سے بھاگا۔ مجرد میں جفل الرجلُ (ن) جَفْلاً : جلدی کرنا

فَاسْتَشَطْتُ : باب استفعال سے واحد متکلم کا صیغہ ہے، استشاط الرجلُ : غصہ سے بھڑکنا۔ وشاط الشیُٔ (ض) شَيْطًا و شِيَاطَةً : جلنا۔

قُمِسَ فِى الماء : قَمَسَ فى الماء (ن ض) قَمْسًا و قُمُوسًا : پانی میں غوطہ لگانا۔ قاموس : بڑا سمندر، ڈکشنری، جمع : قوامیس۔

المقامة الثامنة المعرية

اس مقامہ میں علامہ حریری رحمہ اللہ نے ایک خاص ادبی صنعت کا مظاہرہ کیا ہے، ایسے جملے لائے ہیں جو ذو وجہین ہیں، قصہ صرف اتنا ہے کہ ابو زید نے ایک لڑکے کو سوئی دی، اس سوئی کا ناکہ لڑکے سے ٹوٹ گیا، لڑکے نے رہن کے طور پر ابو زید کے پاس سلائی رکھوائی، دونوں مقدمہ قاضی کے پاس لے آئے، وہاں ابو زید نے اپنا مقدمہ ایسے الفاظ میں پیش کیا جو سوئی پر بھی منطبق ہو سکتے ہیں اور باندی اور لونڈی پر بھی، مقدمہ تو سوئی لینے اور اس کے ناکہ توڑنے کا ہے لیکن الفاظ باندی پر منطبق ہوتے ہیں کہ باندی کو لے کر اس نے غلط طریقہ سے اسے استعمال کیا، جواباً لڑکے نے جو اپنا بیان دیا، وہ بھی ایسے الفاظ میں ہے جو سلائی پر بھی فٹ ہو سکتے ہیں اور غلام پر بھی، مقدمہ تو سلائی کا ہے کہ وہ رہن کے طور پر اس نے ابو زید کے پاس رکھا لیکن الفاظ ایسے ہیں کہ وہ غلام پر بھی صادق آرہے ہیں کہ وہ رہن میں رکھا گیا ہے، قاضی کو جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو کہا کہ صحیح وضاحت کرو، ورنہ چلے جاؤ، چنانچہ لڑکا بڑھا اور سات شعروں میں وضاحت کردی کہ اس کی سوئی مجھ سے خراب ہوگئی تھی اور میں نے رہن کے طور پر اس کے پاس اپنی سلائی رکھوائی، میرے پاس اتنی رقم نہیں، کہ اس کو سوئی کی قیمت ادا کرکے اپنی سلائی وصول کرلوں، اس سے میری مسکینی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، بوڑھا بڑھا اور نو شعروں میں اس نے اپنی داستان بیان کی کہ اگر گنجائش ہوتی تو میں ضرور اس کو سلائی واپس کردیتا لیکن میری حالت اس سے بھی پتلی ہے، قاضی دونوں کی فصاحت سے ہوا متاثر ہوا اور ایک دینار نکال کر انہیں دیا، دینار پر بوڑھا جھپٹا، کہا کہ قاضی نے ہم پر جو احسان کیا ہے آدھا تو اس کے عوض میں میرا ہے اور باقی آدھا تاوان کے طور پر میرا ہے اور لڑکے سے کہا کہ اپنی سلائی لے لو، لڑکے کو سلائی کے سوا کچھ بھی نہ ملا، اس لیے قاضی نے کچھ ریزگاری اسے دی، انہیں رخصت کرنے کے بعد قاضی کو خیال آیا کہ شاید یہ فریب تھا، اس لیے انہیں دوبارہ بلایا اور حقیقت حال پوچھا، بوڑھے نے سات شعروں میں جواب دیا کہ میں ابو زید سروجی ہوں، یہ میرا بیٹا ہے، اس طرح کا فریب کرکے میں لوگوں سے رقم وصول کرتا ہوں، قاضی نے انہیں تنبیہ کی، قاضی سے آئندہ دھوکہ نہ دینے کا وعدہ کر کے ابو زید رخصت ہوا، اس مقامہ میں بائیس اشعار ہیں۔

المقامة الثامنة وهي المعرية

أخبر الحارثُ بن همامٍ قالَ : رأيتُ منْ أعاجيب الزّمانِ ، أنْ تقدّمَ خصمانِ ، إلَى قاضي معرّةِ النّعمانِ ، أحدُهما قدْ ذهبَ منهُ الأطيبانِ ، والآخرُ كأنّهُ قضيبُ البانِ .

حارث بن ہمام نے خبر دیتے ہوئے کہا میں نے زمانہ کے عجائب میں سے ایک واقعہ یہ دیکھا کہ دو جھگڑا کرنے والے "معرة النعمان" شہر کے قاضی کے پاس آئے، ان میں ایک سے تو دونوں اچھی چیزیں (اکل و جماع) چلی گئی تھیں (یعنی بوڑھا ہوگیا تھا) اور دوسرا درخت بان کی شاخ کی طرح (بالکل جوان) تھا،

* * *

یہ مقام شام کے ایک شہر "معرة النعمان" کی طرف منسوب ہے۔ معرہ شہر کا اور نعمان پہاڑ کا نام ہے۔ معرہ کے مختلف معانی علامہ حموی نے بیان کئے المعرّة : الشدّة۔ والمعرّة : كوكبٌ في السّماء۔ المعرّة : تلوّن الوجه من شدّة الغضب۔ نعمان پہاڑ کی وجہ تسمیہ لکھتے ہوئے بلاذری نے فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ یہ پہاڑ مشہور صحابی حضرت نعمان بن بشیرؓ کے نام سے موسوم اور ان کی طرف منسوب ہے۔ اس کا واقعہ یہ لکھا ہے کہ حضرت نعمان بن بشیرؓ سفر کرتے ہوئے یہاں سے گزر رہے تھے کہ اس مقام پر ان کے بیٹے کی وفات ہوگئی۔ حضرت نعمانؓ نے بیٹے کو دفن کرکے یہیں سکونت اختیار کی۔ جس کی بنا پر اس پہاڑ کو نعمان کہا جانے لگا۔ لیکن علامہ حموی نے معجم البلدان (ج ۵ ص ۱۵۶) میں لکھا ہے کہ نعمان ایک دوسرے شخص کا نام ہے، اس کا لقب ساطع بن عدی ہے۔ یہ پہاڑ اس کی طرف منسوب ہے۔ اس شہر کے قریب حضرت عمر بن عبدالعزیز، شیث بن آدم اور یوشع بن نون کے مقبرے ہیں۔ اسی شہر کی طرف عربی ادب کا مشہور شاعر ابوالعلاء احمد بن عبداللہ معرّی منسوب ہے۔ جو گوشت نہیں کھاتا تھا، جس کے بارے میں اقبال نے کہا :

کہتے ہیں کبھی گوشت نہ کھاتا تھا معرّی پھل پھول پہ کرتا تھا ہمیشہ گزر اوقات

اک دوست نے بھونا تیتر اسے بھیجا | شاید کہ وہ شاطر اسی ترکیب سے ہو مات
یہ خوانِ تر و تازہ معری نے جو دیکھا | کہنے لگا وہ صاحبِ غفران و لزومات
اے مرغکِ بیچارہ! ذرا یہ تو بتا تو | تیرا وہ گنہ کیا تھا یہ ہے جس کی مکافات
افسوس صد افسوس کہ شاہین نہ بنا تو | دیکھے نہ تری آنکھ نے فطرت کے اشارات
تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

حموی نے معرہ کے متعلق معری کے یہ اشعار بھی نقل کئے ہیں :
فَیَا بَرْقُ لَیْسَ الْکَرْخُ دَارِی وَإِنَّمَا | رَمَانِی إِلَیْهَا الدَّهْرُ مُنْذُ لَیَالِی
فَهَلْ فِیكَ مِنْ مَاءِ الْمَعَرَّةِ قَطْرَةٌ | تَغِیثُ بِهَا ظَمْآنَ لَیْسَ بِسَالِ

ذَهَبَ مِنْهُ الأَطْیَبَانِ : أَطْیَبَانِ : أَطْیَبُ کا تثنیہ ہے۔ أَطْیَبَان سے اکل و جماع یا نوم و جماع مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان دو میں سے ایک آدمی بوڑھا تھا، اس کے کھانے پینے اور نکاح کا زمانہ اور عہد گزر چکا تھا۔
قَضِیبُ الْبَان : قَضِیب : شاخ۔ جمع : قُضْبَان۔ الْبَان : ایک خاص درخت کا نام ہے۔

* * *

فَقَالَ الشَّیْخُ : أَیَّدَ اللهُ الْقَاضِي ، کَمَا أَیَّدَ بِهِ الْمُتَقَاضِي ، إِنَّهُ کَانَتْ لِی مَمْلُوکَةٌ رَشِیقَةُ الْقَدِّ ، أَسِیلَةُ الْخَدِّ ، صَبُورٌ عَلَی الْکَدِّ ، تَخُبُّ أَحْیَانًا کَالنَّهْدِ ، وَتَرْقُدُ أَطْوَارًا فِی الْمَهْدِ ، وَتَجِدُ فِی تَمُّوزَ مَسَّ الْبَرْدِ ، ذَاتُ عَقْلٍ وَعِنَانٍ ، وَحَدٍّ وَسِنَانٍ ، وَکَفٍّ بِبَنَانٍ ، وَفَمٍ بِلَا أَسْنَانٍ ؛ تَلْدَغُ بِلِسَانٍ نَضْنَاضٍ ، وَتَرْفُلُ فِی ذَیْلٍ فَضْفَاضٍ ،

بوڑھے نے کہا اللہ جل شانہ قاضی کو مضبوط کریں جیسا کہ اللہ نے قاضی کے ذریعہ تقاضہ کرنے والے (حق کے طالب) کو مضبوط کیا ہے مسئلہ یہ ہے کہ میری ایک مملوکہ تھی

جو معتدل قد، نرم و نازک رخسار والی، مشقت پر صبر کرنے والی تھی کبھی عمدہ گھوڑے کی طرح بھاگتی، اور کبھی جھولے میں سوئی رہتی، جولائی کے ماہ میں بھی سردی محسوس کرتی تھی (مزاج کی ٹھنڈی تھی) عقل و لگام والی، تیزی اور دھار والی، پوروں کے ساتھ ہتھیلی والی، بغیر دانتوں کے منہ والی تھی، وہ ایک متحرک زبان سے ڈستی تھی اور کشادہ دامن میں اٹھلاتی پھرتی تھی،

***

رَشِيقَةَ الْقَدِّ : یعنی مُعْتَدِلَةَ الْقَدِّ۔ قَدّ : انسان کی قامت۔ جمع : أَقُدّ، قُدُد۔

أَسِيلَةَ الْخَدِّ : نرم رخسار والی۔ أَسُلَ (ک) أَسَالَةً و أَسِلَ (س) أَسَلاً : نرم وہموار ہونا، دراز ہونا، چکنا ہونا۔ أَسِيلَة صیغہ صفت ہے۔

تَخُبُّ أَحْيَانًا كَالنَّهْدِ : خَبَّ (ن) خَبًّا، خَبَبًا، خَبِيبًا : دوڑنا، تیز چلنا۔ النَّهْد : اونچی چیز، موٹا تازہ گھوڑا۔ جمع : نُهُود۔

وتَرْقُدُ : رَقَدَ (ن) رَقْدًا ورِقَادًا و رُقُودًا : سونا، آرام کرنا۔

تَمُّوز : شمسی سال کا ساتواں مہینہ۔ جولائی جس میں شدید گرمی پڑتی ہے۔ میم کی تشدید و تخفیف دونوں کے ساتھ مستعمل ہے۔

الْبَرْد : ٹھنڈک اور یا یہ مِبْرَد کے معنی میں ہے۔ مِبْرَد ریتی اور سوہان (تیز کرنے والا آلہ) کو کہتے ہیں۔

وتَجِدُ فِي تَمُّوزَ مَسَّ الْبَرْدِ : اگر مراد اس سے باندی ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ باندی جولائی جیسی شدید گرمی کے ماہ میں سردی محسوس کرتی ہے۔ یہ اس کے مزاج کے ٹھنڈے ہونے کی علامت ہے۔ لیکن مراد یہاں باندی نہیں ہے بلکہ سوئی ہے اور البَرْد مِبرد کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ سوئی ماہ جولائی میں ریتی اور سوہان وغیرہ پر رگڑی جاتی ہے تاکہ اس کی نوک تیز رہے، کند نہ ہو۔

ذَاتَ عَقْلٍ وعِنَانٍ : عَقْل : سمجھ و دانش کو بھی کہتے ہیں اور گرہ کو بھی۔ عِنَان : لگام۔ باندی کے متعلق تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ سمجھدار اور نفسانی خواہشات پر قابو پانے والی ہے، بے لگام نہیں ہے لیکن مقصد یہاں سوئی کی صنعت بیان کرنا ہے۔ عقل سے گرہ اور عنان سے دھاگہ مراد ہے۔ یعنی وہ سوئی دھاگہ والی ہے، کپڑوں میں گرہ لگاتی ہے۔

وحَدٍّ وسَنَان : حد کے کئی معنی آتے ہیں : ① دو چیزوں کے درمیان حاجز، ② انتہاء ③ تیزی ④ اصطلاحِ شرع میں حد کہتے ہیں : عُقوبَةٌ مُقَدَّرَةٌ وَجَبَتْ عَلَى الجَانِي ⑤ اصطلاحِ منطق میں الحَدُّ: القَوْلُ الدَّالُّ عَلَى مَاهِيَةِ الشَّئِ۔ جمع: حُدُودٌ حَدَّ السَّيفُ (ض) حِدَّةً : تیز ہونا۔ حَدَّ الرَّجُلُ : قوی ہونا۔ حَدَّ عَلَى غَيْرِهِ : غصہ ہونا۔ حَدَّتِ الْمَرْأَةُ عَلَى زَوْجِهَا۔ حِدَادًا : زینت ترک کرنا، سوگ منانا۔ حَدَّ السَّيفَ (ن) حَدًّا : تیز کرنا۔

ابن فارس نے لکھا ہے کہ یہ مادہ دراصل دو معنوں پر دلالت کرتا ہے، ایک منع پر۔ دوم کسی چیز کی طرف اور جانب پر۔ چوکیدار کو حدّاد کہتے ہیں کیونکہ وہ اندر جانے سے منع کرتا ہے۔ سزا کو بھی حد اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا تصور مجرموں کو جرم سے باز رکھتا ہے حَدُّ السَّيف : تلوار کی نوک، آخری حصہ۔

یہاں حد سے تیزی مراد ہے۔ سِنَان : دھار، نوک۔ جمع أَسِنَّة۔

وحد وسنان سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ باندی طبیعت میں دھار کی سی تیزی رکھتی ہے لیکن مراد تیز نوک والی سوئی ہے۔

وكفٍّ ببَنَان : بنان : انگلیوں کے پورے۔ مفرد : بَنَانَة۔ باندی کے متعلق تو یہ معنی ظاہر ہیں لیکن مراد تیز نوک والی ہے کہ اس کو ہاتھ کے پوروں سے پکڑ کر کپڑے سیئے جاتے تھے۔

وفمٍ بلا أسنان : أَسْنَانٌ : سِنٌّ کی جمع ہے: دانت۔ باندی کے متعلق یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ وہ باندی شرم وحیا کی وجہ سے کبھی دانت نہیں پھاڑتی۔ یوں لگتا ہے جیسا اس کے منہ میں دانت ہی نہیں تھے۔ لیکن مراد سوئی ہے۔ فم سے مراد سوئی کا ناکہ ہے جس میں دانت نہیں ہوتے۔

تلدغ بلسانٍ نضناضٍ : لَدَغَ (ف) لَدْغًا : ڈسنا، ڈنک مارنا۔ نَضْنَاض : زبان ہلانے والے، ایک جگہ پر نہ ٹھہرنے والے اس سانپ کو کہتے ہیں ڈسے جانے والے کو ختم کر دیتا ہے۔

" وہ زبان ہلانے والے سانپ کی طرح ڈستی تھی " ، باندی مراد لینے کی صورت میں مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی شیریں کلامی سے دلِ عاشق کو زخمی کر دیتی تھی، لیکن مراد سوئی ہے کہ کپڑے سیتے ہوئے کبھی کبھار اس سے ہاتھ زخمی ہو جاتا تھا۔ سوئی کی نوک کو نضناض سانپ کی زبان سے تشبیہ اس لئے دی کہ نضناض سانپ کی طرح سوئی بھی کپڑا سیتے وقت متحرک رہتی ہے۔

وترفل فی ذیل فضفاض : تَرْفُلُ : (ن) رَفْلًا ورُفُولًا ورَفَلَانًا : متکبرانہ چال چلنا، اکڑ کر چلنا۔ فَضْفَاض : ڈھیلا، کشادہ۔ فَضْفَضَ الثَّوبُ : کشادہ ہونا،

کشادہ کرنا۔ لازم ومتعدی باب بعثر سے ہے۔
"کشادہ دامن میں اٹھلاتی پھرتی تھی" باندی کے متعلق یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ کشادہ دامن لباس میں ملبوس نازو انداز سے چلتی تھی لیکن مراد سوئی ہے کہ کشادہ کپڑے اس سے سیئے جاتے ہیں۔

***

وَتُجْلَى فِي سَوَادٍ وَبَيَاضٍ ، وَتُسْقَى وَلٰكِنْ مِنْ غَيْرِ حِيَاضٍ ، نَاصِحَةٌ خُدَعَةٌ ، خُبَأَةٌ طُلَعَةٌ ، مَطْبُوعَةٌ عَلَى الْمَنْفَعَةِ ، وَمِطْوَاعَةٌ فِي الضِّيقِ وَالسَّعَةِ ، إِذَا قَطَعَتْ وَصَلَتْ ، وَمَتَى فَصَلْتَهَا عَنْكَ انْفَصَلَتْ ، وَطَالَمَا خَدَمَتْكَ فَجَمَّلَتْ ، وَرُبَّمَا جَنَتْ عَلَيْكَ فَآلَمَتْ وَمَلْمَلَتْ ،

سیاہی، سفیدی میں ظاہر کی جاتی تھی، سیراب کی جاتی تھی، لیکن حوضوں کے علاوہ سے، خیر خواہ تھی / سینے والی تھی دھوکہ دینے والی، چھپنے والی، ظاہر ہونے والی تھی، نفع پر ڈھالی گئی تھی، تنگی اور کشادگی میں بہت فرنبردار تھی، ______ جب وہ کاٹتی تو وہ جوڑ دیتی، اور جب آپ اس کو جدا کرتے تو وہ جدا ہو جاتی، بسا اوقات آپ کی خدمت کرتی تو خوبصورت بنا دیتی، اور کبھی آپ پر جنایت (ارتکاب جرم) کرتی تو تکلیف دیتی اور تڑپا دیتی،

***

وَتُسْقَى وَلٰكِنْ مِنْ غَيْرِ حِيَاضٍ : باندی مراد لینے کی صورت میں مطلب یہ ہے کہ وہ حوض سے پانی نہیں پیتی تھی لیکن مراد سوئی ہے کہ لوہار سوئی بناتے اور تیز کرتے وقت آگ میں اس کو سرخ کر کے پانی میں ڈبوتا ہے۔
نَاصِحَةٌ : اسم فاعل۔ نَصَحَ (ف) نُصْحًا : وعظ و تذکیر کرنا، خیر خواہی کرنا۔ نَصَحَ الثَّوْبَ نَصْحًا و نِصَاحَةً : اچھی طرح سینا۔ باندی مراد لینے کی صورت میں پہلے معنی اور سوئی مراد لینے کی صورت میں دوسرے معنی ہوں گے۔
خُبَأَةٌ : مبالغہ کا صیغہ ہے: اپنے آپ کو بہت چھپانے والی۔ خَبَأَ الشَّيْءَ (ف) خَبْأً: چھپانا۔ باندی کی صورت میں گھر میں باپردہ رہنا مراد ہے اور سوئی کی صورت میں کپڑوں میں پوشیدہ رہنا مراد ہے۔
مَلْمَلَتْ : بعثر سے واحد مؤنث کا صیغہ ہے۔ مَلْمَلَ الْمَرَضُ فُلَانًا : بیماری نے

شدتِ تکلیف سے تڑپادیا، بے چین کردیا۔

***

وَإنَّ هٰذَا الفَتَى اسْتَخْدَمَنِيهَا لِغَرَضٍ ، فَأَخْدَمْتُهُ إِيَّاهَا بِلاَ عِوَضٍ ، عَلَى أَنْ يَجْتَنِيَ نَفْعَهَا ، وَلاَ يُكَلِّفَهَا إلاَّ وُسْعَهَا ، فَأَوْلَجَ فِيهَا مَتَاعَهُ ، وَأَطَالَ بِهَا اسْتِمْتَاعَهُ ، ثُمَّ أَعَادَهَا إِلَيَّ وَقَدْ أَفْضَاهَا ، وَبَذَلَ عَنْهَا قِيمَةً لاَ أَرْضَاهَا .

اس نوجوان نے وہ مجھ سے کسی غرض کے لئے خدمت کرنے (استعمال) کے لئے لی تو میں نے بغیر کسی عوض کے وہ اس کو اس شرط پر خدمت کے لئے دی کہ یہ اس سے نفع حاصل کرے گا اور اس کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں بنائے گا چنانچہ اس نے اس میں اپنا سامان داخل کیا اور اس سے استمتاع (فائدہ حاصل کرنے) کو طویل کیا، پھر اس کو میری طرف اس حال میں لوٹایا کہ اس نے اس کو کشادہ کردیا تھا (پھاڑ دیا تھا) اور اس سے اتنی قیمت خرچ کی کہ میں اس پر راضی نہیں ہوں۔

***

أَفْضَاهَا : أَفْضَى الشَّيْءَ إِفْضَاءً : کشادہ کرنا، وسیع کرنا۔ فَضَا الْمَكَانُ (ن) فَضَاءً : وسیع ہونا۔ یہاں باندی مراد لینے کی صورت میں سبیلین کو ایک کرنا سمجھ میں آتا ہے لیکن مراد سوئی ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس نے سوئی کا ناکہ توڑ دیا۔

***

فَقَالَ الْحَدَثُ : أَمَّا الشَّيْخُ فَأَصْدَقُ مِنَ الْقَطَا ، وَأَمَّا الإِفْضَاءُ فَفَرَطَ عَنْ خَطَإٍ ، وَقَدْ رَهَنْتُهُ ، عَنْ أَرْشِ مَا أَوْهَنْتُهُ ، مَمْلُوكاً لِي مُتَنَاسِبَ الطَّرَفَيْنِ ، مُنْتَسِباً إِلَى الْقَيْنِ ، نَقِيًّا مِنَ الدَّرَنِ وَالشَّيْنِ ، يُقَارِنُ مَحَلُّهُ سَوَادَ الْعَيْنِ ، يُفْشِي الإِحْسَانَ ، وَيُنْشِي الاسْتِحْسَانَ ،

نوجوان نے کہا بہرحال شیخ (اپنی بات میں) قطا پرندہ سے بھی زیادہ سچا ہے جہاں تک تعلق ہے پھاڑنے کا تو وہ غلطی سے سرزد ہوا ہے جب کہ میں نے جس چیز کو خراب کیا ہے اس کے تاوان کے عوض اس کے پاس اپنا ایک ایسا مملوک رہن رکھوایا ہے جس کے

دونوں طرف برابر ہیں، جو لوہار کی طرف منسوب ہے، (ہر قسم کے) میل اور عیب سے پاک ہے، اس کا محل آنکھ کی سیاہی کے ساتھ ملتا ہے، نیکی پھیلاتا ہے اور خوبصورتی پیدا کرتا ہے،

***

أَصْدَقُ مِنَ الْقَطَا : قطا ایک پرندہ ہے۔ اُڑتے ہوئے قطا قطا کی صدا لگاتا ہے اس لئے اس کو قطا کہتے ہیں۔

اصمعی نے کہا اس پرندہ کی عادت یہ ہے کہ صرف پانی کو دیکھ کر قطا قطا بولتا ہے، عرب صحرا میں سفر کرتے ہوتے جب اس کی آواز سنتے تو سمجھ لیتے کہ اس جگہ پانی ہے اور یہ بات بالکل واقعہ کے مطابق ہوتی۔ اس لیے سچ میں یہ پرندہ ضرب المثل بن گیا۔ کہتے ہیں : فلان أَصْدَقُ مِنَ الْقَطَا۔ کمیت کا شعر ہے :

لَا تَكْذِبُ الْقَوْلَ إِنْ قَالَتْ قَطَا صَدَقَتْ ... إِذْ كُلُّ ذِي نِسْبَةٍ لَا بُدَّ يَنْتَحِلُ

قَطَا الرَّجُلُ يَقْطُو : اس کی چال ثقیل ہے۔ بعض نے کہا قطا پرندہ کی چال میں چونکہ ثقل پایا جاتا ہے اس لیے اس کو قطا کہتے ہیں۔

أَرْشُ مَا أَوْهَنْتَه : أَرْش : دیت۔ أَرَشَهُ (ن) أَرْشًا : دیت دینا۔ أَوْهَنْتُه، أَوْهَنَ الشيءَ : ضعیف کردینا، فاسد کردینا۔ وَهَنَ (ض) وَهْنًا : ضعیف ہونا، ضعیف کرنا (لازم ومتعدی)

ترکیب میں مَمْلُوكًا، رَهَنْتُه کا مفعول بہ ہے اور مُتَنَاسِبُ الطَّرَفَيْنِ مَمْلُوكًا کی صفت ہے۔

الْقَيْنُ : لوہار۔ جمع : قِيَان۔

وَيُغْذِى الإنْسَانَ ، وَيَتحَامَى اللّسَانَ ، إنْ سُوِّدَ جادَ ، أوْ وَسَمَ أجَادَ ، وَإذَا زُوِّدَ وَهَبَ الزَّادَ ، وَمَتى اسْتُزِيدَ زَادَ ، لايَسْتَقِرُّ بِمَغْنَى ، وَقَلّمَاَ يَنْكِحُ إلاَّ مَثْنَى ، يَسْخُو بِمَوْجُودِه ، وِيَسْمُو عِنْدَ جُودِهِ ، وَيَنقَادُ مَعَ قَرِينَتِهِ ، وَإنْ لَمْ تَكُنْ مِنْ طِينَتِهِ ، وَيُسْتَمتَعُ بِزِينَتِهِ ، وإن لَمْ يُطمَعْ فى لِينَتِهِ.

انسان (آنکھ کی پتلی) کو غذا دیتا ہے، زبان کی حفاظت کرتا ہے، اگر اس کو سردار بنایا جائے یا سیاہ کیا جائے تو سخاوت کرے اور اگر نشان لگائے تو عمدہ لگائے، اگر اس کو زاد دیا جائے تو وہ زاد (دوسروں کو) حبہ کردے، اور جب اس سے مزید طلب کیا جائے تو زیادہ کرے۔ کسی ایک مکان میں نہیں ٹھہرتا، اور نکاح نہیں کرتا مگر دو سے (یعنی دونوں آنکھوں سے ملتا ہے) سخاوت کرتا ہے اس چیز کے ساتھ جو اس کے پاس موجود ہو، اور سخاوت کے وقت بلند ہوتا ہے، اپنے ساتھی کے تابع رہتا ہے اگرچہ وہ اس کی طبیعت اور جنس سے نہ ہو۔ اس کی زینت سے نفع حاصل کیا جاتا ہے، اگرچہ اس کی نرمی کی امید نہیں رکھی جاتی۔

***

وَيُغْذِى الانسانَ : انسان آنکھ کی پتلی کو بھی کہتے ہیں اور یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ یعنی وہ سلائی آنکھ کو غذا دیتی ہے۔

مِنْ طِيْنَتِهِ : یعنی مِن جِنْسِہٖ۔ طِيْنَت : عادت، خصلت۔ جمع : طِيَن۔

شریشی نے یہاں طینت کا ترجمہ جنس سے کیا ہے۔ غلام مراد لینے کی صورت میں مطلب یہ ہے کہ وہ غلام اپنی بیوی کا مطیع اور فرمانبردار رہتا ہے اگرچہ وہ بیوی اس کی طبیعت کی نہ ہو۔ لیکن مراد سلائی ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ سلائی سرمہ دانی کی تابع رہتی ہے اگرچہ سرمہ دانی اس کی جنس سے مختلف ہو۔ مثلاً سلائی لکڑی کی اور سرمہ دانی لوہے کی بنی ہو۔

**

فقال لهمَا القاضى : إمَّا أنْ تُبينَا ، وَإلا فَبِينَا ، فابْتَدَرَ الْغُلَامُ ، وَقَالَ :

① أعارَنِي إبْرَةً لِأرْفُوَ أطْ مارًا عَفَاهَا البِلَى وَسَوَّدَهَا
② فانْخَرمَتْ فِي يدِي عَلَى خَطإٍ مِنِّيَ لَمَّا جَذَبْتُ مِقْوَدَهَا
③ فلمْ يَرَ الشَّيْخُ أن يُسَامِحَنِي بأرْشِهَا إذْ رَأَى تأوُّدَهَا
④ بل قَالَ هَاتِ أبْرَةً تُمَاثِلُهَا أوْ قِيمَةً بَعْدَ أنْ تُجَوِّدَهَا
⑤ واعْتَاقَ مِيلِي رَهْنا لَدَيْهِ وَنَا هيكَ بِهِا سُبَّةً تَزَوَّدَهَا
⑥ فالْعَيْنُ مَرْهَى لِرَهْنِهِ وَيدِي تَقْصُرُ عَنْ أن تَفُكَّ مِرْوَدَهَا
⑦ فاسْبُرْ بذَا الشَّرْحِ غَوْرَمَسْكَنَتِي وارْثِ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ تَعوَّدَهَا

تو قاضی نے ان دونوں سے کہا کہ یا تو بیان کرو (اصل حقیقت) ورنہ جدا ہو جاؤ تو غلام جلدی سے آگے بڑھا اور کہنے لگا:

① اس نے مجھے سوئی عاریت کے طور دی تھی تاکہ میں اپنے ان پرانے کپڑوں کو سیوں جنہیں بوسیدگی نے مٹادیا ہے اور سیاہ کردیا ہے۔

② تو وہ سوئی میری غلطی کی وجہ سے میرے ہاتھ میں ٹوٹ گئی جب میں نے اس کا دھاگہ کھینچا۔

③ پس بوڑھے نے اس کے تاوان سے مجھے معاف کرنا مناسب نہ سمجھا جب اس نے اس کی کجی دیکھی۔

④ بلکہ کہا اس کی ہم مثل سوئی لاؤ یا قیمت لاؤ عمدہ کرنے کے بعد (یعنی اچھی قیمت لاؤ)

⑤ اس نے اپنے پاس رہن کے طور پر میری سلائی روکے رکھی اور اس کی برائی سے آپ کے لئے یہی خصلت کافی ہے جو اس نے توشہ میں اختیار کی ہے۔

⑥ چنانچہ میری آنکھ سلائی کے رہن رکھنے کی وجہ سے بے سرمہ اور بیمار ہے اور میرا ہاتھ اس سے قاصر ہے کہ اپنی سلائی چھڑا سکے۔

⑦ لہٰذا اس تشریح سے آپ میری مسکینی کی گہرائی جانچ لیں اور اس شخص پر رحم کریں جو مسکینی کا عادی نہیں۔

① (إبرة) (أعارني) کے لئے مفعول بہ ہے (لِأرفو) لام کَی کے معنی میں ہے جس کے بعد (أنْ) ناصبہ مقدر ہوتا ہے، اسی وجہ سے (أرفُوَ) منصوب ہے (أطهاراً) (أرفو) کے لئے مفعول بہ ہے (البلی) (عفاها) کا فاعل ہے اور یہ جملہ (أطهارا) کی صفت ہے (سوَّدها) کا عطف (عفاها) پر ہے۔

② (فانخرَمَتْ) فاء جزائیہ ہے (انخرمَتْ) فعل اور ضمیر اس میں فاعل ہے، یہ جزا مقدم ہے (في يدى) (انخرمت) سے متعلق ہے (على خطأ) بھی اسی سے متعلق ہے (مِنّي) جار مجرور (صادر) محذوف سے متعلق ہو کر (خطأ) کے لئے صفت ہے (لَمّا) شرطیہ ہے (جذبتُ) شرط مؤخر ہے (مقودها) (جذبتُ) کے لئے مفعول بہ ہے۔

③ (أنْ يسامحني) (لم ير) کے لئے مفعول بہ ہے (بأرشها) (يسامحني) سے متعلق ہے (إذ) ظرفیہ مضاف ہے (رأى) مضاف الیہ ہے اور یہ (يسامحني) کے لئے ظرف ہے (تأوّدَها) (رأى) کے لئے مفعول بہ ہے۔

④ (بَلْ) اضراب کے لئے ہے (قال) فعل فاعل قول ہے (هات) اسم فعل بمعنی امر، ضمیر اس میں فاعل قول کے لئے مقولہ ہے (إبْرةً) اسم فعل کے لئے مفعول بہ ہے (تماثلها) (إبرة) کی صفت ہے (قيمة) کا عطف (إبرة) پر ہے (بَعْدَ) مضاف (أنْ تجودها) مضاف الیہ، یہ مرکب اضافی (هات) کے لئے ظرف ہے۔

⑤ (مِيْلى) (اعتاق) کے لئے مفعول بہ ہے (رَهْنًا) (اعتاق مِيْلى) کی نسبت سے تمیز ہے (لديه) (اعتاق) کے لئے ظرف ہے (ناهيك بها سبة) کی ترکیب آگے آ رہی ہے۔

⑥ (العين) مبتدا ہے (مرْهَى) خبر ہے (لرهَنه) (مَرْهَى) سے متعلق ہے (ويدى) کا عطف (فالعين) پر ہے (تقصر) (يدى) مبتدا کے لئے خبر ہے (عَنْ) جارہ ہے (أنْ تفك...) مجرور، جار مجرور (تقصر) سے متعلق ہے (مرودَها) مفعول بہ ہے۔

⑦ (بذا) باء جارہ (اسبر) سے متعلق ہے (ذا) اسم اشارہ ہے (الشرح) مشار الیہ ہے (غور مسكنتي) مرکب اضافی (اسبر) کے لئے مفعول بہ ہے (وَارْثِ) کا عطف (فاسبر) پر ہے (لِمَنْ) جار مجرور (ارْثِ) سے متعلق ہے (تعوّدَها) (لم يكن) فعل ناقص کی خبر ہے۔

إِبْرَة : سوئی، جمع : إِبَرٌ۔
لِأَرْفُوَ أَطْمَارًا : رَفَا الثَّوْبَ (ن) رَفْوًا : اصلاح کرنا، سینا۔ أَطْمَار : مفرد : طِمْرٌ : پرانا کپڑا۔
عَفَاهَا الْبِلٰى : عَفَا الأَثَرُ (ن) عَفْوًا وعُفُوًّا وعَفَاءً : زائل ہونا، مٹنا، مٹانا۔ (لازم ومتعدی) عَفَا عَنْه : درگذر کرنا۔ لبید کے مشہور معلقہ کا مطلع ہے :

عَفَتِ الدِّيَارُ مَحَلُّهَا فَمُقَامُهَا   بِمِنًى تَأَبَّدَ غَوْلُهَا فَرِجَامُهَا

ابن فارس نے لکھا ہے یہ مادہ "ترک" اور "طلب" پر دلالت کرتا ہے۔ عُفُوُّ اللهِ تَعَالٰى عَنْ خَلْقِهِ وَذٰلِكَ تَرْكُهُ إِيَّاهُمْ فَلَا يُعَاقِبُهُمْ۔ ويقال اعْتَفَيْتُ فلانًا : اذا طلبتَ معروفَه وفضلَه۔

البِلٰى : بوسیدگی۔ بَلِيَ (س) بِلًى وبَلَاءً : پرانا ہونا، بوسیدہ ہونا۔

فَانْخَرَمَتْ : از انفعال، اِنْخَرَمَ : پھٹنا، منقطع ہونا۔ خَرَمَ الشَّيْءَ (ض) خَرْمًا : سوراخ کرنا، قطع کرنا۔

عامی زبان میں خَرْم راستہ کو مختصر کرنے، مختصر راستہ اختیار کرنے اور حساب میں غلطی کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

تَأَوُّدُهَا : مصدر از تفعل۔ تَأَوَّدَ و أَوِدَ (س) أَوَدًا : ٹیڑھا ہونا۔
وَاعْتَاقَ مِيلِي : اِعْتَاقَ : افتعال سے واحد مذکر غائب ماضی کا صیغہ ہے۔ اِعْتَاقَ الشيءَ وعَاقَهُ عَنْه (ن) عَوْقًا : روکنا، منع کرنا۔ مِيل : سلائی۔ جمع : أَمْيَال ومُيُوْل۔
نَاهِيكَ بِهَا : نَاهِي نَهْيٌ سے اسم فاعل ہے اور کاف خطاب اسمی ہے۔ ھا ضمیر "خَصْلَة" یا ذکر کردہ قصہ کی طرف راجع ہے۔

"ناهيك بها سُبَّةً تزوّدها" ترکیب نحوی کے اعتبار سے "نَاهِيكَ" صیغۂ اسم فاعل قائم مقام مبتدا ہے۔ "بها" میں "باء" زائدہ اور "ھا" ضمیر "نَاهِيكَ" کا فاعل قائم مقام خبر ہے۔ "سُبَّة" "نَاهِيكَ بها" سے تمییز عن النسبۃ واقع ہو رہا ہے۔ "تزوّدها" "سبّة" کے لیے صفت ہے۔

علامہ ابن عابدین نے اپنے رسالہ "فوائد عجیبہ" میں نَاهِيكَ کی ترکیب مذکورہ انداز میں کی ہے۔

مَرْهٰی : فَعْلٰی کے وزن پر صیغہ صفت ہے۔ عَیْنٌ مَرْهٰی : بیمار آنکھ، بے سرمہ آنکھ۔ مَرِهَتْ عَیْنُه (س) مَرْهًا : آنکھ کا بے سرمہ ہونا، آشوبِ چشم ہونا۔

مِرْوَدها : سلائی۔ جمع : مَرَاوِد ومَرَاوِیْد۔ رَادَتِ الْمَرْأَةُ (ن) رَوْدًا و رَوَدَانًا ورِیَادًا : پڑوسیوں کے گھر کثرت سے آنا جانا۔ رَادَتِ الدَّوَابُّ : چراگاہ میں آگے پیچھے چلنا۔ سلائی کو بھی مِرْوَد اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ آنکھ اور ہاتھ کے درمیان چلتی ہے۔

***

فأَقْبلَ الْقاضِي عَلَى الشَّيخِ ، وَقالَ : إِيه ، بغيـر تمْويه ، فقـال :

① أَقسمتُ بالْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَمَنْ ضمَّ مِنَ النَّاسكِينَ خَيفَ مِنَى

② لَوْ سَاعَفتْنِي الأَيَّامُ لم يَرَنِي مُرْتَهِنًا مِيلَهُ الَّذِي رَهَنَا

③ وَلاَ تَصَدَّيْتُ أَبْتَغِي بَدَلاً مِنْ إِبْرَةٍ غالَهَا وَلاَ ثَمَنَا

④ لـكِنَّ قَوْسَ الْخُطُوبِ تَرْشُقُنِي عُصْمِيَّاتٍ منْ ها هنا وَهُنَا

⑤ وَخُبْرُ حَالِي كَخُبْرِ حَالَتِهِ ضُرًّا وَبُؤْسًا وَغُرْبَةً وَضَنَى

قاضی شیخ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا "کسی قسم کے جھوٹ اور ملمع سازی کے بغیر بیان دو" تو اس نے کہا:

① میں نے مشعر حرام اور اس ذات کی قسم کھائی جس نے حجاج کو خیف منی میں جمع کیا۔

② اگر زمانہ میری موافقت و مدد کرتا تو آپ مجھے اس کی اس سلائی کا مرتہن نہ دیکھتا جو اس نے رہن رکھی ہے۔

③ اور نہ میں درپے ہوتا اس سوئی کا بدل تلاش کرتے ہوئے جس کو اس نے ہلاک (اور خراب) کیا اور نہ قیمت (تلاش کرتا)

④ لیکن حوادث کی کمان نے مجھے ہلاک کرنے والے تیروں سے ادھر ادھر (ہر طرف) سے مارا۔

⑤ میری حالت کا باطن (باطنی حالت) اس کی اندرونی حالت کی طرح ہے، نقصان، تنگدستی، سفر اور کمزوری کے اعتبار سے۔

⑥ قَد عَدلَ الدهرُ بَيننَا فأنَا نظيرُه فی الشقاءِ وهوَ أنَا
⑦ لاهُوَ يَستَطيعُ فكَّ مِزوَدِهِ لمَّا غدَا فی يَدَیَّ مُرتَهنَا
⑧ وَلاَ مَجَالِی لِضِيقِ ذَاتِ يدِی فيهِ اتّسَاعٌ لِلعَفوِ حِينَ جَنَی
⑨ فهٰذِهِ قِصتِی وَقِصتُه فانظُرْ إلَينَا وَبَينَنَا وَلَنَا

⑥ زمانہ نے ہمارے درمیان انصاف کیا، چنانچہ بدبختی میں، میں اس کی نظیر اور یہ میری نظیر ہے۔

⑦ نہ یہ اپنی سلائی چھڑانے کی استطاعت رکھتا ہے جس وقت وہ میرے پاس رہن بن گئی۔

⑧ اور نہ میرے لئے مال کی تنگدستی کی وجہ سے ایسی گنجائش ہے جس میں معافی کی وسعت ہو جس وقت اس نے ارتکاب جنایت کیا۔

⑨ تو یہ ہے میرا اور اس کا قصہ، لہٰذا آپ ہماری طرف، ہمارے درمیان اور ہمارے لئے نگاہ کرم فرمائیں۔

***

① (بالمشعر الحرام) مرکب توصیفی (أقسمت) سے متعلق ہے (ومَنْ ضمّ) واؤ قسمیہ ہے (ضمّ) (مَنْ) کے لئے صلہ ہے (مِن الناسكين) (ضم) سے متعلق ہے (خيف منی) مرکب اضافی (ضَمَّ) کے لئے مفعول بہ ہے۔

② (لَوْ) شرطیہ ہے (الأيام) (ساعفتني) کا فاعل ہے، یہ جملہ شرط ہے (لم يرنی) جزاء ہے (مرتهنا) (لم يرنی) میں ضمیر متکلم مفعول بہ سے حال ہے (مِيلَه) (مرتهنا) کے لئے مفعول بہ ہے (الذی) (ميله) کی صفت ہے (رهن) (الذی) کا صلہ ہے۔

③ (ولا تصديت) کا عطف (لم يرنی) پر ہے (أبتغی...) (تصديتُ) کی ضمیر فاعل سے حال ہے (بدلا) (أبتغی) کے لئے مفعول بہ ہے (مِنْ إبرة) (كائناً) وغیرہ سے متعلق ہو کر (بَدَلا) کی صفت ہے (غالها) جملہ فعلیہ (إبرة) کی صفت ہے (ولاثمنا) کا عطف (بدلا) پر ہے (لا) زائدہ ہے۔

④ (قوسَ الخطوب) (لكنّ) کا اسم ہے (ترشقنی) خبر ہے (عصْميات) جار مجرور (ترشقنی) سے متعلق ہیں (هاهُنا و هُنا) ظرف ہے اور (مِنْ) کے لئے مجرور

ہے جو (ترشقنی) سے متعلق ہے۔

⑤ (خُبر حالی) مرکب اضافی مبتدا ہے (کخبر حالته) کاف جارہ ہے، مرکب اضافی مجرور، جار مجرور کا تعلق (کائن) محذوف سے ہو کر مبتدا کے لئے خبر ہے (ضُرًّا) (بُوسًا) (غُرْبَةً) (ضنًی) یہ چاروں پہلے جملے کے درمیان ابہام نسبت سے تمیز ہے۔

⑥ (الدهر) (عدل) کا فاعل ہے (بیننا) (عَدَل) کے لئے ظرف ہے (نظیره) (أنا) کے لئے خبر ہے (فی الشقاء) (نظیره) سے بھی متعلق ہو سکتا ہے اور (الثابت) وغیرہ محذوف سے متعلق ہو کر (نظیره) کے لئے صفت بھی بن سکتا ہے (هو) مبتدا ہے (أنا) خبر ہے۔

⑦ (لا هو یستطیع) (هو) مبتدا ہے (لا یستطیع) خبر ہے (فلك مروده) مرکب اضافی (لا یستطیع) کے لئے مفعول بہ ہے (لَمّا) ظرفیہ ہے (مرتهنا) (غدا) فعل ناقص کے لئے اسم مؤخر ہے (فی یده) خبر مقدم ہے، یہ پورا جملہ (یسطیع) کے لئے ظرف ہے۔

⑧ (لا) نفی جنس ہے (مَجالی) اس کا اسم ہے (لضیق ذات یدی) مرکب اضافی (مجالی) سے متعلق ہے (فیه) خبر مقدم (اتساع) مبتدا مؤخر، یہ جملہ (لا) نفی جنس کی خبر ہے (للعفو) (اتساع) سے متعلق ہے (حین حبی) مضاف با مضاف الیہ ما قبل جملہ کے لئے ظرف ہے۔

⑨ (هذه) مبتدا ہے (قصتی) خبر ہے (قصته) کا عطف (قصتی) پر ہے (إلینا) (لنا) جار مجرور (انظر) سے متعلق ہیں (بیننا) (انظر) کے لئے ظرف ہے۔

* * *

إِیهٖ : اسم فعل بمعنی امر۔ یعنی کہو، بیان کرو۔

سَاعَفَتْنِي : باب مفاعلہ سے واحد مؤنث غائب ماضی کا صیغہ ہے۔ سَاعَفَةً : موافقت کرنا، ساتھ دینا، مدد کرنا۔ سَعَفَ (ف) سَعْفًا : امداد بہم پہنچانا، مدد دینا۔

بِمُضْمِیَاتٍ : مفرد : مُضْمِیَةٌ اور مُضْمِیَة باب افعال سے اسم فاعل کا صیغہ مؤنث ہے۔ مُضْمِیَات سے یہاں ہلاک کرنے والے تیر مراد ہیں۔ أَصْمَی الصَّیْدَ وصَمَی (ض)

صَمْيًا وصَمَيَانًا : تیر پھینکا اور شکار نظروں کے سامنے مرا۔ حدیث میں آتا ہے..... "كُلْ مَا أَصْمَيْتَ ودَعْ مَا أَنْمَيْتَ" مَعْنَاه : كُلِ الصَّيْدَ الَّذِي مَاتَ بَيْنَ يَدَيْكَ ودَعْ مَا جُرِحَ ومَاتَ بَعِيدًا عَنْكَ یعنی جو شکار تمہارے سامنے قتل ہوا سے کھاؤ اور جو زخمی ہوکر بعد میں کہیں مرا ہوا ملے اس کو نہ کھاؤ۔

***

فلمّا وَعَى القَاضِي قَصَصَهُمَا ، و تَبَيَّنَ خَصَاصَتَهُمَا وَتَخَصُّصَهُمَا ؛ أَبْرَزَ لَهُمَا دِينَارًا مِنْ تَحْتِ مُصَلَّاهُ ، وَقَالَ لَهُمَا : اقْطَعَا بِهِ الْخِصَامَ وَافْصِلَاهُ . فتَلَقَّفَهُ الشَّيْخُ دُونَ الْحَدَثِ ، واسْتَخْلَصَهُ عَلَى وَجْهِ الْجِدِّ لا الْعَبَثِ ، وقالَ لِلْحَدَثِ : نِصْفُهُ لِي بِسَهْمِ مَبَرَّتِي ، وسَهْمُكَ لِي عَنْ أَرْشِ إِبْرَتِي ، وَلَسْتُ عَنِ الْحَقِّ أَمِيلُ ، فقم وَخُذِ الْمِيلَ .

چنانچہ جب قاضی نے ان دونوں کے قصہ کو محفوظ کرلیا اور ان کے فقر کو اور تخصص کو دیکھ لیا تو ان کے لئے اپنے مصلی کے نیچے سے ایک دینار نکالا اور ان سے کہا، اس کے ذریعہ اپنا جھگڑا قطع کردو اور اس کو ختم کردو تو بوڑھے نے مذاق کے طور پر نہیں بلکہ پوری سنجیدگی کے ساتھ نوجوان سے پہلے اس کو اچک لیا اور اس کو اپنے لئے خالص کردیا، اور نوجوان سے کہنے لگا، اس کا آدھا تو میرے لئے میری نیکی کے حصہ میں ہے اور آپ کا آدھا بھی میری سوئی کے تاوان کے عوض میں میرا ہے، (یعنی قاضی نے ہم دونوں پر احسان کیا ہے آدھا حصہ تو مجھے اس احسان کا ملے گا اور آدھا میری تاوان کا) اور میں نے حق سے اعراض نہیں کیا، لہٰذا آپ اٹھیں اور سلائی لے لیں۔

***

وَعَى : وعى الشئ (ض) وَعْيًا : یاد کرنا۔ جدید اصطلاح میں الوَعْی : شعور، احساس اور بیداری کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ التَّوْعِيَة : ذہن سازی۔

خَصَاصَة : فقر و حاجت۔ خَصَّ (ن) خَصَاصَةً : فقیر و حاجتمند ہونا۔

تَخَصُّصَهُمَا : تخصّص باب تفعل کا مصدر ہے۔ صاحب فصول اکبری نے باب تفعل کی گیارہ خاصیتیں لکھی ہیں۔ تخصص میں خاصیتِ "اتخاذ" پائی جاتی ہے۔ اتخاذ کی پھر مختلف

صورتیں ہیں، ان میں ایک ماخذ کو پانا اور حاصل کرنا ہے تخصّص میں یہی صورت ہے۔ تخصص فی الشیء: کسی چیز میں امتیاز اور خصوصیت پانا۔

فَتَلَقَّفَهٗ: تَلَقَّفَ الشیءَ تَلَقُّفًا ولَقِفَ (س) لَقْفًا: جلدی لینا، اچکنا، کیچ کرنا۔

مَبَرَّتی: مصدر میمی ہے۔ مَبَرَّۃ: نیکی، احسان۔ اس کی تحقیق گذر چکی ہے

***

ـــــــ فعَرا الحدَثَ لِما حدَثَ اکْتِئابٌ، وا کْفَهَرَّ علَی سَمائهِ سَحَابٌ، وجَمَ لهُ القاضِی، وهَیَّجَ أسَفَهُ عَلَی الدِّینارِ الماضِی؛ إلاَّ أنّهُ جبرَ بالَ الفَتَی وبَلْبالَهُ، بدُرَیْهماتٍ رَضَخ بِهَا لَهُ، وقالَ لَهُما: اجتَنِبَا المعَاملاتِ، وادْرَآ المُخاصِماتِ، ولاَ تَحْضُرانِی فِی المُحَاکَماتِ، فَما عِندِی کِیسُ الغرَامَاتِ.

نوجوان کو پیش آنے والے اس واقعہ کی وجہ سے بڑا غم لاحق ہوا اور اس کے آسمان پر بادل چھاگئے، قاضی بھی اس کے لئے غمگین ہوا اور اس واقعہ نے گذشتہ دینار پر اس کے افسوس کو برانگیختہ کیا مگر یہ کہ اس نے نوجوان کے دل اور اس کے غم کی غم خواری چھوٹے دراہم سے کی جو قاضی نے اس کو دیئے اور دونوں سے کہا "آئندہ معاملات سے بچو، ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی دفع کرو اور عدالتوں میں میرے پاس حاضر نہ ہو، اس لئے کہ میرے پاس تاوان (بھرنے) کا تھیلہ نہیں۔

***

اِکْتِئاب: افتعال کا مصدر ہے بمعنی غم، حزن۔ اِکْتَأَبَ وکَئِبَ (س) کَآبَۃً: غمگین ہونا۔

وَجَمَ: وَجَمَ الرَّجُلُ (ض) وُجُومًا: سخت غمگین ہونا۔

جَبَرَ: جَبَرَ القَلْبَ (ن) جَبْرًا وجُبُورًا: غم خواری کرنا۔ جَبَرَ العَظْمَ: جوڑنا۔ جبر علیہ: مجبور کرنا۔

کِیْسُ الغَرَامَات: کِیْس: تھیلہ۔ جمع: أکْیَاس۔ الغَرَامَات: غَرَامَۃٌ کی جمع ہے: نقصان، تاوان۔

رضخ بھا لہ: رَضَخَ لَہٗ (ف) رَضْخًا: تھوڑا دینا، کم دینا۔ "بھا" کی ضمیر "دُرَیْھمات"

کی طرف راجع ہے۔ دُرَيْهِمَات : دُرَيْهِمَة کی جمع ہے، دُرَيْهِمَة دِرْهَم کی تصغیر ہے اور یہاں تقلیل کے لیے ہے یعنی اس نے تھوڑے سے درہم اس کو دیئے۔

***

فنهضَا مِنْ عِنْدِهِ ، فرِحَيْنَ برِفْدِهِ ، مُفْصِحَيْنَ بحَمْدِهِ ، والْقَاضِي مَا يَخْبُو ضَجَرُهُ ، مُذْ بَضَّ حَجَرُهُ ، وَلا يَنْصُلُ كَمَدُهُ ، مُذْ رَشَحَ جَلْمَدُهُ .

چنانچہ وہ دونوں اس کے پاس سے اٹھے اس حال میں کہ اس کے عطیہ پر خوش تھے، اس کی حمد بیان کررہے تھے اور قاضی کی پریشانی چھپ نہیں رہی تھی جب سے اس کا پتھر ٹپکا (یعنی جب سے اس کی ہتھیلی نے سخاوت کی، پتھر سے ہاتھ مراد ہے) اور اس کا غم ختم نہیں ہو رہا تھا جب سے اس کی چٹان ٹپکی۔

فرحين برفده : یہ "نهضا" کی ضمیر سے حال ہے۔ الرِّفْدُ : عطیہ، سہارا، ٹیک۔ جمع : أَرْفَاد، رُفُود۔ سورۃ ہود آیت ۹۹ میں ہے : " بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ"۔ رَفَدَهُ (ض) رَفْدًا : عطا کرنا۔ مدد کرنا۔

مَا يَخْبُو ضَجَرُهُ مُذْ بَضَّ حَجَرُهُ : ضَجَر : گھٹن، تنگی، پریشانی۔ ضَجِرَ (س) ضَجَرًا : تنگ آنا، پریشان ہونا۔ بَضّ : بَضَّ الْمَاءُ (ن) بَضًّا وبُضُوضًا : آہستہ آہستہ بہنا۔ بَضَّ الْحَجَر : پسینہ کی طرح آہستہ آہستہ پتھر سے پانی ٹپکنا۔

وَلَا يَنْصُلُ كَمَدُهُ : نَصَلَ (ن) نَصْلًا ونُصُولًا : زائل ہونا، ختم ہونا۔ كَمَد : كَمِدَ الرَّجُلُ (س) كَمَدًا : غمگین ہونا۔

جَلْمَد : چٹان، سخت پتھر۔ جمع : جَلَامِد۔

حَتّٰى إذا أفاقَ مِن غَشْيَتِهِ ، أقْبَلَ علي غَاشِيَتِهِ وقالَ : قَدْ أشْرِبَ حِسّي، وَنبأني حَدْسِي؛ أنَّهُما صَاحِبا دَهَاء، لاخَصْمَا ادِّعَاء، فَكَيفَ السَّبيلُ إلَى سَبْرِهِما ، وَاسْتِنْبَاطِ سِرِّهِماَ ! فقالَ لهُ نِحْرِيرُ زُمْرَتِه ، وشَرَارَةُ جَمْرَتِهِ : إنَّهُ لَمْ يَتِمَّ اسْتِخْرَاجُ خَبْئِهِمَا إلاَّ بِهِما ،

یہاں تک کہ جب وہ اپنی بے ہوشی سے ہوش میں آیا تو اپنے خدام کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا میری حس ماؤوف (اور بے کار) ہوگئی تھی اور (اب) مجھے میرے خیال نے بتایا کہ یہ دونوں دھوکہ باز تھے، دعوے کے خصم نہ تھے، ان کی آزمائش کی طرف اور ان کے راز نکالنے (اور ظاہر کرنے) کی طرف کیا سبیل ہوسکتی ہے؟ تو اس کی جماعت کے ماہر اور اس کے انگارے کے شعلہ نے کہا ان کے راز کا افشا مکمل نہیں ہوسکتا مگر ان دونوں سے (یعنی اصل حقیقت یہ دونوں خود بتا سکتے ہیں کوئی اور نہیں)

***

غَاشِيَتُه : اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے۔ موصوف محذوف ہے۔ الْجَماعَةُ الْغَاشِيَةُ یعنی اس کو گھیرنے اور ڈھانکنے والی جماعت۔ مراد خدام ونوکر ہیں۔

صَاحِبا دَهَاء : چالاک۔ دَهِيَ (س) دَهَاءً : چالاکی سے کام لینا۔

نَحْرِير : ماہر عالم۔ جمع : نَحَارِير۔

***

فَقَفَّاهُماَ عَوْناً يُرْجِعُهُما إليهِ ، فَلمّا مَثَلا بَينَ يدَيْهِ، قَالَ لَهُما: اصْدُقَانِي سِنَّ بَكْرِكُما ، وَلَكُمَا الأمَانُ مِنْ تَبِعَةِ مَكْرِكُماَ - فأحْجَمَ الْحَدَثُ واستَقَالَ ، وَأقْدَم الشَّيخُ وَقالَ :

چنانچہ قاضی نے ان کے پیچھے ایک پولیس کو بھیجا کہ وہ ان کو اس کے پاس واپس لے آئے، چنانچہ جب دونوں آکر قاضی کے سامنے کھڑے ہوگئے تو قاضی نے ان سے کہا، اپنے جوان اونٹ کی عمر مجھے صحیح بتادو (یعنی اصل بات بتادو) اور تمہارے فریب کے انجام بد سے تم دونوں کے لئے امان ہے تو نوجوان رک گیا (گھبرا کر) اور معذرت کی اور شیخ آگے بڑھ کر کہنے لگا:

فقفاهما عونًا: قفّٰی باب تفعیل سے ہے۔ قفّٰی فلانا زیدًا: فلاں کو زید کے پیچھے لگادیا نقش قدم پر چلایا۔ قفاه (ن) قفوًا۔ پیچھے چلنا۔ عون: مددگار، پولیس۔
مثلا بین یدیه: مَثَلَ بَیْنَ یَدَیْهِ (ک۔ن) مُثُولًا: آداب بجالانا، سامنے کھڑا ہونا۔
أصدقاني سنّ بكركما: تم دونوں اپنے اونٹ کی عمر سچ بتاؤ" یعنی حقیقتِ حال بتاؤ۔ بَکْر: نوجوان اونٹ۔ جمع: أَبْکُر، بُکْرَان۔ اصل محاورہ ہے: "صَدَقَنِی سِنَّ بَکْرِهٖ" "اس نے اپنے اونٹ کی صحیح عمر بتادی" یہ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی آدمی صحیح صورت حال اور اصل حقیقت بتادے۔ شریشی نے ابن الاعرابی کے حوالہ سے اس محاورہ کا پس منظر یہ بیان کیا کہ ایک آدمی زیادہ اور پکی عمر کا اونٹ خریدنا چاہ رہا تھا لیکن بائع اس کو ایک کم عمر اونٹ دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ یہ بڑی عمر کا ہے۔ ابھی یہ دونوں بھاؤ تاؤ میں لگے تھے کہ اتنے میں وہ اونٹ بدک کر بھاگنے لگا۔ اسے روکنے کے لیے بائع کی زبان سے بے اختیار "ھدع، ھدع" کی آواز نکلی۔ "ھدع، ھدع" کا یہ کلمہ عرب صرف کم عمر اونٹ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ مشتری نے بائع کی یہ آواز سنتے ہی کہا: صَدَقَنِی سِنَّ بَکْرِهٖ یعنی اب اس نے اپنے کم عمر اونٹ کی عمر مجھے صحیح بتلادی۔
أجخم: إجخامًا: رک جانا۔ و جخم (ن) جخمًا: روکنا، باب افعال سے لازم اور مجرد سے متعدی ہے۔ بعض نسخوں میں أَجْحَمَ (بتقدیم الجیم) ہے۔ اس کے بھی یہی معنی ہیں یعنی رک جانا۔

***

① أنا السَّرُوجِیُّ وهٰذَا وَلَدِی والشِّبلُ فی الْخَبرِ مِثْلُ الأسدِ

② ومَا تعدَّتْ يدُهُ وَلا يَدِی فِی إِبْرَةٍ يوْمًا ولا فی مِزْوَدِ

③ وَإِنّما الدَّهْرُ الْمُسِیءُ المعتدِی مَالَ بنا حَتّٰی غدَوْنا نَجْتَدِی

① میں سروجی اور یہ میرا بیٹا ہے اور شیر کا بچہ تجربہ (اور امتحان) میں شیر کی طرح ہوتا ہے۔

② نہ اس کے ہاتھ نے سوئی میں کسی دن زیادتی کی اور نہ میرے ہاتھ نے، اور نہ ہی سرمہ دانی میں

③ لیکن برے، حد سے تجاوز کرنے والے ظالم زمانہ نے ہم پر ظلم کیا، حتی کہ ہم بخشش طلب کرنے لگے۔

④ كُلَّ نَدِي الرَّاحةِ عذبِ المَوْرِدِ وَكُلَّ جَعْدِ الكَفِّ مَغْلُولِ اليَدِ
⑤ بِكُلِّ فَنٍّ وبِكُلِّ مَقْصِدِ بالجِدِّ إن أَجْدَى وإلاَّ بالدَّدِ
⑥ لِنَجْلِبَ الرَّشْحَ إلى الحظِّ الصَّدِى وَنُنْفِدَ العُمْرَ بِعَيْشٍ أَنْكَدِ
⑦ والموتُ مِن بَعْدُ لَنا بالمَرْصَدِ إن لم يفَاجِ اليَوْمَ فاجَى فى غَدِ

④ ہر تر ہتھیلی، شیریں چشمہ سے اور ہر بند مٹھی، بندھے ہوئے ہاتھ سے (یعنی سخی اور بخیل ہر ایک سے ہم بھیک مانگنے لگے)

⑤ ہر فن اور ہر مقصد (ترکیب) کے ذریعہ، سنجیدگی کے ساتھ اگر وہ فائدہ دے ورنہ ہنسی مذاق کے ساتھ۔

⑥ تاکہ پیاسے نصیب (وقسمت) کی طرف ہم پانی کے کچھ قطرے کھینچ سکیں اور منحوس زندگی کے ساتھ عمر (کسی نہ کسی طرح) مکمل کرسکیں۔

⑦ اس کے بعد موت ہمارے گھات میں ہے، اگر آج اچانک نہیں آئے گی تو کل آجائے گی،

***

① (أنا) مبتدا ہے (السّروجى) خبر ہے (هذا) مبتدا (ولدى) خبر ہے (الشبل) مبتدا (مثل الأسد) خبر (فى المَخبر) جار مجرور (كائنا) وغیرہ سے متعلق ہوکر (الشبل) مبتدا کے لئے حال ہے۔

② (يَدُه) (تَعدَّتْ) کا فاعل ہے (يدى) کا عطف (يده) پر ہے اور (لا) زائدہ ہے (فى إبرة) (تعدَّتْ) سے متعلق ہے (يومًا) (تَعدَّتْ) کے لئے ظرف ہے (فى برود) کا عطف (فى إبرة) پر ہے۔

③ (إنما) ماکافہ ہے (الدهر) مبتدا ہے (المُسِىء) اور (المُعتدى) دونوں (الدهر) کی صفت ہیں (مال بنا) خبر ہے (حتى) جارہ بھی ہوسکتا ہے تب (أنْ) مصدریہ مقدر ہوگا اور یہ (مال) سے متعلق ہوگا اور ابتدائیہ بھی ہوسکتا ہے (نجتدى) (غدونا) فعل ناقص کے لئے خبر ہے۔

④ (كل ندى الراحة) مرکب اضافی، پہلے شعر میں (نجتدى) کے لئے مفعول

بہ ہے(عذب المورد) (ندی...) کی صفت ہے(کل جعد) کا عطف(کل ندی) پر ہے(مغلول الید) (جعد) کی صفت ہے۔

⑤ (بکل فن) جار مجرور(نجتدی) سے متعلق ہے(بکل مقصد) کا عطف (بکل فن) پر ہے(بالجد) جار مجرور (نجتدی) محذوف سے متعلق ہوکر جزامقدم ہے (إن) شرطیہ ہے(أجدی) فعل اور ضمیراس میں فاعل جو(الجد) کی طرف عائد ہے، فعل فاعل جملہ فعلیہ بن کر شرط مؤخر ہے (وإلا) یہ (إن) شرطیہ اور (لا) نافیہ سے مرکب ہے (وإلا بالدد) کی ترکیبی عبارت ہے (و إن لایجدِ فنجتد بالدد) (إنْ) شرطیہ جازمہ ہے(لا یجدِ) مضارع معروف مجزوم، ضمیر اس میں فاعل، یہ شرط ہے (نجتد) مضارع مجزوم جزا ہے(بالدد) (نجتد) سے متعلق ہے، اس جملہ کا عطف(بالجد أجدی) پر ہے۔

⑥ (لنَجلب) لام کی جارہ ہے، اس کے بعد (أنْ) ناصبہ مقدر ہے(نجلب) بتاویل مصدر ہوکر مجرور، جار مجرور (نجتدی) سے متعلق ہے(الرَّشح) (نجلب) کے لئے مفعول بہ ہے(إلی الحظ)(نجلب) سے متعلق ہے(الصدی) (الحظ) کی صفت ہے(ننفد) کا عطف(نجلب) پر ہے(العمر) (ننفد) کے لئے مفعول بہ ہے(أنکد) (عیش) کی صفت ہے۔

⑦ (الموت) مبتدا ہے(لنا) (ثابت) سے متعلق ہوکر خبر ہے(بالمرصد) جار مجرور بھی اسی (ثابت) محذوف سے متعلق ہے(مِنْ بعد) میں (مِنْ) زائدہ ہے(بَعدُ) مبنی بر ضمہ ہے اور اس کا مضاف الیہ محذوف منوی ہے ای (بَعدَ هذا) (إن لم یفاج) شرط ہے(فاجی فی غد) جزا ہے۔

* * *

مَالَ بِنَا : ہم پر اس نے ظلم کیا۔ مَالَ بِهٖ وعلیه مَیْلاً (ض) ومَیلَانًا : ظلم کرنا۔ مَالَ عَنْه : اعراض کرنا۔ مَالَ إلَیْه : مائل ہونا۔

نَجْتَدِی : اِجْتِدَاء : عطیہ طلب کرنا۔ جَدَا فُلَانًا وجَدَا علَیه (ن) جَدْوًا وجَدًا : عطا کرنا۔ الجَدْوی : عطیہ۔ جَدَی (ض) جَدْیًا : عطیہ مانگنا۔

جَعْدُ الکَفِّ : جَعُدَ الشعر (ک) جُعُودَۃً و جَعَادَۃً : بالوں کا گھنگریالا ہونا، سلوٹ پڑنا۔ جَعْدُ الکَفِّ سے بخیل مراد ہے۔

مَغْلُولُ الیَد : غَلَّ یَدَیْہِ (ن) غَلاًّ : ہاتھ باندھنا۔ غَلَّ الرَّجُلُ (ن) غُلَّۃً : سخت پیاسا ہونا۔

بالدَّد : الدَّد : اللھو واللعب۔

أَنْکَد : نَکِدَ عَیْشُھُم۔ نَکِدًا : زندگی سخت ہونا۔ باب سمع سے ہے۔ أَنْکَدُ صیغۂ اسم تفضیل ہے۔ بمعنی منحوس۔

الحَظّ : نصیب، حصہ۔ اس کی جمع : أَحَظّ اور حُظُوظٌ آتی ہے۔

لفظِ حظ فارسی اور اردو میں لذت و مسرت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ کہتے ہیں "میں محظوظ ہوا" یعنی خوش ہوا۔ مولانا عبدالماجد دریابادی نے نفسیات کے متعلق اپنی ایک کتاب میں ایک عنوان قائم کیا "حظ و کرب" اس میں لفظ حظ مسرت کے معنی میں مستعمل ہے۔ مولانا ابو الکلام آزاد نے "الہلال" میں ان کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے مذکورہ عنوان پر گرفت کی اور کہا حظ کی جگہ لذت ہونا چاہیے کیونکہ حظ کے معنی لذت و مسرت کے نہیں، حصہ کے آتے ہیں۔ اس پر اردو کے دونوں چوٹی کے ادیبوں کے درمیان بحث چلی اور الہلال میں اپنے اپنے موقف کی تائید میں دونوں کے درمیان ادبی معرکہ ہوا۔ یہ قلمی مناظرہ چھپ گیا ہے اور مناظرہ و مباحثہ کے ادبی پہلو کے حوالہ سے اردو ادب میں ایک ممتاز اسلوب کی حیثیت رکھتا ہے۔

***

فقال له القاضي : لِلّٰهِ دَرُّكَ، فَمَا أَعْذَبَ نفثَاتِ فِيكَ، وواهًا لكَ لَوْلَا خِدَاعٌ فيكَ، وَإِنِّي لَكَ لَمِنَ الْمُنْذِرِينَ، وعَلَيْكَ مِنَ الْحَذِرِينَ، فَلَا تُمَاكِرْ بَعْدَهَا الحَاكِمِينَ، واتَّقِ سَطْوَةَ الْمُتَحَكِّمِينَ، فَمَا كُلُّ مُسَيْطِرٍ يُقِيلُ، وَلَا كُلَّ أَوَانٍ يُسْمَعُ الْقِيلُ .

قاضی نے اس سے کہا کیا خوبی ہے آپ کی اور کتنے شیریں ہیں آپ کے منہ کے کلمات، آفرین ہو آپ کے لئے، کاش کہ تجھ میں دھوکہ نہ ہوتا، میں آپ کے لئے ڈرانے والوں میں سے ہوں اور آپ پر خوف کھانے والوں میں سے ہوں، لہٰذا اس واقعہ

کے بعد حکام سے مکر و فریب نہ کریں اور جابر حکمرانوں کے حملہ سے ڈریں اس لئے کہ ہر غالب معاف نہیں کرتا اور نہ ہر وقت بات سنی جاتی ہے۔

***

فَعَاهَدَهُ الشَّيخ عَلى اتِّبَاعِ مَشورَتِهِ ، والارْتِدَاعِ عَنْ تَلْبِيسِ صُورَتِهِ . وفَصَلَ عَنْ جِهَتِهِ ، وَالْخَتْرُ يَلمَعُ مِن جَبْهَتِهِ .

قال الحارث بن همّام: فلَم أرَ أعْجَبَ مِنهَا في تصَارِيفِ الأسْفارِ، ولاَ قرَأتُ مِثلَها في تصَانيف الأسفارِ .

چنانچہ شیخ نے اس کے ساتھ اس کے مشورہ کی اتباع پر اور اپنی صورت کو مشتبہ بنانے سے باز آنے پر معاہدہ کیا اور اس کی جہت سے الگ ہوا حالانکہ دھوکہ بازی اس کی پیشانی سے چمک رہی تھی۔

حارث بن ہمام نے کہا میں نے سفر کی گردشوں میں اس سے زیادہ عجیب واقعہ نہیں دیکھا اور نہ ہی کتابوں کی تصانیف میں اس جیسا واقعہ پڑھا ہے۔

***

الحَاذِرِيْن : ڈرانے والے۔ حَذِرَہ (س) حَذَرًا : ڈرانا۔

سَطْوَة : ہاتھ کا حملہ۔ سَطَابه (ن) سَطْوًا : ہاتھ سے حملہ کرنا۔ سورۃ حج، آیت ۷۲ میں ہے : " يَكَادُونَ يَسْطُونَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ..... "

مُسَيْطِر : یہ باب بعثر سے اسم فاعل ہے : نگرانی کرنے والا، کنٹرول حاصل کرنے والا۔ سَيْطَرَ عَلَيْه : اقتدار حاصل کرنا۔ تَسَيْطَرَ عَلَيْه بھی اسی معنی میں ہے۔ سَيْطَرَة : اقتدار، تسلط، کنٹرول۔

الاِرْتِدَاع : باب افتعال کا مصدر ہے۔ اِرْتَدَعَ عَنْهُ : رکنا، باز رہنا۔ رَدَعَ (ف) رَدْعًا : روکنا۔ باز رکھنا۔

تَصَارِيْفُ الأَسْفَار : مفرد : سَفَرٌ، ضِدُّ الحَضَر۔ تَصَانِيفُ الأَسْفَار : مفرد : سِفْرٌ : کتاب۔

***

المَقامَةُ التَّاسِعَةُ الإِسْكَندَرِيَّةُ

اس مقامہ میں بھی ابوزید سروجی نے قاضی کو دھوکہ دے کر رقم وصول کی ہے، حارث بن ہمام اسکندریہ کے حاکم کے پاس بیٹھا تھا، ایک بچوں والی عورت ایک آدمی کو عدالت میں لے کر آئی اور کہنے لگی، میں ایک معزز اور خوشحال خاندان سے تعلق رکھتی ہوں، میرے والد نے بڑے بڑے رشتے ٹھکرادیے تھے، انھوں نے فیصلہ کیا تھا کہ میرا رشتہ صاحب ہنر سے کریں گے، یہ صاحب آئے اور میرے والد سے کہنے لگے میں صاحب ہنر ہوں آپ کی شرط پر پورا اترتا ہوں اس لیے اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کرادیں، میں موتی پروتا ہوں اور دینار کے ایک تھیلہ کے عوض اسے فروخت کردیتا ہوں، میرے والد کو اس کی باتوں سے دھوکہ لگا، اور میرا نکاح اس سے کرادیا، جب میں اس کے پاس آگئی تو معاملہ برعکس تھا، یہ نکما آدمی ہے، کسی کام کا نہیں، میرے جہیز کا سارا سامان فروخت کرچکا ہے، اب میں اس سے کہتی ہوں کہ اپنے ہنر سے کمالو تو کہتا ہے میرا ہنر ادب ہے جو کساد بازاری کا شکار ہے، اس کی قدروقیمت ختم ہوچکی ہے، لہذا آپ فیصلہ کردیجئے، قاضی آدمی کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگا، صحیح بات بتادو ورنہ ابھی تمہیں قید کردیتا ہوں، تو اس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد اکتیس اشعار میں اپنی طرف سے بیانِ صفائی دیا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے کوئی دھوکہ نہیں دیا، موتی پرونے سے میری مراد نظم واشعار تھے، ایک زمانہ میں وہ میرا ذریعۂ معاش تھا لیکن اب ادب کا کوئی پرسان حال نہیں، ادب کے سکے بازارِ زندگی میں کھوٹے ہوچکے ہیں اس لیے میں نے بڑی مجبوری اور بے کسی کی وجہ سے اس کا جہیز فروخت کیا ہے، قاضی کو اس کے دردناک اشعار سن کر رحم آجاتا ہے، عورت کو صبر وقناعت کی نصیحت کرتا ہے اور کچھ درہم انہیں دیدیتا ہے، حارث بن ہمام نے آتے ہی ابوزید کو پہچان لیا تھا، وہ مصلحتاً خاموش رہا، ابوزید کے جانے کے بعد حارث قاضی سے کہتا ہے کہ اگر کوئی اس کی حقیقت حال معلوم کرکے ہمیں بتادے تو کیا ہی اچھا ہو تو قاضی ایک آدمی اس کے پیچھے دوڑاتا ہے، وہ کچھ دیر کے بعد ہنستے ہوئے واپس آتا ہے اور کہتا ہے کہ جب سے وہ بوڑھا یہاں سے نکلا تو وہ ناچ کر گاتا رہا کہ قریب تھا کہ میں ایک بے حیا عورت کی وجہ سے مصیبت میں گرفتار ہوجاتا اگر اسکندریہ کے حاکم نہ ہوتے قاضی سن کر ہنسنے لگا اور کہنے لگا اگر وہ میرے پاس آجاتا تو میں اس کو بہتر چیز عطا کرتا، اس مقامہ میں ۳۳ اشعار ہیں۔

المقامة التاسعة وهي الإسكندرانية

قال الحارثُ بنُ همّام: طَحَا بي مَرَحُ الشَّبَاب؛ وَهوَى الاكتِسَابِ، إلى أنْ جُبْتُ مَا بَيْنَ فرغانةَ وغانةَ، أخُوضُ الغِمَارَ، لأجْنِيَ الثِّمارَ، وأقْتَحِمُ الأخْطَار، لِكَيْ أُدْرِكَ الأوطارَ،

حارث بن همام نے کہا، جوانی کی مستی اور کمانے کی خواہش مجھے اس طرف لے گئی کہ میں نے قطع (طے) کیا فرغانہ اور غانہ کے درمیان کے خطہ کو، میں گہرے پانیوں میں گھس رہا تھا تاکہ پھلوں کو چن سکوں اور خطرات میں کود رہا تھا تاکہ ضرورتوں کو پاسکوں۔

***

طحابي طَحَا الشيءَ (ن) طَحْوًا وطُحُوًّا: پھیلانا، بچھانا۔ لازم ومتعدی۔ نیز دور ہونے اور ہلاک ہونے کے معنی میں بھی آتا ہے طحابك قلبُك: دل کا لے جانا۔ طحا قلبُه في الهوٰى: اس کا دل محبت میں گم ہوا۔ علقمہ کا شعر ہے:

طَحَابِكَ قَلْبٌ فِي الحِسَانِ طَرُوبُ بُعَيْدَ الشَّبَابِ عَصْرَ حَانَ مَشِيْبُ

طَحَى الشيءَ (ض) طَحْيًا: پھیلانا۔ سورۂ شمس آیت ۶ میں ہے: "وَالأرْضِ وَمَا طَحَاهَا"

شہر فرغانہ اور غانہ

فرغانہ بلادِ مشرق میں اقصائے خراسان میں واقع ایک شہر ہے۔ سمرقند اور فرغانہ کے درمیان ۵۳ فرسخ کا فاصلہ ہے۔ علامہ حموی نے معجم البلدان (ج۴ ص ۲۵۳) میں لکھا ہے کہ شاہ نوشیروان نے شہر فرغانہ بسا کر ہر گھر سے ایک ایک آدمی یہاں لا کر آباد کیا اور اس کا نام "از ہر خانہ" رکھا یعنی ہر گھر سے ایک فرد یہاں آکر آباد ہوا ہے اور غانہ بلادِ مغرب میں سوڈان کے ایک شہر کا نام ہے۔

مقصد یہ ہے کہ اقصیٰ مشرق میں واقع فرغانہ اور اقصیٰ مغرب کے شہر غانہ کے درمیان میں گھومتا رہا، اس طرح تجارت اور مال کمانے کی غرض سے میں شرق و غرب گھوما۔ علامہ حریری نے اس تعبیر سے غالباً حبیب بن اوس کے ان اشعار کی طرف اشارہ کیا ہے:

سَلِی هَلْ عَمَرْتُ الْقَفْرَ وَهُوَ سَبَاسِبٌ وَغَادَرْتُ رَبْعِي مِنْ رِكَابِي سَبَاسِبَا

وَغَرَّبْتُ حَتَّى لَمْ أَجِدْ ذِكْرَ مَشْرِقٍ وَشَرَّقْتُ حَتَّى قَدْ نَسِيتُ الْمَغَارِبَا

سَبَاسِب : ویران صحرا۔

أَخُوضُ الغِمَارَ : الغِمَار غَمْرَة کی جمع ہے : شدت، بہت پانی۔ غَمُرَ (ک) غَمَارَةً : پانی کا زیادہ ہونا۔

أَقْتَحِمُ الْأَخْطَارَ "میں خطرات مول لیتا تھا" اقتحم الأمر : خطرناک معاملات میں کود پڑنا۔ قَحَمَ فِي الأمْرِ (ن) قُحُمًا کسی معاملہ میں انجام پر نظر کئے بغیر کود پڑنا۔

***

وَكُنْتُ لَقِفْتُ مِنْ أَفْوَاهِ الْعُلَمَاءِ، وَثَقِفْتُ مِنْ وَصَايَا الْحُكَمَاءِ، أَنَّهُ يَلْزَمُ الْأَدِيبَ الْأَرِيبَ، إِذَا دَخَلَ الْبَلَدَ الْغَرِيبَ، أَنْ يَسْتَمِيلَ قَاضِيَهُ، وَيَسْتَخْلِصَ مَرَاضِيَهُ، لِيَشْتَدَّ ظَهْرُهُ عِنْدَ الْخِصَامِ، وَيَأْمَنَ فِي الْغُرْبَةِ جَوْرَ الْحُكَّامِ؛

میں نے علماء کے منہ سے یہ بات اخذ کی تھی اور حکماء کی وصیتوں سے یہ بات پائی تھی کہ عقلمند ادیب پر لازم ہے جب اجنبی شہر میں وہ داخل ہو کہ وہ قاضی کو (اپنی طرف) مائل کرے اور اس کی رضامندیوں کو حاصل کرے تاکہ جھگڑے کے وقت اس کی پشت مضبوط ہو اور مسافرت میں حکام کے ظلم سے وہ محفوظ ہو

***

وثقفت ثَقِفَ (س) ثَقَفًا : پانا، حاصل کرنا۔ سورۃ نساء آیت ۹۱ میں ہے "وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ" ثَقُفَ (ک) ثَقَافَةً : زیرک ہونا، دانشمند ہونا۔ ثَقَافَةٌ و تَثْقِيف : تہذیب، کلچر، تعلیم۔ طَبَقَةٌ مُثَقَّفَةٌ : تعلیم یافتہ طبقہ۔

ـــــــــــ فاتّخذت هذا الأدب إماماً ،
وجعلتُه لِمَصَالِحِي زِمَاماً ، فَمَا دَخلتُ مَدِينةً ، وَلاَوَلجتُ عَرِينَةً ،
إلاّ وامتزجتُ بِحاكِمِهَا امتزاجَ الماءِ بِالراح ، وتقوّيتُ بعنايتهِ
تقوّيَ الأجسادِ بالأرواح.

چنانچہ میں نے اس ادب کو امام و رہنما بنایا اور اس کو اپنی مصلحتوں کے لئے لگام بنایا۔ اس لئے میں کسی شہر میں داخل نہیں ہوتا اور نہ کسی کچھار میں گھستا مگر یہ کہ میں اس کے حاکم سے اس طرح مل جاتا جس طرح پانی شراب کے ساتھ ملتا ہے اور اس کی توجہ اور التفات سے اسی طرح قوت حاصل کرتا جیسے جسم ارواح سے قوت حاصل کرتے ہیں۔

***

عرينة شیر، بجو اور بھیڑیئے کی جھاڑی۔ جمع: عَرَائِن۔
وامتزجت باب افتعال سے ہے۔ اِمْتَزَجَ الشَّئُ بِالشَّئِ : ایک شئ کا دوسری چیز کے ساتھ ملنا، مکس ہونا۔ مزج (ن) مَزْجًا : ملانا، مکس کرنا۔
الرّاح : شراب۔ شراب کے کئی نام ہیں۔ امام ثعالبی نے فقہ اللغۃ (ص ۲۷۴ - ۲۷۵) میں شراب کے تقریباً سترہ نام لکھے ہیں : ① الخَمْرُ ② الشَّمُوْلُ ③ المشمُولَة ④ الرَّحِيق ⑤ الخَنْدَرِيْس ⑥ الحُمَيَّا ⑦ العُقَار ⑧ القَرْقَف ⑨ الخُرْطوم ⑩ المُدَامَة ⑪ القَهْوَة ⑫ السُّلاَف ⑬ الطِّلاَء ⑭ الكُمَيت ⑮ الصَّهْبَاء ⑯ البَاذِق ⑰ الرَّاح .
راح کی وجہ تسمیہ اور اشتقاق سے لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے ابن الرومی کہتے ہیں :

وَاللهِ مَا أَدْرِيْ لِأَيَّةِ عِلَّةٍ يَدْعُوْنَهَا فِي الرَّاحِ بِاسْمِ الرَّاحِ
أَلِرِيْحِهَا أَمْ رَوْحِهَا تَحْتَ الحَشَا أَمْ لِارْتِيَاحِ نَدِيْمِهَا الْمُرْتَاحِ

یعنی لاَأدرِي لأيِّ وَجه يُقَالُ لَهَا الرَّاحُ ، أَلِرِيحِهَا الَّتِي يَسْتَطِيبُ الشَّارِبُ أَمِ الشَّارِبِ يَجِدهَا رَوْحًا أَمْ شَارِبُهَا يَرْتَاحُ بِهَا۔
حریری کا مقصد یہ ہے کہ داناؤں سے مجھے معلوم ہوا کہ سفر کے دوران کسی شہر میں جاکر اولاً وہاں کے قاضی سے راہ ورسم بنانی چاہیے تاکہ قاضی کے ساتھ تعلقات پردیس میں لوگوں کے ظلم سے بچاؤ میں معاون ہوں اور جنگ وجدال کے وقت قاضیٔ شہر کی شناسائی کا سہارا ہو۔
کسی دانا نے سفر کے لئے پابہ رکاب بیٹے کو رخصت کرتے ہوئے اچھی وصیت کی :

إِنَّكَ تَدْخُلُ بَلَدًا لَا تَعْرِفُهُ وَلَا يَعْرِفُكَ أَهْلُهُ فَتَمَسَّكْ بِوَصِيَّتِي تَنْفُقْ بِهَا، عَلَيْكَ بِحُسْنِ الشَّمَائِلِ، فَإِنَّهَا تَدُلُّ عَلَى الحُرِّيَّةِ و نَقَاءِ الأَطْرَافِ فَإِنَّهَا تَشْهَدُ بِالمُلُوكِيَّةِ و نَظَافَةِ البِزَّةِ، فَإِنَّهَا تَشْهَدُ بِالنَّشْءِ فِي النِّعْمَةِ، وَطِيبِ الرَّائِحَةِ فَإِنَّهَا تُظْهِرُ المُرُوءَةَ، وَالأَدَبِ الجَمِيلِ، فَإِنَّهُ يَكْسِبُ المَحَبَّةَ. وَالْزَمِ الحَيَاءَ وَالأَنَفَةَ، فَإِنَّكَ إِنِ اسْتَحْيَيْتَ مِنَ المُخَاطَرَةِ اجْتَنَبْتَ الخَسَاسَةَ، وَإِنْ أَنِفْتَ مِنَ الغَلَبَةِ لَمْ يَتَقَدَّمْكَ نَظِيرٌ فِي المَرْتَبَةِ.

"تو ایک ایسے شہر میں داخل ہوگا جس سے تجھے واقفیت نہیں ہوگی، وہاں کے لوگ تجھے نہیں پہچانیں گے اس لئے میری وصیت تھام کر اس پر کاربند رہ۔ اچھے اخلاق اپنانا کہ وہ شرافت و حریت کی دلیل ہے، صفائی اور ہیئت ولباس کی نظافت کا خیال رکھنا کہ وہ شہنشاہیت اور نعمت وفراوانیٔ دولت میں نشوونما پانے کی شہادت دے گی، خوشبو لگانا کیونکہ وہ مروت کو ظاہر کرتی ہے، اچھی تہذیب وادب اپنانا کہ اس سے محبت پیدا ہوگی۔ حیا کو اختیار کرنا۔ بداخلاقی اور درشتی سے اگر تجھے شرم آئی تو کمینگی اور خساست سے دور رہے گا اور غلبہ حاصل کرنے سے تو نے اگر منہ موڑا تو رتبہ میں تجھ سے کوئی آگے نہیں بڑھ سکے گا۔"

فَبَيْنَمَا أَنَا عِنْدَ حَاكِمِ الإِسْكَنْدَرِيَّةِ، فِي عَشِيَّةٍ عَرِيَّةٍ، وَقَدْ أَحْضَرَ مَالَ الصَّدَقَاتِ، لِيَفُضَّهُ عَلَى ذَوِي الفَاقَاتِ، إِذْ حَلَّ شَخْصٌ عِفْرِيَةٌ، تَعْتِلُهُ امْرَأَةٌ مُصْبِيَةٌ، فَقَالَتْ: أَيَّدَ اللهُ القَاضِي، وَأَدَامَ بِهِ التَّرَاضِي،

اس دوران کہ میں ایک ٹھنڈی ہوا والی شام میں اسکندریہ کے حاکم کے پاس تھا اور اس نے صدقات کا مال حاضر کیا تھا تاکہ اس کو حاجتمندوں پر تقسیم کرے، اتنے میں ایک بدہیئت شخص داخل ہوا، بچوں والی ایک عورت اس کو گھسیٹ رہی تھی چنانچہ وہ عورت کہنے لگی، اللہ تعالیٰ قاضی کی تائید کرے اور اس کے ذریعہ ایک دوسرے کی رضامندی دائم رکھے،

کچھ اسکندریہ کے بارے میں

اسکندریہ مصر کا ایک بڑا شہر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسے فتح کیا تھا۔ یہ شہر اسکندر ذوالقرنین نے دریائے نیل کے ساحلی علاقہ میں بسایا تھا۔ علامہ حموی نے معجم البلدان (ج ۱ ص ۱۸۳) میں لکھا ہے کہ اسکندر ذوالقرنین نے اسکندریہ نام کے تیرہ شہر بسائے تھے لیکن مصر کے اسکندریہ کے سوا باقی تمام کے نام تبدیل ہو گئے ہیں۔ مصر کے قدیم مؤرخین نے اسکندریہ کی تعریف اور خوبصورتی بیان کرنے میں بڑی مبالغہ آرائیاں کی ہیں۔ شریشی نے لکھا ہے کہ معماروں نے اسکندریہ کی تعمیر میں شفاف سفید ایسے پتھر لگائے کہ اس کی تعمیر سے ستر سال تک رات کو اس میں چراغ جلانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی، نظریں اس کی چمک کی تاب نہیں رکھتی تھیں، آنکھیں خیرہ ہونے کی بنا پر لوگ ہاتھ میں سیاہ کپڑا لئے یہاں سے گزرتے علامہ حموی نے لکھا ہے کہ یہ شہر اگرچہ صاف ستھرا اور سفید پتھروں کا بنا ہوا ہے تاہم یہ بات کہ رات کو چراغ کی روشنی کی نوبت نہیں آتی تھی مبالغہ آرائی ہے۔ برف سے ڈھکے ہوئے سفید پوش پہاڑ بھی تاریک رات میں نظر نہیں آتے اسکندریہ کے پتھر چاہے کتنے ہی سفید کیوں نہ ہوں شبِ تاریک میں اتنے چمکدار اور روشن کیونکر ہو سکتے ہیں۔

لکھا ہے کہ عبد العزیز بن مروان جب مصر کا والی بنا اور اس نے اسکندریہ کی شکوہ وشوکتِ رفتہ کی داستانیں سنیں تو اسکندریہ کے مشائخ کو جمع کر کے کہا میں چاہتا ہوں اسکندریہ کی تعمیر سابقہ شان پر از سرِ نو ہو، میں اس کی تعمیری لاگت کے علاوہ تعاون کے لئے افراد بھی مہیا کروں گا مشائخ اسکندریہ نے ایک دو دن سوچنے کی مہلت طلب کی۔ اس دوران انہوں نے ایک پرانی قبر سے ایک بوسیدہ لاش کی لمبی ہڈی اٹھالائی اور عبد العزیز بن مروان کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا إِذَا جِئْتَنَا بِمِثْلِ هٰؤُلَاءِ الرِّجَالِ نُعِيْدُ عِمَارَتَهَا عَلٰى مَا كَانَتْ "جب آپ اس طرح کے آدمی ہمارے پاس لے آئیں گے تب ہم اس کی عمارت سابقہ نہج پر لوٹا دیں گے" یہ سن کر عبد العزیز بن مروان خاموش ہو گئے۔

عَشِيَّة عرية : عَشِيَّة : دوپہر سے صبح تک کا وقت۔ جمع : عَشَايَا، عَشِيَّات۔
عَرِيَة : ٹھنڈی ہوا۔ جمع عَرَايَا

لیفضہ : فَضَّ الشَّیءَ (ن) فضًّا : تقسیم کرنا۔

عِفْرِيَة : خبیث، چالاک، قوی الجثہ۔ اس میں دو لغت ہیں عِفْرِيتٌ (عین کے کسرہ اور یاء کے سکون کے ساتھ) اس کی جمع عفاریت آتی ہے۔ دوسری عِفْرِيَةٌ (بفتح الیاء) اس کی جمع

عفاری آتی ہے۔
تعتله : عَتَلَ (ن۔ض) عَتْلاً : سختی کے ساتھ کھینچنا، گھسیٹنا۔ سورۂ دخان آیت ۴۷ میں ہے : خُذُوْہُ فَاعْتِلُوْہُ اِلٰی سَوَآءِ الْجَحِیْمِ۔
امرأۃٌ مُصْبِیَۃٌ: بچوں والی عورت۔ أَصْبَتِ الْمَرْأَۃُ عورت کا بچے والی ہونا۔ باب افعال سے ہے۔

***

——— إنّی امرأۃٌ من أکرَمِ جُرْثومَۃٍ ، وأطهرِ أرُومَۃٍ ، وأشرفِ خُئولَۃٍ وعُمومَۃٍ ، مِیسَمِي الصَّوْن، وَشِیمَتِي الهَوْن ، وَخُلُقِي نِعمَ العَوْن ، وبینی وبین جاراتی بَوْن ،

بے شک میں ایک معزز اصل، ایک پاک نسل اور شریف ننھیال و ددھیال سے تعلق رکھنے والی عورت ہوں، حفاظت میری علامت ہے، نرمی میری عادت ہے، اور میرے اخلاق بہترین معاون ہے، میں اور میری پڑوسن عورتوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔

***

——— وَکَانَ أبِی إذا خَطَبَنِي بُنَاۃُ المجدِ ، وَأرْبابُ الجَدِّ ، سَکَّتَهُمْ وَبَکَّتَهُمْ ، وَعَافَ وُصْلَتَهُمْ وَصِلَتَهُمْ ، وَاحْتَجَّ بأنَّه عَاهَدَ اللّٰهَ بِحِلْفَةٍ ، ألاَّ یُصَاهِرَ غَیْرَ ذِی حِرْفَۃٍ .

جب بزرگی کے بانی اور مالدار لوگ مجھے نکاح کا پیغام بھیجتے تو میرا باپ ان کو خاموش کرادیتا ان کو ملامت کرتا اور ان کے ملاپ اور عطیہ کو ناپسند کرتا اور یہ دلیل بیان کرتا کہ اس نے اللہ کے ساتھ بقسم یہ عہد کیا ہے کہ وہ بجز ہنر والے کے کسی سے دامادی کا رشتہ قائم نہیں کرے گا (یعنی صاحب ہنر کے سوا کسی کو اپنا داماد نہیں بنائے گا)

**

أُرُوْمَۃ: (بفتح الهمزۃ وضمہا) درخت کی جڑ، اصل۔ جمع أَرُوْم آتی ہے۔ جُرْثُوْمَۃٌ کے بھی یہی معنی ہیں۔
خُؤُولَۃ: خَالٌ کی جمع ہے۔ عُمومَۃ: عَمٌّ کی جمع ہے چچا۔
مِیسمي: مِیْسَم، علامت، نشان۔ وَسَمَ (ض) یَسِمُ وَسْمًا : نشان لگانا۔

وشِيمَتِي الهَوْن : شِيمَة : عادت۔ جمع شِيَم۔ الهَوْن : نرمی از نصر هَانَ الأَمْرُ عَلَيهِ هَوْنًا، آسان ہونا، ہلکا ہونا۔

بُنَاةُ المَجْدِ : بُنَاة، بانی کی جمع ہے۔ مَجْد، عزت، بزرگی، بلندی۔ جمع أمجاد آتی ہے۔ باب نصر سے مجد۔ مَجْدًا اور باب کرم سے مَجُد۔ مَجَادَةً کے معنی ہیں: صاحب مجد و بزرگی ہونا۔

أَرْبَابُ الجِدِّ : مالدار لوگ۔ الجد : مالداری۔

بَكَّتَهُمْ : از تفعیل۔ بَكَّتَ تَبْكِيْتًا : ملامت کرنا، سرزنش کرنا۔ مجرد میں نصر سے ہے۔ بكته۔ بكتًا : تلوار یا ڈنڈے سے مارنا، حجت و دلیل میں غالب آنا۔

***

فَقَيَّضَ القَدَرُ لِنَصَبِي وَوَصَبِي، أَنْ حَضَرَ هَذَا المُخْدِعَةُ نَادِيَ أَبِي، فَأَقْسَمَ بَيْنَ رَهْطِهِ، أَنَّهُ وَفْقُ شَرْطِهِ، وَادَّعَى أَنَّهُ طَالَمَا نَظَمَ دُرَّةً إِلَى دُرَّةٍ، فَبَاعَهُمَا بِبَدْرَةٍ؛ فَاغْتَرَّ أَبِي بِزُخْرُفِ مُحَالِهِ؛ وَزَوَّجَنِيهِ قَبْلَ اخْتِبَارِ حَالِهِ،

تو میری تقدیر نے میری تھکاوٹ اور میری بیماری کے لئے یہ بات مقرر کردی کہ یہ دھوکہ باز میرے والد کی مجلس میں حاضر ہوا اور اس کی جماعت کے مابین قسم کھائی کہ یہ اس کی شرط کے مطابق ہے اور دعویٰ کیا کہ بسا اوقات اس نے ایک موتی کو دوسرے موتی کے ساتھ پرویا تو دونوں کو دینار کے ایک تھیلے کے عوض میں بیچا، میرے باپ نے اس کے جھوٹ کی ملمع سازی سے دھوکہ کھایا اور اس کی حالت کے امتحان سے پہلے میری شادی اس کے ساتھ کرادی

***

فَقَيَّضَ : قَيَّضَ اللهُ لَهُ : مقدر کرنا۔ مجرد میں باب ضرب سے ہے قَاضَ الشَّيْءَ مِنَ الشَّيْءِ (ض) قَيْضًا: ایک چیز دوسری چیز سے بدلنا، پھاڑنا۔ سورہ زخرف آیت ٣٦ میں ہے وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِيْنٌ۔

وَوَصَبِي : وَصَب : مرض وَصِبَ فُلَانٌ يَوْصَبُ (س) وَصَبًا : بیمار ہونا۔ اور باب ضرب سے وصب۔ وُصُوبًا کے معنی ہیں: ہمیشہ ہونا۔ سورۃ الصافات آیت ٩ میں ہے:

وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ۔ ای دائم اور سورۃ نحل آیت ۵۲ میں ہے: وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا۔
فاغترّ: باب افتعال سے ہے۔ اغْتَرَّ الرَّجُلُ، دھوکہ کھانا۔ مجرد میں نصر سے ہے۔ غَرَّهُ۔ غَرًّا وغِرَّةً وغُرُوْرًا، دھوکہ دینا۔
الخُدَعَة: دوسروں کو بہت دھوکہ دینے والا الخدعة (بسکون الدال) دوسرے سے بہت دھوکہ کھانے والا فُعَلَة کے وزن پر جو صفات آتی ہیں ان میں عین کلمہ اگر متحرک ہو تو فاعلیت کے معنی اور ساکن ہو تو مفعولیت کے معنی میں آتے ہیں۔
مُحال: یہ باب افعال سے صیغہ اسم مفعول ہے بمعنی باطل، ٹیڑھا، غیر ممکن۔ اس کے حروفِ اصلیہ حَوَلَ ہے۔

***

فَلَمَّا اسْتَخْرَجَنِي مِنْ كِنَاسِي، وَرَحَّلَنِي عَنْ أُنَاسِي، وَنَقَلَنِي إِلَى كِسْرِهِ، وَحَصَّلَنِي تَحْتَ أَسْرِهِ، وَجَدْتُهُ قُعَدَةً جُثَمَةً، وَأَلْفَيْتُهُ ضُجَعَةً نُوَمَةً. وَكُنْتُ صَحِبْتُهُ بِرِيَاشٍ وَزِيٍّ، وَأَثَاثٍ وَرِيٍّ، فَمَا بَرِحَ يَبِيعُهُ فِي سُوقِ الْهَضْمِ، وَيُتْلِفُ ثَمَنَهُ فِي الْخَضْمِ وَالْقَضْمِ، إِلَى أَنْ مَزَّقَ حَالِي بِأَسْرِهِ، وَأَنْفَقَ مَالِي فِي عُسْرِهِ.

چنانچہ جب اس نے مجھے اپنے گھر سے نکال دیا، اپنے لوگوں سے مجھے پابہ رکاب کرادیا، اپنے گوشہ گھر کی طرف مجھے منتقل کردیا اور اپنے قید کے تحت مجھے حاصل کرلیا تو میں نے اس کو بہت بیٹھنے والا، ہر وقت پڑا رہنے والا پایا، بہت زیادہ لیٹنے والا اور زیادہ سونے والا پایا حالانکہ میں کپڑوں، (اچھی) ہیئت، سازوسامان اور خوش منظری سمیت اس کے ساتھ ہوئی تھی، چنانچہ یہ مسلسل اس کو ظلم کے بازار میں بیچتا رہا اور اس کی قیمت کو کھانے پینے میں ضائع کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے میری تمام حالت کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا (بعض نسخوں میں "حالی" کے بجائے "مالی" ہے، اس میں "ما" موصولہ ہے تب ترجمہ ہوگا "یہاں تک کہ اس نے میری تمام چیزوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا) اور میرے مال کو اپنی تنگی میں خرچ کردیا۔

***

كِنَاسُ: ہرن کا گھر۔ اس کی جمع أكنِسَة آتی ہے۔ از باب ضرب كَنَسَ الظَّبْيُ۔ كُنُوسًا: دخل في بيته۔
أُنَاسِي: أَنْسِيٌّ کی جمع ہے۔ اس کی جمع أَنَاسِي بھی آتی ہے۔ سورۂ فرقان آیت ۴۹ میں ہے: مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنَاسِيَّ كَثِيرًا۔
كَسْر: (کاف کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ) ٹکڑا، حصہ، گھر کا کونہ۔ جمع كُسُورٌ و أكْسَار آتی ہے۔
أَسْرِه: أَسْر: قید، غلامی۔ أَسَرَ (ض) أَسْرًا و إِسَارًا: قید کرنا۔ أَسر رسی کو بھی کہتے ہیں کہا جاتا ہے هٰذا لك بِأَسْرِه یہ رسّی سمیت آپ کا ہے یعنی سب کا سب آپ کا ہے۔

قُعَدَةٌ جُثَمَةٌ: یہ دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں۔ قُعَدَة بہت زیادہ بیٹھنے والا۔ جُثَمَة: زمین سے چمٹا ہوا جَثَمَ الرَّجُلُ (ن ض) جُثُومًا: زمین سے چمٹنا۔ سورۂ ہود آیت ۶۷ میں ہے: فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جٰثِمِينَ۔
رِيَاش: یہ رِيْشَةٌ کی جمع ہے، یہاں مراد کپڑے ہیں۔ رِيْشُ الطَّائِر: پرندے کے پر۔ رَاشَهٗ (ض) رِيْشًا: پہنانا۔
زِيّ: ہیئت، بھیس، روپ، فیشن۔ اس کی جمع أَزياء آتی ہے۔ تَزَيَّا بِكَذا: فیشن اختیار کرنا۔
أَثَاث: گھر کا سامان۔ فراء نے کہا: لَا وَاحِدَ لَهٗ۔ لیکن ابوزید کے نزدیک یہ أَثَاثَةٌ کی جمع ہے۔ باب ضرب، نصر اور سمع سے استعمال ہوتا ہے۔ أَثَّ الشيءُ۔ أَثَاثًا و أُثُوثًا و أَثَاثَةً: زیادہ ہونا۔
رِئٌّ حسن منظر
وَيُتْلِفُ ثَمَنَهٗ فِي الْخَضْمِ وَالْقَضْمِ: اور اس کی قیمت برباد کرتا رہا کھانے پینے میں
الخضم: الأكل بجميع الفم، کثرتِ کار خَضَمَ الشيءَ (ض س) خضمًا: کاٹنا، کھانا۔
القضم: الأكلُ بِأطرافِ الأسنانِ قَضِمَ الشيءَ (س) قَضْمًا: دانتوں کے اطراف سے چبا کر کھانا۔ کہا جاتا ہے: يُبْلَغُ الخَضْمُ بِالقَضْمِ: یعنی اطرافِ فم سے کھاتے ہوئے بھی بسا اوقات آدمی سیر ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بڑے کام بسا اوقات نرمی اور معمولی چیز کی رعایت سے بھی انجام پا جاتے ہیں۔ اسی معنی میں یہ شعر ہے:

تَبَلَّغْ بِأَخلاقِ الثيابِ جديدَها وبالقضمِ حتى تدركَ الخَضْمَ بالقضمِ

مَزَّقَ مَالِي: مَالِي میں "ما" موصولہ ہے یعنی اس نے میری ہر چیز ٹکڑے ٹکڑے کر دی۔

***

فَلَمَّا أَنْسَانِي طَعْمَ الرَّاحَةِ ، وَغَادَرَ بَيْتِي أَنْقَى مِنَ الرَّاحَةِ ، قُلْتُ له : يا هَذَا ، إِنَّهُ لاَ مَخْبَأَ بَعْدَ بُوسٍ ، وَلاَ عِطْرَ بَعْدَ عَرُوسٍ ، فَانْهَضْ لِلاِكْتِسَابِ بِصِنَاعَتِكَ ، وَأَجْنِنِي ثَمَرَةَ بَرَاعَتِكَ ؛ فَزَعَمَ أَنَّ صِنَاعَتَهُ قَدْ رُمِيَتْ بِالْكَسَادِ ، لِمَا ظَهَرَ فِي الْأَرْضِ مِنَ الْفَسَادِ ،

چنانچہ جب اس نے راحت و آرام کا ذائقہ مجھ سے بھلادیا اور میرے گھر کو ہتھیلی سے بھی زیادہ صاف کرکے (خالی) چھوڑ دیا تو میں نے اس سے کہا "ارے! تنگی کے بعد چھپنے کی کوئی جگہ نہیں اور شادی ہونے کے بعد کوئی عطر نہیں ہے لہٰذا تو اپنی صنعت سے کمائی کے لئے اٹھ اور اپنی مہارت کا پھل چن" تو اس نے گمان کیا کہ اس کی صنعت کساد بازاری کا شکار ہوگئی ہے، جب سے زمین میں فساد ظاہر ہوا۔

***

مَخْبَأٌ : پناہ گاہ، چھپانے کی جگہ، جمع : مَخَابِئُ۔ خَبَأَ (ف) خَبْأً : چھپانا۔ بُوسٌ : یہ اصل میں بُؤْسٌ ہے، ہمزہ ماقبل ضمہ کو جوازاً واؤ سے بدل دیا جاتا ہے، بمعنی تنگی۔

لَا عِطْرَ بَعْدَ عَرُوْس : یہ ضرب المثل ہے۔ علامہ نور الدین جزائری نے فروق اللغات (ص ۲۹۵) میں اس کے مختلف معانی بیان کئے ہیں ① ایک تو اس کے ظاہری معنی ہیں کہ عروس اور شادی کے بعد کوئی عطر نہیں لگاتا، مطلب یہ ہے کہ ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے، اسی میں وہ کام کیا جانا چاہئے، اس کے بعد اس کا وہ مزہ نہیں رہتا لیکن اس محاورے کے مذکورہ مطلب کو علامہ جزائری نے وہم قرار دیا ② دوسرے معنی یہ بیان کئے گئے کہ عروس ایک سخی اور بہادر آدمی کا نام تھا، اس کی بیوی نے اس کے مرنے کے بعد نوفل نامی شخص سے شادی کی جو بڑا بخیل اور بزدل تھا، ایک دن دونوں میاں بیوی کو عروس کی قبر کے پاس سے گذرنے کا اتفاق ہوا تو بیوی اپنے شوہر کی یاد میں رونے لگی اور اس کی قبر کے پاس بیٹھ گئی، دوسرے شوہر نے اٹھنے کے لئے کہا، وہ اٹھی تو اس سے عطر کی شیشی قبر کے پاس گر گئی، شوہر نے اٹھانے کے لئے کہا تو کہنے لگی لَا عِطْرَ بَعْدَ عَرُوْس۔ یعنی عروس کے چلے جانے کے بعد اب خوشبو نہیں لگانی، یہ اسی طرح ہے، جس طرح کہتے ہیں لَا عَيْشَ بَعْدَ الْأَصْحَاب وَلَا لَذَّةَ بَعْدَ الْأَحْبَاب۔

***

وَلِي مِنهُ سُلالَةٌ ، كَأَنَّهُ خِلالَة ، وَكِلانَا مَا يَنَالُ مَعَهُ شِبْعَةٌ ، وَلاَ تَرْقَأُ لَهُ مِنَ الطَّوَى دَمْعَه ، وَقَدْ قُدْتُهُ إِلَيْكَ ، وَأَحْضَرْتُهُ لَدَيْكَ ، لِتَعجُمَ عُودَ دَعْوَاهُ ، وَتَحْكُمَ بَيْنَنَا بِمَا أَرَاكَ اللهُ .

اس سے میرا ایک بچہ ہے گویا کہ وہ خلال ہے (یعنی دبلا پتلا ہے) اور ہم دونوں اس کے ساتھ شکم سیری کی کوئی چیز نہیں پاتے، بھوک کی وجہ سے بچہ کے آنسو نہیں تھمتے، میں اس کو آپ کی طرف کھینچ کر لائی ہوں اور اس کو آپ کے پاس حاضر کیا تاکہ آپ اس کے دعوی کی لکڑی کو جانچیں اور ہمارے درمیان اس چیز کا فیصلہ کریں جو اللہ آپ کو دکھائے۔

***

فأقبَلَ القَاضى عَلَيْهِ ، وَقَالَ له : قَدْ وَعَيْتُ قَصَصَ عِرْسِكَ ، فَبَرْهِنِ الآنَ عَنْ نَفسِكَ ، وَإلاَّ كَشَفْتُ عَنْ لَبْسِكَ ، وَأَمَرْتُ بِحَبْسِكَ ؛ فأطْرَقَ إطْرَاقَ الأفْعُوَانِ ، ثُمَّ شَمَّرَ لِلْحَرْبِ الْعَوَانِ ، وقال :

چنانچہ قاضی اس کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے کہا، میں نے تیری بیوی کا بیان محفوظ کرلیا لہٰذا اب تو اپنے بارے میں دلائل دے ورنہ میں تیرے خلط ملط کرنے (اور دھوکہ بازی) کو کھولدوں گا اور تجھے قید کرنے کا حکم دیدوں گا، تو اس نے افعوان سانپ کے سر جھکانے کی طرح سر جھکایا اور پھر سخت جنگ کے لئے تیار ہو کر کہنے لگا:

***

① اسْمَعْ حَدِيثِي فَإنَّهُ عَجَبٌ يُضْحِكُ مِنْ شَرْحِهِ وَيُنْتَحَبُ
② أَنَا امْرُؤٌ لَيْسَ فِي خَصَائِصِهِ عَيْبٌ وَلا فِي فَخَارِهِ رِيَبُ

① میری بات سنئے، اس لئے کہ وہ بڑی عجیب ہے، اس کی شرح سے ہنسا بھی جائے گا اور رویا بھی جائے گا۔

② میں ایک ایسا آدمی ہوں جس کی خصوصیات میں کوئی عیب نہیں اور نہ ہی اس کے فخر کرنے میں کوئی شک ہے۔

٣ سَرُوجُ دَارِی الَّتِی وُلِدْتُ بِهَا وَالْأَصْلُ غَسَّانُ حِینَ أَنْتَسِبُ
٤ وَشُغْلِیَ الدَّرْسُ ، وَالتَّبَحُّرُ فِی الْعِلْمِ طِلَابِی ، وَحَبَّذَا الطَّلَبُ
٥ وَرَأْسُ مَالِی سِحْرُ الْكَلَامِ الَّذِی مِنْهُ یُصَاغُ الْقَرِیضُ وَالْخُطَبُ
٦ أَغُوصُ فِی لُجَّةِ الْبَیَانِ فَأَخْتَارُ اللَّآلِی مِنْهَا وَأَنْتَخِبُ
٧ وَأَجْتَنِی الْیَانِعَ الْجَنِیَّ مِنَ الْقَوْلِ ، وَغَیْرِی لِلْعُودِ یَحْتَطِبُ
٨ وَآخُذُ اللَّفْظَ فِضَّةً فَإِذَا مَاصُغْتُهُ قِیلَ إِنَّهُ ذَهَبُ
٩ وَكُنْتُ مِنْ قَبْلُ أَمْتَرِی نَشَبًا بِالْأَدَبِ الْمُنْتَقَی وَأَحْتَلِبُ
١٠ وَیَمْتَطِی أَخْمَصِی لِحُرْمَتِهِ مَرَاتِبًا لَیْسَ فَوْقَهَا رُتَبُ

٣ سروج میرا وہ گھر ہے جہاں میں پیدا ہوا اور اصل میری غسان ہے جس وقت میں اپنا نسب بیان کروں۔

٤ درس میرا مشغلہ ہے، علم میں تبحر (گہرائی) میری طلب ہے اور یہ کیا ہی اچھی طلب ہے۔

٥ میرا رأس المال (سرمایہ) سحر بیانی ہے جس سے شعر اور خطبے ڈھالے (بنائے) جاتے ہیں۔

٦ میں بیان کی گہرائی میں غوطہ لگاتا ہوں پس اس سے موتی لیتا ہوں اور چنتا ہوں۔

٧ اور میں بات سے پکا ہوا پھل چنتا ہوں (یعنی فصیح کلام اختیار کرتا ہوں) حالانکہ میرا غیر لکڑیوں کو جمع کرتا ہے (یعنی دوسرے لوگوں کے کلام میں لکڑیاں جمع کرنے والے کی طرح رطب و یابس سب ہوتا ہے جب کہ میرا کلام خالص فصیح ہوتا ہے)

٨ میں لفظ کو چاندی کی حالت میں لیتا ہوں، پس جب میں اس کو ڈھال لیتا ہوں تو کہا جاتا ہے کہ وہ سونا ہے

٩ میں اس سے پہلے پسندیدہ ادب کے ذریعہ مال کماتا اور حاصل کرتا تھا۔

١٠ ادب کی عزت کی وجہ سے میرے پاؤں ان مرتبوں پر سوار رہتے تھے جن کے اوپر اور رتبے نہیں ہوتے

***

الأَدَبُ المُنْتَقٰی: پسندیدہ ادب۔ المُنْتَقٰی باب افتعال سے صیغہ اسم مفعول ہے انتقی الشیٔ: اختیار کرنا، پسند کرنا۔ بعض نسخوں میں المُقْتَنٰی ہے۔ الأدبُ المُقتنیٰ: جمع کردہ ادب، حاصل شدہ ادب اِقْتَنَی الرَّجل: ذخیرہ کرنا، پالنا۔ مجرد میں نصر سے قَنَا۔ قَنْوًا کے بھی یہی معنی ہیں۔

و یمتطي أخمصي: امتطی فلانُ الدَّابَۃَ: سوار ہوا۔ مجرد میں باب نصر سے ہے۔ مَطَا۔ مَطْوًا: تیز چلنا اور باب سمع سے آتا ہے مَطِیَ۔ مَطًی: لمبا ہونا مَطِیَ الدَّابَۃَ: سوار ہونا ابن فارس نے لکھا ہے کہ یہ مادہ تناؤ اور امتداد پر دلالت کرتا ہے۔ مَطَوْتُ بِالْقَوْمِ: میں دیر تک قوم کو کھینچتا رہا، چلاتا رہا۔ امرؤ القیس کا شعر ہے:

مَطَوْتُ بِهِمْ حَتّٰی تَكِلَّ مَطِيُّهُمْ ‌ ‌ ‌ وَحَتَّى الجِيَادُ مَا يُقَدْنَ بِأَرْسَانِ

أخمصي: تلوا، پاؤں کے نیچے کا وہ حصہ جو زمین پر نہیں لگتا۔ اُخْمَص کی جمع أَخَامِص آتی ہے۔ یہاں مطلقاً پاؤں مراد ہے۔ مراتبا، یمتطی کا مفعول بہ ہے۔

***

⑪ وَطَالَمَا زُفَّتِ الصِّلَاتُ إِلَى ‌ ‌ ‌ رَبْعِي فَلَمْ أَرْضَ كُلَّ مَنْ يَهَبُ

⑫ فَالْيَوْمَ مَنْ يَعْلَقُ الرَّجَاءُ بِهِ ‌ ‌ ‌ أَكْسَدُ شَيْءٍ فِي سُوقِهِ الْأَدَبُ

⑬ لَا عِرْضُ أَبْنَائِهِ يُصَانُ وَلَا ‌ ‌ ‌ يُرْقَبُ فِيهِمْ إِلٌّ وَلَا نَسَبُ

⑭ كَأَنَّهُمْ فِي عِرَاصِهِمْ جِيَفٌ ‌ ‌ ‌ يُبْعَدُ مِنْ نَتْنِهَا وَيُجْتَنَبُ

⑪ بسا اوقات انعامات مزین کرکے میرے گھر کی طرف لائے جاتے تو میں ہر ہبہ کرنے والے کو پسند نہیں کرتا تھا۔

⑫ پس آج کون ادب کے ساتھ امید وابستہ کرسکتا ہے، بازار علم میں ادب سب سے کھوٹی چیز ہے۔

⑬ نہ ابنائے ادب کی حفاظت کی جاتی ہے اور نہ ان کی قرابت اور نسبت کا پاس کیا جاتا ہے۔

⑭ گویا کہ ادیب ان کے صحن میں مردار ہیں جن کی بدبو سے دوری اختیار کی جاتی ہے اور اجتناب کیا جاتا ہے۔

**

زُفَّتِ الصِّلَاتُ: زُفَّتِ العَرُوسُ إلى زَوجِهَا (ض) زَفًّا وزِفَافًا: دلہن کو بناسنگار کر شوہر کے پاس بھیجنا۔ زَفَّ الإِبِلُ زَفِيفًا: جلدی چلنا۔ سورۃ الصافات آیت ۹۴ میں ہے: فَأَقْبَلُوٓا إِلَيْهِ يَزِفُّونَ۔ الصّلات، صِلَةٌ کی جمع ہے: عطیہ، انعام۔
لَا يُرْقَبُ فِيهِمْ إِلٌّ: رعایت نہیں کی جاتی اہل ادب کی قرابت کی۔ إِل: عہد و قرابت سورۃ التوبہ آیت ۱۰ میں ہے: لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً۔
فِي عِرَاصِهِمْ جِيَفٌ: عراص: صحن۔ عَرْصَةٌ کی جمع ہے۔ اس کی جمع أَعْرَاص اور عَرَصَات بھی آتی ہے۔ جِيَف، جِيفة کی جمع ہے۔ جِيفَة: مردار، بدبودار جَافَ الشَّئُ (ض) جَيْفًا: بدبودار ہونا۔
نَتْنُهَا نَتن: بدبو۔ باب ضرب، سمع اور کرم سے استعمال ہوتا ہے۔ نتن۔ نَتْنًا و نَتَانَةً و نُتُونَةً: بدبودار ہونا۔

**

⑮ فَحَارَ لُبِّي لِمَا مُنِيتُ بِهِ مِنَ اللَّيَالِي وَصَرْفُهَا عَجَبُ
⑯ وَضَاقَ ذَرْعِي لِضِيقِ ذَاتِ يَدِي وَسَاوَرَتْنِي الْهُمُومُ وَالْكُرَبُ
⑰ وَقَادَنِي دَهْرِيَ الْمُلِيمُ إِلَى سُلُوكِ مَا يَسْتَشِينُهُ الْحَسَبُ
⑱ فَبِعْتُ حَتَّى لَمْ يَبْقَ لِي سَبَدٌ وَلَا بَتَاتٌ إِلَيْهِ أَنْقَلِبُ
⑲ وَادَّنْتُ حَتَّى أَثْقَلْتُ سَالِفَتِي بِحَمْلِ دَيْنٍ مِنْ دُونِهِ الْعَطَبُ

⑮ بس میری عقل ان مصائب زمانہ کی وجہ سے حیران ہے جن میں میں مبتلا کیا گیا ہوں اور گردش لیل و نہار بڑی عجیب ہے۔
⑯ میرا دل تنگ ہے، میرے ہاتھ والی چیز کی تنگی (تنگدستی) کی وجہ سے اور غموں اور مصائب نے مجھ پر حملہ کیا ہے۔
⑰ قابل ملامت زمانہ نے مجھے ان راہوں کے چلنے کی طرف کھینچا ہے جن کو حسب و بزرگی معیوب سمجھتی ہے۔
⑱ چنانچہ میں نے (سب کچھ) بیچا یہاں تک کہ میرے لئے نہ کوئی تار رہا اور نہ توشہ کہ جس کی طرف میں لوٹ سکوں۔
⑲ میں نے قرض لیا حتیٰ کہ میں نے اپنی گردن کو قرض کے بوجھ سے اس قدر بوجھل کردیا کہ ہلاکت و موت (کی سختی بھی) اس (کی سختی) سے کم ہے۔

لما مُنِيتُ بِهِ مِنَ اللَّيَالي: مُنِيتُ ماضی مجہول واحد متکلم کا صیغہ ہے مَنی (ض) مَنیًا۔ مَنا (ن) مَنوًا: آزمانا، مبتلا کرنا بہ میں ضمیر "ما" کی طرف راجع ہے۔ من اللیالی "ما" کا بیان ہے۔

ساوَرَتْنِي: ساوَرَہ۔ مُساوَرَۃ: غالب آنا، حملہ کرنا۔ مجرد میں نصر سے ہے۔ سَارَ الحائِطَ۔ سَوْرًا: دیوار پھلانگنا، دیوار پر سے کودنا۔

لَمْ يَبْقَ لِي سَبَدٌ: سَبَد: تھوڑے سے بال۔ کہتے ہیں: مَالَهُ سَبَدٌ وَلَا لَبَدٌ: اس کے پاس نہ بال ہے نہ اون۔ یعنی کچھ بھی نہیں۔ سَبَدَ الشَّعرَ (ض) سَبْدًا بال مونڈنا۔ سَبَدَ شَارِبُه: مونچھوں کا بڑھ کر ہونٹوں پر آجانا۔

ولا بَتَات: بتات: توشہ، سامان۔ اس کی جمع أبِتّة آتی ہے۔ بَتَّ الشئَ (ن۔ض) بَتًّا: کاٹنا۔ وسُمِّيَ الزَّادُ بَتَاتًا لِأَنَّه يَنْقَطِعُ۔

و ادَّنت: یہ باب افتعال سے واحد متکلم ماضی کا صیغہ ہے۔ إدّان: قرض لینا۔ مجرد میں ضرب سے جب مصدر دَینًا آئے تو لازمی اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ دَانَ فُلَانٌ۔ دَینًا: قرض لینا، قرض دینا۔ اور مصدر دِینًا و دِیَانَۃً آئے تو مطیع اور فرمان بردار ہونے کے معنی میں آتا ہے دَانَ الرجل۔ دِینًا و دِیَانَۃً: مطیع ہونا، جھکنا۔

سَالِفَتِي: سَالِفَة: گردن کا بالائی حصہ، گردن۔ جمع سوالف ہے۔ العَطَب: ہلاکت۔

**

(۳۰) ثُمَّ طَوَيْتُ الْحَشَى عَلَى سَغَبٍ خَمْسًا فَلَمَّا أَمَضَّنِي السَّغَبُ

(۳۱) لَمْ أَرَ إِلَّا جِهَازَهَا عَرَضًا أَجُولُ فِي بَيْعِهِ وَأَضْطَرِبُ

(۳۲) فَجُلْتُ فِيهِ وَالنَّفْسُ كَارِهَةٌ وَالْعَيْنُ عَبْرَى وَالْقَلْبُ مُكْتَئِبُ

(۳۰) پھر میں نے آنتوں کو پانچ دن بھوک پر لپیٹا لیکن جب بھوک نے مجھ کو بالکل جلا دیا۔

(۳۱) تو میں نے بجز اس کے جہیز کے اور کوئی ایسا سامان نہیں دیکھا جس کے بیچنے کے لئے میں گشت کرتا اور مضطرب (اور پریشان) ہوتا رہا۔

(۳۲) اس لئے میں اس (جہیز کے بیچنے) کے بارے میں گھوما حالانکہ میرا جی اس کو برا سمجھ رہا تھا، آنکھ اشکبار تھی اور دل غمگین تھا۔

سَغَب: بھوک۔ سَغِبَ (س) سَغَبًا: سورۃ البلد آیت ۱۴ میں ہے: فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ۔
أَمَضَّنِيْ: باب افعال سے ہے۔ أَمَضَّ۔ إِمْضَاضًا: جلا دینا، شاق گزرنا۔ مجرد میں نصر سے ہے مضّ الجرحُ۔ مَضًّا ومَضِيْضًا: زخم کا درد میں مبتلا کرنا، تکلیف دینا سمع سے لازم آتا ہے مضّ۔ مضضًا ومَضَاضَةً: تکلیف میں مبتلا ہونا۔
جِهَازَهَا: جھاز: جہیز جو دلہن کو دیا جاتا ہے۔ جمع اَجْهِزَة آتی ہے۔
والعَيْنُ عَبْرٰی آنکھ اشکبار تھی۔ عَبِرَ (س) عَبَرَةً: آنسو بہنا، آنسو جاری ہونا۔

**

(۲۳) وَمَا تجاوَزْتُ إذْ عبِثْتُ بهِ حَدَّ التَّرَاضِي فَيَحْدُثُ الغَضَبُ
(۲۴) فإنْ يَكُنْ غَاظَهَا تَوَهُّمُهَا أنَّ بنَانِي بالنَّظْمِ تَكْتَسِبُ
(۲۵) أوْ أنَّنِي إذْ عَزَمْتُ خِطْبَتَهَا زَخْرَفْتُ قولِي لِيَنْجَحَ الأرَبُ
(۲۶) فو الَّذِي سَارَتِ الرِّفَاقُ إلَى كَعْبَتِهِ تَسْتَحِثُّهَا النُّجُبُ
(۲۷) ما المكرُ بالمحصنَاتِ مِن شِيَمِي وَلاَ شِعَارِي التَّمْوِيهُ وَالكَذِبُ
(۲۸) وَلا يدِي مُذْ نَشَأْتُ نِيطَ بِهَا إلاَّ مواضِي اليَرَاعِ وَالكُتُبُ

(۲۳) اور میں نے باہمی رضامندی کی حد سے تجاوز نہیں کیا جس وقت میں نے اس کے سامان کو ضائع کیا کہ غصہ پیدا ہو
(۲۴) پس اگر اس کو غصہ دلایا اس کے اس بات کے وہم و گمان نے کہ میرے پورے پرونے سے کماتے ہیں۔
(۲۵) یا یہ کہ جب میں نے اس کو پیغام نکاح کا ارادہ کیا تھا تو میں نے اپنی بات جھوٹ سے مزین کی تاکہ ضرورت پوری ہو۔
(۲۶) پس قسم ہے اس ذات کی جس کے کعبہ کی طرف قافلے چلتے ہیں جنہیں عمدہ اونٹ لے کر جاتے ہیں۔
(۲۷) پاکدامن عورتوں سے فریب کرنا میری عادت نہیں اور ملمع سازی اور جھوٹ میرا شعار نہیں
(۲۸) اور نہ ہی میرا ہاتھ ـــ جب سے میں پیدا ہوا ـــ موتی پرونی سے وابستہ رہا مگر چلنے والے قلموں اور کتابوں سے (یعنی میرے ہاتھ کا رشتہ قلم و کتاب سے وابستہ رہا ہے)،

موتی پرونے اور ہار بنانے سے نہیں)

**

غاظها: غَاظَهُ (ض) غَيظًا : غصہ دلانا، ناراض کرنا۔ الغَيظ : غصہ۔ سورۃ التوبہ آیت ۱۵ میں ہے: "وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ وَيَتُوبُ اللّٰهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ"

الأَرَب: حاجت۔ اس کی جمع آرَاب آتی ہے۔ باب سمع سے مستعمل ہے۔ أَرِبَ إليه۔ أَرَبًا : محتاج ہونا۔

تَستَحِثُّهَا النُّجُب: تَستَحِثُّ باب استفعال سے ہے استَحَثَّهُ : اکسانا، برانگیختہ کرنا۔ یہاں لے جانا مراد ہے۔ مجرد میں نصر سے ہے حَثَّهُ۔ حَثًّا: برانگیختہ کرنا۔ النُجُب، نَجِيبٌ کی جمع ہے۔ عمدہ اونٹ مراد ہیں۔

نِيطَ بِهَا: یہ باب نصر سے ماضی کا صیغۂ مجہول ہے۔ ناطه، ناط به۔ نَوطًا ونِيَاطًا: وابستہ کرنا، لٹکانا، خدمت سپرد کرنا۔

مَوَاضِي اليَرَاع: مواضی، ماضِيَةٌ کی جمع ہے۔ اليَرَاع، يَرَاعَةٌ کی جمع ہے بمعنی قلم۔ صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہو رہی ہے اليَرَاعُ المَاضِيَة : تیز چلنے والے قلم۔ مواضی الیراع، فعل نِيطَ کا نائب فاعل ہے۔

**

(۲۹) بَلْ فِكْرَتِي تَنْظِمُ القَلَائِدَ لَا كَفِّي، وَشِعْرِي المَنْظُومُ لَا السُّخُبُ

(۳۰) فَهٰذِي الحِرْفَةُ المُشَارُ إِلَىٰ مَا كُنْتُ أَحْوِي بِهَا وَأَجْتَلِبُ

(۳۱) فَأْذَنْ لِشَرْحِي كَمَا أَذِنْتَ لَهَا وَلَا تُرَاقِبْ وَاحْكُمْ بِمَا يَجِبُ

(۲۹) بلکہ میری فکر ہار پروتی رہی، نہ کہ میری ہتھیلی اور میرا شعر پرویا ہوا ہے نہ کہ موتیوں کے ہار

(۳۰) یہی وہ پیشہ ہے جس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا، جس کے ذریعہ میں (مال) جمع کرتا تھا اور حاصل کرتا تھا

(۳۱) لہٰذا آپ میرا بیان بھی سن لے جس طرح کہ آپ نے اس کا بیان سنا اور انتظار نہ کریں اور جو ضروری ہے اس کا فیصلہ کردیں۔

*

السُّخُب: سِخَابٌ کی جمع ہے: اس ہار کو کہتے ہیں جو موتی اور جواہر سے بنایا جائے۔

قال : فلمّا أحْكَمَ مَاشادَهُ ، وأكملَ إنشادَهُ ، عَطفَ القاضی إلی الفَتاة ، بعدَ أن شغِفَ بالأبیاتِ ، وقالَ : أمَا إنّهُ قدْ ثبتَ عِندَ جمیعِ الحکّامِ ، وَوُلاةِ الأحْکامِ ، انقراضُ جیلِ الکِرامِ ، وَمیْلُ الأیّامِ إلی اللئامِ ، وإنّی لإخالُ بَعْلَكِ صَدُوقاً فی الکَلامِ ، بَریّاً منَ الملامِ ،

راوی نے کہا جب اس نے اس چیز کو مضبوط کردیا جو اس نے اٹھائی تھی (یعنی اپنے اٹھائے ہوئے دعوی کو مستحکم کردیا) اور اپنی شعر خوانی کو مکمل کردیا تو قاضی اشعار پر فریفتہ ہونے کے بعد نوجوان عورت کی طرف مڑا اور کہنے لگا، تمام حکام اور ارباب حکومت کے نزدیک شریف نسل کا ختم ہونا اور زمانہ کا کمینوں کی طرف مائل ہونا ثابت ہوچکا ہے، میں آپ کے شوہر کو کلام میں سچا اور ملامت سے بری خیال کرتا اور سمجھتا ہوں،

**

شَادَہ : شَادَ (ض) شَیْدًا، عمارت بنانا، مضبوط کرنا، بلند کرنا۔ شِیْد : پلاسٹر، چونا گچ۔

إنشَادہ : باب افعال کا مصدر ہے۔ أنشَدَ الشِعرَ : شعر پڑھنا۔ إنشَاد : شعرخوانی۔

انقِرَاض : انقِطَاع مجرد میں باب ضرب سے ہے قَرَضَهُ۔ قرضًا : قطع کرنا۔

وإنّی لإخَال بَعلَكَ : لإخَالُ سمع سے مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ قیاس کی رو سے أخَال (بفتح الهمزة) ہونا چاہیے لیکن افصح إخَال (بکسر الهمزة) ہے۔ بعل : شوہر۔ جمع بُعُولَة آتی ہے۔ بَعَلَ الرَّجُلُ (ف) بعالةً : شادی شدہ ہونا۔

***

وَهَاهُوَ قَد اعترَفَ لَكِ بالقَرْضِ ، وَصَرَّحَ عن المحْضِ ، وَبَیّنَ مِصْداقَ النَّظمِ ، وَتَبیّنَ أنّهُ معروقُ العَظمِ ؛ وإعْنَاتُ المُعْذِرِ مَلأمَةٌ ، وَحَبْسُ المُعسِرِ مَأثمَةٌ ، وَکِتْمَانُ الفقرِ زَهَادَة ، وانتظارُ الفرَجِ بالصّبْرِعبَادَة ،

اور اس نے آپ کے لئے قرض کا اعتراف بھی کرلیا اور خالص (اور اصل) بات کی وضاحت اس نے کردی، نظم کا مصداق اس نے بیان کردیا اور واضح ہوگیا کہ وہ بغیر گوشت کے ہڈی والا (فقیر) ہے، صاحب عذر کو مشقت میں ڈالنا باعث ملامت ہے، تنگدست آدمی کو قید کرنا گناہ ہے، فقر کو چھپانا تقوی ہے اور صبر کے ساتھ کشادگی (اور خوشحالی) کا انتظار کرنا عبادت ہے۔

مَعْرُوقُ الْعَظْمِ: بغیر گوشت کے ہڈی۔ از باب نصر عَرَقَ الْعَظْمَ: گوشت ہڈی سے کھالینا۔ یہاں اس سے افلاس اور غربت مراد ہے۔
إِعْنَات: أَعْنَتَ الرَّجُلَ إِعْنَاتًا: تکلیف میں مبتلا کرنا، ہلاکت میں ڈالنا۔ مجرد میں باب سمع سے ہے۔ عَنِتَ۔ عَنَتًا: مشقت میں پڑنا۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۲۰ میں ہے: وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَأَعْنَتَكُمْ اور سورۃ النساء آیت ۲۵ میں ہے: ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ۔

اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ بِالصَّبْرِ عِبَادَةٌ:

علامہ شریشی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے حوالہ سے ان الفاظ کو حدیث کے طور پر نقل کیا ہے لیکن مجھے کتبِ حدیث میں اس معنی کی حدیث مذکورہ الفاظ کے ساتھ نہیں ملی۔ البتہ امام ترمذیؒ نے اپنی سنن (ج ۴ ص ۵۶۵ کتاب الدعوات باب انتظار الفرج) میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے حدیث نقل کی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِه، فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُحِبُّ أَنْ يُسْأَلَ، وَأَفْضَلُ الْعِبَادَةِ انْتِظَارُ الْفَرَجِ" لیکن امام ترمذی نے یہ حدیث معلول قرار دی ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی حماد بن واقد ہے اور وہ ضعیف ہے۔

***

فارْجِعِي إلى خِدْرِكِ، واعْذُرِي أَبا عُذْرِكِ، وَنَهْنِهِي مِنْ غَرْبِكِ، وَسَلِّمِي لِقَضَاءِ رَبِّكِ. ثُمَّ إِنَّهُ فَرَضَ لَهُمَا فِي الصَّدَقَاتِ حِصَّةً، وَنَاوَلَهُمَا مِنْ دَرَاهِمِهَا قَبْضَةً، وقال لهما: تَعَلَّلا بِهذه العُلالَةِ، وَتَنَدَّيا بهذه البُلالَةِ، واصْبِرَا عَلَى كَيْدِ الزَّمانِ وَكَدِّهِ،

لہٰذا آپ اپنے پردہ (گھر) کی طرف لوٹ جائیں، اپنے شوہر کو معذور سمجھیں، اپنی تیزی کو روکے رکھیں اور اپنے رب کے فیصلہ کے لئے آپ اپنے کو حوالہ کردیں، پھر قاضی نے دونوں کے لئے صدقات میں ایک حصہ مقرر کیا اور صدقات کے دراہم میں سے ایک مٹھی ان کو دیدی اور ان سے کہا، اس بہلاوے سے دل کو بہلائیں اور اس تری سے (فی الحال) تر ہو جائیں، زمانہ کے فریب اور مشقت پر صبر کریں،

ـــــــــــ فعَسَى اللهُ أنْ يأتيَ بالفَتْحِ أوْ أمْرٍ مِنْ عنده . فنهضا ولِلشّيْخِ فَرْحَةُ المطلَقِ منَ الإسارِ ، وهِزَّةُ المُوسِر بعد الإعسار .

شاید کہ اللہ جل شانہ کشادگی
یا اپنی طرف سے کوئی اور امر لے آئے، چنانچہ وہ دونوں اٹھے، شیخ کے لئے قید سے رہائی پانے والے شخص کی سی خوشی اور تنگدستی کے بعد مالدار آدمی کی طرح جھوم (اور شادمانی) تھی۔

***

ونَهْنِهِي عَنْ غَرْبِكَ: نَهْنِهِي باب بعثر سے امر حاضر کا صیغہ ہے۔ نَهْنَهَهُ عَنِ الأمْرِ: اس کو روکا، جھڑکا۔ غَرْب: تیزی، آنسو، دھار۔ اس کی جمع غُرُوبٌ آتی ہے۔
العُلالَة تھوڑی سی چیز جس سے دل بہلایا جاسکے، برتن میں بچا ہوا پانی، دوہنے کے بعد بچا ہوا دودھ۔
البُلالَة: بچا ہوا پانی، تری۔
الإسار: وہ رسّی جس سے قیدی کو باندھتے ہیں۔ اس کی جمع أُسُرٌ آتی ہے۔

***

قال الرَّاوِي : وكُنْتُ عَرَفْتُ أنَّهُ أبو زيدٍ ساعةَ بَزَغَتْ شَمْسُهُ ، وَنَزَغَتْ عِرْسُهُ ، وَكِدْتُ أُفْصِحُ عَن افتنانهِ ؛ وإثمارِ أفْنانهِ ؛ ثُمَّ أشْفَقْتُ منْ عُثورِ القَاضِي عَلَى بُهْتَانِهِ ، وَتَزْوِيقِ لِسَانِهِ ، فلا يَرَى عِنْدَ عِرْفانِهِ ، أنْ يُرَشِّحَهُ لإحْسانِهِ ، فأحْجَمْتُ عَنِ القَوْلِ إحْجامَ المُرْتابِ ، وطَوَيْتُ ذِكْرَهُ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكِتابِ ؛

راوی نے کہا میں نے پہچان لیا تھا کہ یہ ابوزید ہے جس گھڑی اس کا سورج نکلا اور اس کی بیوی نے نافرمانی کی اور قریب تھا کہ میں اس کی شعبدہ بازی اور اس کی شاخوں کے پھل دار (اور بار آور) ہونے کو ظاہر کردوں لیکن پھر میں قاضی صاحب کے اس کے جھوٹ و بہتان اور اس کی زبان کی ملمع سازی پر اطلاع پانے (اور واقف ہونے) سے ڈرا کہ وہ اس کو پہچاننے کے بعد اسے اپنے احسان کا مستحق نہیں بنائے گا اس لئے میں متردد

آدمی کے رکنے کی طرح بات کرنے سے رک گیا اور میں نے اس کا ذکر ایسا لپیٹا جیسے رجسٹر مکتوب (خط) کو لپیٹ لیتا ہے۔

***

نزغت عرسہ : نَزَغَ بَيْنَهُمَا (ف) نَزْغًا : بگاڑ پیدا کرنا ۔سورۃ یوسف آیت ۱۰۰ میں ہے وَجَاءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ... نزغہ : غیبت کرنا ،عیب لگانا۔

بزغت : بَزَغَتِ الشمسُ (ن) بُزُوْغًا : طلوع ہونا۔سورۃ الانعام آیت ۷۸ میں ہے : فَلَمَّا رَاَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۔

أفنان : فَنَنٌ کی جمع ہے ۔ درخت کی شاخ کو کہتے ہیں ۔سورۃ الرحمٰن آیت ۴۸ میں ہے : ذَوَاتَا اَفْنَانٍ ۔

تزويق لسانہ : زَوَّقَهُ ـ تَزْوِيقًا : مزین کرنا۔ مجرد سے مستعمل نہیں ۔ زاووق : پارہ ۔

السجل رجسٹر، ریکارڈ، دستاویز۔جمع سِجِلَّات آتی ہے ۔ سَجَّلَ ۔ تَسْجِيلًا : درج کرنا ، رجسٹر میں لکھنا۔ تَسْجِيلُ قَضِيَّةٍ :کیس درج کرنا۔ تَسْجِيلُ الصَّوْتِ عَلَى الشَّرِيْطِ : آواز ٹیپ کرنا۔

***

إلاَّ أنِّي قُلْتُ بَعْدَ مَا فَصَلَ ، وَوَصَلَ إلى مَاوَصَلَ : لَوْ أنَّ لَنَا مَنْ يَنطَلِقُ فِي أَثَرِهِ ، لأَتَانَا بِفَصِّ خَبَرِهِ ، وَبِمَا يُنْشَرُ مِنْ حِبَرِهِ ! فَأَتْبَعَهُ الْقَاضِي أَحَدَ أُمَنَائِهِ ، وَأَمَرَهُ بِالتَّجَسُّسِ عَنْ أَنْبَائِهِ ،

مگر یہ کہ اس کے جدا ہونے اور جس چیز کی طرف اس کا پہنچنا تھا اس تک پہنچنے کے بعد میں نے کہا اگر ہمارا کوئی آدمی اس کے پیچھے چلے اور اس کی خبر کا نگینہ (حقیقت) اور اس کی پھیلائی ہوئی منقش چادروں کو ہمارے پاس لے آئے (تو بہتر ہوگا) چنانچہ قاضی نے اپنے امینوں میں سے ایک کو اس کے پیچھے بھیجا اور اس کی خبروں کی تفتیش کا حکم اسے دیا

**

فما لَبِثَ أن رجَعَ مُتَدَهْدِهًا ، وَقَهْقَرَ مُقَهْقِهًا ، فقال له القاضی : مَهْيَمْ ، يا أبا مَرْيم ، فقال : لقَدْ عَايَنتُ عجبًا ، وَسمِعتُ ما أنْشأ لی طَرَبًا ، فقال له : ماذا رَأيْتَ ، والَّذی وَعَيْتَ !

پس وہ نہیں ٹھہرا کہ لڑھکتے ہوئے لوٹ آیا اور قہقہہ لگاتے ہوئے الٹے پاؤں واپس ہوا قاضی نے اس سے کہا، کیا ہوا ابو مریم! تو وہ کہنے لگا: میں نے عجیب تماشہ دیکھا اور وہ چیز سنی جس نے میرے لئے وجد پیدا کیا، قاضی نے کہا، آپ نے کیا دیکھا اور ’س چیز کو آپ نے محفوظ کیا۔

***

بفَصِّ خَبَرِه: فَصّ ، نگینہ۔ اس کی جمع فُصُوصٌ ، فِصَاص ، أَفُص آتی ہے۔

مُتَدَهْدِهًا: یہ رباعی مزید فیہ باب تسربل سے صیغۂ اسم فاعل ہے۔ لڑھکنے والا۔ تَدَهْدَہُ : لڑھکنا۔ مجرد میں باب بَعْثَرَ سے متعدی ہے۔ دَهْدَہَ الحَجَرَ : پتھر کو لڑھکانا۔

وقَهْقَرَ مُقَهْقِهًا: قَهْقَرَ باب بَعْثَرَ سے ہے۔ قَهْقَرَ الرَّجُلُ : الٹے پاؤں واپس چلنا۔ مقهقهًا بعثر سے صیغۂ اسم فاعل ہے۔ قَهْقَهَ الرَّجُلُ : کھل کھلا کر ہنسنا، قہقہہ لگانا۔

مَهْيَمْ يا أبَا مَرْيَمَ: مَهْيَمْ کلمۂ استفہام ہے بمعنی کیا بات ہے ؟ ابومریم اس آدمی کے لئے کنیت کے طور پر شاید اس لئے استعمال کیا گیا کہ اس نے عجیب اور خلافِ معمول حرکت کی (حضرت مریم علیہا السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت خلافِ معمول اور عجیب تھی)

**

قالَ : ولم يَزَلِ الشيخُ مُذْ خرَجَ يُصفّقُ بيدَيْهِ ، ويُخالفُ بينَ رِجْلَيْهِ ، ويُغَرِّدُ بملءِ شِدْقَيْهِ ، ويقول :

(۱) كُنْتُ أصْلَى بِبَلِيَّهْ مِنْ وقَاحٍ شَمَرِيَّهْ

(۲) وأزُورُ السِّجْنَ لَوْلا حاكِمُ الإسكندرِيَّهْ

تو وہ کہنے لگا، شیخ جب سے نکلا مسلسل تالیاں بجاتا رہا، اپنے دونوں پاؤں کے درمیان مخالفت و تبادلہ کرتا رہا (یعنی ناچتا رہا) دونوں جبڑے بھر کر گاتا رہا اور کہتا رہا۔

① قریب تھا کہ میں جلا دیا جاتا یا / داخل کردیا جاتا کسی مصیبت میں ایک بے حیا، بے باک عورت کی وجہ سے

② اور جیل کی زیارت کرلیتا اگر اسکندریہ کا حاکم نہ ہوتا۔

**

شِدْقَيْهِ: شِدْقٌ کا تثنیہ ہے بمعنی باچھ، منہ کا کنارہ۔ جمع أَشْدَاق۔
وقاح شَمَرِيَّة: وقاح: بے حیا۔ مذکر مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کی جمع وُقُحٌ وُقَّحٌ آتی ہے۔ باب ضرب، سمع اور کرم سے مستعمل ہے۔ وَقَحَ الرَّجُلُ: بے حیا ہونا۔ شَمَرِيَّةٌ، شَمَرِيٌّ کا مؤنث ہے بمعنی کارآزمودہ، بے باک، چالاک۔ شَمَرَ (ن) شَمْرًا: تیزی سے گذرنا، اکڑ کر چلنا۔ شَمَّرَ عَنْ سَاعِدِهِ: تیار ہونا، آستین چڑھانا۔

**

فَضحِكَ القاضِي حَتَّى هَوَتْ دَنِيَّتُهُ، وَذَوَتْ سَكِينَتُهُ، فَلَمَّا فَاءَ إِلَى الْوَقَارِ، وَعَقَّبَ الاستِغْرَابَ بالاستِغْفَارِ، قال: اللَّهُمَّ بِحُرْمَةِ عِبَادِكَ الْمُقَرَّبِينَ، حَرِّمْ حَبْسِي عَلَى المتَأَدِّبِينَ. ثم قال لذلك الأمِينِ: عَلَيَّ بِهْ، فانطَلَقَ مُجِدًّا في طَلَبِهْ. ثُمَّ عَادَ بَعْدَ لَأْيٍ، مُخْبِرًا بِنَأْيِهِ، فقال له القاضي: أَمَا إِنَّهُ لَوْ حضَرَ، لَكُفِيَ الحَذَرَ، ثُمَّ لَأَوْلَيْتُهُ مَاهُوَ بِهِ أَوْلَى، وَلَأَرَيْتُهُ أَنَّ الآخِرَةَ خيرٌ لَهُ من الأُولَى.

قاضی ہنسنے لگا یہاں تک کہ اس کی ٹوپی گر گئی اور اس کا سکون زائل ہوگیا، پس جب وہ اپنے وقار کی طرف لوٹ آیا اور ہنسنے کے بعد استغفار پڑھ چکا تو کہنے لگا: اے اللہ! اپنے مقرب بندوں کی حرمت کے طفیل، ادیبوں پر میرے قید کو حرام فرما پھر اس امین سے کہا، اس کو میرے پاس لاؤ چنانچہ وہ اس کی تلاش میں کوشش کرتے ہوئے چلا اور کافی دیر کرنے کے بعد اس کی دوری کی خبر دیتے ہوئے واپس لوٹا، قاضی نے اس سے کہا، اگر وہ حاضر ہوجاتا تو خوف و حذر سے کافی کردیا جاتا (محفوظ کرلیا جاتا یعنی اس کو کچھ نہ کہا جاتا) پھر میں اس کو وہ چیز دیتا کہ جس کے ساتھ وہ زیادہ بہتر ہوتا اور میں اس کو دکھادیتا کہ آخرت اس کے لئے اولی (دنیا) سے زیادہ بہتر ہے۔

دَنِيّتِهِ: دَنِيَّة ایک خاص قسم کی ٹوپی کو کہتے ہیں جو قاضی وغیرہ حضرات استعمال کرتے تھے۔ لمبائی اور گولائی میں دَن (مٹکے) کے مشابہ ہوتی ہے۔ علامہ شریشی اس کے متعلق لکھتے ہیں: ولیست مِن کَلَامِ العَرَبِ وَ إنَّماهِیَ مِنَ الاَلْفَاظِ المُسْتَعْمَلَةِ فِی العِرَاقِ.

ذُوِیّ: ذَوَی البَقْلُ (ض۔س) ذُوِیًّا: مرجھانا، کملانا، زائل ہونا۔ ذَاوٍ: مرجھایا ہوا، پژمردہ۔

وعقَّبَ الإسْتِغْرَابَ بِالإسْتِغْفَارِ: عَقَّبَ الشئَ ایک چیز کو دوسری شی کے پیچھے لانا۔ مجرد میں نصر سے ہے۔ عَقَبَ الرَّجُلُ۔ عَقْبًا وعُقُوبًا: بعد میں آنا، پیچھے آنا۔ الاسْتِغْرَاب: ہنسی کی کثرت وشدت۔ اسْتَغْرَبَ الرَّجُلُ فِی الضِّحْكِ، وعَلَيْهِ الضِّحْكُ: ہنسی کا زیادہ ہونا۔ اسْتَغْرَبَ الشئَ: عجیب وغریب پانا۔

بَعْدَ لَأْيِهِ: لَأَی فُلَانٌ (ف) لَأْيًا: دیر کرنا، رکے رہنا۔ اللَّأْی: شدت سختی۔

**

قال الحارث بن همام: فلمَّا رأيْتُ صغْوَ القاضي إليْهِ، وفوْتَ ثمرَةِ التنبيه علَيْهِ، غَشِيَتْني نَدامَةُ الفرزدقِ حينَ أبانَ النَّوارَ، والكُسَعِيِّ لمَّا استبانَ النَّهارَ.

حارث بن ہمام نے کہا جب میں نے اس کی طرف قاضی کا میلان اور تنبیہ کے پھل کو اس پر فوت ہونے کو دیکھا تو مجھ پر فرزدق کی سی ندامت چھاگئی جب اس نے نوار کو طلاق دی اور کسعی کی سی ندامت جب دن نکلا۔

*

صَغْوَ القَاضِی: صَغَا إلَيْهِ (ن) صَغْوًا وصَغِیَ۔ (س) صَغًی وصُغِيًّا: متوجہ ہونا، مائل ہونا۔ سورۃ الانعام آیت ۱۱۳ میں ہے: وَلِتَصْغَىٰ إِلَيْهِ أَفْئِدَةُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ.

ندامة الفرزدق حين ابان النوار:

کچھ فرزدق کے بارے میں

فرزدق عربی ادب کے مانے ہوئے مشہور شاعر ہیں، علامہ زرکلی نے الاعلام (ج ۸ ص۹۳) میں لکھا ہے: "لولا شعر الفرزدق لذهب ثلث لغة العرب، ولولا شعره لذهب نصف أخبار الناس" فرزدق کا نام ھمام بن غالب بن صعصعہ ہے، کنیت ابوفراس اور مشہور فرزدق سے ہے ابن قتیبہ نے ادب الکاتب ص۵ میں اس لقب کی وجہ لکھی ہے، فرزدق دراصل اس روٹی کو کہتے ہیں جو تنور میں گر پڑے، گوندھے ہوئے آٹے کے پیڑے کو بھی فرزدق کہتے ہیں۔ چونکہ فرزدق کا چہرہ بھی پیڑے کی طرح بھدا تھا اور تنور میں گری ہوئی روٹی کی طرح داغدار تھا اس لئے اس کا لقب فرزدق پڑا، فرزدق کا مفرد فَرَزْدقہ ہے۔ فرزدق کے والد غالب بن صعصعہ اپنے قبیلہ تمیم کے سردار تھے اور سخاوت میں مشہور تھے۔

فرزدق اور جریر دونوں ہم عصر اور اسلامی شعراء کے سرخیل ہیں، دونوں کے درمیان معاصرانہ چشمک اور چوٹوں کے طویل سلسلہ نے عربی ادب کو بڑا سرمایہ مہیا کیا۔ معاصرانہ چوٹوں پر مشتمل ان کے قصائد کو "النقائض" نامی کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے جو تین جلدوں میں چھپ گئی ہے، اہل ادب کی اس میں مختلف آراء ہیں کہ فرزدق اور جریر میں بڑا شاعر کون تھا؟ علامہ تبریزی نے شرح حماسہ ص۲۷۷ میں فرزدق کو ترجیح دی ہے لیکن اکثریت جریر کو بڑا شاعر مانتی ہے، ابوالفرج اصفہانی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "الاغانی" (ج ۸ ص ٦) میں جریر کی وجہ ترجیح بیان کرتے ہوئے لکھا "إن جريرًا كان أكثرهم فنون شعر، وأسهلهم ألفاظًا، وأقلهم تكلفًا، وأرقهم نسيبًا، وكان دينا عفيفًا" نیز ص۳ پر لکھتے ہیں: "اتفقت العرب على أن أشعر أهل الاسلام ثلاثة: جرير والفرزدق، والأخطل" جریر عفیف تھا جبکہ فرزدق فسق وفجور میں مشہور تھا عورتوں کے ساتھ اپنی بدکاری کا تذکرہ بسا اوقات اشعار میں بھی کر لیتا، اس طرح کے اشعار ایک مرتبہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے سامنے پڑھے، سلیمان نے کہا "تم نے میرے سامنے زنا کا اقرار کر لیا میرے منصب کا تقاضہ ہے کہ تم پر حدِ زنا جاری کروں" فرزدق نے کہا "کہاں سے آپ حدِ زنا جاری کر رہے ہیں" سلیمان نے کہا "قرآن سے ... ارشاد ہے: اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ" فرزدق نے کہا "قرآن تو یہ بھی کہتا ہے: وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ

الْخَاوُنَ، اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ » سلیمان مسکرا کر خاموش ہو گئے۔
علامہ ابن خلکان نے وفیات الاعیان (ج ٦ ص ٥٩) میں فرزدق کا ایک واقعہ لکھا اور کہا ہے کہ شاید یہی واقعہ اس کی مغفرت کا سبب بن جائے۔ هشام بن عبد الملک ایک مرتبہ حج کرنے گئے، ازدحام کی وجہ سے وہ کوشش کے باوجود حجرِ اسود تک نہ پہنچ سکے تو وہیں قریب میں منبر نصب کر کے بیٹھے اور لوگوں کو دیکھنے لگے اتنے میں زین العابدین بن علیؓ تشریف لائے، حضرت زین العابدین جاہ و جلال اور شان و شکوہ کے مالک تھے اور لوگوں میں بڑی قدر و منزلت رکھتے تھے طواف کرتے ہوئے حجرِ اسود کے قریب پہنچے تو انہیں دیکھتے ہی لوگ ہٹنے لگے اور حضرت زین العابدینؒ نے جا کر حجرِ اسود کو بوسہ دیا، یہ منظر دیکھ کر هشام کے ساتھ آتے ہوئے لوگوں نے پوچھا "اس ہیبت و وجاہت کے یہ مالک کون ہیں؟" ہشام تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا "لا أعرفه" میں اس کو نہیں جانتا، تب وہاں موجود فرزدق نے کہا "أنا أعرفه" اور حضرت زین العابدین کی مدح میں اسی وقت ایک معرکۃ الآراء فی البدیہ قصیدہ کہا جس کے چند شعر ہیں:

هذا الذی تعرف البطحاء وطأته — والبيت يعرفه والحل والحرم
هذا ابن خير عباد الله كلهم — هٰذا التقی النقی الطاهر العلم
إذا رأته قريش قال قائلها: — إلى مكارم هٰذا ينتهی الكرم
ينمی إلى ذروة العز التی قصرت — عن نيلها عرب الاسلام والعجم
يغضی حياءً ويغضی من مهابته — فما يكلم إلا حين يبتسم
هٰذا ابن فاطمة ان كنت جاهله — بجده أنبياء الله قد ختموا
فليس قولك: من هٰذا؟ بضائره — العرب تعرف من أنكرت والعجم
إن عد أهل التقی كانوا أئمتهم — أو قيل: مَن خير الأرض؟ قيل: همُ
من يعرف الله يعرف أولية ذا — والدين من بيت هٰذا ناله الأممُ

هشام کا چونکہ بنو ہاشم سے اختلاف تھا اس لئے اس نے یہ قصیدہ سنا تو فرزدق کو قید کر دیا۔ حضرت زین العابدین نے بارہ ہزار درہم اس کو دیئے لیکن فرزدق نے واپس کر دیئے اور کہا: "مدحته لله تعالى لا للعطاء" میں نے اللہ کے لئے اس کی تعریف کی ہے، انعام کیلئے نہیں لیکن حضرت زین العابدین نے کہا: ہم اہل بیت جب کوئی چیز ھبہ کر دیتے ہیں تو واپس نہیں لیتے "تب فرزدق نے قبول کر لئے۔

مبرد نے الکامل (ج ۱ صـ۱۱۹) میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ جنازہ میں حضرت حسن بصری اور فرزدق دونوں حاضر تھے، فرزدق نے حضرت حسن سے کہا "ابو سعید! معلوم ہے لوگ کیا کہہ رہے ہیں، لوگ کہہ رہے ہیں کہ آج کے جنازہ میں بہترین اور بدترین دونوں جمع ہو گئے ہیں"
بہترین سے حضرت حسن اور بدترین سے فرزدق کی طرف اشارہ تھا، حضرت حسن بصری نے کہا: "نہ میں بہترین ہوں نہ تم بدترین ہو لیکن یہ بتاؤ کہ تم نے اس دن کے لئے کیا تیاری کی ہے اور تمہارے پاس اس دن کے لئے کیا زادِ سفر ہے؟" فرزدق نے برجستہ کہا: "شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمد رسول الله" وفات کے بعد کسی نے فرزدق کو خواب میں دیکھا، پوچھا کیا بنا؟ کہا اللہ نے مغفرت فرمادی، دریافت کیا، کس بنا پر؟ کہا "اس کلمہ کی بنیاد پر جس کا میں نے حسن بصری کے ساتھ گفتگو میں حوالہ دیا تھا"
فرزدق کی وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی، جریر وفات کی اطلاع سن کر رونے لگے، کہا ہم دونوں کی قسمت کا ستارہ ایک تھا اور ہم ایک دوسرے کے ساتھ مشغول تھے، فرزدق کی رحلت کے بعد میرا وقت بھی قریب ہے، چنانچہ ۸۰ دن بعد جریر بھی رخصت ہو کر فرزدق سے جا ملا، اسی سال حضرت حسن بصری اور ابن سیرین کا بھی انتقال ہوا۔ ان اعلام کی وفات پر ایک عورت نے کہا "کیف یفلح بلد، مات فقیهاه وشاعراه"
خلیل مردم بک اور فواد بستانی نے فرزدق پر مستقل کتابیں لکھی ہیں جو چھپ گئی ہیں۔

فرزدق اور اس کی بیوی نَوار

فرزدق نے اپنے چچا کی لڑکی نوار سے شادی کی تھی، فرزدق بدصورت اور بدسیرت تھا، جبکہ نوار خوب صورت اور نہایت ہی پاکیزہ سیرت خاتون تھی۔ علامہ شریشی نے ان کی شادی کا واقعہ لکھا ہے کہ نوار کو کسی قریشی نے پیغامِ نکاح دیا، نوار نے فرزدق سے کہا کہ وہ اس کی طرف سے نکاح کا وکیل بن جائے کیوں کہ وہ چچا زاد بھائی ہے فرزدق نے نوار سے کہا کہ شام میں آپ کے مجھ سے زیادہ قریبی رشتہ دار موجود ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں آکر مجھ سے جھگڑنے لگیں لہٰذا تم گواہوں کے سامنے مجھے اپنا ولی اور وکیل بنالو، چنانچہ نوار نے چند گواہوں کے سامنے اپنے نکاح کا معاملہ فرزدق کے حوالہ کر دیا، فرزدق نے مسجد میں لوگوں کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور کہا کہ گواہوں کی موجودگی میں نوار نے مجھے اپنے نکاح کا اختیار دیا ہے کہ میں جس سے چاہوں اس کا نکاح کرادوں، میں تم

سب کو گواہ بناتا ہوں کہ نوار سے میں خود نکاح کرتا ہوں۔ اس طرح قریش کے ساتھ نکاح کرنے کے بجائے فرزدق نے خود اس سے نکاح کیا، نوار کو جب علم ہوا تو اس نے انکار کر دیا اور بصرہ سے مکہ مکرمہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے پاس فیصلہ کرنے چلی گئی وہاں حضرت عبداللہ بن زبیر کی بیوی خولہ بنت منظور بن زبان کے ہاں ٹھہری، فرزدق بھی مکہ چلا گیا اور حضرت عبداللہ بن زبیر کے صاحبزادے حمزہ بن عبداللہ کے پاس ٹھہرا، خولہ نے عبداللہ بن زبیر سے نوار کے حق میں سفارش کی جبکہ حمزہ فرزدق کے لئے سفارش کر رہا تھا۔ عبداللہ بن زبیر نے نوار کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے فرزدق کو نوار کے قریب جانے سے منع کیا، فرزدق نے فیصلہ سنا تو بیوی کی سفارش قبول کرنے پر تعریض کرتے ہوئے کہا :

أما البنون فلم تقبل شفاعتهم　　وشفعت بنت منظور بن زبانا
ليس الشفيع الذی یاتیك مؤتزرًا　　مثل الشفيع الذی یأتیك عریانا

"بیٹوں کی سفارش تو قبول نہیں کی گئی اور منظور بن زبان کی بیٹی کی سفارش قبول کر لی گئی، ازار اور کپڑوں میں ملبوس سفارش کرنے والا آپ کے ہاں اس سفارش کرنے والے سے کم ہے جو آپ کے پاس ننگا ہو کر آتا ہے"

حضرت عبداللہ بن زبیر نے جب یہ شعر سنے تو انہیں ڈر لگا کہ کہیں یہ ہماری ہجو نہ کہدے اور جا کر نوار سے کہا کہ یا تو تم فرزدق سے شادی پر راضی ہو جاؤ ورنہ میں اس کو قتل کر دیتا ہوں تاکہ اس کی زبان کے شر سے ہم محفوظ رہ سکیں، قتل کا سن کر نوار اس سے شادی پر راضی ہو گئی... ایک زمانہ تک دونوں رشتۂ ازدواج سے منسلک رہے لیکن دونوں کے درمیان بنی نہیں اور ایک عرصہ بعد فرزدق نے غصہ کی حالت میں نوار کو طلاق دیدی، بعد میں جب ہوش آیا تو بہت افسوس ہوا اور بڑی ندامت ہوئی اور یہ اشعار پڑھے :

ندمت ندامة الكسعی لما　　غدت منی مطلقة نوار
وكانت جنتی فخرجت منها　　كآدم حين أخرجه الضرار
ولو أنی ملكت یدی ونفسی　　لأصبح لی علی القدر اختیار
وكنتُ كفاقئ عينيه عمدًا　　فأصبح ما يضئ له نهار

"میں کسعی کی طرح نادم ہوا جب نوار مجھ سے مطلقہ ہوئی۔ وہ میری جنت تھی جس سے میں نکلا، جیسا کہ آدم علیہ السلام کو (اللہ کے حکم کی) مخالفت نے نکالا۔

اگر میں اپنے معاملہ اور نفس پر قادر ہوتا تو مجھے فیصلہ پر اختیار ہوتا (لیکن مغلوب الغضب ہونے کی وجہ سے میں اپنے اوپر قادر نہیں تھا)
میں اس آدمی کی طرح ہوں جو اپنی دونوں آنکھیں قصداً پھوڑ دیں جس کے نتیجہ میں دن کی روشنی بھی اس کو دکھائی نہ دے"

علامہ حریری نے "ندامة الفرزدق حين أبان النوار" سے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

***

والكسعي لما استبان النهار:

کسعی سے محارب بن قیس مراد ہے جو یمن کے قبیلہ کُسع کی طرف منسوب ہے، اس کی ندامت عربی میں ضرب المثل ہے، کہتے ہیں: "أندم من الكسعي" کسعی کی ندامت کا پس منظر یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ ایک وادی میں اونٹ چرا رہا تھا، کسی چٹان میں درخت نبعہ کی ٹہنی دیکھی، درخت نبعہ سے عرب کمان بناتے تھے، کسعی نے اس چھوٹی سی شاخ کی آبیاری اور دیکھ بھال شروع کی، وہ ٹہنی بڑھتے بڑھتے تناور درخت کی شکل اختیار کر گئی، کسعی نے اسے کاٹا اور اپنے لئے بڑی محنت کے ساتھ اس سے کمان بنائی اور خوشی میں یہ شعر گنگنانے لگا:

يارب وفقني لنحت قوسي فانها من لذتي لنفسي
وانفع بقوسي ولدي وعرسي أنحتها صفراء مثل الورس
صلداء ليست كقسي النكس

"میرے رب! کمان تراشنے کی مجھے توفیق دیجئے کہ یہی میری خواہش ہے۔ میرے کمان سے میرے بیوی بچوں کو بھی فائدہ دے، میں نے اس کو ورس پھول کی مانند پیلا ہونے کی حالت میں تراشا ہے، یہ کمان بڑی سخت ہے اور بے ڈھنگی نہیں ہے۔

ایک رات کسعی شکار کھیلنے گیا، دیکھا کہ وحشی گائیوں کا ایک ریوڑ آرہا ہے، اس نے تیر مارا جو ان میں سے ایک کے جسم سے پار ہو کر پتھر پر لگا جس سے آگ نکلی کسعی سمجھا کہ تیر نشانہ پر نہیں لگا پتھر پر لگا، اتنے میں ایک دوسرا ریوڑ آیا، اس میں بھی اس طرح ہوا، یوں پانچ ریوڑ آئے اور کسعی کے پاس موجود پانچوں تیر ختم ہوئے، ہر تیر نشانہ پر لگتا لیکن وہ سمجھتا کہ خطا گیا ہے اس لئے غصہ میں آکر کسعی نے اپنی وہ کمان توڑ ڈالی جو بڑی محنت کے ساتھ اس نے بنائی تھی
سونے کے بعد جب صبح اٹھا تو دیکھا کہ پانچوں تیر نشانے پر لگے ہیں اور پانچ گائیں مری پڑی ہیں

تب کسعی کو کمان توڑنے کا بہت افسوس ہوا، نادم ہو کر اس نے اپنی ایک انگلی کاٹ ڈالی اور یہ شعر پڑھے :

ندمت ندامة لو أن نفسي تطاوعني إذاً لقطعتُ خمسي
تبين لي سفاه الرأي مني لعمر أبيك حين كسرت قوسي

" میں اس طرح نادم ہوا کہ اگر میرا جی میری موافقت کرتا تو میں اپنی پانچوں انگلیاں کاٹ ڈالتا، میری رائے کی حماقت اس وقت ظاہر ہوئی جب میں نے اپنی کمان توڑ ڈالی "

" والكسعي لما استبان النهار " سے حریری نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

المَقَامَةُ العَاشِرَةُ الرَّحَبِيَّةُ

دسویں مقامہ میں علامہ حریری رحمہ اللہ نے ایک قسم اپنی طرف سے مرتب کی ہے جس کے ضمن میں انسانی چہرے کے محاسن اور برائیوں کو بیان کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک قاضی کی امرد پرستی کا بھی ذکر اور آخر میں اس کو نصیحت ہے، قصہ کی ترتیب حارث بن ہمام کی روایت سے یوں بیان کی ہے کہ حارث مشہور شہر "رحبہ مالک" میں گئے، وہاں ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھا کہ ایک بوڑھے نے اسے آستین سے پکڑا ہے اور دعوی کر رہا ہے کہ اس لڑکے نے اس کے بیٹے کو قتل کیا ہے جب کہ لڑکا اس کا انکار کر رہا ہے، بالاخر دونوں شہر کے حاکم کے پاس جاتے ہیں جو امرد پرستی کا مریض ہوتا ہے، وہاں جا کر بوڑھا اپنا دعوی بیان کرتا ہے، حاکم بوڑھے سے کہتا ہے کہ اگر آپ کے پاس دو عادل گواہ موجود ہیں تو ٹھیک ورنہ آپ اس سے قسم لے لیں، بوڑھا کہتا ہے، اس نے میرے بیٹے کو تنہائی میں قتل کیا ہے تو میں کہاں سے گواہ لا سکتا ہوں اس لیے میں اسے قسم دونگا اور میرے ہی قسم کے الفاظ اس کو دہرانے ہوں گے، لڑکا ان الفاظ کے دہرانے سے انکار کرتا ہے اور اپنی چال سے حاکم کو اپنا گرویدہ بنا دیتا ہے اور اشاروں سے اسے بتا دیتا ہے کہ اگر حاکم اس کو چھڑا دے تو بعد میں وہ اس کی خواہش پوری کرنے کے لیے تیار ہوگا، چنانچہ حاکم اپنی طرف سے سو دینار پر فیصلہ کر دیتا ہے اور بوڑھے سے کہتا ہے کہ سو دینار پر آپ اکتفا کر لیں اور لڑکے کو چھوڑ دیں بیس دینار تو اسی وقت ادا کر دیتا ہے اور باقی کا وعدہ کرتا ہے کہ کل ادا کروں گا، بوڑھا کہتا ہے کہ جب تک باقی دینار ادا نہ کیے گئے ہوں، اس وقت تک یہ لڑکا میرے پاس رہے گا، چنانچہ حاکم چلا جاتا ہے، حارث بن ہمام ابو زید کو پہچان لیتا ہے اور اسے قسم دیتا ہے کہ کیا وہ ابو زید ہے تو وہ کہتا ہے، جی ہاں میں ابو زید ہوں، دونوں وہ رات قصہ گوئی میں گزارتے ہیں اور صبح ہونے سے پہلے پہلے ابو زید حارث کے ہاتھ میں ایک رقعہ تھماتا ہے کہ جب میں فرار ہو جاؤں تو یہ رقعہ حاکم کو دے دینا جس میں بارہ اشعار ہوتے ہیں جن میں حاکم کو تنبیہ کی گئی ہوتی ہے، آنکھوں کی حفاظت اور عشق محبت سے اجتناب کی نصیحت ہوتی ہے، اس طرح ابو زید حاکم سے رقم بٹور کر رفوچکر ہو جاتا ہے، اس مقامہ میں کل بارہ اشعار ہیں۔

المقامۃ العاشرۃ وتعرف بالرحبیۃ

حَكي الحارِثَ بنُ هَمّام قالَ : هَتَفَ بِي داعِي الشّوقِ ، إلى رَحْبَة مالِكِ بن طوقٍ ؛ فلَبَّيتُهُ مُمتَطِياً شِمِلَّةً ، ومُنتَضِياً عزْمَةً مُشْمَعِلّةً . فلمّا أَلْقَيتُ بِها المَراسِي ، وشَدَدْتُ أَمْراسِي ، وبَرَزْتُ من الحمّامِ بعدَ سَبْتِ راسِي ، رأيتُ غُلاماً أُفرِغَ في قالَبِ الجَمالِ، وأُلبِسَ من الحُسْنِ حُلّةَ الكَمالِ .

حارث بن ہمام نے حکایت کرتے ہوئے کہا کہ سوق کے داعی نے مجھے مالک بن طوق کے شہر رحبہ کی طرف پکارا تو میں نے تیز رفتار اونٹنی پر سوار ہوتے ہوئے اور عزم بلند کو نیام سے نکالتے ہوئے اس پر لبیک کہا، چنانچہ جب میں نے وہاں اپنے لنگر ڈالدیئے اور اپنی رسیاں باندھ لیں اور حمام سے اپنا سر حلق کرانے کے بعد نکلا تو ایک لڑکے کو میں نے دیکھا جو حسن کے سانچے میں ڈھالا گیا تھا اور خوبصورتی سے کمال کا جوڑا اسے پہنایا گیا تھا۔

**

هَتَفَ بِي داعِي الشّوقِ : هَتَفَ (ض) هَتفاً وهُتَافاً : چیخنا ،نعرہ لگانا۔ هَتَفَ هاتفاً ، آواز سنی لیکن کوئی نظر نہیں آیا ، هَتَفَ بہ ، پکارنا ،ٹیلیفون کرنا ، هَتَفَ بحیاۃ فلان ، زندہ باد کا نعرہ لگانا ، هَتَفَ بِسُقُوطِهِ : مردہ باد کا نعرہ لگانا۔الهُتافاتُ العَدائِيَّةُ ضِدَّ أَحَدٍ : مخالفانہ نعرے ۔ هُتَاف : نعرہ۔ هَاتِف : ٹیلیفون ۔

رَحْبَةُ مالكِ بن طوق : رَحْبَة (حاء کے سکون اور فتحہ دونوں کے ساتھ مستعمل ہے) رحبہ مالک بن طوق دریائے فرات کے کنارے بغداد سے سو فرسخ کے فاصلہ پر شام کی جانب واقع ایک شہر کا نام ہے ، علامہ بلاذری نے فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ یہ شہر مالک بن طوق نے مامون الرشید کے زمانہ میں بسایا تھا لیکن علامہ حموی نے معجم البلدان (ج ۳ ص ۳۴-۳۵) میں لکھا ہے کہ یہ شہر مالک بن طوق نے ہارون الرشید کے زمانے میں آباد کیا تھا۔ ایک مرتبہ ہارون الرشید درباریوں کے ساتھ ساحلِ فرات کی سیر کرنے نکلا۔ان میں مالک بن طوق بھی تھا ، مالک کو یہ جگہ

پسند آئی اور ہارون الرشید سے یہاں شہر بسانے کی اجازت مانگی، ہارون نے نہ صرف اجازت دی بلکہ تعمیر شہر کے لئے حکومت کی طرف سے رقم اور افراد بھی مہیا کئے، جب یہ شہر بن کر آباد ہوگیا تو ہارون نے ٹیکس طلب کیا لیکن مالک اس کے لئے تیار نہیں تھا اور دونوں کے درمیان ایک طویل جنگ ہوئی، مالک کو بالآخر شکست ہوئی اس کو گرفتار کر کے بغداد لایا گیا، دس دن قید میں گذارے لیکن زبان سے ایک حرف بھی نہیں نکالا، ہارون الرشید نے اس کو دربار میں حاضر کرنے کا حکم دیا اور جلاد سے اس کی گردن اڑانے کے لئے کہا، ہارون کے وزیر یحییٰ نے مالک سے کہا۔ وَيْلَكَ، يَا مَالِكُ لِمَ لَا تَتَكَلَّمُ۔ تم بولتے کیوں نہیں ہو؟ تب وہ ہارون کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِيْنٍ
يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ جَبَرَ اللهُ بِكَ صَدْعَ الدِّيْنِ، وَلَمَّ بِكَ
شَعَثَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَأَخْمَدَ بِكَ شِهَابَ الْبَاطِلِ، وَأَوْضَحَ
بِكَ سُبُلَ الْحَقِّ. إِنَّ الذُّنُوْبَ تُخْرِسُ الْأَلْسِنَةَ، وَتَصْدَعُ
الْأَفْئِدَةَ. وَأَيْمُ اللهِ لَقَدْ عَظُمَتِ الْجَرِيْرَةُ فَانْقَطَعَتِ
الْحُجَّةُ فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا عَفْوُكَ أَوِ انْتِقَامُكَ؟

"سلام کے بعد کہا، تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے انسان کو مٹی کے خلاصہ اور نچوڑ سے پیدا کیا امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ دین کے شگاف کو بند کیا، مسلمانوں کے بکھرے ہوئے شیرازے کو جمع کیا، باطل کے شعلہ کو بجھایا اور حق کی راہوں کو واضح کیا، بے شک گناہ اور جرائم زبانوں کو گنگ بنا دیتے ہیں اور جگر کو ٹکڑے کر دیتے ہیں! بخدا میں نے جرم عظیم کیا ہے، اب میرے لئے اس کے سوا کوئی حجت اور عذر باقی نہیں رہا کہ یا تو آپ مجھے معاف کر دیں اور یا انتقام لے لیں"

اس کے بعد شعر پڑھے:

أَرَى الْمَوْتَ بَيْنَ السَّيْفِ وَالنَّطْعِ كَامِنًا ... يُلَاحِظُنِيْ مِنْ حَيْثُ مَا أَتَلَفَّتُ
وَأَكْثَرُ ظَنِّيْ أَنَّكَ الْيَوْمَ قَاتِلِيْ ... وَأَيُّ امْرِئٍ مِمَّا قَضَى اللهُ يُفْلِتُ

وأيُّ امرئٍ يُدلِي بعُذرٍ وحُجّةٍ وسيفُ المنايا بينَ عينيهِ مُصلَتُ
ومَا بي خوفُ أنْ أموتَ وإنّني لَأعلمُ أنّ الموتَ شيءٌ مُوَقّتُ
ولكنّ خلفي صِبيَةٌ قد تركتُهُم وأكبادُهُم مِنْ خشيةٍ تتفتّتُ
فإنْ عِشْتُ عاشُوا خافضِينَ بِغِبطةٍ أذُودُ الرّدى عنهُم، وإنْ مُتُّ مُوّتُوا

ہارون الرشید یہ سن کر رونے لگا اور کہا :

لَقَدْ سَكَتَّ عَلَى هِمَّةٍ، وَتَكَلَّمْتَ عَلَى عِلْمٍ وَحِكْمَةٍ وَقَدْ وَهَبْنَاكَ لِلصِّبْيَةِ، فَارْجِعْ إِلَى مَالِكَ وَلَا تُعَاوِدْ فِعَالَكَ.

"آپ نے بڑی ہمت کے ساتھ سکوت اختیار کیا اور بڑے علم وحکمت کے ساتھ بات کی، ہم آپ کو آپ کے بچوں کے لئے ھبہ کرتے ہیں، لہذا آپ چلے جائیں لیکن دوبارہ اس قسم کی حرکت نہ کرنا"

چنانچہ مالک بن طوق اس طرح بچ کر دوبارہ رحبہ جا کر آباد ہوا۔

مُمْتَطِيًا شِمِلَّةً ومُنتَضِيًا عَزْمَةً مُشمَعِلَّةً : مُمْتَطِيًا : باب افتعال سے صیغہ اسم فاعل ہے۔ امتَطَى الدَّابّةَ : سوار ہونا۔ مَطَا (ن) مَطْوًا : تیز چلنا۔ مَطِيَ (س) مَطًى : لمبا ہونا۔ شِمِلَّة یہ اونٹنی کی صفت ہے۔ نَاقَةٌ شِمِلَّةٌ وشِمْلَالٌ وشِمْلِيلٌ : ہلکی تیز رفتار اونٹنی۔ مُنْتَضِيًا : باب افتعال سے صیغہ اسم فاعل ہے۔ اِنْتَضَى السَّيْفَ : تلوار سونتنا، تلوار کو نیام سے باہر نکالنا۔ نَضَا (ن) نَضْوًا ونَضَى (ض) نَضْيًا : نکالنا۔ عَزْمَة مُشْمَعِلَّة : پختہ اور بلند ارادہ، ایسا عزم جس میں سستی وکاہلی نہ ہو۔ مُشْمَعِلَّة رباعی کا مزید فیہ باہمزہ وصل کے باب دوم اِفْعَلَلَّ سے اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے۔ اِشْمَعَلَّ الرَّجُلُ : بلند واشرف ہونا اشْمَعَلَّتِ الدَّابَّةُ : چست ہونا۔ کسی کا شعر ہے :

لہ دَاعٍ بِمَكَّةَ مُشْمَعِلٌّ وآخَرُ فَوقَ دَارَتِهِ يُنَادِي

ترکیب میں "ممتطیا" اور "مُنْتَضِيًا" "لبیتہ" کی ضمیر واحد متکلم سے حال واقع ہو رہا ہے۔

المَرَاسِي : مِرْسَاةٌ کی جمع ہے، کشتی یا بحری جہاز کا لنگر۔ رَسَا، يَرْسُو (ن) رَسْوًا ورُسُوًّا : ثابت اور راسخ ہونا، جہاز کا لنگر انداز ہونا۔ سورۃ ہود آیت ۴۱ میں ہے

"بِسْمِ اللهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا " اللہ کے نام سے ہے اس کا چلنا اور ٹھہرنا۔ اور سورۃ سبا آیت ۱۳ میں ہے " وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ " أی ثابتات۔ کسی کا شعر ہے:

وقَالَ رَائِدُهُمْ أرْسُوْا، نُزَاوِلُهَا
فَحَتْفُ كُلِّ امْرِئٍ يَجْرِي بِمِقْدَارِ

" ان کے قائد نے کہا، ٹھہر جاؤ، ہم یہ جنگ لڑیں گے (ہلاکت کا خوف مت کرو) کیونکہ ہر شخص کی موت تقدیر سے آتی ہے "

أمْرَاسي : مَرَسٌ کی جمع ہے اور مَرَسٌ مَرَسَةٌ کی جمع ہے۔ رسی اور طناب کو کہتے ہیں

سَبْتِ رَأْسي : سَبَتَ (ن۔ض) سَبْتًا: کاٹنا۔ سَبَتَ الرَّأسَ : سر مونڈنا۔

أُفْرِغَ فِي قَالِبِ الْجَمَالِ : " وہ لڑکا حسن کے سانچہ میں ڈھالا گیا تھا"۔ أَفْرَغَ الْمَاءَ: پانی بہانا۔ فَرِغَ الْمَاءُ (س) فَرَاغًا: پانی بہنا۔ سورۃ بقرہ آیت ۲۵۰ میں ہے "رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا..." "اے ہمارے رب ہمارے دلوں میں صبر ڈال دیں"

***

وَقَدِ اعْتَلَقَ شَيْخٌ بِرُدْنِهِ، يَدَّعِي أَنَّهُ فَتَكَ بِابْنِهِ، وَالْغُلَامُ يُنْكِرُ عِرْفَتَهُ، وَيُكْبِرُ قِرْفَتَهُ، وَالْخِصَامُ بَيْنَهُمَا مُتَطَايِرُ الشَّرَارِ، وَالزِّحَامُ عَلَيْهِمَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْأَخْيَارِ وَالْأَشْرَارِ، إِلَى أَنْ تَرَاضَيَا بَعْدَ اشْتِطَاطِ اللَّدَدِ، بِالتَّنَافُرِ إِلَى وَالِي الْبَلَدِ، وَكَانَ مِمَّنْ يُزَنُّ بِالْهَنَاتِ، وَيُغَلِّبُ حُبَّ الْبَنِينَ عَلَى الْبَنَاتِ، فَأَسْرَعَا إِلَى نَدْوَتِهِ، كَالسُّلَيْكِ فِي عَدْوَتِهِ.

بوڑھے نے اس لڑکے کی آستین پکڑی تھی اور دعوی کررہا تھا کہ اس لڑکے نے اس کے بیٹے کو قتل کیا ہے، جب کہ لڑکا اس کی شناخت سے انکار کررہا تھا اور اس کے بہتان کو بڑا سمجھ رہا تھا، ان دونوں کے درمیان جھگڑا چنگاریاں اڑا رہا تھا اور ان پر ہجوم نے اچھے برے لوگوں کو جمع کردیا تھا، لڑائی کے حد سے تجاوز کرنے کے بعد وہ دونوں حاکم شہر کے پاس مقدمہ دائر کرنے پر رضامند ہوگئے حاکم شہران لوگوں میں سے تھا جن پر بدفعلی کی تہمت لگائی جاتی تھی اور لڑکیوں پر لڑکوں کی محبت کو ترجیح دیتا تھا چنانچہ دونوں اس کی مجلس کی طرف ایسے تیز گئے جیسے سلیک اپنی دوڑ میں (تیز جاتا تھا)

اِعْتَلَقَ شَيْخٌ بِرُدْنِهٖ : اعتلق بابِ افتعال سے ہے۔ چمٹنا، وعَلِقَ بہ (س) عَلَقًا : لگنا، وابستہ ہونا۔ عَلَاقَة : تعلق، ربط ورشتہ۔ جمع : علاقات۔ عَلَاقَاتٌ خَارِجِيَّة : خارجی تعلقات۔ عَلَاقَاتٌ دِبْلُومَاسِيَّةٌ : سفارتی تعلقات۔ عَلَاقَات ثُنَائِيَة : دوفریقی تعلقات۔ عَلَاقَاتٌ وُدِيَة : دوستانہ تعلقات۔ رُدْن : آستین۔ جمع : أَرْدَان، أَرْدِنَةٌ۔

فَتَكَ بِابْنِهٖ : فَتَكَ بفلان (ض) فَتْكًا : حملہ کرنا، غفلت کی حالت میں قتل کرنا۔

وَيَكْبُر قِرْفَتَه : قِرْفَة : تہمت، وہ شخص جس پر تہمت لگائی جائے، چھلکا۔ یہاں تہمت مراد ہے۔ قَرَفَ الرَّجُلُ (ض) قَرْفًا : جھوٹ بولنا۔ قَرَفَ فُلَانًا بِكَذَا : تہمت یا عیب لگانا، قَرَفَ القِشْرَ : چھلکا چھیلنا۔ عامی زبان میں قَرِفَ الرَّجُلُ کے معنی ہیں : معدہ کو قے پر آمادہ کرنا، گھن کرنا۔ مُقْرِف : قابلِ نفرت، متلی لانے والا۔

عِرْفَتَه : مَعْرِفَته۔ مُتَطَايِر الشَّرَار : چنگاریاں اُڑانے والا۔

اِشْتِطَاط اللَّدَد : اشْتِطَاط باب افتعال سے ہے، شَطَّ (ن۔ض) شَطًّا وشُطُوطًا وَاشْتَطَّ۔ اشْتِطَاطًا : دور ہونا، حد سے تجاوز کرنا، حق سے ہٹنا۔ الشطط : مجاوزة القدر فی کل شیٔ : ہر چیز میں مقررہ مقدار سے تجاوز کرنا۔ حدیث میں ہے : « لہا مہر مثلہا، لَا وَكَسَ وَلَا شَطَطَ » اور سورۃ صٓ آیت ۲۲ میں ہے : « فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَىٰ سَوَاءِ الصِّرَاطِ » اور سورہ کہف آیت ۱۴ میں ہے : « لَنْ نَدْعُوَ مِنْ دُونِهٖ إِلَٰهًا لَقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا »

عامی زبان میں شَطَّة تیز مرچ کو کہتے ہیں۔ اللَّدَدُ : الخُصُومَةُ الشَّدِيدَةُ مَعَ المَيْلِ عَنِ الحَقِّ یعنی حق سے ہٹ کر سخت جھگڑا کرنا۔ لَدَّ فُلَانًا (ن) لَدًّا سخت جھگڑا کرنا۔ لَدَّ (س) لَدَدًا : سخت جھگڑالو ہونا۔ سورۃ بقرۃ آیت ۲۰۴ میں ہے : وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ۔ التنافر : مصدر از تفاعل : مقدمہ اور دعوی دائر کرنا، نفر إلیہ (ض) نَفْرًا : جانا،

يُزَنُّ بِالْهَنَات : يُزَنُّ : نصر سے مضارع مجہول کا صیغہ ہے۔ زَنَّ فُلَانًا بِكَذَا (ن) زَنًّا : تہمت لگانا۔ عامی زبان میں یہ لفظ ضرب سے استعمال کرتے ہیں۔ زَنَّ (ض) زَنًّا : ٹن ٹن بولنا، گونجنا۔ زَنٌّ : آواز، گونج۔ الهَنَات، یہ هَنَةٌ کی جمع ہے، بعضوں نے کہا یہ هَنَةٌ کی جمع ہے، هَنَةٌ، هَنٌ کی تانیث ہے، شریشی فرماتے ہیں : "والهَنَةُ مِنَ الكِنَايَاتِ العَامَةِ الَّتِي يُكَنَّى بِهَا كُلَّ شَيْءٍ ۔ علامہ ابن اثیر غریب الحدیث (ج ۵ ص ۲۷۸) میں لکھتے ہیں : هَنَةٌ : كِنَايَةٌ عَنِ الشَّيْءِ لَا تَذْكُرُهُ بِاسْمِهٖ، تَقُولُ أَتَانِي هَنٌ وهَنَةٌ، محقق رضی

شرح کافیہ (ج ۱ ص ۲۹) میں لکھتے ہیں : " والهَنُ : الشَّيءُ المُنكَرُ الَّذِي يُستَهجَنُ ذِكرُهُ مِنَ العَورَةِ والفِعلِ القَبِيحِ أو غَيرِ ذٰلِكَ . علامہ سہیلیؒ الروض الانف میں تحریر فرماتے ہیں : " الهَنَةُ كِنَايَةٌ عَن كُلِّ شَيءٍ لَا يُعرَفُ اسمُهُ أو تَعرِفُهُ فَتُكَنِّي عَنه " اور علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری (ج ۱۷، ص ۲۳۵) میں امام اخفش کے حوالہ سے لکھا ہے : " كما تقولُ : هٰذا فُلَانُ بنُ فُلَانٍ ، نقول : هٰذا هَنُ بنُ هَنٍ ، وهٰذه هَنَةُ بِنتِ هَنَةٍ ، وهُوَ نَصٌّ بِأن يُكَنَّى بِهَا الأعلَامُ "

ان تمام اقوال کا حاصل یہ نکلا کہ کسی چیز کا نام لے کر جب ذکر کرنا مقصود نہ ہو تو اس کے لئے کنایہ کے طور پر هَنٌ اور هَنَةٌ استعمال کرتے ہیں۔ جیسا کہ لفظ " فلان " کنایہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں، یہ ہر شئ کے لئے کنایہ کے طور پر استعمال کئے جا سکتے ہیں لیکن عام طور پر ایسی چیز کے لئے کنایہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں جس میں قباحت و کراہت کے معنی ہوں، کہتے ہیں: فِيهِ هَنَاتٌ ، وهَنَوَاتٌ وهُنَيَّات : یعنی اس میں بُری عادات ہیں، لبید کا شعر ہے :

أكرمتُ عِرضِي أن يَنَالَ بِنَجوَةٍ إنَّ البَرِيَّ مِنَ الهَنَاتِ سَعِيدُ

" میں نے اپنی عزت کو عیب لگنے سے دور رکھا، بے شک بُری عادات سے بَری آدمی سعید ہوتا ہے "

هَنَةٌ کے حروفِ اصلیہ کے بارے میں بھی دو رائے ہیں، اس میں لام کلمہ محذوف ہے جو بعض کے نزدیک " ھا " ہے، اس لغت کے مطابق تصغیر هُنَيهَةٌ آئے گی اور بعض کے نزدیک لام کلمہ " واو " ہے تو اس کے مطابق هَنَة کی تصغیر هُنَيَّةٌ ہوگی اور اس کی جمع هَنَات کے بجائے " هَنَوات " آئے گی لیکن راجح یہی ہے کہ اس کے حروفِ اصلیہ " هَنْوٌ " ہیں علامہ عینی عمدۃ القاری (ج ۱۷ ص ۲۳۵) میں فرماتے ہیں : وأصلُهُ هَنْوٌ " علامہ زمخشری نے بھی اس کو اساس البلاغ (۴۸۸) میں (ھ ، ن ، و) کے تحت ذکر کیا ہے۔

یہاں مقامات میں اس سے ناپسندیدہ حرکات یعنی لواطت اور امرد پرستی وغیرہ مراد ہیں۔

كالسُّلَيكِ في عَدوَتِه : عَدوَة : ایک مرتبہ دوڑ۔ سلیک بن سُلکہ ایک آدمی تھا اس کی نسبت اس کی ماں کی طرف کی جاتی ہے جس کا نام سلکہ تھا، اس کے والد کا نام عمرو بن سنان بن الحارث تھا، سلیک اور شنفری دونوں دوڑنے میں ضرب المثل ہیں، کہتے ہیں : أعدى من سليك ، وأعدى مِن الشنفري . عرب میں دو آدمی اور بھی تیز رفتاری میں ضرب المثل ہیں، ایک تأبط شرا ، دوسرا عمرو بن امیہ ضمری۔ سلیک کا تعلق عرب کے مشہور قبیلہ بنو تمیم سے تھا۔

شریشی نے لکھا ہے ایک مرتبہ بنو بکر نے بنو تمیم کی لوٹ مار کا قصد کیا، راستہ میں سلیک کو علم ہوا تو وہ اپنے قبیلہ کو اطلاع دینے کے لئے چل پڑا، بنو بکر کو جب یہ صورت حال معلوم ہوئی تو دو شخص تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر سلیک کی گرفتاری کے لئے روانہ ہوئے اور ایک ایک رات مسلسل اس کا پیچھا کیا لیکن وہ دونوں سلیک کی گرد کو بھی نہیں پا سکے، سلیک نے جا کر اطلاع دی لیکن بنو تمیم کو یقین نہیں آرہا تھا کہ اتنی مختصر مدت میں اس قدر طویل مسافت کیونکر طے کی جا سکتی ہے، جنہوں نے اس کی تصدیق کی وہ تو حملہ سے بچ گئے اور جنہوں نے اسے جھٹلایا وہ بے خبری میں بنو بکر کے حملہ کا شکار ہو گئے۔

سلیک جب بوڑھا ہوا اور جوانی کی طاقت بہار الوداع کہہ گئی تو لوگوں نے اصرار کر کے اسے کہا عہد شباب کی تیز رفتاری کی کچھ جھلک تو دکھا، اس نے کہا تم چالیس نوجوانوں کو دوڑنے کے لئے تیار کرو، یہ چالیس نوجوان اپنی پوری رفتار سے دوڑے اور سلیک درمیانی دوڑ چلا لیکن ان میں کوئی نوجوان بھی اس کی غبارِ راہ کو نہ پا سکا۔

* *

فَلَمَّا حَضَرَاهُ، جَدَّدَ الشَّيْخُ دَعْوَاهُ. وَاسْتَدْعَى عَدْوَاهُ. فَاسْتَنْطَقَ الْغُلَامَ وَقَدْ فَتَنَهُ بِمَحَاسِنِ غُرَّتِهِ، وَطَرَّ عَقْلَهُ بِتَصْفِيفِ طُرَّتِهِ، فَقَالَ: إِنَّهَا أُفِيكَةُ أَفَّاكٍ، عَلَى غَيْرِ سَفَّاكٍ؛ وَعَضِيهَةُ مُحْتَالٍ، عَلَى مَنْ لَيْسَ بِمُغْتَالٍ.

پس جب وہ دونوں اس کے پاس حاضر ہو گئے تو بوڑھے نے اپنے دعوی کی تجدید کی اور اس سے مدد طلب کی تو حاکم نے لڑکے سے بیان لینا چاہا جب کہ لڑکے نے حاکم کو اپنی پیشانی کی چمک کی خوبصورتیوں سے گرویدہ بنالیا اور اپنی زلفوں کی ترتیب بندی سے اس کی عقل ختم کردی تھی، لڑکا کہنے لگا، بلاشبہ یہ ایک جھوٹے کا جھوٹ ہے ایسے شخص پر جو قاتل نہیں ہے اور حیلہ باز کا بہتان ہے اس پر جو ہلاک کرنے والا نہیں۔

***

وَاسْتَدْعَى عَدْوَاهُ: اِسْتَدْعَاهُ: طلب کرنا، مدد طلب کرنا۔ عَدْوٰی: مدد، معونت۔ کہتے ہیں: اِسْتَعْدَى الْأَمِيْرَ فَأَعْدَاهُ: امیر سے اس نے مدد طلب کی تو اس نے اس کی مدد کی، اسی سے اسم کے طور پر عَدْوٰی استعمال ہوتا ہے۔ عَدْوٰی ایک آدمی سے

دوسرے آدمی کی طرف مرض کے متعدی ہونے کو بھی کہتے ہیں، حدیث میں آتا ہے: "لَاعَدْوَیٰ وَلَاطِیَرَ"
تَصْفِیْف: صف بندی کرنا، مرتب ومنظم کرنا۔
فَاسْتَنْطَقَ الْغُلَامَ: قاضی نے لڑکے سے بیان لینا چاہا، اس سے گفتگو طلب کی، اس کا راز آگے ۳۴ ویں مقامہ میں غلام خریدتے وقت بیان کیا ہے: "ثُمَّ اسْتَنْطَقْتُهُ عَنِ اسْمِهِ، لَالِرَغْبَةٍ فِیْ عِلْمِهِ، بَلْ لِأَنْظُرَ أَیْنَ فَصَاحَتُهُ مِنْ صَبَاحَتِهِ وَکَیْفَ لَهْجَتُهُ مِنْ بَهْجَتِهِ۔"
وطَرَّ عَقْلَهُ بتصفیف طُرَّتِهِ: طَرَّ (ن) طَرًّا: ختم کرنا، قطع کرنا۔ طُرَّةٌ: پیشانی، پیشانی پر رسیدے خوبصورت بال، کنارہ۔ جمع: طُرَر، طِرَار، أَطْرَار۔
أَفِیْكَةَ أَفَّاكٍ: أَفِیْكَة: جھوٹ، بہتان۔ جمع: أَفَائِك۔ أَفَكَ (ض) أفكا و أفك (س) أَفَكًا جھوٹ بولنا۔ سَفَّاك: قاتل
عَضِیْهَةَ محتال: عَضِیْهَة: بہتان، جمع: عَضَائِه۔ عضه (ف) عَضْهًا، عِضْهَةً: جھوٹ بولنا۔ عَضِهَ (س) عَضْهًا: بہتان لگانا۔
محتال: حیلہ باز۔ مغتال: ہلاک کرنے والا۔ اِسْتَوْفِ: امر حاضر از استیفاء: پورا کرنا۔ پورا وصول کرنا، مادہ (وف ی)

***

فقال الوالی للشیخ: إِنْ شَهِدَ لَكَ عَدْلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ، وَإِلاَّ فاستَوْفِ مِنْهُ الیَمِیْنَ. فقال الشیخُ: إِنَّهُ جَدَّلَهُ خاسِیاً، وَأَفاحَ دَمَهُ خالِیاً، فَأَنّی لِی شاهِد، ولَمْ یَکُنْ ثَمَّ مُشاهِدٌ، ولٰکِنْ وَلِّنِی تلقِینَهُ الیمِینَ، لِیَبِینَ لكَ: أیصدق أم یَمِیْنُ! فقال له: أنتَ المالكُ لِذٰلِكَ؛ مَعَ وَجْدِكَ المُتَهالِكِ، علی ابنِكَ الهالِكِ!

تو حاکم نے بوڑھے سے کہا اگر مسلمانوں میں سے دو عادل گواہ آپ کے لئے گواہی دیدیں (تو ٹھیک ہے) ورنہ آپ اس سے قسم پوری لے لیں، بوڑھے نے کہا، اس نے اس کو ظلم کرکے تنہائی میں پچھاڑا اور اس کے خون کو خالی جگہ میں بہایا تو میرے لئے کہاں گواہ ہوسکتا ہے جب کہ وہاں کوئی دیکھنے والا ہی نہ تھا لیکن آپ مجھے اس کو قسم کی تلقین کرنے کا والی بنادیں تاکہ آپ کے سامنے یہ بات واضح ہوجائے کہ یہ سچ بولتا ہے یا

جھوٹ! حاکم نے اس سے کہا، آپ اس کے مالک ہیں (یعنی آپ کو قسم کھلوانے کا اختیار ہے) اپنے مقتول بیٹے پر ہلاک کرنے والے غم کے ساتھ۔

***

إِنَّهُ جَدَّلَهُ خَاسِيًا : اس نے اس کو تنہائی میں ظلم کر کے پچھاڑا۔ جَدَالة : زمین کو کہتے ہیں، جَدَّلَه : زمین پر پچھاڑنا۔

علامہ زمخشری نے الفائق (ج ۱ ص ۱۹۶) میں لکھا ہے کہ جنگ جمل میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی لاش کے پاس کھڑے ہو کر فرمانے لگے :

" أعزز علىّ، أَبَامُحَمَّدٍ، أَنْ أَرَاكَ مُجَدَّلاً تَحْتَ نُجُوْمِ السَّمَاءِ فِي بُطُوْنِ الأَوْدِيَةِ شَفَيْتُ نَفْسِي ، وَقَتَلْتُ مَعْشَرِي إِلَى اللّٰهِ أَشْكُو عُجَرِى، و بُجَرِى "

" ابو محمد ! وادیوں کے دامن ، آسمان کے ستاروں کے نیچے آپ کو پچھاڑا ہوا دیکھنا مجھ پر بڑا شاق گذر رہا ہے، میں نے اپنے آپ کو شفا دی ، اپنے ہی قبیلہ کو میں نے مار ڈالا، میں اپنے غم و الم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں "

عُجَر : عقد و گرہ کو کہتے ہیں اور بُجَر ناف کو کہتے ہیں، یہاں اس سے استعارہ کے طور پر غم و الم مراد ہے۔

خَاسِيًا : اصل میں خَاسِئًا تھا، ہمزہ کو آگے " خَالِيًا " کی مناسبت سے " یا " سے بدل دیا اور یہ خلافِ قیاس ہے۔ کیونکہ ہمزہ ساکن ماقبل کسرہ کو یا سے بدل دینے کا جواز تو ہے جیسے بِئْر سے بِيْر تاہم ہمزہ متحرک ماقبل کسرہ ہو تو اسے یا، میں تبدیل کرنے کے لئے کوئی صرفی قانون نہیں ہے۔ خَسَأَ (ف) خَسْئًا وخُسُوْئًا : دھتکارنا، جھڑکنا، دور کرنا، تنہائی میں ظلم کرنا (لازم اور متعدی) خَسَأَ الْبَصَرُ : تھک جانا۔ سورۃ الملک آیت ۴ میں ہے :

" ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا " کہتے ہیں : إِنْخَسَأْ عَنِّي : دور ہو جاؤ سورۃ المومنون آیت ۱۰۸ میں ہے : " قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنَ "

أَفَاحَ دَمَهُ: أَفَاحَ - إِفَاحَةً : بہانا۔ و فَاحَ (ن) فَوْحًا : بہنا۔
يَمِينِ: مَانَ (ض) مَيْنًا جھوٹ بولنا۔ وَجْدُكَ المُتَهَالِكُ: ہلاک کرنے والاغم، وَجْد: غم۔

***

فَقَالَ الشَّيْخُ لِلْغُلَامِ: قُلْ: وَالَّذِي زَيَّنَ الْجِبَاهَ بِالطُّرَرِ، وَالْعُيُونَ بِالْحَوَرِ، وَالحَوَاجِبَ بِالْبَلَجِ، وَالْمَبَاسِمَ بِالْفَلَجِ، وَالْجُفُونَ بِالسَّقَمِ، وَالْأُنُوفَ بِالشَّمَمِ، وَالْخُدُودَ بِاللَّهَبِ، وَالثُّغُورَ بِالشَّنَبِ، وَالْبَنَانَ بِالتَّرَفِ، وَالْخُصُورَ بِالْهَيَفِ، إِنَّنِي مَاقَتَلْتُ ابْنَكَ سَهْواً وَلاَ عَمْداً، وَلاَ جَعَلْتُ هَامَتَهُ لِسَيْفِي غِمْداً،

تو بوڑھے نے لڑکے سے کہا، کہیے "قسم ہے اس ذات کی جس نے پیشانیوں کو مزین کیا زلفوں کے ساتھ، آنکھوں کو سیاہی و سفیدی کے ساتھ، بھوؤں کو کشادگی کے ساتھ، دانتوں کو خلاء کے ساتھ، پلکوں کو باریکی کے ساتھ، ناک کو بلندی کے ساتھ، رخساروں کو سرخی کے ساتھ، دانتوں کو چمک کے ساتھ، پوروں کو نرمی کے ساتھ، کمر کو پتلاپن کے ساتھ، بے شک میں نے آپ کے بیٹے کو نہ بھول کر قتل کیا ہے اور نہ قصداً قتل کیا ہے، اور نہ ہی میں نے اس کی کھوپڑی کو اپنی تلوار کے لئے نیام بنایا ہے۔

***

الجباه بالطُرَر: الجباه: جَبْهَة کی جمع ہے: پیشانی۔ طُرَر: طُرَّة کی جمع ہے پیشانی کے بال۔
والعيون بالحَوَر: حَوَر کہتے ہیں آنکھ کی سفیدی وسیاہی کے شدید اور گہرے ہونے کو بعضوں نے کہا: الحَوَرُ سِعَةُ العَيْنِ وَكِبَرُ المُقْلَةِ وكَثْرَةُ البَيَاضِ یعنی حَوَر آنکھ کی کشادگی، اس کی پتلی کے بڑے ہونے اور اس میں سفیدی کی کثرت کو کہتے ہیں۔ سورۃ الرحمن آیت ۷۲ میں ہے: "حُورٌ مَقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ"
والحَوَاجِبُ بالبَلَج: الحَوَاجِب، حَاجِبٌ کی جمع ہے: ابرو، بھویں۔ بَلَج: دونوں بھوؤں کے درمیان فاصلہ جس میں بال نہ ہوں بھوؤں کا جدا ہونا عرب کے ہاں سیادت کی علامت تھی۔ بَلِجَ (س) بَلَجًا: ظاہر وروشن ہونا۔
والمَبَاسِمُ بالفَلَج: المَبَاسِم، مَبْسَم کی جمع ہے: دانت، فَلَج: دانتوں کے درمیان جھری، کشادگی اور بُعد، عرب کے ہاں یہ محبوب تھا۔

والجفونَ بالسَّقَمِ: جُفُونٌ جَفنٌ کی جمع ہے غِطاءُ العَيْن: پپوٹا، یہاں آنکھیں مراد ہیں، سَقَمُ الجُفُونِ (آنکھوں کی بیماری) سے نرم ورقیق ہونا مراد ہے، اردو میں "چشم بیمار" کہتے ہیں جس میں کشش دل ہوتا ہے۔

والأُنُوفَ بالشَّمَمِ: الشَّمَم: ناک کے بالائی حصے کی بلندی، یہ علاماتِ حسن میں سے ہے، شَمِمَ الجَبَلُ والأَنفُ (س) شَمَمًا: بالائی حصہ کا بلند ہونا۔

والخُدُودَ باللَّهَبِ: الخُدُود خَدّ کی جمع ہے: رخسار، لَهَب: شعلہ رخسار، کنایہ ہوتا ہے سرخی رخسار سے۔

والثُّغُورَ بالشَّنَبِ: الثُّغُور مفرد: ثَغرٌ: گھاٹی، سرحد، منہ، دانت، یہاں دانت مراد ہیں، الشَّنَب: تروتازگی، شَنِبَ (س) شَنَبًا: دانتوں کا سفید اور چمکدار ہونا۔

وَالبَنَانَ بالتَّرَفِ: البَنَان: انگلیوں کے پورے، مفرد: بَنَانَة۔ سورۃ قیامۃ آیت ۴ میں ہے: "بَلٰى قَادِرِينَ عَلٰى أَنْ نُسَوِّيَ بَنَانَهُ" التَّرَف: نرمی، تروتازگی۔ تَرِفَ النَّبَاتُ (س) تَرَفًا: نباتات کا تروتازہ ہونا۔ تَرِفَ الرَّجُلُ: خوش عیش اور نعمت والا ہونا، آسودہ حال ہونا۔ یہاں اس سے انگلیوں کے پوروں کا نرم ونازک ہونا مراد ہے۔

والخُصُورَ بالهَيَفِ: الخُصُور: کمر، مفرد: خَصْرٌ۔ هَيِفَ الرَّجُلُ (س) هَيَفًا: دَقَّ خَصْرُهُ وضَمُرَ بَطْنُهُ: باریک کمر والا ہونا۔

کسی کا شعر ہے:

وَمُهَفْهَفٍ كَالغُصْنِ قُلْتُ لَهُ انْتَسِبْ　　　فَأَجَابَ مَا قَتْلُ المُحِبِّ حَرَامُ

________ وإلاَّ فرمَى اللهُ

جَفْنِي بالعَمَشِ ، وَخَدِّي بالنَّمَشِ ، وَطُرَّتِي بالجَلَحِ ، وَطَلْعِي بالبَلَحِ ، وَوَرْدَتِي بالبَهارِ ، ومِسْكَتِي بالبُخَارِ ، وَبَدْرِي بالمحاقِ ، وفِضَّتِي بالاحْتِرَاقِ ، وشُمَاعِي بالإظلامِ ، ودواتي بالأقلام .

ورنہ اللہ جل شانہ پھینک دے میری پلکوں کو بال گرنے کے ساتھ، میرے رخسار کو داغ دھبوں کے ساتھ، میری زلفوں کو جھڑنے کے ساتھ، میرے دانتوں کو زردی کے ساتھ، میرے گلاب (کی طرح رخسار) کو زرد رنگ کے ساتھ، میری سانسوں کی خوشبو کو بدبو کے ساتھ، میرے چاند (جیسے چہرے) کو تاریکی کے ساتھ، میری چاندی (جیسے بدن) کو جھلنے کے ساتھ، میری کرن (اور حسن) کو تاریکیوں کے ساتھ اور میرے دوات کو قلموں کے ساتھ"۔

* * *

جَفْنِي بالعَمَشِ : العَمَش : انْتِشَار شعر العَيْنَيْن یعنی آنکھوں کے بالوں کا جھڑنا، گرنا، عَمِشَ فُلَانٌ (س) عَمَشًا : بینائی کے کمزور ہونے کے ساتھ ساتھ آنکھ سے آنسو بہنا یہاں دونوں معنی مراد ہوسکتے ہیں، پلکوں سے بال گرنا، یا آنکھ کی بینائی کمزور ہوکر آنسو بہنا۔ یہ دونوں عیب ہیں۔

وخَدِّي بالنَّمَش : النَّمَشُ : سیاہ سفید دھبے اور داغ۔ نَمِشَ (س) نَمَشًا : دھبوں کا ہونا۔

وطرّتي بالجَلَح : جَلِحَ (س) جَلَحًا : سر کے دونوں اطراف سے بالوں کا گرنا، گنجا ہونا۔

وطَلْعِي بالبَلَح : کھجور کے درخت پر آنے والے پھل کو پہلے مرحلہ میں طَلْع کہتے، پھر خلال، پھر بَلَح، پھر بُسْر، پھر رُطَب اور سب سے آخری مرحلہ میں تَمَر کہتے ہیں، پھل جب تیسرے مرحلہ میں ہو اور ابھی سبز ہو تو اسے بَلَح کہتے ہیں، مفرد : بَلَحَةٌ، جمع اور مفرد میں صرف "تاء" کا فرق ہے۔ بَلَحَ (ف) بَلْحًا و بُلُوحًا : تھک جانا، بَلَحَ البِئْرُ : خشک ہونا، بَلَحَ بِشَهَادَتِهِ : گواہی چھپانا۔

یہاں طَلع سے دانت اور بَلَح سے زرد ہونا مراد ہے۔ دانتوں کا زرد ہونا عیب ہے۔

وورْدَتي بالبَهَارِ : بہار ایک گھاس ہے جس کو عَيْنُ البَقَر اور فارسی میں گاؤ چشم

کہتے ہیں جو زرد ہوتی ہے، یہاں اس سے مطلقاً زردی مراد ہے۔ وَرْدَة: گلاب کا پھول، مراد رخسار ہے۔
وَمِسْكَتِي بِالْبُخَارِ: مِسْكَة: مشک کا ٹکڑا، یہاں اس سے انفاس کی خوشبو مراد ہے۔
البُخَار: بدبو۔ بَخَرَ الفَمُ (ف) بَخَرًا: منہ سے بدبو کا آنا۔
بَدْر: چودھویں رات کا چاند، مُحَاق: قمری ماہ کا اخیر جس میں چاند نظر نہیں آتا، یہاں تاریکی مراد ہے۔

* *

انسان کے بدن کے مختلف حصوں پر مختلف قسم کے بال ہوتے ہیں، امام ثعالبی نے فقہ اللغۃ (ص ۹۲-۹۳) میں ائمہ لغت سے اس کی تفصیل یوں نقل کی ہے: ① العَقِيقَة: وہ بال جو پیدائش کے وقت انسان پر ہوتے ہیں ② النَّاصِيَة: سر کے اگلے حصے کے بال ③ الذُّؤَابَة: سر کے پچھلے حصہ کے بال ④ الوَفْرَة: وہ بال جو کان کی لو تک ہوا کرتے ہیں ⑤ الجُمَّة: سر کے وہ بال جو مونڈھوں تک ہوتے ہیں ⑥ اللِّمَّة: سر کے وہ بال جو کان کی لو سے بڑھ جائیں، مونڈھوں تک چاہے پہنچے ہوں یا نہیں، وفرہ، جمّہ اور لِمّہ کی اور بھی تفسیریں کی گئی ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے شمائل ترمذی (ص ۲۵ مع خصائل نبوی) میں روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال جمّہ سے زیادہ اور وفرہ سے کم تھے یعنی نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ زیادہ چھوٹے تھے ⑦ الطُّرَّة: وہ بال جو پیشانی کو ڈھانکیں ⑧ الهُدْب: پلکوں کے بال ⑨ الشَّارِب: اوپر والے ہونٹ کے بال ⑩ العَنْفَقَة: نیچے والے ہونٹ کے بال ⑪ المَسْرُبَة: سینے کے بال، اور اصمعی شمائل ترمذی (ص ۹) میں فرماتے ہیں: هُوَ الشَّعْرُ الدَّقِيقُ الَّذِي كَأَنَّهُ قَضِيبٌ مِنَ الصَّدْرِ إِلَى السُّرَّة۔ یعنی شاخ کی مانند بالوں کی وہ باریک لکیر جو سینے سے ناف تک ہوتی ہے۔ ⑫ الشِّعْرَة: زیر ناف بال، اس کو العَانَة بھی کہتے ہیں ⑬ الإِسْب: شَعْرُ الإِسْت: پشت کے بال ⑭ الـذَّبَب: مرد کے بدن کے بال ⑮ الفَرْع: عورت کے سر کے بال ⑯ الغَدِيرَة: عورت کی چوٹی کے بال ⑰ الغَفَر: عورت کی پنڈلی کے بال ⑱ الـدَّبَب: عورت کے چہرے کے بال۔

انسان کی آنکھ کے محاسن کی تفصیل علامہ نویری نے نہایۃ الأرب فی فنون الأدب (ج ۲ ص ۴۲) میں اس طرح بیان کی ہے:

الـدَّعَج: آنکھ کی کشادگی اور گہری سیاہی ① البَرَج: سیاہی اور سفیدی دونوں کا شدید اور گہری ہونا ② النَّجَل: آنکھ کا کشادہ ہونا ③ الكَحَل: بغیر سرمہ

لگائے پلکوں کا سیاہ ہونا ۴ الشُهلة : آنکھ کی سیاہی میں قدرتی سرخی ہونا۔ الحَوَر : اس کی تفصیل گذر چکی۔

اور آنکھ کے معایب کی تفصیل یہ ہے: ۱ الحَوَص : آنکھ کے ڈھیلے کا چھوٹا ہونا ۲ الخَوَص : آنکھ کا چھوٹا اور کانا ہونا ۳ الکَمَش : صاف نظر نہ آنا۔ ۴ العَمَش : آنکھ سے پانی بہنا اور بینائی کا کمزور ہونا ۵ العَطَش : یہ بھی عمش کی طرح بیماری ہے ۶ الجهَر : دن کو نظر نہ آنا ۷ العَشَا : رات کو نظر نہ آنا ۸ الخزَر : کن انکھیوں (آنکھ کی طرف) سے دیکھنا ۹ الشُطُوس : آپ سمجھیں کہ مجھے دیکھ رہا ہے اور وہ کسی اور کو دیکھ رہا ہو ۱۰ الخَفَش : آنکھ کا چھوٹا اور بینائی کا کمزور ہونا ۱۱ الدَوَش : یہ بھی الخفش کے معنی میں ہے ۱۲ البَخَق : بینائی چلی جائے لیکن آنکھ کا ڈھیلا اور پتلی سالم ہو آنکھ میں بینائی کا نہ ہونا ۱۳ البَخَص : آنکھ کے اوپر یا نیچے زائد گوشت کا ہونا۔

پلکوں کے محاسن یہ ہیں : ۱ الزَجَج : پلکوں کا دقیق اور طویل ہونا ۲ البَلَج : دونوں پلکوں کے درمیان کشادگی۔

اور معائب ہیں ۱ القَرَنُ : پلکوں کا متصل ہونا، عرب اس کو پسند نہیں کرتے۔ ۲ الزَبَب : پلکوں کے بالوں کا زیادہ ہونا ۳ المعَط : پلکوں سے کہیں کہیں بالوں کا گرجانا

ناک کے اوصاف یوں ہیں : ۱ الشَمَم : خوبصورتی کے ساتھ ناک کے بانسہ بلند ہونا ۲ القَنَا : ناک کا سرے کے باریک اور درمیانی حصہ کے جھکاؤ کے ساتھ ساتھ لمبی ہونا ۳ الفَطَس : ناک کے بانسہ کا چھوٹا اور اس کے سرے کا موٹا ہونا ۴ الخَثَم : ناک چپٹا اور چوڑا ہونا۔

***

فقال الغُلامُ : الاصطِلاءَ بالبَلِيّة ، وَلا الإيلاءَ بهذهِ الأليّة ، والانقيادَ لِلقَوَدِ : وَلا الحَلِفَ بِمَا لَمْ يَحْلِفْ به أحَدٌ . وأبَى الشيخُ إلاَّ تجرِيعَهُ اليمينَ الّتي اختَرَعَهَا ، وأمقرَ لهُ جُرَعَها .

تو لڑکے نے کہا مصیبت میں جلنا مجھے پسند ہے لیکن اس قسم (کے الفاظ) کے ساتھ قسم کھانا مجھے پسند نہیں، قصاص کے لئے تابع ہونا میں اختیار کر سکتا ہوں لیکن وہ حلف نہیں اٹھا سکتا جس کے ساتھ کسی نے حلف نہیں اٹھایا جب کہ بوڑھا اپنی اس قسم کو گھونٹ گھونٹ پلانے سے علاوہ ہر چیز سے انکار کرتا رہا جس کو اس نے ایجاد کیا تھا اور جس کے گھونٹوں کو اس نے کڑوا بنایا تھا۔

وَلَمْ يَزَلِ التَّلَاحِي بينهما يَسْتَعِرُ ، ومَحَجَّةُ التَّرَاضِي تَعِرُ ، والْغُلَامُ فِي ضِمْنِ تَأَبِّيهِ ، يَخْلُبُ قَلْبَ الْوَالِي بِتَلَوِّيهِ ، وَيُطْمِعُهُ فِي أَنْ يُلَبِّيهِ ،

دونوں کے درمیان لڑائی بھڑک رہی تھی اور باہمی رضامندی کا راستہ مشکل ہو رہا تھا، جب کہ لڑکا اپنے انکار کے ضمن میں حاکم کے دل کو لچکنے سے فریفتہ کررہا تھا اور اس کو امید دلا رہا تھا کہ وہ اس کی بات پر لبیک کہے گا (یعنی اگر حاکم اس کو چھڑادے تو وہ بعد میں اس کی خواہش پوری کرنے کے لئے تیار ہوگا)۔

***

إِلَى أَنْ زَانَ هَوَاهُ عَلَى قَلْبِهِ ، وأَلَبَّ بِلُبِّهِ ، فَسَوَّلَ لَهُ الْوَجْدُ الَّذِي تَيَّمَهُ ، والطَّمَعُ الَّذِي تَوَهَّمَهُ ، أَنْ يُخَلِّصَ الْغُلَامَ وَيَسْتَخْلِصَهُ ، وَأَنْ يُنْقِذَهُ مِنْ حِبَالَةِ الشَّيْخِ ثُمَّ يَقْتَنِصَهُ .

یہاں تک کہ اس کی محبت حاکم کے دل پر غالب آگئی اور اس کی عقل میں جم گئی پس حاکم کے لئے اس عشق نے جس نے اس کو تابع بنادیا اور اس طمع نے جس کا اس نے گمان کیا یہ بات مزین کردی کہ وہ غلام کو چھڑائے اور پھر اس کو اپنے لئے خالص کرلے اور یہ کہ وہ بوڑھے کی رسی سے اس کو نکالدے اور پھر خود اس کو شکار کرلے۔

***

الاصطلاءَ بالبليّةِ ولا الإيلاءَ بهٰذهِ الأليّةِ : اصطَلٰی : آگ میں جلنا۔ البليّة : مصیبت : جمع : بَلَايَا۔ الأَلِيّة : قسم جمع أَلَايَا۔ الاصطلاء ، الایلاء الاِنقِيَاد اور الحلف " اختارُ " فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔
تَجرِيعه اليمين : جَرَّعَ ۔ تَجرِيعًا : گھونٹ گھونٹ پلانا۔
وأَمقَرَ له جُرَعَهَا أَمقَرَ : کڑوا کرنا۔ مَقِرَ الشيءُ (س) مَقَرًا : کڑوا ہونا۔ جُرَعَهَا : جُرْعَةٌ کی جمع ہے گھونٹ " ها " ضمیر " اليمين " کی طرف راجع ہے۔
التَّلَاحِي : از تفاعل تَلَاحَى القومُ : آپس میں لڑنا ، گالی گلوچ کرنا۔ لَحَوْ فُلَانًا (ض) لَحْيًا ۔ ملامت کرنا۔

ومحجّۃُ التَّراضی تعِرُ : وَعَرَ، یَعِرُ (ض) وَعْرًا ووُعُورًا : مشکل اور سخت ہونا۔
مَحَجّۃ التَّراضی : رضامندی کا راستہ۔
بتَلَوِّیہ : تفعل کا مصدر ہے۔ تَلَوَّی الشَّئُ : کسی چیز کا مڑ جانا۔ یہاں تلوی سے نازو انداز کے ساتھ مڑنا اور بل کھانا مراد ہے۔
یُطْمِعُہ ۔ إطْمَاعًا : لالچ دینا۔
رَانَ ھَوَاہُ علٰی قَلْبِہ : رَانَ عَلَیْہِ، یَرِیْنُ (ض) رَیْنًا ورُیُونًا : غالب آنا۔ رانَ بِكَ، رَانَ عَلَیْكَ اور رَانَكَ یہ تینوں طرح مستعمل ہے۔ سورۃ مطففین آیت ۱۴ میں ہے " کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوبِھِمْ مَا کَانُوا یَکْسِبُوْنَ "
أَلَبَّ بِلَبِّہ : أَلَبَّ بالمکان ولَبَّ بالمکانِ (ن)، لَبًّا : ٹھہرنا، قیام کرنا۔ لَبَّ : (س۔ض) لَبًّا ولَبَابَۃً : دانشمند ہونا، لُبّ : عقل۔ جمع : أَلْبَاب۔
فسَوَّلَ لہ تَسْوِیْلًا : مزین کرنا، گمراہ کرنا، سورۃ یوسف آیت ۸۳ میں ہے " قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَکُمْ أَنْفُسُکُمْ " سَوِلَ (س) یَسْوَلُ سَوَلًا : پیٹ کا ناف کے نیچے سے ڈھیلا ہونا۔
تَیَّمَہٗ : تَتْیِیْمًا وتَامَہٗ (ض) تَیْمًا : تابع فرمان بنانا۔
کعب بن زہیر کا شعر ہے :
بَانَتْ سُعَادُ فَقَلْبِی الْیَوْمَ مَتْبُوْلُ مُتَیَّمٌ إِثْرَھَا لَمْ یُفْدَ مَکْبُوْلُ

* * *

فقالَ للشَّیخ : ھَلْ لَكَ فِیما ھُوَ أَلْیَقُ بالأَقْوَی ، وَأَقْرَبُ لِلتَقْوٰی ! فقال : إِلَامَ تُشِیرُ لأَقْتَفِیَہ ، وَلَا أَقِفُ لَكَ فِیہ ؟ فقَالَ : أَرَی أَنْ تُقْصِرَ عن القِیلَ وَالقَالِ ، وَتَقْتَصِرَ مِنْہُ عَلَی مائۃِ مِثْقَالِ ، لأَتَحَمَّلَ مِنْھَا بَعْضًا ، وَأَجْتَبِیَ الْبَاقِیَ لَكَ عَرْضًا ، فقالَ الشَّیْخُ :

پس اس نے بوڑھے سے کہا، کیا آپ کو کچھ رغبت ہے اس چیز میں جو قوی آدمی کے زیادہ لائق ہے اور تقوی کے زیادہ قریب ہے (یعنی معاف کردینا کیونکہ قرآن کریم میں ہے وان تعفوا اقرب للتقوی) بوڑھے نے کہا، آپ کس چیز کی طرف اشارہ کررہے ہیں کہ میں اس کی اتباع کروں اور آپ کے سامنے اس میں توقف نہ کروں تو حاکم نے کہا، میں

سمجھتا ہوں کہ آپ قیل وقال (اور بحث و مباحثہ) سے رک جائیں اور سو مثقال (دینار) پر اس کی طرف سے اکتفاء کرلیں، بعض ان میں سے میں خود برداشت کروں گا اور باقی آپ کے لئے بطور سامان کے حاصل کروں گا، بوڑھے نے کہا۔

***

لأقتفیه : باب افتعال سے مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ اقتفی الرجلَ وقفا (ن) قَفْوًا : اتباع کرنا۔
عَرَضًا : سامان (را کے سکون اور فتح کے ساتھ) جمع : عُرُوْضٌ، سورۃ اعراف ۱۶۹ میں ہے "یَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰی وَ یَقُوْلُوْنَ سَیُغْفَرُ لَنَا"

***

مَا مِنِّی خِلاف ، فلا یَکُنْ لِوَعْدِكَ إخلافٌ ، فنَقَده الوالِی عِشرِین ، وَوزعَ علَی وزَعَتِه تَکْمِلَةَ خمسِینَ . وَرَقَّ ثَوبُ الأصیلِ ، وَانقطعَ لِأجْلِهِ صَوبُ التَّحْصِیلِ ، فقال له: خُذْ مَاراجَ ، ودَعْ عَنْكَ اللّجَاجَ ،

میری طرف سے کوئی مخالفت نہیں لیکن آپ کے وعدہ کی بھی خلاف ورزی نہیں ہونی چاہئے چنانچہ حاکم نے بیس دینار تو اس کو نقد دیدیئے اور پچاس (دینار) کو مکمل کرنا اپنے خادموں پر تقسیم کردیا (کہ وہ پچاس دینار پورے کرکے دیدیں) شام کا کپڑا باریک ہوگیا (یعنی شام ہونے لگی) جس کی وجہ سے باقی مال حاصل کرنے کا سلسلہ ختم ہوگیا، حاکم نے بوڑھے سے کہا، فی الحال جو حاضر ہے وہ لے لو اور اپنی طرف سے جھگڑے کو چھوڑ دو۔

***

وَوَزَّعَ علی وَزَعَتِه : وَزَّعَ۔ توزِیعًا : تقسیم کرنا، جدا کرنا، وَزَعَهٗ (ف۔ض) وَزْعًا : روکنا، منع کرنا۔ وَزَعَة : مفرد : وَازِع : روکنے والا۔ یہاں اس سے خدام مراد ہیں۔
الأصِیل : شام، عصر و مغرب کا درمیانی وقت۔ جمع : أُصُل وآصَال۔
صَوْبُ التحصِیل : صَوْب : مصدر ہے۔ صَابَ المطرُ صَوْبًا : بارش ہونا۔ صَابَ السَّهمُ : تیر کا نشانہ پر واقع ہونا۔ یہاں صَوْب یا بارش کے معنی میں ہے اور مراد عطیہ ہے، ترجمہ ہوگا "مال حاصل کرنے کا عطیہ منقطع ہوگیا" اور یا صَوْب "صاب

النسهُمُ ، سے ماخوذ ہے بمعنی وقوع یعنی مال حاصل کرنے کا وقوع اور اس کی توقع منقطع ہوگئی۔

اللَّجَاج : عناد۔ لَجَّ (س۔ض) لَجًّا ولَجَاجًا ولَجَاجَةً : ضد سے جھگڑنا، دشمنی میں مداومت کرنا، اصرار کرنا۔ سورۃ المؤمنون آیت ۲۵ میں ہے : " وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ "

***

وَعَلَيَّ فی غدٍ أنْ أتَوَصَّلَ ، إلى أنْ يَنِضَّ لكَ البـاقی وَيَتَحَصَّل ، فقالَ الشَّيخُ : أَقْبَلُ مِنْكَ عَلَى أن أُلازِمَهُ لَيلَتِي ، وَيَرْعاهُ إنسانُ مُقْلَتِي ، حَتى إذا أغـنَى بَعْدَ إسفارِ الصبْحِ ، عَمَّا بَقِيَ مِنْ مالِ الصُّلحِ ، تَخلَّصتْ قائبةٌ من قُوب ، وَبَرِيَ براءةَ الذِّئبِ مِن دَمِ ابنِ يعقُوبَ ، فقال لهُ الوالی : ما أراكَ سُمْتَ شَطَطاً ، وَلاَ رُمْتَ فَرَطاً .

اور مجھ پر لازم ہے کہ میں کل وصول کروں / یا کل وسیلہ بنوں اس بات کا باقی آپ کے لئے نقد ہوکر حاصل ہوجائے، تو بوڑھے نے کہا، میں آپ کی طرف سے یہ بات اس شرط پر قبول کروں گا کہ میں اس لڑکے کو آج کی رات لازم پکڑوں گا اور میری آنکھ کی پتلی اس کی نگرانی کرے گی، یہاں تک کہ جب صبح نکلنے کے بعد صلح کا بقیہ مال پورا دیدیا جائے گا تو تب چوزہ انڈے سے خلاصی پالے گا اور لڑکا اس طرح بری ہوجائے گا جیسے بھیڑیا حضرت یوسف بن یعقوب کے خون سے بری تھا، تو حاکم نے اس سے کہا میں آپ کو نہیں سمجھتا کہ آپ نے حد سے تجاوز کا مکلف بنایا اور نہ یہ کہ آپ نے زیادتی کا ارادہ کیا۔

***

أتَوَصَّلَ : صیغہ متکلم مضارع از تَفَعُّل، تَوَصَّلَ إلَيْهِ : پہنچنا، وسیلہ بنا، وسیلہ اور سبب کے ذریعے کسی چیز تک پہنچنا۔

أن ينِضّ : (ض) نَضًّا، نَضِيضًا : نقد ہونا، میسر ہونا۔ إنسانُ مُقْلَتِي : مُقْلَة : آنکھ انسان : آنکھ کی پتلی۔

تَخَلَّصَت قَائِبَةٌ من قُوبٍ: "چھوٹ جائے گا انڈا چوزے سے"۔ قَائِبَة: چوزہ قُوب: انڈا۔ جمع: أقواب۔ معجم وسیط میں یہی معنی لکھے ہیں لیکن علامہ شریشی نے اس کے برعکس معنی بیان کئے ہیں۔ قَائِبَة: انڈا، قُوب: چوزہ۔ اور یہی معنی درست ہیں۔ اس میں قلب ہے کیونکہ انڈا چوزے سے جدا نہیں ہوتا چوزہ انڈے سے پیدا ہوتا ہے، یہ محاورہ ہے دو ہمنشینوں کی جدائی کے وقت کہتے ہیں۔

أعفى به۔ إعفاءً: عطا کرنا، پورا کرنا، یہاں اسی معنی میں ہے، أعفى منه: بری کرنا۔

***

قال الحارث بن همام: فلمّا رأيتُ حُجَجَ الشّيخ كالحُجَج السُّرَيجيّة، علمتُ أنّهُ عَلَمُ السَّرُوجيّة

حارث بن ھمام نے کہا جب میں نے بوڑھے کے دلائل کو، احمد بن سریج کی دلائل کی طرح دیکھا تو میں نے جان لیا کہ یہ سروج کا علم (جھنڈا) ہے۔

***

كالحُجَج السُّرَيجيّة: حُجَج حُجّة کی جمع ہے، دلیل، حُجج کو احمد بن سُریج کی طرف منسوب کیا ہے، احمد بن سریج امام شافعیؒ کے کبار اصحاب میں سے تھے اور حُسنِ دلیل وحجت میں مشہور تھے، علامہ تاج الدین سبکیؒ نے طبقات کبریٰ (ج ۲ ص ۸۷) میں ان کا تذکرہ ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے:

"أحمدُ بن عُمَرَ بن سُرَيجٍ القاضي أبو العبّاس البغداديّ البارزُ الأشهبُ والأسدُ الضّاري على خُصوم المذهب، شيخ المذهب وحاملُ لوائه، والبدرُ المشرقُ في سمائه، والغيثُ المغدقُ بردائه، ليس من الأصحاب إلّا مَن هو حائمٌ على معينه، هائمٌ من جوهر بحره بثمينه، انتهت إليه الرّحلة، فضربت الإبلُ نحوه آباطها وعلّقت به العزائمُ مناطها، وأتته أفواجُ الطّلبة، لا نعرف إلّا مارق البيد بساطها"

علامہ زرکلی نے الأعلام (ج ۱ ص ۱۲۵) میں لکھا ہے کہ ابن سریج کی تصانیف چارسو

کے قریب ہیں اور ابن داؤد کے ساتھ ان کے مناظروں نے بڑی شہرت پائی ہے۔ علامہ ابن خلکان نے وفیات الاعیان (ج ۱ ص ٦٧) میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مرض وفات میں انہوں نے خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے، علماء دربارِ خداوندی میں حاضر ہیں اللہ جل شانہ پوچھ رہے ہیں، تم نے اپنے علم پر کتنا عمل کیا ہے؟ سب نے کہا یا اللہ! ہم سے عمل میں بڑی کوتاہیاں ہوئی ہیں، ابن سریج نے کہا: یا رب! میرے عمل نامے میں شرک نہیں ہے اور شرک کے علاوہ دوسرے گناہوں کی مغفرت کا ذکر تو آپ نے قرآن میں کیا ہے، اللہ جل شانہ نے فرمایا: "إذهبوا فقد غفرتُ لكم" اس خواب کے تین دن بعد ابن سریج کی وفات ہوگئی۔ آپ کی وفات ٦ ر جمادی الاولیٰ ۳۰٦ھ کو بصرہ میں ہوئی ہے۔

* * *

فَلَبِثتُ إلى أنْ زَهَرَتْ نجومُ الظَّلامِ، وَانتَشَرَتْ عُقُودُ الزِّحامِ، ثُمَّ قصَدْتُ فِناءَ الْوَالِي، فإذا الشَّيخُ لِلْفتَى كالِي، فنَشَدْتُهُ الله: أهُو أبو زيد؟ فقال: إي ومُحِلِّ الصَّيْدِ! فقُلْتُ: مَنْ هذا الْغُلامُ، الَّذي هَفَتْ لهُ الأحلامُ، قال: هُوَ في النَّسَبِ فَرْخِي، وفي الْمُكْتَسَبِ فَخِّي، قُلْتُ: فهَلَّا كَفَيْتَ بِمحاسِنِ فِطْرَتِهِ، وكفيْتَ الوالِيَ الافتِنانَ بِطُرَّتِهِ!

پس میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ تاریکی کے ستارے چمکنے لگے اور ہجوم کی گرہیں بکھر گئیں (یعنی ہجوم منتشر ہوگیا) پھر میں نے حاکم کے صحن کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ بوڑھا جوان کی نگرانی کررہا ہے چنانچہ میں نے اس کو اللہ کو واسطہ دے کر کہا، کیا وہ ابوزید ہے؟ کہنے لگا، جی ہاں، قسم ہے شکار حلال کرنے والی کی، میں نے کہا، یہ لڑکا کون ہے جس کی وجہ سے عقلیں اڑ گئیں؟ کہنے لگا، یہ نسب میں میرا بچہ ہے اور کمانے میں میرا جال ہے، تو میں نے کہا، آپ نے اس کی فطرت کی خوبیوں پر اکتفاء کیوں نہیں کیا؟ اور حاکم کے لئے کیوں کافی نہیں ہوئے لڑکے کی زلفوں کی وجہ سے اس کے فتنہ میں مبتلا ہونے سے (یعنی لڑکے کی زلفوں کی وجہ سے حاکم کو کیوں فتنے میں مبتلا کیا)

* * *

للفتی کالی : کالی اسم فاعل، نگران۔ کَلأَہٗ (ف) کَلأً و کِلَاءً حفاظت کرنا، سورۃ الانبیاء آیت ۴۲ میں ہے "قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ"۔

فنشدتہ اللہ : نَشَدَہُ اللہ (ن) نَشْدًا : اللہ کا واسطہ دے کر پوچھنا، قسم دینا۔

إی وَمُحِلِّ الصَّيْدِ : "ہاں، قسم ہے شکار کو حلال کرنے والے کی" إِی حرف ایجاب ہے، علامہ ابن ہشام مغنی اللبیب (ج ا ص ۸۱ علی ھامش حاشیۃ الدسوقی) میں لکھتے ہیں :

" إی - بالكسرِ والسكون۔ حَرْفُ جَوَاب بمعنى نَعَم، فيكون لِتَصْدِيقِ المُخْبِرِ و لإعلام المُسْتَخْبِرِ، ولوعد الطالب؛ فتقع بعد قام زيدٌ، وهل قام زيد، واضرب زيدًا .... ولا تقع عند الجميع إلا قبل القَسَمِ"

یعنی " إی " حرف جواب "نعم" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، کبھی تو اس سے خبر دینے والے کی تصدیق کی جاتی ہے مثلاً کسی نے کہا "قامَ زیدٌ" تو جواب میں إی کہکر اس کی تصدیق کر دی جاتی ہے اور کبھی خبر پوچھنے والے کو اس سے اطلاع دی جاتی ہے جیسے کسی نے کہا " ھل قام زیدٌ " جواب میں " إی " کہکر پوچھنے والے کو قیام زید کی اطلاع کر دی جاتی ہے اور بسا اوقات طالب کے وعدے کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں مثلاً کوئی کہے اِضرب زَیدًا (زید کو مار) تو جواب میں إی کہکر ضرب زید کا مطالبہ پورا کرنے کا وعدہ کر دیا جاتا ہے۔ اور یہ صرف قسم سے پہلے آتا ہے۔

ومُحِلِّ الصَّیْدِ میں " واو " قسمیہ ہے اور جوابِ قسم محذوف ہے یعنی إی ومحل الصید انی أبوزید۔ إی حرف ایجاب ہے لا محل له في التركيب، و محل الصید قسم ہے اور انی أبوزید جوابِ قسم ہے۔

هَفَتْ لَهُ الأَحْلَامُ : هَفَا الطائر (ن) هَفْوًا و هَفْوَةً : اڑنا الأَحْلَام، مفرد : حِلْمٌ : عقل۔

فَرْخِي : الفَرْخُ : چڑیا کا بچہ، چھوٹا جانور، چھوٹی گھاس۔ جمع : أَفْرَاخ، أَفْرُخ، فُرُوخ۔ فَرْخُ وَرق : کاغذ کا ایک شیٹ۔ فَرْخَة : مرغی۔ جمع : فِرَاخ۔

فَخِّي : الفَخ : جال جس سے شکار پکڑتے ہیں جمع : فِخَاخ، فُخُوخ۔

***

______ فقال : لَوْ لم تُبرِزْ جبهتُه السِّينَ ، لَمَا قَنفَشْتُ الْخمسِينَ ، ثُمَّ قالَ : بت الليلة عندي لنُطفِئَ نَارَ الْجَوى ، وَنديلَ الْهَوَى من النوى ، فقدْ أَجْمَعْتُ علَى أَن أَنسَلَّ بِسُحْرَة ، وَأُصلِي قلبَ الْوالي نَارَ حَسْرَة .

تو وہ کہنے لگا، اگر اس کی پیشانی حرف سین (کی طرح گیسوؤں) کو ظاہر نہ کرتی تو میں پچاس دینار جمع نہ کرسکتا پھر وہ کہنے لگا، آپ میرے پاس رات گذاریں تاکہ ہم محبت کی آگ بجھاویں اور محبت کو جدائی کا عوض بنالیں، میں نے یہ پکا ارادہ کیا ہے کہ میں صبح سویرے کھسک جاؤں گا اور حاکم کے دل کو حسرت کی آگ میں جلد ڈالوں گا۔

***

لَولَم تُبرِزْ جَبهتُهُ السِّينَ لَمَا قَنفَشْتُ الخَمسِينَ : اگر اس کی پیشانی حرف "سین" جیسے گیسوؤں (اور زلفوں) کو نہ ظاہر کرتی تو میں پچاس دینار کو جمع نہ کرسکتا قَنفَشْتُ باب بَعثَرَ سے، ماضی واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ قَنفَشَهٗ۔ قَنفَشَةً : جلدی سے جمع کرنا شریشی لکھتے ہیں : وشَبَّهَ اعتِدَالَ الشعرِ علَی الجَبهَةِ بشکلِ السِّینِ علَی السَّطرِ یعنی پیشانی پر سنوارے ہوئے بالوں کو سطر پر لکھے ہوئے لفظ " س " کی ہیئت کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

بِت اللَّيلَة : یہ بَاتَ (ض) يَبِيتُ سے امر حاضر ہے جیسے بَاعَ، يَبِيعُ سے " بِعْ " ہے، رات گذارنا۔

وَنُدِيلُ الْهَوٰى مِنَ النَّوٰى : نُدِيلُ کا ترجمہ شریشی نے " نُعَوِّضُ " کیا ہے یعنی محبت کو جدائی کا عوض بنالیں ۔ أَدَالَ الشَّيْءَ کسی چیز کو متداول بنانا، باری باری ایک کے بعد دوسرے کو دینا۔ أَدَالَ فُلَانًا مِنهُ : غلبہ دلانا۔ یہاں بھی صلہ میں " مِنْ " آرہا ہے، ترجمہ ہوگا " اور ہم محبت کو جدائی پر غالب کردیں " مطلب یہ ہے کہ ہم اب تک جدا تھے اب وصالِ محبت کی باری ہے، مل بیٹھیں اور چاہت کی باتوں کو دردِ عہدِ فراق کا درمان بنالیں۔ دَالَ الزَّمَانُ (ن) دَولَةً : ایک حال سے دوسرے حال کی طرف بدلنا، سورۃ آل عمران، آیت ۱۴۰ میں ہے : "وَتِلْكَ الأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ " النَّوَى : جدائی۔ نَوَى المُسَافِرُ (ض) نَوًى : دور ہونا

نَوَى الرجلُ۔ نِيَّةً : نیت کرنا، ارادہ کرنا۔
أَنْسَلُ : باب انفعال سے مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ اِنْسَلَّ الرَّجُلُ: جانا، چپکے سے نکلنا۔ سَلَّ الشئَ (ن) سَلًّا : کھینچنا۔

***

قال : فقضَيتُ اللَّيْلَةَ معَهُ في سَمَرٍ ، آنَقَ مِنْ حَدِيقَةِ زَهَرٍ ، وَخَمِيلَةِ شجرٍ ، حَتَّى إِذَا لَأْلَأَ الأُفُقَ ذَنَبُ السِّرْحانِ ، وَآنَ انبلاجُ الفَجْرِ وحانَ ، رَكِبَ مَتْنَ الطَّرِيقِ ، وَأَذَاقَ الوالِيَ عذابَ الحَرِيقِ ،

حارث بن ہمام نے کہا کہ میں نے وہ رات اس کے ساتھ ایسی قصہ گوئی میں گذاری جو پھولوں کے باغیچہ سے اور درختوں کے باغ سے زیادہ عمدہ تھی یہاں تک کہ جب بھیڑیئے کی دُم افق پر چمکنے لگی اور طلوع فجر ہونے لگا تو وہ راستہ کی پیٹھ پر سوار ہوا اور اس نے حاکم کے دل کو آگ کا عذاب چکھا دیا۔

***

خَمِيلَةِ شَجَرٍ : خَمِيلَة : گھنے درختوں والی جگہ، گھنا باغ، نشیبی زمین۔ جمع: خَمَائِل۔ خَمَلَ ذِكْرُه (ن) خُمُولًا : گمنام ہونا۔ خَامِلُ الذِّكْرِ: گمنام۔
لَأْلَأَ الأُفُقَ ذَنَبُ السِّرْحَانِ : لَأْلَأَ بعثر سے ہے، روشن ہونا، روشن کرنا۔ (لازم ومتعدی) ذَنَب : دُم۔ جمع : أَذْنَاب۔ السِّرْحَان : شیر، بھیڑیا۔ ذنبُ السِّرحان: فجر کاذب۔ سِرحَان کی جمع سَرَاحِين وسَرَاحٍ آتی ہے۔ ترکیب میں الأفق مفعول بہ ہے اور "ذَنَبُ السِّرحَان" لَأْلَأَ کا فاعل ہے۔ ترجمہ ہے: "جب افق پر شیر کی دم ظاہر ہوئی / یا جب افق کو شیر کی دُم نے روشن کیا" یعنی صبح کاذب ہوئی، فجر کاذب کی روشنی کو بھیڑیا کی دم سے تشبیہ دی ہے۔

آنَ اور حَانَ کے ایک ہی معنی ہیں۔ یعنی وقت کا آنا۔ انبلاج الفجر : طلوعِ فجر۔

***

ــــــ وسلَّمَ إليَّ ساعةَ الفِراقِ ، رُقعةً مُحكَمةَ الإلصاقِ ، وقالَ : ادْفَعْها إلى الوالِي إذا سُلِبَ القَرار ، وتحقَّقَ مِنّا الفِرَار ؛ ففضضتُها فِعْلَ المتلمِّس ، مِن مِثْلِ صَحِيفةِ المُتلمِّسِ . فإذَا فيها مَكتُوبٌ :

جدائی کے وقت اس نے مجھے مضبوط چپکایا ہوا (بند) رقعہ حوالہ کیا اور کہا کہ یہ حاکم کو اس وقت دینا جب سکون و قرار چھن جائے (یعنی جب وہ ہم کو نہ پاکر بے چین ہوجائے اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ جب رات کا سکون ختم ہوجائے اور دن چڑھ جائے) اور ہمارا بھاگنا متحقق ہوجائے تو میں نے اس خط کو کھولا جیسے متلمس شاعر کے خط کی طرح (دوسرے خط) سے رہائی حاصل کرنے والے نے کیا تھا (دو خط ایک مشہور شاعر متلمس کے لئے اور ایک اس کے ساتھی کے لئے لکھے گئے تھے، دونوں میں ان کے قتل کا حکم تھا، متلمس نے اپنا خط نہیں کھولا، اس کے ساتھی نے کھول کر پڑھا چنانچہ وہ بچ گیا اور متلمس مارا گیا۔ "فعل المتملس" سے یہی دوسرے آدمی مراد ہے جس نے رہائی پائی تھی) تو اس میں لکھا ہوا تھا۔

***

ففضضتُها فعلَ المُتمَلِّسِ : فضَّ الختمَ (ن) فضًّا : مہر توڑنا۔ المُتمَلِّس : تفعل سے اسم فاعل ہے۔ تَمَلَّسَ الشئُ : املس اور چکنا ہونا، ملائم ہونا۔ تَمَلَّسَ مِن بين القومِ : نکلنا۔ مُتمَلِّس : نکلنے والا، رہائی پانے والا۔ ومَلِسَ (س۔ک) مُلُوسةً ومَلاسَةً : ملائم اور چکنا ہونا۔ مَلَسَ الشئَ (ن) مَلْسًا : جڑ سے اکھیڑ کر نکالنا۔ سُلِب : مجہول : چھن جانا۔

صحيفة المتلمس : متلمس زمانۂ جاہلیت کا مشہور شاعر ہے، اس کا نام جریر بن عبد المسیح ہے، لیکن مشہور متلمس سے ہے، یہ مشہور شاعر طرفہ بن معبد کا ماموں ہے۔ علامہ تبریزی نے شرح حماسہ (٢٦٩) میں اس شعر کے تحت لکھا :

وذاكَ أوانُ العِرضِ، حيّ ذُبابُه زنابيرُه والأزرقُ المتلمس

کہ اس شعر میں "متلمس" کا لفظ استعمال کرنے کی وجہ سے اس کا لقب یہی لفظ بنا۔ تَلَمَّسَ الشئَ : باربار مانگنا، ولَمَسَ (ض۔ن) لَمْسًا : چھونا۔

میدانی نے کتاب الامثال (ج ۱ ص ۳۹۹) میں متلمس کے صحیفے کا قصہ لکھا ہے، متلمس

اورطرفہ حیرہ کے بادشاہ ابومنذر عمرو بن ہند کے ندیم خاص تھے، ایک مرتبہ کسی بات پرناراض ہوکر ان دونوں نے عمرو بن ہند کی ہجوکہی، عمرو بن ہند نے خود ان کا قتل مناسب نہ سمجھا، دونوں سے کہا تم ایک طویل عرصہ سے اپنے وطن نہیں گئے، اہل وعیال کی یاد تمہیں ستاتی ہوگی۔ میں تمہارے لئے عامل بحرین کو خط لکھدیتا ہوں، وہاں سے تحائف وانعامات وصول کر کے وطن چلے جاؤ" یہ دونوں اپنا خط لیکر بحرین روانہ ہوئے، راستہ میں ایک بوڑھے کو بول براز کرتے دیکھا کہ وہ کھجور کھارہا ہے اور جوئیں ماررہا ہے، متلمس نے کہا:

ما رَأَیتُ شیخًا کالیوم أحمقَ من ھٰذا یعنی اس جیسا احمق بوڑھا میں نے نہیں دیکھا۔ اس پر بوڑھے نے کہا: ما رأیتَ من حُمقی! أُخرِجُ الدَّاءَ، وآکلُ الدَّوَاءَ، وأقتلُ الأعداءَ، أحمق۔ واللہ۔ مِنّی من یحمِلُ حَتفَہ بِیدہ "اس میں آپ کو کیا حماقت نظر آئی، بیماری نکال رہا ہوں، دوا کھارہا ہوں اور دشمن کو قتل کررہا ہوں، احمق تو بخدا وہ ہے جو اپنے ہاتھ میں اپنی موت کا پروانہ لئے جارہا ہے"

اس بات پر متلمس کو کچھ شک ہوا، خط کی مہر توڑ کر ایک لڑکے سے پڑھوایا، اس میں لکھا تھا "متلمس جوں ہی تمہارے پاس پہنچے، اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر زندہ دفن کردو" متلمس نے خط دریا میں ڈالا اور ملک شام چلا گیا، طرفہ سے بھی کہا لیکن اس کی خوش فہمی اس کی غلط فہمی کو دور نہ کرسکی اسے یقین تھا کہ خط دیکھ کر شاہ بحرین انعامات سے نوازے گا اور جاکر اسے خط دیا، متلمس کا واقعہ بھی بتایا، حاکم بحرین نے بادشاہ پر اعتماد کی وجہ سے طرفہ کو معاف کردیا اور بعض کہتے ہیں کہ شاہی فرمان کے حسب الحکم اسے قتل کردیا تھا، طرفہ نے قید میں ابومنذر عمرو بن ھند کو مخاطب کرکے یہ شعر کہے:

أبا مُنذر کانتْ غُدورًا صحیفتی ولَمْ أُعطکم بالطَّوعِ مالِی وَلاَ عِرضی
أَبا مُنذر أفنَیتَ فاستبقِ بعضنا حنانیکَ بعضُ الشرّ أَھْوَنُ مِنْ بعض

❋

① قُل لِوَالٍ غَادَرْتُهُ بَعْدَ بَيْنِي ... سَادِمًا نَادِمًا يَعَضُّ الْيَدَيْنِ
② سَلَبَ الشَّيْخُ مَالَهُ، وَفَتَاهُ ... لُبَّهُ، فَاصْطَلَى لَظَى حَسْرَتَيْنِ
③ جَادَ بِالْعَيْنِ حِينَ أَعْمَى هَوَاهُ ... عَيْنَهُ فَانْثَنَى بِلاَ عَيْنَيْنِ
④ خَفِّضِ الْحُزْنَ يَامُعَنَّى فَمَا يُجْـ ... ـدِي طِلاَبُ الْآثَارِ مِن بَعْدِ عَيْنِ
⑤ وَلَئِن جَلَّ مَاعَرَاكَ كَمَا جَلَّ ... لَدَى الْمُسْلِمِينَ رُزْءُ الْحُسَيْنِ
⑥ فَقَدِ اعْتَضْتَ مِنْهُ فَهْمًا وَحَزْمًا . وَاللَّبِيبُ الْأَرِيبُ يَبْغِي ذَيْنِ

① اس حاکم سے کہئے جس کو میں نے اپنی جدائی کے بعد غضبناک اور پشیمان بناکر اس حال میں چھوڑا کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹ رہا ہوگا۔

② بوڑھے نے اس کا مال اور لڑکے نے اس کی عقل چھینی، پس وہ دو حسرتوں کی آگ میں جل گیا۔

③ اس نے سونے کی سخاوت کی جس وقت محبت نے اس کی آنکھ کو اندھا کردیا چنانچہ وہ سونے اور آنکھ دونوں سے محروم ہوکر لوٹا۔

④ اے تھکے ہوئے آدمی! اپنے غم کو کم کر کیونکہ اصل شی کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد آثار اور نقش قدم کو تلاش کرنا کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا۔

⑤ جو مصیبت آپ کو لاحق ہوئی اگر وہ اس طرح بڑی ہے جس طرح حضرت حسین کا حادثہ مسلمانوں کے نزدیک بڑا ہے۔

⑥ (تو آپ کو زیادہ غمگین نہیں ہونا چاہئے اس لئے کہ) آپ نے اس حادثہ کے عوض میں فہم و دانش حاصل کرلی اور عقلمند و دانا آدمی یہی دونوں چیزیں چاہتا ہے۔

***

① (لوال) جار مجرور (قُل) سے متعلق ہے، یہ قول ہے (غادرته) مقولہ ہے (بَعدَ بینی) مرکب اضافی (غادرته) کے لئے ظرف ہے (سادما) (نادما) دونوں (غادرته) کی ضمیر مفعول سے حال ہے (یعض الیدین) جملہ فعلیہ بھی اسی سے حال ہے۔

② (الشیخ) (سلب) کا فاعل (مالَه) مفعول بہ ہے (فتاه) کا عطف (شیخ) پر ہے (لُبَّه) کا عطف (مالَه) پر ہے (لظی حسرتین) مرکب اضافی (اصطلی) کے لئے

مفعول فیہ ہے۔

③ بالعین (جاد) سے متعلق ہے (حین) ظرفیہ ہے (هواه) (أعمی) کا فاعل ہے (عینه) اس کے لئے مفعول بہ ہے (بلا عینین) (فانثنی) سے متعلق ہے، فاء تفریعیہ ہے۔

④ (الحزن) (خفض) کے لئے مفعول بہ ہے اور یہ جملہ جواب ندا مقدم ہے (یا مُعْنی) ندا منادی ہیں (طلاب الآثار) (فما یجدی) کے لئے فاعل ہے، فاء سببیہ ہے (مِنْ بعد عین) مرکب اضافی مجرور (طلاب) سے متعلق ہے۔

⑤ (لَئِنْ حَلّ) شرط ہے (ماعراك) (حَلّ) کا فاعل ہے (ما) اس میں موصولہ اور (عراك) صلہ ہے (کما) کاف جارہ اور (ما) مصدریہ مجرور ہے (حَلّ) سے متعلق ہے (رُزْءُ الحسین) (حَلّ) کا فاعل ہے (لدی المسلمین) مرکب اضافی (حَلّ) کے لئے ظرف ہے، یہ شعر شرط ہے۔

⑥ (فقد اعتضت) جزا ہے (منه) (اعتضت) سے متعلق ہے (فهما و حزنا) دونوں (اعتضت) کے لئے مفعول بہ ہیں (اللبیب الأریب) مرکب توصیفی مبتدا ہے (یبغی) خبر ہے (ذین) (یبغی) کے لئے مفعول بہ ہے۔

***

سَادِمًا : سَدِمَ (س)، سَدَمًا : غیظ و غضب کی وجہ سے پشیمانی اور ملال میں مبتلا ہونا۔
لَظی : آگ کی بھڑک، شعلہ۔ لَظِیَ (س) لَظًی : آگ بھڑکنا، مشتعل ہونا، سورۃ معارج، آیت ۱۵ میں ہے : كَلَّا إِنَّهَا لَظٰى ۔
مُعنی : اسم مفعول تھکا ہوا۔ عَنِیَ (س) عَنَاءً : تھکنا۔ حَزْمًا : حَزُمَ (ک) حَزْمًا و حَزَامَةً : کام میں احتیاط و تدبر کرنا

اِصْطَلیٰ۔ اِصْطِلاءً : جلنا، باب افتعال سے ہے، تاء افتعال کو طاء سے بدل دیا کیونکہ فاء کلمہ میں صاد ہے۔ خَفِّضْ : امر از باب تفعیل، خَفَّضَه : نیچے کرنا، کم کرنا۔ جَلَّ (ن) جَلَالًا : بڑا ہونا عراك : لحقك۔ رُزْءٌ : مصیبت، جمع : أَرْزَاء۔ اعْتَضْتَ : یہ باب افتعال سے واحد مذکر مخاطب کا صیغہ ہے، اصل میں اعْتَوَضْتَ تھا، واو ماقبل مفتوح کو الف سے بدلا، الف اور ضاد دونوں ساکن جمع ہوئے الف کو حذف کر دیا، اعْتَضْتَ ہو گیا، اعْتَاضَ مِنْه :

بدلہ لینا، اعتاض عنه : بدل بننا۔ حَزْم : دانشمندی۔ حَزُمَ (ك) حَزَامَةً : دانشمند ہونا۔ اللَّبِيْب : عقلمند۔ الأريب : دانا وعقلمند، أَرُبَ (ك) أَرَابَةً : عقلمند ہونا۔ ذَيْن : یہ اسم اشارہ تثنیہ ہے بمعنی هٰذين

***

⑦ فاعْصِ مِنْ بَعدِهَا المطامعَ وَاعْلَمْ أَنَّ صَيدَ الظِّبَاءِ لَيسَ بِهَيْنِ
⑧ لَا ولا كلُّ طائرٍ يلجُ الفَخَّ وَلَوْ كان مُحْدَقًا بِاللُّجَيْنِ
⑨ ولَكَمْ مَنْ سَعَى ليصطادفاصطِيدَ ولَم يَلْقَ غيرَ خُفَّيْ حُنَيْنِ
⑩ فَتَبصَّرْ ولَا تَشِمْ كلَّ بَرْقٍ ربَّ برقٍ فيهِ صوَاعِقُ حَيْنِ
⑪ واغْضُضِ الطَّرْفَ تَسْتَرِحْ مِنْ غرَامٍ تَكْتَسِي فيهِ ثَوْبَ ذلٍّ وشَيْنِ
⑫ فبلَاءُ الفَتَي اتّباعُ هَوَى النَّفْسِ وَبَذْرُ الْهَوَى طُمُوحُ عَيْنِ

⑦ اس واقعہ کے بعد آپ اپنی خواہشات کی نافرمانی کریں اور یہ بات جان لیں کہ ہرن کا شکار آسان نہیں۔

⑧ اور نہ ہی ہر پرندہ جال میں داخل ہوتا ہے، اگرچہ وہ جال چاندی سے گھیرا گیا ہو۔

⑨ کتنے لوگ ہیں جو شکار کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن خود شکار ہوجاتے ہیں اور حنین کے دو موزوں کے سوا انہیں کچھ نہیں ملتا۔

⑩ لہٰذا آپ اچھی طرح دیکھیں اور ہر بجلی کی طرف نظر نہ اٹھائیں، کیونکہ بعض بجلیوں میں ہلاکت کی کڑک ہوتی ہے۔

⑪ آنکھ نیچے رکھیں تو آپ اس عشق سے آرام حاصل کرسکیں گے جس میں آپ ذلت اور عیب کا لباس پہن لیتے ہیں۔

⑫ آدمی کی آزمائش، خواہش نفس کی اتباع کرنا ہے اور آنکھ اٹھانا محبت (بونے) کی بیج ہے (یعنی نگاہ ہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے محبت کی بیج بوئی جاتی ہے اور آدمی زلف محبت کا اسیر ہوجاتا ہے)۔

⑦ (من بعدها) (مِنْ) زائدہ ہے(المطامع) (فاعص) کے لئے مفعول بہ ہے (أن صيدالظباء) پورا جملہ(اعلم) کے لئے مفعول بہ ہے(بهين) باءزائدہ ہے،(هَيِّن) (ليس) کی خبر ہے(ليس) اسم خبر سے مل کر(أنَّ) کی خبر ہے۔

⑧ (لا) زائدہ ہے(كل طائر) مبتدا ہے(لايلج) خبر ہے(الفخ) (لايلج) کے لئے مفعول بہ ہے(ولو) وصلیہ ہے(محدقًا) (كان) کی خبر ہے(باللجين) (محدقا) سے متعلق ہے۔

⑨ (لكم) لام تاکیدیہ ہے(كَمْ) خبریہ ممیّز(مَنْ) موصولہ تمیز متضمن معنی شرط (سعى) (مَنْ) کا صلہ ہے، ممیّز تمیز مل کر مبتدا(ليصطاد) لام جارہ کے بعد(أنْ) ناصبہ مقدر ہے، بتاویل مصدر یہ لام کے لئے مجرور ہے، جار مجرور (سعى) سے متعلق ہے (فاصطيد) صیغہ ماضی مجہول، ضمیر مستتر نائب فاعل یہ خبر ہے، مبتدا متضمن معنی شرط تھا اس لئے خبر پر فاء داخل کی گئی (و لم يَلق) کا عطف (فاصطيد) پر ہے(غير خفي حنين) (لَمْ يَلقَ) کے لئے مفعول بہ ہے۔

⑩ (كل برق) (لاتشم) کے لئے مفعول بہ ہے(رب برق) (برق) لفظا مجرور محلا مرفوع مبتدا(فيه) (ثابتة) خبر مقدم (صواعق حَيْن) مرکب اضافی، مبتدا موخر، خبر مقدم بامبتدا موخر جملہ اسمیہ خبریہ بن کر پھر خبر ہے(برق) مبتدا کے لئے۔

⑪ (الطرفَ) (اغضض) امر کے لئے مفعول بہ ہے(تسترح) جواب امر ہے (مِنْ غَرام) (تسترح) سے متعلق ہے(تكتسي فيه) جملہ فعلیہ (غرام) کی صفت ہے (ثوبَ ذل و شَيْن) مرکب اضافی (تكتسى) کے لئے مفعول بہ ہے۔

⑫ (بلاء الفتى) مبتدا ہے(اتباع هوى النفس) مرکب اضافی خبر ہے(بذر الهوى) مبتدا ہے (طموح العين) خبر ہے۔

***

۔المَطَامِع : مَطْمَع کی جمع ہے : امید، طمع ، لالچ کی جگہ ، صیغہ ظرف ہے ۔ اعْصِ : امر حاضر از عَصَى (ض) عِصْيَانًا : نافرمانی کرنا ۔ الظِباء : ہرن هَيِّن : آسان ۔ اِصْطَاد : از افتعال : شکار کرنا ، اصل میں

اِصْطَيَدَ تھا، یاء ماقبل مفتوح کو الف سے بدلا تو اصطَادَ ہوا، تاء افتعال کو بھی طاء سے بدلا ہے۔

صَوَاعِق : بجلیاں، کڑک، مفرد۔ صَاعِقَةٌ۔ حَیْن : ہلاکت۔ مَزَّقَ۔ تَمْزِیقًا : پھاڑنا

یَلِجِ الفخ : وَلَجَ (ض) وُلُوجًا : داخل ہونا۔ الفخ : دام۔ جمع : فِخَاخ وفُخُوخ

مُحْدَقًا بِاللُّجَیْن : أی مُحَلَّقًا بالفضۃ۔ مُحْدَقًا : افعال سے اسم مفعول ہے، احاطہ کیا ہوا، گھیرا ہوا۔ أَحْدَقَ القَومُ بہ وحَدَقَ بہ (ض) حَدْقًا : لوگوں کا کسی کو چاروں طرف سے گھ لی۔ لُجَیْن چاندی۔

مطلب ہے کہ شکاری جال بچھا کر ارد گرد گیہوں یا چاول وغیرہ کے دانے ڈال دیتے ہیں ے وہ دانے چگنے لگتے ہیں تو بے خبری میں زیر دام آجاتے ہیں، حریری کہتے ہیں ہر شکار کو اس لرح دھوکہ نہیں دیا جاسکتا چاہے دامِ صیاد کو گیہوں اور چاول کیا معنی، چاندی کے دا رں سے ہی کیوں نہ گھیر اجائے۔

غیر خُفَّی حنین : اصل محاورہ ہے رَجَعَ بِخُفَّیْ حنین جب کوئی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو اور ناکام و نامراد لوٹے تو اس وقت کہتے ہیں، اس کے مختلف پس منظر بیان کئے گئے ہیں۔

① بعض کہتے ہیں حنین ایک گویا تھا، کوفہ کے کچھ لوگوں نے کسی بزم طرب میں اسے بلایا، جب وہ آیا تو اسے شہر سے باہر لے جاکر پیٹا اور سوائے موزوں کے باقی سب کچھ اس سے چھین لیا، اس حال میں گھر لوٹا، بیوی انتظار میں تھی کہ بہت کچھ ملا ہو گا لیکن موزوں کے سوا اس کے پاس کیا چھوڑا تھا، لوگ پوچھتے تو بیوی کہتی : رَجَعَ حنین بخفیہ حنین صرف اپنے دو موزوں کے ساتھ لوٹا ہے۔

② بعضوں نے کہا یہ ایک تاجر کا نام ہے، ایک اعرابی اس کے پاس موزہ خریدنے گیا، بھاؤ لگاتے دونوں میں تلخی ہوگئی، اعرابی موزے خریدے بغیر واپس چلا، حنین نے اس کو دھوکہ دینے کی ٹھانی، ایک موزہ اس اعرابی کے راستہ میں ڈال دیا اور کچھ فاصلہ پر آگے دوسرا موزہ ڈالا، خود ایک طرف چھپ کے بیٹھ گیا، اعرابی کی نظر جب راستہ چلتے موزہ پر پڑی تو کہہ اٹھا : ما أشبہ ھذہ بخف حنین، ولو کان معہا الأخریٰ لأخذتہا، اس طرح اس نے یہ موزہ نہیں اٹھایا، آگے گیا تو دوسرا موزہ دیکھا اب اسے افسوس ہوا کہ پہلا موزہ کیوں نہ اٹھایا اس لئے اونٹنی

وہیں باندھ کر پہلے موزے کو لانے چلا، حنین اس دوران اس کی اونٹنی اور اس پر لدا ہوا سامان لے اڑا، اعرابی بے چارہ دو موزے اٹھائے گھر آیا، لوگ پوچھتے کیا لائے ہو ؟ تو کہتا : رجعتُ بخفی حنین ۔

فما يُجْدِي طِلَابُ الآثارِ مِنْ بَعدِ عَيْن : اصل مثال ہے ، طَلَبَ أثرًا بعد عين اس وقت کہتے ہیں جب کوئی چیز فوت ہو جائے اور بعد میں انسان بے فائدہ واویلا کرے ۔ جیسے اردو میں کہتے ہیں : سانپ نکل گیا ہے اب لکیر پیٹنے سے کیا فائدہ ۔

ابن درید نے جمهرة الأمثال (ج ۱ ص ۳۸۹ - ۳۹۰) میں اس کا پس منظر لکھا ہے کہ غسان کے کسی بادشاہ نے مالک بن عمر عامری اور اس کے بھائی سماک کو گرفتار کیا ، ان سے کہا تم دونوں میں سے کسی ایک کو قتل کروں گا ، دونوں بھائیوں میں سے ہر ایک نے اپنے کو پیش کیا شاہ نے سماک کو قتل کیا اور مالک کو آزاد کر دیا ، مالک بن عمر گھر آیا تو والدہ نے کہا بھائی کا بدلہ لو، چنانچہ وہ نکلا اور بھائی کے قاتل کے پاس پہنچا ، لوگوں نے اسے کہا سو اونٹ لے لو اور اس کو چھوڑ دو ، مالک نے کہا : لَا أَطْلُبُ أَثَرًا بَعْدَ عين عین یعنی اصل کے جانے کے بعد اب میں اثر کا طالب نہیں ہوں ، چنانچہ بھائی کے قاتل کو قتل کر کے بدلہ لے لیا ۔

ولا تشم : شَامَ البرقَ (ض) يَشِيمُ شَيْمًا : آسمان کی بجلی کی طرف دیکھنا کہ برسے گا یا نہیں ۔

وبذر الهوى طُمُوحَ العَيْن : بَذْر : تخم ، بیج ، جمع : بُذُور وبِذَار ، بَذَرَ الحَبَّ (ن) بَذْرًا : زمین میں بیج ڈالنا ۔ طُمُوحُ العين : نگاہ کا اٹھنا ۔ طَمَحَ البصرُ إلى (ف) طُمُوحًا ، نگاہ کا اٹھنا ۔ طَمَحَ به : لے جانا ۔

آج کل طُمُوح کئی معنوں میں استعمال کرتے ہیں ① جاہ طلبی ② بلند پروازی ، ③ اولوالعزمی ، امنگ ۔ طَمُوح : بلند خیال ، عالی حوصلہ ۔ طُمُوحَات : بلند خواہشات ، بلند توقعات ۔ مَطْمُوح : متوقع ۔

***

قال الراوی : فمزَّقتُ رُقعتَہُ شَذَرَ مَذَرَ ، ولَمْ أُبَلْ أَعَذَلَ أم عذَرَ.

راوی نے کہا میں نے وہ رقعہ پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور میں نے اس بات کی پروا نہیں کی کہ وہ ملامت کرے گا یا عذر قبول کرے گا۔ (یعنی وہ پرچہ میں نے پھاڑ دیا اور اس بات کی پروا نہیں کی کہ ابوزید یا حاکم اس رقعہ کے پھاڑنے پر مجھے معذور سمجھے گا یا ملامت کرے گا)

❋❋❋✡

شَذَرَ مَذَرَ (شین اور میم پر فتحہ اور کسرہ دونوں درست ہیں) یہ دونوں اسم ہیں اور مبنی بر فتحہ ہیں جیسے خَمْسَةَ عَشَرَ ہے، کہتے ہیں ذَهَبُوا شَذَرَ مَذَرَ: وہ لوگ متفرق اور الگ الگ ہوکر چلے گئے۔ مَزَّقتُ رُقعتَہ شَذَرَ مَذَرَ : یعنی میں نے وہ رقعہ متفرق ٹکڑے کرکے پھاڑ دیا۔ لَمْ أُبَلْ : اَیْ لَمْ أُبَال : میں نے پروا نہیں کی، ماخوذ از مُبَالَاۃ الف کو تخفیفاً حذف کردیا۔ عَذَل : (ن) عَذلاً : ملامت کرنا۔ عَذَرَ : عذر قبول کیا۔